شمارہ (۱)

سلسلۂ یوسفیہ

کلیات

سلطان محمد قلی قطب شاہ

۹۸۸ھ تا ۱۰۲۰ھ

مرتبہ

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور ایم۔اے۔پی ایچ ڈی

پروفیسر اردو جامعہ عثمانیہ

سلسلۂ آصفیہ

شمارہ ۱۱

کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

گولکنڈہ کے پانچویں تاجدار سلطان محمد قلی قطب شاہ (۹۷۳ھ تا ۱۰۲۰ھ)

کے اردو کلام کا مجموعہ اور حالات و کلام پر تبصرہ

مرتبہ

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور

ایم اے۔ پی ایچ ڈی (لندن)

۱۳۵۹ھ

۱۹۴۰ء

مطبوعہ مکتبۂ ابراہیمیہ مشین پریس

حیدرآباد دکن

طبع اول تعداد جملہ صفحات مع تصاویر ایک ہزار نسخہ۔ قیمت

مجلس اشاعت دکنی مخطوطات

سرپرست

عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر

۱- مولوی سید محمد اعظم صاحب ایم اے۔ بی ایس سی۔ (کینٹب) پرنسپل سٹی کالج — صدر

۲- ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب ایم اے۔ پی، ایچ، ڈی (ریڈر اردو جامعہ عثمانیہ) — نائب صدر

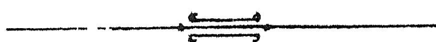
۳- مولوی مرزا حسین علی خاں صاحب بی، اے (آنرز) پروفیسر انگریزی پرووسٹ جامعہ عثمانیہ — رکن

۴- مولوی عبدالمجید صاحب صدیقی ایم اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار تاریخ جامعہ عثمانیہ) — "

۵- مولوی عبدالقادر سروری صاحب ایم اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار اردو جامعہ عثمانیہ) — "

۶- مولوی سید محمد صاحب ایم، اے۔ (لکچرار اردو سٹی کالج) — معتمد

۷- مولوی میر سعادت علی صاحب ایم، اے۔ — شریک معتمد



پیش لفظ



اُردو یا ہندستانی کی ابتدائی تاریخ اور اس کے قدیم شعرا و مصنفین کے حالات و مقالات ایک عرصۂ دراز تک بالکل تاریکی میں رہے اور عام طور پر یہی سمجھا جاتا تھا کہ وؔلی اورنگ آبادی جو گیارھویں صدی ہجری کے رُبع آخر میں گزرے ہیں، اس زبان کے سب سے پہلے شاعر تھے بلکہ بعض متاخر تذکرہ نویسوں نے ان کے کلام کو بھی جس میں قدیم زبان کی بہت زیادہ جھلک پائی جاتی تھی ٹکسال باہر قرار دے کر دلّی کے ان شعرا کو، جنھوں نے وؔلی کی تقلید میں فارسی کی بجائے اُردو میں شعر کہنا شروع کیا تھا، اُردو کے اولین شعرا قرار دیا ہے۔ لیکن حالیہ تحقیقات نے اس حقیقت کو روزِ روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ وؔلی اورنگ آبادی سے کئی سو برس پہلے اُردو زبان کی بُنیاد پڑ چکی تھی، اور دکن کی قدیم اسلامی سلطنت بہمنیہ کے

آخری زمانے میں اور اس کے بعد اس کی جانشین ریاستوں یعنے قطب شاہی اور عادل شاہی کے عہد میں اس زبان نے اس قدر ترقی کر لی تھی کہ نہ صرف عام بول چال اور تبادلۂ خیال کے لیے استعمال کی جاتی تھی بلکہ اس میں نظم و نثر کی متعدد اعلیٰ درجے کی کتابیں بھی لکھی گئیں خصوصاً قطب شاہی اور عادل شاہی خاندانوں کے علم دوست اور سخن گستر بادشاہوں کی خاص سرپرستی نے اس کی ترویج و ترقی کی رفتار بہت ہی تیز کر دی، اور ان کی شخصی دلچسپی سے جن میں بعض مثلاً محمد قلی قطبشاہ بانی شہر حیدرآباد جو خود اعلیٰ درجے کے شاعر تھے، اس زمانے میں بہت سے بلند پایہ شعرا و مصنفین پیدا ہوئے۔ ان ریاستوں کی تباہی کے بعد اردو زبان کی تیز رفتار ترقی ایک عرصے کے لیے کچھ رک سی گئی، اور پھر سرکار دربار میں کچھ مدت کے لیے فارسی کا دور دورہ قائم ہو گیا، لیکن باوجود شاہی سرپرستی سے محروم ہونے کے اردو زبان اپنی فطری موزونیت کے سبب برابر بڑھتی اور ترقی کرتی رہی اور رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ اس میں بہت سی تبدیلیاں ہوتی رہیں۔

اگرچہ محققین کی تحقیقاتی مساعی کی بدولت اردو زبان و ادب کی قدامت مسلم ہو گئی ہے لیکن ان قدیم شاعروں اور نثر نویسوں کے گراں پایہ ادبی کارنامے جن پر اس زبان کی تمام تر ترقیوں کی بنیاد قایم ہے اور جن کے مطالعے سے ہم نہ صرف اپنے قدما کے افکار و خیالات اور اسالیب بیان سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں بلکہ

اپنی گزشتہ عظمت سے بھی آگاہی حاصل کر سکتے ہیں، اب تک گوشۂ گمنامی میں پڑے
ہوئے تھے، پیوستہ سال سٹی کالج میں دو صد سالہ جشنِ یادگارِ ولیؔ کے موقع پر "دکن کے
مخطوطات" کی جو نمایش منعقد کی گئی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ کتنے ہی انمول جواہر پارے
ایسے ہیں جن کی اشاعت سے نہ صرف اردو ادب کے ذخیرے میں ایک بیش قیمت
اضافہ ہوگا، بلکہ ان سے اردو ادب کی ابتدائی ترقیوں، اس زبان کی عہد بہ عہد
تبدیلیوں اور عہد گزشتہ کی تہذیب و تمدن کے متعلق نہایت کارآمد معلومات حاصل
ہونگی۔ نیز اس عہد کی کتابوں کے مطالعے سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ ابتدائی
اردو میں عربی اور فارسی کے الفاظ کے ساتھ ہندی کے الفاظ بھی برابر کے شریک
تھے جو بعد کو رفتہ رفتہ زبان سے خارج ہوگئے۔ موجودہ زمانے میں بیرونی زبانوں کے
غیر ضروری الفاظ اردو سے خارج کر کے اس کو خالص ہندستانی بنانے کی جو کوشش
کی جارہی ہے اس کے مدنظر بھی ان کتابوں کی اشاعت بہت ہی کارآمد ثابت ہوگی۔
ان کے مطالعے سے اہل ذوق یہ معلوم کر سکینگے کہ کس طرح ہندی اور سنسکرت کے الفاظ
بھی اردو کی خراد پر چڑھ کر اردو یا ہندستانی زبان کا جز بن سکتے ہیں۔

حسنِ اتفاق سے حیدرآباد کے مشہور علم دوست امیر عالیجناب **نواب سالار جنگ بہادر**
مدفیوضہ، نے بھی جو جشن یادگار ولیؔ کے صدر نشین تھے اس اہم ضرورت کو محسوس فرمایا

اور اپنے خطبۂ صدارت میں بدیں الفاظ توجہ دلائی :-

"اس اہم اور دلچسپ کام کو اس تقریب کے ساتھ ختم نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ مناسب یہ ہے کہ اس دو صد سالہ جشن ولی کی یادگار میں کوئی مستقل کام آغاز کیا جائے۔ میرے خیال میں اس سے بڑھ کر کوئی اچھا کام نہیں ہو سکتا کہ ولی کے معاصرین اور ان سے پہلے کے شاعروں اور صاحبانِ تصانیف کی اُردو کتابیں مرتب اور شایع کی جائیں۔ ولی سے پہلے بھی ہمارے ملک میں بڑے بڑے شاعر اور انشا پرداز پیدا ہو چکے ہیں۔ خود طبقۂ فرماں روایان میں محمد قلی قطب شاہ اور علی عادل شاہ بلند پایہ شاعر تھے۔ پھر ان کے دربار کے ملک الشعرا وجہی، غواصی، نصرتی، رستمی، وغیرہ ولی سے کم نہ تھے۔ اور چونکہ ولی سے بہت پہلے گزرے ہیں اس لیے ان کے کلام اور بھی زیادہ قابل قدر ہیں۔ بہر حال اس اہم کام کی تکمیل کے لیے ایک جماعت منتخب کر لینی چاہیے۔"

نواب صاحب ممدوح نے قدر شناسی سے یہ بھی فرمایا کہ :-

"مسرت کا مقام ہے کہ خود ہمارے ملک میں اب ایسے اصحاب موجود ہیں کہ ان قدیم کتابوں کے کلام اور زبان کو سمجھ کر ان کو جدید طریقوں پر مرتب کر کے

شایع کر سکتے ہیں۔ میں بھی اس مبارک اور اہم کام میں اس جماعت کا ہاتھ بٹانے تیار ہوں ‘‘

چنانچہ نواب صاحب مُعز کی اس علمی سرپرستی اور اعانت سے حسب ارشاد گرامی راقم کی صدارت میں حسب ذیل اصحاب کی ایک کمیٹی ’’مجلس اشاعت مخطوطات‘‘ کے نام سے قائم کی گئی اور قدیم ادبی جواہر پاروں کا ایک تفصیلی جائزہ لے کر ان کی اشاعت کے ابتدائی مراحل طے کیے گئے۔

(۱) ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب زورؔ ام۔ اے۔ پی ایچ ڈی (ریڈر اردو جامعہ عثمانیہ) نائب صدر

(۲) مولوی مرزا حسین علی خاں صاحب بی اے (آنرز) (صدر شعبۂ انگریزی جامعہ عثمانیہ) رکن

(۳) مولوی عبدالمجید صاحب صدیقی ام۔ اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار تاریخ جامعہ عثمانیہ) ”

(۴) مولوی عبدالقادر سروری صاحب ام۔ اے ال ال بی۔ (لکچرار اردو جامعہ عثمانیہ) ”

(۵) مولوی سید محمد صاحب ام۔ اے۔ (لکچرار اردو سٹی کالج)...... معتمد

(۶) مولوی میر سعادت علی صاحب رضوی ام۔ اے۔ .... شریک معتمد

علمی نقطۂ نظر سے قدیم کتابوں کی اشاعت آسان اور ہر شخص کے بس کا کام نہیں۔ جن لوگوں کو اس سے سابقہ پڑا ہے وہ اچھی طرح اس حقیقت سے واقف ہیں کہ اس کام میں کس قدر دشواریاں پیش آتی ہیں۔ مختلف نسخوں کے باہمی مقابلے اور تصحیح کے علاوہ

بعض دفعہ ایک ایک لفظ کے لیے کئی کئی روز چھان بین کرنی پڑتی ہے، اور بظاہر یہ مثل صادق آتی ہے کہ "کوہ کندن وکاہ برآوردن"۔ نسخے اکثر بدخط اور بعض غلط درغلط بھی ہوتے ہیں۔ ان تمام مراحل کو صبر وسکون اور محنت وہمت سے طے کرنے کے بعد کتاب قابل اشاعت بن سکتی ہے۔ مجلس ہذا کے مستعد اور علم دوست ارکان نے جس محنت اور توجہ سے اس ہفت خوان ادب کو طے کیا ہے وہ ان کی مساعی کے نتائج سے ظاہر ہے اور توقع ہے کہ وہ ارباب ذوق کی پسندیدگی حاصل کرینگے۔

ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب نے سلطان محمد قلی قطبشاہ کے نہایت ضخیم کلیات کی ترتیب کے صبر آزما کام کو اپنے ذمے لینے کے علاوہ مجلس کا مختلف طریقوں سے جو ہاتھ بٹایا ہے اس کا اعتراف نہایت ضروری ہے۔

یہ پیش لفظ نامکمل رہ جائیگا اگر میں عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر کی فیاضی سے کہیں زیادہ اس ذاتی دلچسپی اور توجہ کا شکریہ ادا نہ کروں جو نواب صاحب ممدوح نے شروع ہی سے مجلس کے کاروبار میں فرمائی ہے فی الحقیقت نواب صاحب کے اس انہماک اور سرپرستی کے بغیر یہ مشکل کام انجام نہیں پا سکتا تھا۔

سید محمد اعظم

فہرست

مقدمہ

(صفحات ۱۷ تا ۳۵۲)

پہلا حصہ

نظمیں

(صفحات ۱ تا ۳۲۴)

دوسرا حصہ

غزلیں

(صفحات ۱ تا ۲۹۶)

تیسرا حصہ
دیگر اصناف سخن

(صفحات ۱ تا ۶۴)

فہرست تصاویر



سلطان محمد قلی قطب شاہ

عرضِ مرتب

اس کلیات کی ترتیب کا کام مارچ ۱۹۳۷ئہ میں شروع ہوا۔ اور مسلسل تین سال کی کوشش اور انتظار کے بعد آج یہ شایع کئے جانے کے قابل ہوا ہے۔ مرتب کو اپنی بے بضاعتی کے احساس کے علاوہ اس امر کا اعتراف بھی ہے کہ اس صبر آزما کام کے اثنا میں اس کو دوسری کتابوں کی ترتیب و تالیف کی طرف بھی متوجہ ہونا پڑا۔ چنانچہ گولکنڈے کے افسانوں کے دوسرے مجموعے "گولکنڈے کے ہیرے" کے علاوہ اس نے "روحِ غالب" اور "مکتوباتِ شاد عظیم آبادی" کا کام بھی اسی اثنا میں شروع اور ختم کیا۔ نیز تاریخ ادب اُردو، ارشاد نامہ، رسائل شاہ برہان، ابراہیم نامہ، اور تاج الحقایق کی ترتیب بھی اسی دوران میں ہوتی رہی۔ اگر یہ سب کام درمیان میں خلل انداز نہ ہوتے تو شاید "کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ" آج سے بہت پیشتر شایع ہو کر منظر عام پر آجاتا۔

یہ عظیم الشان کلیات چھپ کر اہلِ اُردو کے ہاتھوں تک نہ پہنچ سکتا اگر دکن کے روشن خیال امیر نواب میر یوسف علی خاں بہادر سالار جنگ کی ذاتی دلچسپی شاملِ حال نہ ہوتی۔ نواب صاحب نے "سلسلۂ یوسفیہ" قایم کر کے دکنی مخطوطات کی اشاعت کی

جو سرپرستی فرمائی ہے اس کی وجہ سے متعدد دکنی شاعروں اور ادیبوں کی علمی و ادبی یادگاریں تلف ہونے سے بچ گئیں "نامہ نیک رفتگاں" ضایع نہ کرنے کا یہ جذبہ خود نواب صاحب معظم کے نام اور ان کے "سلسلۂ یوسفیہ" کو اس وقت تک زندہ رکھے گا جب تک کہ خود اردو زبان موجود ہے۔

آخر میں پنڈت ہری ہر شاستری صاحب پروفیسر سنسکرت و برج بھاشا جامعۂ عثمانیہ کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جنھوں نے بہت سے نامانوس اور متروک الفاظ کے سمجھنے میں مرتب کو قابل قدر مدد دی لیکن افسوس ہے کہ بعض لفظ اور ترکیبیں اب تک مرتب کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ اور اس امر کے اعتراف میں مرتب کو اس لیے کوئی ندامت نہیں کہ خود محمد قلی قطب شاہ نے اس بارے میں پیشین گوئی کردی تھی کہ میری کتابوں کی شرح کوئی نہیں لکھ سکے گا۔ چنانچہ اس کی اسی پیشین گوئی کے الفاظ پر اس "عرض" کو ختم کیا جاتا ہے ؎

نہ لکھ سکے گا کنے شرح مجھ کتاباں کا
(کوئی بھی)
ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز
(مثل)

رفعت منزل
جون سنہ ۱۹۴۰ء

سید محی الدین قادری زور

مقدمے کے مآخذ

مقدمہ کلیات محمد قلی قطب شاہ کی ترتیب میں حسب ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

قلمی

۱۔ تاریخ محمد قطب شاہ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر

۲۔ حدائق السلاطین " " " "

۳۔ حدیقۃ السلاطین (جلد دوم) " " "

۴۔ ماہ نامہ کتب خانہ " " "

۵۔ تذکرۃ الملوک " انڈیا آفس لندن

۶۔ احوال حیدر آباد " برٹش میوزیم "

۷۔ فتوحات عادل شاہی " " " "

۸۔ قطب مشتری " انڈیا آفس "

۹۔ تاریخ نذر چندولال " ادارۂ ادبیات اُردو

مطبوعہ

۱۱۔ حدیقۃ السلاطین ۔ مطبع صدیقی حیدرآباد سنہ ۱۳۵۰ء

۱۲۔ تاریخ فرشتہ ۔ " نولکشور سنہ ۱۸۸۴ء

۱۳۔ برہان ماثر ۔ " دہلی سنہ ۱۹۳۶ء

۱۴۔ حدیقۃ العالم ۔ " سیدی حیدرآباد سنہ ۱۳۰۹ھ

۱۵۔ گلزار آصفی " محمدی سنہ ۱۳۰۸ھ

۱۶۔ تاریخ ظفرہ " حکیم برہم گورکھپور سنہ ۱۹۲۷ء

۱۷۔ ماثر دکن " جامعہ عثمانیہ سنہ ۱۹۲۴ء

۱۸۔ تاریخ دکن حصہ دوم سلسلہ آصفیہ مطبع مفید عام آگرہ

۱۹۔ تاریخ دربار آصف ۔ " افضل المطابع حیدرآباد

۲۰۔ تاریخ قندھار دکن امانت پریس حیدرآباد سنہ ۱۳۲۱ھ

۲۱۔ تاریخ گولکنڈہ ۔ مطبع مکتبۂ ابراہیمیہ سنہ ۱۹۳۹ء

۲۲۔ محبوب الزمن ۔ " رحمانی سنہ ۱۳۲۹ھ

۲۳۔ بہار و خزان حیدرآباد ۔ " مشیر دکن سنہ ۱۹۰۸ء

۲۴۔ کلام الملوک " معین دکن سنہ ۱۳۵۶ھ

۲۵۔ وقائع سیر و سیاست ڈاکٹر برنیئر مطبع گلزار ابراہیم مراد آباد سنہ ۱۸۸۸ء

۲۶۔ سیاحت نامہ تھیونو " مفید عام آگرہ سنہ ۱۸۹۷ء

۲۷۔ ہندوستان عہد مغلیہ میں (منوچی) " آریہ اسٹیم پریس لاہور

خطبہ

کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ کے مرتب سلطان محمد قطب شاہ ظل اللہ نے اپنے چچا اور پیشرو بادشاہ و شاعر کے متعلق سنہ ۱۰۲۵ھ میں جو طویل منظوم دیباچہ لکھ کر کلیات کے آغاز میں درج کیا تھا اس کے چند اشعار تبرک کے طور پر ہم اپنے مقدمے سے پہلے شامل کرتے ہیں۔

عبارت سرلوح

کلیّاتِ اشعار فصاحت آثارِ جنت مکانی فردوس آشیانی
مغفرت پناہ عمی عالی حضرت محمد قلی قطب شاہ نور مرقدہٗ
تمام شد در کتاب خانۂ مبارک بخط محی الدین کاتب تاریخ
اوائل شہر رجب المرجب خمس عشرین اعنی بعد الف من الہجریہ
فی دار السلطنۃ حیدرآباد حرس اللہ عن الاضداد
کتبہٗ عبد الخالص لمولاہٗ سلطان محمد قطب شاہ بلغہ اللہ تعالےٰ فی ما یتمناہ

مُہر - مہر سلیمان ز حق گشتہ میسر مرا گشتہ ز نقش نگین حیدر صفدر مرا
العبد السلطان محمد قطب شاہ



سلطان محمد قطب شاہ

خطبۂ کلّیاتِ محمد قلی قطب شاہ

کتا ہوں سنو اب کتک بین میں ‏ ‏ کہ تا ہوئے روشن کہ یو سب کتے تیئں

محبت شہنشاہ کا دل میں آن ‏ ‏ زبن کا اپس جیو تھے کھول کھان

نجھل نرمل ہر یک بچن خاص لیا ‏ ‏ دکھا تس منے دھات اخلاص کا

جتا کچ بیان کرنے منگتا ہوں میں ‏ ‏ شہنشاہ کی اس شفقت کے تیئں

کہ شہزادہ پر وو اپے شہریار ‏ ‏ جو کس دھات دھرتے تھے پیار اپار

سو کچ شرح میں وو نہ آتا اہے ‏ ‏ لکھن کے تو لکھیا نہ جاتا اہے

سو کچ جہ تھے اس کیروں لیا بیاں ‏ ‏ جو جگ دل اپر ہو رہے یو عیاں

محبت یو شہ کا پچھانے اچھیں ‏ ‏ کہ تا سب شفقت یو جانے اپیں

جو کس دھات شہزاد کوں شاہ وو ‏ ‏ محبت دیا آپ دھرتے تھے سو

لہ۔ افسوس ہے کہ اس خطبے کے صرف جستہ جستہ اشعار ہی دستیاب ہوئے اگر پورا خطبہ مل جاتا تو کلیات کے متعلق اور تفصیلی معلومات حاصل ہو سکتیں۔

کہ آرام تھا ٹل شہنشاہ دل — کہ بن دیکھے شہزاد کوں ٹک نل

وہی دل وہی جیو وہے دم انتہا — وہی سُک وہی عیش انند جم انتہا

. . . .

بجد ہو کے لطف الٰہی نول — پڑے شعر تا پائیں کر حفظ سکل

ایس دل میں کر فکر سب ایک رات — کئے خطبہ کہہ مستعد کلیات

جو الحق سنے کوئی اگر یو زباں — تو در حال کیں مرحبا بے گماں

سو کچ شاعری پیچ شہ دہر کمال — بچن کہہ کے موتیاں نمن ہد ڈھال

کہے نیں کہیں شعر میں وصف ایس — جو اپ شعر کے فن میں اپتا سرس

جو بھی کوئی اچھے شاعراں دعاوو — تو بن وصف ایس کے نہ رے سات تو

اگر کم تو پچاس میں بیت چار — کہے باج ایس وصف یتے سنگار

رہیا جائے نا شاعراں من منیں — بن آ کے صفت شعر کے فن منیں

جو خاصا ہے یو شاعراں کا ہر یک — نہ ریں بن کہے وصف تنا چک

مگر شاہ کہے بیت پچاس ہزار — دھرے وصف ایس سو کہن بہت عار

و نا شعر کہہ بیت میں ٹیک بات — کہے نیں لکھیں آپنے وصف سات

کہ یو عین اچھے نشہ اے اولیا — جو دھرتے اتھے وصف ایس کا روا

جو مقطع میں ہر یک اپس شعر کے | لئے بن سو حضرت علی ناؤں اپے

نہ کرتے تھے ہر گز سو ختم کلام | بغیر اُن علی کا لیے باج نام

کہے وصف شہ کا اگر توں جتا | تو ہے وصف میں شاہ کے کم وتا

تو اب ختم خطبے کوں ظل اله

کئے منگ علی ولی تجھے پناہ

مقدمہ

ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری نے لکھا تھا کہ ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں، وید مقدس اور دیوانِ غالب لیکن اگر وہ عرش آشیانی محمد قلی قطب شاہ معانی کی کلیات دیکھ پاتے تو اس قطعیت کے ساتھ دعویٰ کرنے کی جرأت نہ کرتے واقعہ یہ ہے کہ آج سے ٹھیک ساڑھے تین سو سال پیشتر اردو زبان ایک ایسے رفیع المرتبت شاعر کے نغموں سے مالامال ہو رہی تھی جس کا لاثانی کلام بجنوری مرحوم کے نقطۂ نظر سے صحیح معنوں میں الہامی کہا جا سکتا ہے۔

محمد قلی قطب شاہ کی شاعری اکتسابی نہ تھی۔ قدرت نے اس کو شاعری کا ایک ایسا عجیب و غریب ملکہ عطا کیا تھا کہ شاید ہی دنیا کے معدودے چند شاعر اس

نعمت غیر مترقبہ سے بہرہ ور ہوئے ہوں۔ وہ ایک عظیم الشان سلطنت کا مطلق العنان بادشاہ تھا وہ کوئی پیشہ ور شاعر نہ تھا لیکن اس کا کلام کسی ملک الشعراء کے شعری کارنامون سے بھی کسی طرح کم نہیں؛ اور پھر وہ صرف اردو ہی کا شاعر نہ تھا۔ فارسی اور تلنگی میں بھی اس نے ہزاروں شعر لکھے۔ وہ **مغل اعظم** جلال الدین اکبر کا ہم عصر تھا اور اس کا دربار بھی عالموں اور فاضلوں اور صاحب کمالوں سے معمور تھا۔ اس کے عالی شان ایوان امیر و غریب ہر ایک کے لئے کھلے رہتے۔ اس کا **نعمت خانہ** سو گز سے زیادہ طویل تھا جہاں اس کے دستر خوان پر کبھی دس ہزار آدمی سے کم نہ ہوتے۔ سچ تو یہ ہے کہ شاہوں اور شاہنشاہوں کی تاریخ میں ایسا تاج دار شاید ہی نظر سے گزرے جو عوام کی زندگی سے اس قدر قریب تھا۔ اس نے غریبوں اور محتاجوں کی شنوائی کے لئے ہندوستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ ایک عالی شان **داد محل** کی تعمیر کی جس کے دروازے بازار کے رُخ رکھے گئے اور جہاں ہر بیکس و بینوا بغیر چوب داروں اور دربانوں کی مزاحمت کے خود بادشاہ تک پہنچ سکتا۔ اس نے اپنی غریب رعایا کو قتل و خون اور جنگ و جدال سے بچانے کے لئے اپنی بتیس ۳۲ سال کی حکومت کے دوران میں کبھی لڑائی کا اقدام نہیں کیا۔

محمد قلی اعظم کی زندگی کے حالات اور اس کے عہد حکومت کے واقعات سے

دکن کی کوئی تاریخ خالی نہیں۔ اس ہستی کا نام جس نے حیدرآباد جیسا فرخندہ بنیاد شہر بسایا ہو دنیا کی تاریخ کے صفحات سے کبھی محو نہ ہو سکے گا۔ یہ اس صاحب ذوق بادشاہ کی حسن نیت کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے کہ جس شہر کا اس نے سنگ بنیاد رکھا وہ آج تک آباد اور اس میں بسنے والے دل شاد ہیں۔ گزشتہ ساڑھے تین سو سال سے اس شہر کی زیب و زینت روز افزوں ترقی پر ہے۔ حضرت آصفجاہ اول نے اس کو مستحکم کیا اور اس کے اطراف فصیل کی تکمیل کی۔ حضرت آصفجاہ ثانی نے اس کو اورنگ آباد کی جگہ دولت آصفی کا پایۂ تخت قرار دیا۔ عظیم الشان خانوادۂ آصفی کے دوسرے فرماں روا بھی اپنے اپنے زمانہ میں اس کی زیب و زینت میں اضافہ کرتے رہے۔ اور اب عہد حضرت سلطان العلوم آصف جاہ سابع میں یہ مسعود و مبارک شہر جنت ارضی کی شکل میں منتقل ہوتا جا رہا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ اس خوش قسمت بلدہ کا سنگ بنیاد جس علمی و ادبی فضا میں رکھا گیا تھا وہ کسی زمانہ میں بھی مفقود نہ ہونے پائی اور اب تو حضرت سلطان العلوم کی مسیحا نفسیوں نے اس کے اس امتیاز میں چار چاند لگا دیے ہیں اور اس طرح عہد حاضر میں محمد قلی قطب شاہ معانی کی یہ پریم نگری صحیح معنوں میں مدینۃ العلم بن چکی ہے اور اس کی علمی و ادبی فضا معراج کمال کو پہنچ رہی ہے۔

محمد قلی کا اردو کلام پچاس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ کوئی صنف سخن ایسی نہیں جس میں اس نے اپنا کمال نہ دکھایا ہو اور نہ کوئی ایسا موضوع ہوگا جس پر اس نے طبع آزمائی نہ کی ہو۔ قصیدے اور مثنویاں، مرثئے اور رباعیاں، غزلیں اور قطعات غرض ہر صنف سخن کے وافر نمونے محمد قلی اعظم کی کلیات میں موجود ہیں۔ عاشقانہ مضامین عارفانہ نکات، شاہی لوازم، درباری شان وشکوہ، محلات کی رنگینیاں، باغوں کی سرسبزی وشادابی کے ساتھ ساتھ اس عظیم الشان شاعر کے کلام میں غریبوں کی زندگی عوام کے معتقدات، عیدوں اور تہواروں، کھیل کود اور تماشوں، بازاروں اور بیوپاروں اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے عام رسموں اور رواجوں کی جھلکیں بھی جگہ جگہ نظر سے گزرتی ہیں۔ اس نے ایسے ایسے موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے جن پر عام شاعروں کی نظر تک نہیں پڑتی وہ ایسی پتہ پتہ کی باتیں لکھ جاتا ہے کہ پڑھنے والے حیران رہ جاتے ہیں کہ اس قدر قدیم زمانہ میں ایک بادشاہ کا مشاہدہ اتنا وسیع اور گہرا کیسے ہوسکتا تھا۔ اسی لئے تو محمد قلی عرش آشیانی کا کلام الہامی سمجھا جاسکتا ہے۔ وہ ایسی ایسی خصوصیتوں کا بھی حامل ہے جو گزشتہ تین سو سال سے متروک رہیں اور اب پھر اردو ادب میں رواج پارہی ہیں۔ نیچرل شاعری کے متعدد بیش بہا نمونے اس خزانہ میں موجود ہیں مستقل موضوعوں پر اس بادشاہ

شاعر نے سیکڑوں دلچسپ اور بلند پایہ نظمیں لکھیں۔ اس کی زبان میں ایسی شیرینی اور حلاوت ہے کہ اصل میں اگر کوئی زبان ہندوستانی کہلائی جا سکتی ہے تو وہ اس شاعر اعظم کی زبان ہے۔ اس میں نہ عربی و فارسی کا عنصر زیادہ ہے اور نہ سنسکرت کا۔ اس کا اسلوب اتنا سادہ، سلیس اور رنگین ہے کہ ہر شخص اس کے کلام کو پڑھ کر محظوظ ہو سکتا ہے۔ اگر چند ایسے لفظ بدل دیے جائیں جو اب اردو میں مستعمل نہیں ہیں یا جن کی شکلیں مرور ایام کے ساتھ بدلتی گئی ہیں تو پھر محمد قلی کا کلام باوجود تین سو پچاس برس قبل کی تخلیق ہونے کے مستقبل کی ہندوستانی شاعری کے لئے بہترین نمونہ کا کام دے سکتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عہد حاضر میں ہندوستان کے ارباب سیاست جس مشترک زبان کی تشکیل میں کوشاں ہیں اس کو صدیوں قبل ہی محمد قلی لکھ گیا ہے اور کوئی تعجب نہیں اگر اس بادشاہ شاعر کی بیش بہا کلیات کو مستقبل قریب میں ناگری حروف میں بھی منتقل کر لیا جائے جس طرح ایران میں فردوسی کی زبان اور خصوصیات کا احیا کیا جا رہا ہے۔ ہندوستان میں محمد قلی عرش آشیانی کی زبان اور شاعری پھر سے اپنی جگہ حاصل کر رہی ہے۔ اگر محمد قلی کے پیدا کردہ رجحانات شعر و سخن اور زبان و ادب کا نہج بعد کے زمانہ میں بھی جاری رہتا تو عہد حاضر میں اردو اور ہندی کا یہ افسوسناک جھگڑا پیدا ہی نہ ہو سکتا اور

آج اردو بلاشرکت غیرے تمام ہندوستان کی مشترکہ زبان ہوتی۔

اردو کے اس شاعرِ اعظم کی پیدائش ایک ایسے زمانہ میں ہوئی ہے جب کہ تمام ہندستان مسلمانوں کے زیرنگیں تھا اور یہاں کی اسلامی سلطنتیں اپنے تمدنی اور سیاسی عروج کو پہنچ چکی تھیں۔ فاتحوں کے کشورکشائی اور جنگ وجدل کے ولولے دب چکے تھے اور وہ اس مُلک کے باشندے بن کر ایک مشترکہ تہذیب و معاشرت کے بنانے میں سرگرم تھے۔ ہندستان کی سرزمین نے تاتاریوں، مغلوں، افغانیوں، ایرانیوں اور ترکوں کو اس طرح اپنا بنا لیا تھا کہ یہ پردیسی اس کو اپنا وطن سمجھنے لگے اور ہندستان سے باہر ان کے لئے کوئی موہنی باقی نہ رہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ محمد قلی اور اس کے معاصرین جلال الدین اکبر بادشاہ اور ابراہیم عادل شاہ نورسؔ ہندستانیّت کی طرف اتنے مائل ہوئے کہ یہاں کی تہذیب و معاشرت تک اختیار کر لی اور ایک ہندلمانی (ہندو + مسلمان) ثقافت کے بانی ہوئے جو ان کی زندگیوں تک پورے عروج پر رہی۔

محمد قلی کا باپ گولکنڈہ کا مشہور تعمیرکار ابراہیم قلی تھا جس نے اپنا عنفوانِ شباب بیجانگر کی ہندو راجدھانی میں ایک شاہی پناہ گزین کی

حیثیت سے گذارا تھا۔ وہ اپنے باپ سلطان قلی قطب شاہ کے مارے جانے کے بعد ۹۵۰ھ ۱۵۴۳ء میں اپنی جان بچاکر گولکنڈہ سے بھاگا اور اپنے ظالم بھائی جمشید قلی قطب شاہ کی وفات تک بیجانگر ہی میں رہا۔ آخر کار ۹۵۷ھ میں واپس آکر گولکنڈہ پر قبضہ کیا اور قطب شاہی سلطنت کے استحکام میں تیئیس ۲۳ سال تک مصروف رہا۔ اس زمانہ میں اس نے تلنگانہ کے ہندوؤں کے ساتھ اتنے اچھے تعلقات پیدا کئے کہ وہ لوگ قطب شاہی سلطنت کو اپنی سلطنت اور گولکنڈہ کو اپنی راج دہانی سمجھنے لگے۔ خود تلنگی زبان میں اب تک ایسے کتبے اور کتابیں موجود ہیں جن میں ابراہیم کی تعریف کی گئی ہے اور اس کو تلنگی ادب اور شاعری کا سرپرست بتایا گیا ہے۔ کیا تعجب ہے کہ ابراہیم قلی خود بھی تلنگی سمجھتا اور بولتا ہو اور اس کا فرزند محمد قلی تو تلنگی کا ایک بہت بڑا شاعر بھی تھا۔

ابراہیم کی اس ہندو دوستی کے پیش نظر یہ امر قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی کی ماں بھاگ رتی ایک تلنگن ہی ہو جیسا کہ تاریخ ماہ نامہ میں لکھا ہے۔ موجودہ قطب شاہی تاریخیں اس بارے میں ساکت ہیں۔ افسوس ہے کہ مولف ماہ نامہ نے اپنا ماخذ نہیں بتایا۔ لیکن اتنا ضرور

یقینی ہے کہ اس مبسوط تاریخ کے لکھتے وقت یعنے آصفی دور کے اوائل ہیں حیدرآباد میں متعدد ایسی قدیم تاریخیں اور معلومات کے ذریعے موجود تھے جو آج ناپید ہیں۔ کیونکہ **آصف جاہ اول** اور **آصف جاہ ثانی** کا زمانہ قطب شاہی عہد سے بالکل قریب تھا۔

ابراہیم قلی قطب شاہ نے بیجانگر کے قیام کے زمانے میں ہندوؤں سے اچھا خلا ملا پیدا کر لیا تھا اور کوئی تعجب نہیں اگر اُس کے محل میں مسلمان بیگمات کے ساتھ ہندو حرم بھی ہو۔ بہر حال ماہ نامہ کی اس روایت کے علاوہ خود محمد قلی کی طرز معاشرت اور تلنگی شاعری سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ شاید اس کی ماں بھاگ رتی ہی ہو۔ محمد قلی اپنے خاندان میں پہلا شخص تھا جس نے بالکل ہندوانی طرز کا لباس اختیار کیا اس کے آبا و اجداد محمد قلی، جمشید قلی، اور ابراہیم قلی تینوں کی تصویریں ایرانی اور ترکی لباس میں ملتی ہیں اور محمد قلی کی جتنی تصویریں بھی ملی ہیں سب میں ہندستانی لباس اور اوڑھنی موجود ہے۔

محمد قلی قطب شاہ ۹۷۳ھ میں پیدا ہوا۔ اور اپنے باپ کی وفات کے بعد ۹۸۸ھ میں صرف پندرہ سال کی عمر میں گولکنڈہ کے

تخت و تاج کا مالک بنا۔ ابتدا میں اس کو جنگ و جدل سے سابقہ پڑا کیونکہ جنگ تالیکوٹ کے بعد دکن کی مسلمان سلطنتیں خود آپس میں دست و گریباں ہو گئی تھیں اور سلطان ابراہیم اپنی مصلحت کوشیوں کے باوجود آخر عمر تک لڑائیوں میں مصروف رہا۔ محمد قلی قطب شاہ طبعاً صلح جو اور امن پسند واقع ہوا تھا۔ اس نے کشور ستانی اور معرکہ آرائی سے زیادہ صلح و آشتی اور بزم آرائی سے کام لیا ہے۔ اتفاق سے ابراہیم قطب شاہ کے ساتھ علی عادل شاہ کا بھی اسی زمانہ میں انتقال ہوا تھا جو بڑا جنگجو تھا۔ اور اس کا جانشین ابراہیم عادل شاہ نورس بھی محمد قلی کی طرح امن پسند اور علم و ادب کا دلدادہ تھا اس لئے دکن کی طوائف الملوکی رک گئی اور ان دونوں بادشاہوں نے دکن میں ایک مشترکہ تمدن کی تعمیر اور علوم و فنون کی ترقی میں بے حد حصہ لیا۔

محمد قلی قطب شاہ کے سب سے بڑے کارنامے :۔

۱۔ سلطنت قطب شاہیہ کا استحکام

۲۔ شہر حیدرآباد کی بنا۔ اور

۳۔ اردو زبان و ادب کی سرپرستی۔ ہیں۔

اس کی زندگی کے واقعات اس قابل ہیں کہ ان پر ایک مبسوط کتاب لکھی جائے۔

اور اِن محدود صفحات میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ مختلف تاریخوں سے
مواد اخذ کر کے اس بطل عظیم کی شایان شان سوانح حیات درج کی جائے اسلئے
ان صفحات میں صرف وہی معلومات پیش کی جائیں گی جو اس کے عظیم الشان
کلیات کے مطالعہ سے حاصل ہوئی ہیں اور جو آئندہ اس کی سوانحمری لکھنے اور
قطب شاہی تاریخ کی تحقیق کرنے والوں کے لئے مفید اور اہم مواد کا کام دینگی۔
یہ اتفاق کی بات ہے کہ سلطان محمد قلی اپنی شاعری کے ذریعہ سے ایسی
ایسی معلومات کو محفوظ کر گیا ہے جن کو قلمبند کرنا کسی مورخ کے بس کی بات
نہ تھی۔ تاریخیں بالعموم خارجی حالات اور ظاہری واقعات پر زور دیتی ہیں۔
اور خاصکر ہماری فارسی تاریخیں اور تذکرے' مطالب و معانی سے زیادہ الفاظ
کے شان و شکوہ اور اسلوب کی رنگا رنگی سے مالا مال ہوتے ہیں۔ ہمارے
مورخ' بادشاہوں کو انسان سمجھکر نہیں دیکھتے۔ وہ زیادہ تر اُن کے شاہانہ
جاہ و جلال یا سپہدانہ کر و فر کے قلمبند کرنے میں اپنی ساری قوتیں صرف کر دیتے
ہیں۔ لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ کسی فرمانروا کے شاہی طمطراق' درباری رعب داب
اور زرق برق لباس کے اندر ایک سچ مچ انسان کا دل متحرک ہے جو معمولی
انسانوں کی طرح خوشی اور غم سے متاثر ہوتا ہے۔ جس کے سینہ میں سمندر کی

موجوں کی طرح جذبات متلاطم رہتے ہیں، اور جس کی گھریلو اور جذباتی زندگی بھی دوسرے انسانوں کی طرح ضرور قابل مطالعہ ہوتی ہے۔

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ نے اپنے کلام کے ذریعہ سے اپنی ذات اور اپنے عہد کے متعلق ایسا مواد چھوڑا ہے جو تاریخوں کی تمام نقائص اور کمی کی تلافی کر دیتا ہے۔

ہم آئندہ صفحات میں اس امر کی کوشش کریں گے کہ خود محمد قلی کے کلام کے ذریعہ سے اس کی حیات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے۔

---

(۳)

نام اور تخلص

محمد قلی نے اپنے نام اور تخلصوں کو اپنے کلام میں جگہ جگہ اور طرح طرح سے استعمال کیا ہے۔ اس کو فخر تھا کہ وہ ازل سے محمدؐ کا قلی یا غلام ہے۔ اور اسی غلامی کی وجہ سے وہ دُنیا میں سُرخرو ہوا۔ اسی امتیاز اور فخر کے اظہار سے پورا کلیات بھرا پڑا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دوسرے بادشاہ اپنی سلطنت اور مال و دولت پر فخر کرتے ہیں لیکن میں صرف محمدؐ کے نام اور اُن کا غلام ہونے پر فخر کرتا ہوں۔ کیونکہ محض اسی وجہ سے میں بچپن سے کامیاب ہوں اور آج ایک اقبال مند بادشاہ ہوں۔ اس کے چند شعر یہ ہیں ؎

بادشاہاں کرتے ہیں اپ مال پر جگ میں بڑائی ۔۔۔ مجھ محمدؐ ناؤں تھے ہی تاج و دولت و خسروانی

اسم محمدؐ تھے اہے جگ میں سو خاقانی مجھے ۔۔۔ بندہ نبیؐ کا جم اہے سہتی ہے سلطانی مجھے

محمدؐ کی غلامی تھے محمد قطب شہ شہ ہے ۔۔۔ اسی برکت تھے دایم سب خراج کوں بلا دیتا

نبیؐ کی غلامی ہیں ہیں قطب شہ ۔۔۔ صفت اس کے ہی ناؤں کی چاروں کھنڈ

محمدؐ کا غلامی منبع خطاب سر بلندی ہے

سورج کرناں سوں پاندے سایہ پال ہم عیدؐ ہم نوروز

کرتا ہے شاہی قطب محمدؐ کے نانوں تھے — تو داس ہور ہیا ہی محمدؐ کے گھر اکا س

اسی طرح کے چند مصرعے یہ ہیں ع

نبیؐ کا نانوں ہے تیرا محمد قطب شہ نا ڈر

محمدؐ نانوں دل میں رکھ محبت سوں محمدؐ نوں

محمد بال پن تھے ہے محمدؐ کے غلاماں میں

سدا ہے داس محمد قلی محمدؐ کا

نبیؐ صدقے میں ہوں محمدؐ غلام

تج محمدؐ نانوں تھے سہتا ہے تاج احمدی

اپنے نام پر فخر کرنے اور اس کو باعث برکت سمجھنے کے ساتھ ہی اس کو اس بات کی بھی ہمت ہے کہ وہ ابراہیم (قلی قطب شاہ) کا تیسرا فرزند ہے اور جسطرح ابراہیمؑ کے فرزند اسمٰعیلؑ کی خدائے تعالےٰ نے نگہبانی کی اور قربان ہونے سے بچا لیا اسی طرح اس کو بھی ہر آفت و مصیبت سے بچا لیگا۔ چنانچہ عید قربان کے موقع پر ایک نظم میں ابراہیمؑ کے فرزند ہونے اور محمدؐ کے ہم نام ہونیکی سعادتوں کو

اس حسن و خوبی سے بیان کیا ہے ؎

تو ابراہیم کا فرزند تجھے تج دوستاں سوں مل
جوں اسمٰعیل کوں حق پیار سوں دایم نگہہ واں ہے
جو کوئی تج سات یک چت نیں سو دشمن ہے محمد کا
جو دشمن ہے محمدؐ کا سدا خوار ہور (اور) پریشاں ہے

دوسرے شعر کے پہلے مصرعہ میں محمد سے خود یعنی محمد قلی مراد لیا ہے اور دوسرے مصرعے کے محمد سے آنحضرتؐ پیغمبر اسلام۔ یہ محمد قلی کا شاعرانہ کمال ہے۔

اصل نام کے علاوہ سلطان محمد قلی نے اپنے کلام میں اپنے نام کی وہ تمام شکلیں بطور تخلص قلمبند کر دی ہیں جو اس کی زندگی میں اس کے لئے مستعمل ہو سکتی تھیں۔ یہ ظاہر ہے کہ کسی شخص کو مخاطب کرنے والے مختلف حیثیتوں کے لوگ ہوتے ہیں اور ہر شخص کا طریقۂ تخاطب جداگانہ ہوتا ہے۔ بڑے اور بزرگ ایک طرح سے نام لیتے ہیں۔ برابر کے لوگ دوسری طرح سے پکارتے ہیں اور کم رتبہ کے لوگوں کا مخاطب کرنے کا طریقہ اور ہی ہوتا ہے۔ بے تکلف دوستوں اور معشوقوں کے طریقہ تخاطب کی نسبت تو کچھ لکھا ہی نہیں جا سکتا۔ بہر حال معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی نے ہر ایک کے طریقۂ تخاطب کا لحاظ رکھا اور جس جس

نام سے مختلف لوگ اس کو پکارتے تھے ان سب ناموں کو اپنے کلام میں تخلص کے طور پر لکھ ڈالا۔ شاید ہی کسی زبان کا کوئی شاعر ہو جس نے اپنے کلام میں اپنے نام یا تخلص کو اتنی طرح سے استعمال کیا ہے! کلیات محمد قلی میں حسب ذیل ۱۷ تخلص ملتے ہیں :—

۱۔ محمد ۲۔ محمد شاہ ۳۔ محمد قلی ۴۔ محمد قطب ۵۔ قطب
۶۔ قطب زماں ۷۔ قطب شہ ۸۔ محمد قطب شہ ۹۔ محمد قطب شہ غازی
۱۰۔ محمد قطب شہ راجہ ۱۱۔ محمد قطب شہ سلطان ۱۲۔ قطب شہ نواب
۱۳۔ معانی ۱۴۔ قطب معنی ۱۵۔ قطب معنا ۱۶۔ قطب معانی
۱۷۔ ترکمان ۔

ان میں سب سے زیادہ معانی، قطب، قطب شہ اور ترکمان استعمال ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سلطان محمد قلی نے اصل میں اردو شاعری کے لئے معانی، فارسی کے لئے قطب شہ، اور تلنگی کے لئے ترکمان تخلص اختیار کئے تھے۔ کیونکہ اسکے قدیم ترین اردو دیوان میں تقریباً ہر غزل کے مقطع میں معانی تخلص موجود ہے۔ فارسی دیوان چونکہ دستیاب نہیں ہوا اس لئے وثوق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے فارسی شاعری میں کونسا تخلص زیادہ استعمال کیا ہے۔ اسی طرح

تلنگی دیوان بھی دستیاب نہیں ہوا لیکن لفظ ترکمان چونکہ تلنگی ہے جس کے معنیٰ مسلمان کے ہیں اس لئے یقینی ہے کہ یہ لفظ تلنگی شاعری میں تخلص کے طور پر اختیار کیا گیا ہے۔ اگر ماہ نامہ کی روایت صحیح ہے کہ محمد قلی کی ماں بھاگ رتی تھی تو بہت ممکن ہے کہ یہ تلنگن مہ جبیں اپنے بچہ کو محبت سے ترکمان پکارتی ہو اور اس بچہ نے بڑا ہو کر اسی عرف کو تخلص قرار دے لیا۔ بہرحال فارسی اور تلنگی کے تخلص اُسوقت تک تحقیق طلب رہیں گے جب تک کہ سلطان محمد قلی کے فارسی اور تلنگی دیوان نہ مل جائیں۔

اردو کلام میں محمد قلی نے صرف آٹھ دس جگہوں پر لفظ ترکمان بطور تخلص استعمال کیا ہے۔ ایک نظم میں اپنے سہرا باندھنے کا ذکر کرتے ہوئے پہلے ایک شعر میں نام لکھا ہے اور آخری شعر یا مقطع میں تخلص۔ وہ شعر یہ ہیں ؎

محمد قطب شاہ راجہ اپن سر   محمدؐ ناؤں (نام) لے باندیا ہے سہرا
نبی صدقے سدا کہتا ترکماں   کہ منج سر تاج ہے حضرت امیرؑ ا

اور ایک نظم میں اسی طرح دونوں تخلص استعمال کئے ہیں ؎

بندا تمارا ترکماں تج داس ہے دونوں جہاں
منگتا سدا امن واماں تمنا تھے (تم سے) قطبا یا علیؑ

میلاد النبی کی ایک نظم میں اپنا پورا لقب اور تخلص ترکماں ساتھ ساتھ استعمال کرتا ہے ؎

گنائے نبی کے جو مولو دانداں ہمایوں محمد قطب شہ ترکماں

دوسری مختلف نظموں اور غزلوں کے مقطعے یہ ہیں ؎

نبی صدقے ہے ترکماں داس امام ہوا دو جگت تب سوال و جواب

نبیؐ صدقے گنایا ہے ترکماں آج مہمانی علیؑ صدقے سے دو جگ میں بلند اسکے ستانے ہیں

صدقے نبیؐ ترکماں جم راج کرتوں عیشاں

شاہ علی نبی تھے منگ تج شہی و لایا

جب نبی صدقے ہوا ہے داس قنبر کا قطب

دو جگت میں ہیں ترکماں لاقیت محمود کا

دوسرے تخلصوں اور خاصکر معانی اور قطب شہ کے متعلق تفصیلی بحث آئندہ ایک عنوان "کلیات کے نسخے" کے تحت درج ہے۔

(۴)

تعلیم و تربیت اور عاشق مزاجی

معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی اپنے دوسرے بھائیوں سے تعلیم میں کم درجہ تھا۔ اس کے بڑے بھائی شاہ عبدالقادر کے متعلق وضاحت سے تو معلوم نہ ہو سکا اتنا ضرور معلوم ہے کہ وہ علم و فضل سے بہرہ ور تھا اور انہی خصوصیات کی وجہ سے بیدر کے مشہور و معزز مشائخ خاندان میں اس کی شادی کی گئی تھی۔ نیز وہ اپنے مذہبی تقدس کی وجہ سے شاہ صاحب کے عرف سے معروف تھا۔

محمد قلی کے دوسرے بھائی حسین قلی کی نسبت مورخین کی رائے ہے کہ:۔

"بہ زیورِ علم و فضل آراستہ واز علم و حکمت بہرۂ تمام داشت"

اس کے ایک اور بھائی عبدالفتاح کی نسبت مشہور ہے کہ وہ فن قرأت کا بڑا ماہر اور استاد تھا۔ لیکن محمد قلی کے علم و فضل کی تعریف کسی مورخ نے نہیں کی ہے اور چونکہ وہ بادشاہ ہو گیا تھا اس لئے صرف اتنا لکھ کر اس کو دوسروں پر ترجیح دی ہے کہ:۔

"از برادراں بہ جمیع صفات صوری و معنوی ممتاز بود"

مورخوں کا یہ سکوت حق بجانب بھی تھا۔ کیونکہ محمد قلی بچپن ہی سے آزادہ رو اور عاشق مزاج تھا اور بادشاہ ہونے کے بعد بھی بچپن کی طبیعت باقی تھی۔ وہ اپنے کلام میں اپنی طبیعت کے اس انداز کے زبردست ثبوت چھوڑ گیا ہے۔ وہ اپنے اشعار میں صاف صاف اس امر کا اعتراف کرتا ہے کہ میرے استاد مجھے علم و ہنر کی تعلیم دینا چاہتے ہیں حالانکہ میں تو ازل سے عشق کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ اگر میں علم و ہنر سیکھنا بھی چاہوں تو علما مجھے کیا سکھائیں گے؟ میں نے تو اپنے دل میں صرف اپنے معشوق کے نام کے حروف بٹھا لئے ہیں۔ لوگ مجھے اُمّی سمجھتے ہیں۔ میں اِس حد تک خود کو امی کہہ سکتا ہوں کہ تیرے اوصاف منہ زبانی یاد نہیں رہے اور میرا قلم اُن کی وضاحت میں عاجز آ گیا۔ جب میں عشق عاشقی کے مکتب ہی کے ذریعہ سے علم و کمال حاصل کر لینے لگا تو علما بھی کبھی کبھی میری تعریف کرنے لگے۔

علما و فقہا خود حقیقی علم سے ناواقف ہیں وہ خود "ا" کے معنی نہیں جانتے اور مجھ سے کہتے ہیں کہ ب پڑھو۔ علمِ عاشقی میں ا ہی کے معنی سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اور پھر ظاہری علم و فضل سے سوائے غرور و تمکنت کے حاصل ہی

کیا ہوتا ہے۔ عالم لوگ اپنی بغلوں میں کتابیں رکھ کر ان کے بل بوتے پر غرور کرتے ہیں، حالانکہ ہمارے ہر مشام سے عشق عاشقی کی خوشبو مہکتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ علم اور یہ کتب ہر کسی سے نہیں پڑھی جا سکتیں۔ عالموں نے علم عاشقی کی کٹھن راہیں دیکھ کر راہ فرار اختیار کی اور میں نے نہ صرف اس میں کمال پیدا کیا بلکہ جذبۂ عشق میں کتابیں لکھ ڈالیں اور زندۂ جاوید ہو گیا۔ یہ خیالات جن اشعار میں بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں :-

عالم منجے تعلیم کریں علم و ہنر کا لکھے ہیں ازل تھے ہمنا عشق قرارا
ازل تھے عشق کے پلڑے کے تئیں کئی منج بٹ
فقیہ و زاہداں میاں نے منجے کئے ہیں سراج
عالم مجھے سکھائیں گے کیا آپنا علم وہ نانوں کے حروف ہمن دل میں ہیں کلام
میں اُمی کر گنتے ہیں سب امیاں تو علم میں
مو زبانی کا قلم تجہ وصف لکھ نا سک بھگیا
میں طفل ہو تمارے مکتب تھے علم بوجھیا تو وو لوے عالماں سب شاباشی مجکوں گاہ گاہ
سب فقیہاں مل الف ناپڑک کہتے ہیں بے پڑو
میرے دل کے شہر کوں دایم رکھے معمور توں

کہیں معانی کوں ٹھنواو عاقلاں سارے　　　ہجے پسر اپنے ابجد کے کرتے سر تھے یاد
پھرتے

عالم اپنے علم کا کرتے ہیں سب لوگاں میں لاف

تو نین کے جام کا مے پیکے پڑھتا او حدیث
تیرے

کرتے غروری اپنے بغل میں رکھ کتاب　　　وہ نینہہ کا سو باس نکلتا ہے ہم مشام

یے علم ہور یے کتب ہور کس سے بوجھیا جائے تا
یہ　اور یہ

عالماں بیچارے دکھ کر اسکی تک میں رہی بھگیا

عشق کی کتاباں کیا عشق سوں　　　قطب شہ نبی صدقے جاوید ہے

اور یہ سچ ہے کہ محمد قلی نے عشق عاشقی کے بیان میں دفتر کے دفتر لکھ ڈالے
کہا

اور ایسے ایسے مضامین بیان کئے کہ اُن کی شرح کرنا آسان کام نہیں ہے۔

خود اس نے اِسکی بھی پیشین گوئی کر دی تھی کہ ؎

نہ لکھ سکے گا کہنے شرح منج کتاباں کا
اسے　کوئی بھی　میری

ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز

(۵)

شعروشاعری

عشق عاشقی کی وجہ سے سلطان محمد قلی کو بچپن ہی سے شعروشاعری سے بھی دلچسپی پیدا ہوگئی تھی۔ جس کی خاطر اس نے اردو اور فارسی شعرا کے کلام کا بھی مطالعہ کیا۔ یوں تو کلیات میں اکثر شاعروں کے نام نظر سے گذرتے ہیں لیکن اس کو سب سے زیادہ خواجہ حافظ کے کلام سے لگاؤ تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ انہی کے رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ خواجہ حافظ کی شاعری اس کی طبیعت کے مناسب تھی۔ اسی لئے وہ دیوانِ حافظ کا گویا حافظ تھا۔ غزلیات حافظ کے ترجموں کے علاوہ کلیات محمد قلی میں سیکڑوں شعر حافظ ہی کی طرز میں موجود ہیں۔

حافظ کے بعد کلیات محمد قلی میں انوری، خاقانی، نظامی، عنصری، ظہیر، محمود اور فیروز کے نام ملتے ہیں۔ افسوس ہے کہ محمد قلی کے طویل قصیدے اور مثنویاں دستیاب نہیں ہوئیں ورنہ یہ معلوم ہوتا کہ اس پر ایران کے کس

قصیدہ گو شاعر کا رنگ غالب ہے ۔ اور مثنویوں میں اس نے کس کی تقلید کی ہے ۔ البتہ ایک قصیدہ بسنت میں اس نے اپنے شعر کو خاقانی کا شعر قرار دیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاید وہ خاقانی کے رنگ کو پسند کرتا تھا وہ کہتا ہے کہ ؎

نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشا ہے تو تجکو معانی شعر تیرا ہے کہ یا ہے شعر خاقانی

محمود اور فیروز گولکنڈہ ہی کے دو شاعر ہیں جن کا تذکرہ آئندہ آئیگا۔ ان شعرا کے کارناموں کے علاوہ محمد قلی نے فارسی بزمیہ مثنویوں کا بھی اپنے عشق و عاشقی کے سلسلہ میں مطالعہ کیا ہوگا کیونکہ شاہنامہ کے علاوہ وہ اکثر عشقیہ قصّوں مثلاً لیلیٰ مجنوں، شیریں خسرو، یوسف زلیخا وغیرہ کا ذکر کرتا ہے اور یہ سب کلام اس نے علم حاصل کرنے کی خاطر نہیں پڑھا بلکہ اپنی شاعری کے شوق میں ۔ اور شاعری کا یہ شوق محض عشق عاشقی کی خاطر تھا۔ کیونکہ وہ جگہ جگہ اس کا ذکر کرتا ہے اور اعتراف کرتا ہے کہ میں نے شعر گوئی میں جو کچھ ترقی کی یا شاعری میں کمال پیدا کیا وہ صرف اپنے معشوق کے حسن و خوبی کی تعریف و توصیف کرنے کے سلسلہ میں حاصل ہوا حسینوں نے مجھے شعر گوئی کی طرف راغب کیا اور چونکہ بادشاہ ہونے کی وجہ سے زیادہ مہ جبینوں سے

سابقہ پڑتا تھا اس لئے شعر گوئی کے نئے نئے مہیجات اور اسباب پیدا ہوتے جاتے تھے۔ وہ خود کہتا ہے ؎

یاتاں گھریاں (سی) نرملیاں وو اریا جو تیرے ناؤں (نام) پر
سو جائے کر اسماں پر ہر اک نچن تارا ہوا

تمہارے وصف کہنے تھے (سے) ہوا منج (میرا) شعر نورانی
او (ان) شعراں کوں ٹریں سب شاعراں ہم عید ہم نوروز

ہوا سر تھے غزل کہنے ہوس اُس پوتلی خاطر
رتن ہے شعر بوجھو جوہریاں ہم عیدو ہم نوروز

لکھیا تج (تیرا) ناؤں دل میں جب ہوا مقصود جیو کا تب
تدھاں (تب) تھے (سے) شعر میرا سب ہوا ہے گوہر رنگیں

شعر معانی ان بندے موتی ہیں جگ میں حسن کے
ہر دے (دل) صدف موتی جمیا اپ وار تیرے نام پر

یہ تو شاعری میں کمال حاصل کرنے کے اسباب تھے۔ اب وہ اپنی عشق عاشقی کا اثر اپنی شاعری پر ظاہر کرتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اس کا دردِ دل اس کے اشعار میں بھی نمایاں رہتا ہے اگرچہ محبت کا میٹھا میٹھا درد عاشقوں کو اپنی جان سے

زیادہ عزیز ہوتا ہے لیکن بے صبری اور اضطراب بھی تو عشق ہی کی خصوصیتیں ہیں جن کی وجہ سے ہر گھڑی عاشق کے داغہائے سینہ پر نمک پاشی ہوتی رہتی ہے۔ تاہم عاشق کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اپنی زبان سے کوئی سخن تلخ نہ نکلے اسی وجہ سے اس کے کلام میں لوچ اور شیرینی پیدا ہونے لگتی ہے۔ عشقیہ شاعری کی سب سے بڑی خصوصیت اس کی سادگی اور شیرینی ہی ہے۔ اور یہ دونوں خصوصیتیں محمد قلی کے کلام میں نمایاں ہیں وہ اپنی اس خصوصیت کا ذکر یوں کرتا ہے ؎

معانی کے باتاں تھے (سے) جھڑتا نمک — جے (جو) چاکھے کہے ہے نمک سوں شکر

معانی کے بچن تے (سے) نپجے (اُگتی) تا بات — دسے (دیکھے) سب شعر میں میٹھائی افزوں

اے معانی سب کے بولاں دھرتے ہیں شکر ولیکن

بات تیری پھول نمنے (کی طرح) اس نمک شکر خداداد

(۶)

تصوّف و عرفاں اور حافظؔ کا اثر

عشق عاشقی کے سلسلہ میں سلطان محمد قلی نے جہاں شاعری میں کمال حاصل کیا ساتھ ہی تصوف کا بھی چسکہ پیدا کر لیا۔ اس کی فطری آزادہ روی اور ظاہر پرستی کے تنفر نے اس کو واقعی ایک پختہ کار صوفی مشرب بنا دیا تھا۔ سمجھا جاتا ہے کہ عشق مجازی عشق حقیقی کا زینہ ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو ہمارے خیال میں سلطان محمد قلی سب سے زیادہ عشق حقیقی کے مراتب حاصل کرنے کا مستحق تھا، کیونکہ اس کی ساری زندگی عشق مجازی کی رنگ رلیوں اور طے منازل میں گذری۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے بعض شعر واقعی صوفیانہ شاعری کی بہترین مثال کے طور پر پیش کئے جا سکتے ہیں۔ اگرچہ محمد قلی قطب شاہ کی صوفیانہ شاعری بجائے خود ایک جداگانہ مضمون کا موضوع بن سکتی ہے لیکن یہاں اس کے صرف چند ایسے اشعار کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن میں اس نے صاف صاف تصوف کے مضامین باندھے اور

اپنے صوفی صافی ہونے کا ادعا کیا ہے۔

وہ کہتا ہے کہ میرے عشق مجازی کو دیکھ کر نقاش ازل نے مجھ پر رحم کیا۔ مجھے استاد نے ایک اور ہی تعلیم دی۔ اور میں نے کچھ دیکھ کر زنار باندھا ہے میرے دل میں جو درد ہے اس کو اغیار نہیں سمجھ سکتے۔ میں اپنے عشق حقیقی کو کب تک چھپاؤں جب کہ منصور سا عاشق بھی اس کو چھپا نہ سکا۔ اگرچہ تجھے ہر آنکھ نہیں دیکھ سکتی لیکن دیکھنے والوں کے لئے دنیا تیرے حسن کا ایک عکس نظر آتی ہے۔ اس دنیا کو حکما اپنے علم و فضل و حکمت کے زور سے نہیں سمجھ سکتے اس لئے اس کو سمجھنے کی کوشش کرنے کی بجائے پیا کے نام کا ترانۂ عشق گانا بہتر ہے۔ کیونکہ جو لوگ دنیا کی طرف سے توجہ ہٹا کر راست خدا کا راستہ پکڑتے ہیں وہی خوش قسمت ہیں۔ میں تیری خاطر سب مذہبوں کا بھیس اختیار کر کے دیکھتا ہوں کہ شاید تو کسی طرح میرا ہو جائے۔ کوئی مجھے قبلہ کا سچا راستہ نہیں دکھاتا اس لئے میں چاروں طرف قبلہ سمجھتا ہوں تیرے ہی لئے ہندو اور مسلمان سب کوشاں ہیں اگرچہ تیرا بازار گرم ہے لیکن یہ نہیں معلوم کہ تو کس طریقہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میں نے عشق میں "جیت" حاصل کی ہے تو وہ خام ہے۔ عشق میں کامیابی کا اعلان کرنیکی جگہ

محبت میں پختگی حاصل کرنی چاہئے اور جو اپنے عشق کو کامل کرلیتا ہے وہی غنی ہے اور وہ دنیا میں کسی چیز کا محتاج نہیں رہتا کیونکہ وہ اصل تک پہنچ جاتا ہے۔ قطب شاہ نے نبی کے صدقے میں محبت کی تکمیل کرلی اور اسکو محبت کی وجہ سے بقا کا پیالہ پینا نصیب ہوا۔ اب اس کو فنا نہیں۔ اس نے عشق و مستی کے عالم میں ایسی کتابیں لکھیں جن کی وجہ سے وہ زندۂ جاوید ہوگیا اور یہ کتابیں چونکہ عام عالموں کی کتابوں کی طرح نہیں ہیں اس لئے ان کی شرح کوئی نہیں لکھ سکیگا۔ اس قسم کے مضامین سے اس کا دیوان معمور ہے۔ ہم یہاں صرف چند اشعار جگہ جگہ سے نقل کرتے ہیں ؎

قطب دل کے صحیفے پر اول تیرا لکھیا صورت
کیا منج پر کرم آخر دیا سوں وو اول نقاش

معانی ہے اس تمیں کیا بوجھیں اے میخوار ـــــ تماری بزم میں کرتا ہے شمع بات مجاز
سکی کا حسن کیتا جذب مولود ـــــ اسی تے مج (مجھے) ہے مجذوباں سوں آنند
معانی کوں تمن غمزیاں تھی (سے) نیں (نہیں) ہوش ـــــ پچھل صوفی بندا ہے نار کھو رنج
دیا استاد منج (تمہارے) (مجھے) تعلیم کچھ ہور (اور) ـــــ ہمیں کچھ دیکھ کر باندھی ہیں زنار
درد جانے حکیم خوب دانا ـــــ ہمار ادرد کیا بوجھیں گے اغیار

عشق کے منارے اوپر جیو و دل سوں
معانی کہے بانگ اللہ اکبر

میں فاش کیوں نا ہوں سکی تجہ عشق تھے دو جگ منے
منصور سا عاشق ہوا اگر سو تیرے وار فاش

دیکھے نہیں کوئی نین تج توں سب نین تھے ہے چھپیا
تیرے سو نیکے حسن کا دستا ہے سنسار نقش

ذرے سکل جگ بھر رہیں تجہ عشق کیرے گو دیں
تو نور تھے ذرہ معانی ظاہر ہے انوار سوں

معشوق ہور عاشق ہمیں مل کے دونوں ہیں
نا آو دوتن ہمن منے تیرا ہے رنگ ہیں

دنیا کا حکمت نا بوجھیں ہرگز حکیماں علم سوں
گاؤ ترانہ عیش کا ہر دم پیا کے نام پر

دنیا کو ہیچ کر جے کوئی خدا کی باٹ پکڑے ہیں
او نوا فضل میں یاریاں میں ان کا ہے بدل طالع

سب نہ ہیاں کی بھیس لیجاتا ہوا سوں بیٹھے
دل دیتے نیں ہے منج تو دلدار پکڑے ہو روش

قبلہ کا یہ تھ نہ کوئی دکھاؤ باج
منج کوں چو نہ صر تمارے یک قرار

تجھ دیکھکر بھولے ہیں سب کافر و مسلماں
نا جانوں دنیا کیا ہے اس کا ہے گرم بازار

جہاں تو واں ہوں میں پیارے منجے کیا کام کس سوں
نہ بت خانہ کا منج پروانہ مسجد کا خبر منجکوں

جنت ہو دوزخ ہور اعراف کچ نیں ہے مرے لیکھے
جدھر توں واں مرا جنت جدھر نیں واں سقر منجکو

جنت کوں ہور دوزخ کوں سو مسجد بت خانہ کیا
کسے نا جانوں ہیں معلوم نیں کوئی تج بغیر منجکوں

معانی عشق جیتا ہوں کرنہ کہہ
جنے عشق جیتا کہے او ہے خام

جنے کامل کیا ہے ہیم اپنا
غنی ہے دو جگت میں نیں وو محتاج

نبیؐ صدقے فتا نا جانے قطبا ۔۔۔ محبت میں بقا پیالہ پیا ہے

عشق کی کتاباں کیا عشق سوں ۔۔۔ قطبؔ شہ نبیؐ صدقے جاوید ہے

نہ لکھ سکیگا کنے شرح منج کتاباں کا ۔۔۔ ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز

ان متفرق اشعار کے علاوہ محمد قلی کی متعدد غزلیں بالجملہ صوفیانہ مضامین پر مشتمل ہیں۔ مثال کے طور پر اس کی غزل نمبر ۲۴۰ (صفحہ ۲۳۷) ملاحظہ کیجا سکتی ہے جس کا مقطع ہے :-

عشق سوں یہ لیا غزل حضرت نبیؐ صدقے قطبؔ ۔۔۔ صافی کے اوصاف میں لکھے کے صوفی کی شرب منجے

محمد قلی کے کلام میں تصوف کی چاشنی پیدا ہونے کا ایک اور سبب خواجہ حافظ شیرازی کا مطالعہ اس کی شاعری کی تقلید اور اردو ترجمہ کی کوشش ہے۔ محمد قلی کی شاعری پر سب سے زیادہ حافظ کا رنگ مسلط ہے۔ اس نے سیکڑوں غزلیں اسی رنگ میں لکھیں اور حافظ کی پچاسوں غزلوں کا اردو میں ترجمہ کیا۔ اور یہ ترجمہ نہایت کامیاب سمجھا جا سکتا ہے، جب یہ خیال پیش نظر رہتا ہے کہ اُس زمانہ میں اُردو کو اتنی وسعت اور پختگی حاصل نہیں ہوی تھی جتنی اب ہے۔ لیکن یہ محمد قلی کی زبردست شاعرانہ قوت اور غیر معمولی موزونی طبع کی دلیل ہے کہ اس نے حافظ کے جملہ مشکل سے مشکل مضامین کو اردو میں

منتقل کر لیا۔ وہ حافظ کا پہلا مترجم ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حافظ کے رنگ کو جس خوبی سے اس نے اپنے کلام میں نبھایا ہے شاید ہی اردو کے کسی اور شاعر کو یہ سعادت نصیب ہوئی ہو۔ آخر میں مثال کے طور پر ہم حافظ کی چار غزلیں اور ان کے ترجمے ایک دوسرے کے مقابل پیش کرتے ہیں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ محمد قلی نے کتنے قدیم زمانہ میں کیسے کامیاب ترجمے کئے تھے:-

حافظ	محمد قلی
بعزم توبہ سحر گفتم استخارہ کنم	منگیا جو توبہ کے تیں صبح استخارہ کروں
بہار توبہ شکن می رسد چہ چارہ کنم	ہنگام توبہ توڑن آیا کیا میں چارہ کروں
سخن درست بگویم نمے توانم دید	درست بات کتا ہوں نہ جا سکے منجہ تے دیکھیا
کہ می خورند حریفاں و من نظارہ کنم	شراب پیوں حریفاں و میں نظارہ کروں
ز روی دوست مرا چوں گل مراد شگفت	سجن کے مکھ تے کھلے ہیں امید پھول مرے
حوالہ سر دشمن بسنگ خارہ کنم	دندے کے سرکوں پتھر پہ پچھاڑ پارہ کروں
گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بیں	شراب خانہ کا مسکیں ہوں دیکھ مستی میں
کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم	کہ لاڑ انبر پہ کروں حکم تلے سو تارہ کروں

حافظ

مرا که نیست ره و رسم لقمہ پرہیزی
چرا مذمت رندِ شراب خوارہ کنم
بہ تختِ گل بنشانم بتی چو سلطانی
ز سنبل و سمنش ساز طوق و یارہ کنم

محمد قلی

جو منج میں نیں اہیں پرہیزگاری کے کاماں
شراب خور کوں اہانت سوں (سے) کیوں اشارہ کروں
پھولاں کے تخت پہ بیلاؤ میرے سلطاں کوں
سنبل سمن کوں گلے ہانس کر شنگارہ کروں

(۲)

گل بے رخِ یار خوش نباشد
بے بادہ بہار خوش نباشد
طرفِ چمن و طوافِ بستاں
بے لالہ عذار خوش نباشد
رقصیدن سرو و حالت گل
بے صوتِ ہزار خوش نباشد
با یارِ شکرلب گل اندام
بے بوس و کنار خوش نباشد

پھل بن رخ یار خوش نہ دیسے
بن مد پھلی جھاڑ خوش نہ دیسے
گشت چمن و ہوائے کلیاں
بن پیالہ کنار خوش نہ دیسے
ناچے و ناسرو اب سو حالت
بن نادھرار خوش نہ دیسے
مو یار شکر لب و چنپا رنگ
بن چمن یار خوش نہ دیسے

حافظ

(۳)

یوسف گم گشتہ باز آید بہ کنعاں غم مخور
کلبہ احزاں شود روزی گلستاں غم مخور

اے دلِ غم دیدہ حالت بہ شود دل بد مکن
ویں سرِ شوریدہ باز آید بساماں غم مخور

گر بہارِ عمر باشد باز بر تختِ چمن
چترِ گل بر سر کشی اے مرغِ شب خواں غم مخور

ہاں مشو نومید چوں واقف نۂ از سرِ غیب
باشد اندر پردہ بازیہائے پنہاں غم مخور

در بیاباں گر ز شوقِ کعبہ خواہی زد قدم
سرزنش ہا گر کند خارِ مغیلاں غم مخور

اے دل از سیلِ فنا بنیادِ ہستی بر کند
چوں ترا نوح است کشتیباں ز طوفاں غم مخور

گرچہ منزل بس خطرناک است و مقصد ناپدید

محمد قلی

یوسف گم سو پھر آگا اب بہ کنعاں غم نہ کھا
گھر ترا امید کا ہوگا گلستاں غم نہ کھا

اے ہیا نیہ دُکھ دکھیا سو خوب ہوئے گا حال تُجھ (دل)
من کا چنتا ہوئیگا پھر آکہ جاناں غم نہ کھا

جم بہارِ عمر تج ہے پھر کہ آگا باغ میں
چتر پھُول کا کھلک رنگیں مرغ خوشخواں غم نہ کھا

ہاں تو نا امید نا ہو کو نہ جانے سرِ غیب (کوئی)
کیا اچھیگا پردہ اوجھل کھیل تپلیاں غم نہ کھا

او جنگل میں شوق سوں اب کعبہ خاطر رکھ قدم
تج اگر بولیں چبیں کانٹے مغیلاں غم نہ کھا

اے ہیا یو جاں تھی ناڈر من کا بھاتا ہوئیگا
تو تجھے ہی نوح کشتی بان طوفاں غم نہ کھا

باٹ تیرا دور اگر ہے عشق تنھ دکھلائیگا (راہ)

حافظ

ہیچ راہی نیست کاں را نیست پایاں غم مخور
حال ما در فرقت جاناں و ابرام رقیب
جملہ می داند خدائے حال گرداں غم مخور
حافظا در کنج فقر و خلوت شبہائے تار
تا بود وردت دعا و درس قرآں غم مخور

محمد قلی

شاہِ رایاں توں ہی رایاں ہیں زرایاں غم نہ کھا
حال میرا دوری ناداں ہور کوپ رقیب
سب توں بوجھیا ہی خدا ہو شاہ مرداں غم نہ کھا
قطب شہ اس کنج فکر و خلوت دینی منے
تا اچھے وردِ دعا و درس قرآں غم نہ کھا

(۴)

(دو نسخے)

حافظ

آنکس کہ بدست جام دارد
سلطانی جم مدام دارد
آبی کہ خضر حیات ازو یافت
در میکدہ جو کہ جام دارد
بر سینۂ ریش دردمنداں
لعلت نمکی تمام دارد

محمد قلی

جے کوکہ ہتیلی جام لیتا
سلطانی جسم مدام لیتا
پانی کہ خضر حیات پایا
مدگھر تھے .... جام لیتا
مو سینۂ داغ درد دوکھوں
رو پیوں نمکی تمام لیتا

محمد قلی

جے کوکہ ہتا میں جام لئے
سلطانی جم مدام کئے
پانی کہ خضر حیات پایا
مدگھر تھے تنک سو جام پیئے
مو سینۂ داغ درد دوکھوں
تج مکھ نمکی تمام دیئے

حافظ

بیرون ز لب تو ساقیا نیست
در دور کسے کہ کام دارد
نرگس ہمہ شیوہائے مستی
از چشم خوش تو وام دارد
ذکر رخ و زلف تو دلم را
وردیست کہ صبح و شام دارد
در چاہ ذقن چو حافظ ایجاں
حسن تو دو صد غلام دارد

محمد قلی

یا ہر تو ادہر تھے ساقیا تا
اس دور کنے کہ کام لیّا
لوچن ترے شیوہائے مستی
او وِشٹ چنچل تے وام لیّا
ذکر مکھ و زلف تج ہمن دل
پوچن سو صبح و شام لیّا
او چاہ ٹھڈی معانی کی جان
تو حسن دو سو غلام لیّا

محمد قلی

یا ہر تو ادہر تے ساقیا تا
اس دور منے کوئی کام جُھیئے
لوچن ترے شیوہائے مستی
او وشٹ چنچل تے وام لیئے
ذکر مکھ و زلف تج ہمن دل
پوچن تھے صبح و شام جیئے
او چاہ ٹھڈی معانی کی جان
تو حسن دو سو غلام کیئے

(۷)

کمالِ سُخن اور شاعرانہ تعلّی

موزونی طبع، قوت مشاہدہ، بلندیٔ تخیل اور مسلسل مشق، وہ خوبیاں ہیں جو کسی شاعر کو عروجِ کمال تک پہنچانے کی ضامن ہوتی ہیں۔ اور خوش قسمتی سے محمد قلی میں یہ سب اور ان سے زیادہ خوبیاں جمع ہوگئی تھیں۔ اس کا دربار بڑے بڑے شاعروں سے معمور تھا۔ اس میں مشاہدہ اور تخیّل کی کمی نہ تھی اور ان سب سے بڑھکر عیش و عشرت کی زندگی نے اس کی شاعری کے پروان چڑھنے میں مدد دی مے و معشوق کے ساتھ نغمہ بھی ضروری ہے اور اسی نغمہ کی خاطر اس نے بہت سی نظمیں اور غزلیں لکھ ڈالیں۔ اس کے اشعار میں اس امر کے صاف صاف اشارے موجود ہیں کہ اس کا کلام اس کے دربار اور حرم سراؤں میں شوق سے گایا جاتا تھا۔ اور اس کے درباری شاعروں اور صاحب ذوق امیروں کے علاوہ، رقاصانِ بزم اور مہ جبینانِ حرم بھی اس کو خوش کرنے اور اس کے فیضان سے لطف اندوز ہونے کی خاطر اس کا کلام دست بدست

لکھ لیتے اور گاتے رہتے تھے۔ شاعر اسی کے کلام کا دم بھرتے اور اس کی تقلید میں یا اُسی کی زمینوں میں غزلیں لکھنے کی کوشش کرتے۔ یہ سب امور خود اس کے اشعار سے ظاہر ہوتے ہیں جو آئندہ صفحہ پر پیش کئے جا رہے ہیں۔

ان حالات کے پیش نظر ضروری تھا کہ وہ روز کچھ نہ کچھ کہتا۔ ضرورت ہمیشہ ایجاد کا باعث رہی ہے۔ اور محمد قلی نے اپنے ماحول کو اپنے کلام کا اتنا حاجت مند بنا دیا تھا کہ اس کو ہر روز شعر و سخن سے دلچسپی لینا پڑتا۔ وہ ایک شعر میں کہتا ہے کہ

قطب شہ ہر روز اُسی طرح بے تکلف شعر کہتا ہے جس طرح دریا میں روز موجیں اٹھتی ہیں لیکن نہ تو دریا کی روانی میں فرق آتا ہے اور نہ موجوں کا طوفان کم ہوتا ہے۔ اس کا شعر ہے ؎

صدقے نبی قطب شہ یوں شعر بولے ہر دن
دریا کو روز جوں ہے موجاب کا طلوع

اس روزانہ کی مسلسل مشق نے اگر محمد قلی کو ایک بلند پایہ شاعر بنا دیا تو کون تعجب کی بات ہے۔ یہ تو اردو زبان کی خوش قسمتی تھی کہ محمد قلی جیسا بادشاہ اسکی سرپرستی میں رات اور دن منہمک ہو گیا۔

اس کے کلام میں شیرینی اور سادگی پیدا ہوجانے کا سبب پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔ یہی شیرینی اور سادگی اس کی مقبولیت عامہ کا بہت بڑا باعث تھی۔ یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ محض بادشاہ ہونے کی وجہ سے اس کے زمانہ کے لوگوں نے اس کے کلام کی غیر معمولی قدر و منزلت کی۔ اسلوب کی فطری شیرینی کے علاوہ ایک اور سبب اس کی شاعری کی مقبولیت کا خود محمد قلی کی نظر میں موجود تھا اور وہ مذہبی موضوعوں پر شعر لکھنا ہے۔ عشق عاشقی کے بعض نہایت عریاں مضامین کے ساتھ صوفیانہ مسائل کی ترجمانی اور خاص کر نبیؐ و آلِ نبیؐ کی مدحت و منقبت میں محمد قلی نے جو کمال حاصل کیا ہے وہ اردو شاعروں میں اسی کے لئے مخصوص ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ وہ کس طرح ہر رنگ میں اعلیٰ درجہ کی شاعری کرسکتا تھا۔ اس کی معاملہ بندی دیکھنے کے بعد یہ خیال تک نہیں پیدا ہوتا کہ ایسا رند مشرب اور بے باک آزاد رو شاعر بیسیوں پاک مذہبی نظمیں بھی لکھ سکے گا اور بزرگوں کی مدح سرائی کے وقت اتنا احتیاط اور جوشِ عقیدت سے لبریز ہوجائے گا۔ اس خوبی کی وجہ سے بھی اس کی شاعری کو غیر معمولی مقبولیت اور وسعت حاصل ہوگئی اور خود اس کو بھی اس اہمیت کا احساس ہے ؎

قطب شہ شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست ۔۔۔ سدا تو مدح نبیؐ و علیؑ کی کہتا ہے

شعر تیرا معانی صدقے نبیؐ لکھ لیتے ہاتے ہات گاتے پلات
پلاتے

صدقے نبی قطب زماں عیسیٰ نمن بولے بچن چوندھر تھے جیون کیے بدل عالم اُپر چھاویں بچن
کیطرح بادل

نبی صدقے کہا ہے قطب معنی کا غزل روشن
کہ اسکی تازگی ہور روشنی تھے ہے جہاں روشن
اور

شاعراں پڑتے معانی شعر لیک شعر حضرت مدح پر پڑتا ہوں
لیکر کی

محمدؐ صدقے قطبا کی غزل سوری کی پوری سُن
سکیاں متیاں ہویاں لیوجو شرابا پی غیوراں کے

سیجی راگاں محمد قطب شہ کوں جم سُہائے تھے نبیؐ دولت شعر میرا شکر نمنے حکاتی ہے
کیطرح

محمد قلی بھی اکثر باکمالوں کی طرح اپنے کمال کی قدر و منزلت چاہتا ہے لیکن وہ خود بادشاہ تھا اور دوسرے باکمالوں کی قدر و منزلت کرتا تھا اسلئے وہ اپنی قدر و منزلت میں زر و جواہر کی جگہ سچی تعریف و تنقید مانگتا ہے۔ وہ اپنے کلام کے سچے خریداروں کا خواہشمند ہے اور کہتا ہے کہ دو گھڑے موتیوں سے میرا ایک دُردانہ زیادہ قیمتی ہے۔ اس کی قدر و قیمت معمولی شاعر اور سخن فہم نہیں کر سکتے۔ اگرچہ وہ ایک بڑا بادشاہ تھا لیکن شاعر بھی بہت بڑا تھا اس لئے بادشاہت اس کو شاعرانہ فخر و تعلی سے محروم نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے اپنی

نزاکت بیانی، جدت آفرینی، جودت طبع، اور استادی و صاحب کمالی کا اکثر شعروں میں دعویٰ کیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا دعویٰ بہت کچھ حق بجانب بھی تھا۔ اس قبیل کے چند شعر یہ ہیں ؎

رتن قطبا کے ہیں نرمول نہیں کس شہر میں مول اس | لیکر آوں جو بکھرا ہوئے اس کا شہر حیدر میں
معانی کے پرکھنے پر ہنساں کیا کام کرتے ہیں | نکولیا او گھڑوں موتی۔ مو یک دردانہ ہے یا عش
شعر تیرا در و گوہر ہے معانی سب میں | شعر حافظ کے سراو پرا ہے تاج پرویز
نبی صدقے قطب کو ندیا بچن اچھے ثریا سے | فلک پر یو غزل سن سن کیے ہو و مشتری بیہوش
یاتاں کی یہ نزاکت ہن شاعراں نہ بوجھیں | دیتا خدا قطب کوں گفتار کا متاع
قطب شہ نبی صدقے آپی کیا ہے | نوا طرح جگ میں بچن کوں مرصع

نبی صدقے قطب کے شعر کی بحراں میں سب بازی
اگرچہ شاعراں باندے ہیں شعراں لے کئی بحوراں میں

کرتے ہیں دعوے شعر کے سب اپنی طبع سوں | بخشیا فصیح شعر معانی کے تیں خدا

یہ واقعہ ہے کہ محمد قلی قطب شاہ نے اُردو شاعری کو بالکل نئی طرح سے مرصع کر دیا ہے اس سے قبل زیادہ تر مذہبی نظمیں لکھی جاتی تھیں۔ اس نے ہر قسم کے موضوعوں پہ پوری قدرت کے ساتھ طبع آزمائی کی اور اردو شاعروں کے لئے

نئے نئے میدان عمل پیدا کر گیا۔ ابھی ایک شعر میں اس نے اپنے اشعار کو حافظ کے اشعار پر ترجیح دی ہے لیکن وہ اس پر قانع نہیں ہے۔ وہ آگے بڑھ کر عام دعویٰ استادی کرتا ہے اور خود کو نہ صرف اپنے زمانہ کے شاعروں کا استاد بلکہ خاقانی و نظامی کا بھی استاد سمجھتا ہے۔ وہ کہتا ہے ؎

قطبِ زماں سب شاعراں کا شعر میں شاگرد ہے　　　صدقے نبیؐ یا ندیا کمر جیوں لشکریاں میں لشکری

خاقانی و نظامی کا قطب شہ ہے شاگرد[1] جس طرح

شہنامے کی کہانیاں ہر تھے سُناتی منجکوں

ایک قصیدے میں اس نے خود کو اپنے زمانہ کا انوری قرار دیا ہے اور مختلف جگہوں پر اپنے زمانہ کا شاعر یعنے شاعرِ دوراں لکھا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ وہ اپنے زمانہ کا سچا شاعر تھا۔ کیونکہ اس نے اپنے عہد کی جتنی صحیح اور کامل ترجمانی کی ہے اس دور کے کسی شاعر نے نہیں کی۔

---

[1] شاگرد کے لفظی معنی شاہ کے گرد رہنے والے۔ اس لفظ سے استاد کا مفہوم لیا جاتا تھا۔

(۸)

عیش و عشرت کی فراوانی

سلاطین قطب شاہیہ میں محمد قلی قطب شاہ ہی ایک ایسا بادشاہ ہے جس کا زمانہ زیادہ سے زیادہ امن و امان اور راحت و آرام سے گذرا۔ اور جس نے اپنی تمام زندگی عیش و عشرت اور بہجت و کامرانی میں گذار دی مغل مورخوں نے قطب شاہیوں کے آخری یادگار ابوالحسن تانا شاہ کو بدنام کرنے اور شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی فتوحات کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے تانا شاہ کو بڑا عیاش اور رند بدمست مشہور کر رکھا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ سلطان محمد قلی کو عیاشی کے جو موقعے حاصل ہوئے تانا شاہ کو ان کا عشرِ عشیر بھی نصیب نہ ہو سکتا تھا۔

محمد قلی نے بچپن سے محل کے ناز و نعم میں پرورش پائی اور اگر وہ بھاگ متی والا قصہ صحیح ہے (جس کی رو سے بھاگ متی کی خاطر اس نے زبردست طغیانی

کے باوجود رود موسیٰ میں اپنا گھوڑا ڈال دیا اور بعد کو اس جرأت کی پاداش میں محل سرا میں نظر بند کر دیا گیا اور وہاں ملک ملک کی حسین دوشیزاؤں کو اس کے ساتھ چھوڑ دیا گیا تاکہ اس کا دل بہلائیں اور رقاصہ چھچلم کا خیال اس کے دل سے دور کر دیں) تو ظاہر ہے کہ عنفوان شباب کے ساتھ ہی وہ مہ جبینوں کے ماحول میں رہنے لگا جن میں سے ہر ایک اس پر جان و دل فدا کرنے تیار تھی۔

اس حسین و رنگین ماحول کے ثبوت خود محمد قلی کے کلام سے بھی دستیاب ہوتے ہیں۔ ہر تقریب میں اس کے اطراف خوبرویوں کا جھمٹا رہتا اور رمضان اور محرم کے مہینوں کے سوا اس کی زندگی کے بہت کم لمحے ایسے ہوں گے جب شاہد و شراب و نغمہ اس سے دور رہتے ہوں۔ اتنا ضرور ہے کہ رمضان اور محرم میں وہ شراب قطعاً ترک کر دیتا تھا اور عیش و عشرت چھوڑ کر ایسا زاہد مرتاض اور متقی و پرہیزگار بن جاتا تھا کہ اس کے رند شاہد باز ہونے پر شایدشبہ ہونے لگتا۔ یہ اس کی طبیعت کا استقلال اور تربیت کی خوبی تھی۔

بھاگ متی کے متعلق تفصیل سے آئندہ لکھا جائے گا لیکن اس کے علاوہ سلطان محمد قلی کی بیسیوں اور معشوقائیں تھیں جن میں سے حسب ذیل کے نام یا عرف اس کے کلیات میں باربار دستیاب ہوتے ہیں :۔

(۱) ننھی (۲) ساوتلی (۳) کونلی (۴) پیاری (۵) گوری (۶) چھبیلی (۷) لالا (۸) لالن (۹) موہن (۱۰) محبوب (۱۱) بلقیس زمانی (۱۲) حاتم (۱۳) ہندی چھوری (۱۴) پدمنی (۱۵) سندر (۱۶) سجن (۱۷) رنگیلی (۱۸) مشتری (۱۹) حیدر محل۔

ان بیسوں مہ جبینوں میں بارہ ایسی ہیں جو خاص طور پر اس کی منظور نظر تھیں۔ کیونکہ محمد قلی بارہ اماموں کی رعایت سے ہر چیز میں بارہ کے عدد کا لحاظ رکھتا تھا چنانچہ جب اس نے حیدر آباد کے جانب جنوب کی خوش منظر پہاڑی پر (جہاں اب قصر فلک نما واقع ہے) ایک عالی شان قصر محل کوہ طور کی تعمیر کی تو اس میں انہی دوازدہ ائمہ معصومین کی رعایت سے بارہ برج بنائے تھے چنانچہ اس محل سے متعلق اس نے ایک نظم بھی لکھی ہے جس میں ان برجوں کا ذکر اس طرح کرتا ہے :-

"چونکہ ان بارہ برجوں پر بارہ اماموں کی نظر عنایت ہے اسی لئے ان پر ایمان کی تجلی جھلکتی رہتی ہے۔"

اس کا شعر ہے ؎

بارہ بروج پر ہے بارہ امام دِٹھی نظر   تو اس اُپر جھلکتا ایمان کا اُجالا

بارہ پیاریوں کی تخصیص کے متعلق بھی اس کے کلام سے مستند شہادت ملتی ہے۔

شہر حیدرآباد کی تعمیر کے وقت محمد قلی نے کئی عالیشان قصر تعمیر کیئے تھے اور خاص کر اپنے لئے ایک رفیع الشّان محل بنوایا تھا جس کا نام خداداد محل رکھا تھا۔ اس محل کی آرائش و زیبائش کے متعلق اس کی ایک نظم اسکے کلیات میں موجود ہے (دیکھو صفحہ ۲۱۱) اس نظم سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ اس محل میں آکر رہا تو اپنے ساتھ صرف اُن بارہ پیاریوں کو لے آیا تھا جو اُس وقت اُس کی منظورِ نظر تھیں۔ اس نظم کا ایک شعر ہے ؎

نبیؐ صدقے بارا اماماں کرم تھے کرو عیش جم بارہ پیاریاں سوں پیارے

اسی طرح عید میلاد النبی کی ایک نظم (دیکھو صفحہ ۳۹) میں بھی اس نے ان بارہ مہ جبینوں کا پھر بارہ اماموں ہی کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے ؎

مُبارک منج اچھو یو عید یو مولود پیغمبر ملے ہیں قطب سوں بارہ اماماں ہور نگاراں خوش

ان بارہ پیاریوں میں سے چند کی خصوصیتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں سب سے پہلے ننھی قابل ذکر ہے۔ اس کی تعریف میں محمد قلی نے کئی نظمیں لکھی ہیں اور اکثر نظموں اور غزلوں میں اس کا ذکر بھی کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ :۔

ننھی کی جیسی حسین تو آسمانوں میں بھی نہیں۔ سرو اس کے قد کے مقابل کبھی نہیں آسکتا۔ اس نے مدن پھول کے رنگ کی ساڑی باندھی ہے جس کے کنارے عجیب وغریب موتی ٹنکے ہوئے ہیں۔ اس کی یاد کی مستی قطب شہ کو چڑھی ہوئی ہے اور وہ اس کو ریجھانے کی خاطر دوتارے پر عجیب تان بجاتا ہے۔

ایک دوسری نظم میں کہتا ہے :۔

اے سکھیو! میں ننھی کے پریم میں موتی بکھیر رہا ہوں، تم سمیٹ کر ان کو خوشی سے گوندھو۔ ننھی میرے ساتھ عشق کا داؤ کھیلتی ہے اور اپنے چاند سے چہرے پر نئی بہار دکھاتی ہے۔ اے ننھی میں تیرے جسم کی خوشبو کا ذکر کروں یا تیرے راز کی کہانی بیان کروں۔ کیونکہ تیری خوشبو کی جھکاٹ عاشق کی روح کو جھکا دیتی ہے، خوشبو تیرے جسم سے اسی طرح مہکتی ہے جیسے مانت کی بارش سے مہکتی ہو، تیری آنکھوں کی چمک میں کاجل بہت سہانا نظر آتا ہے اور یہ تو اس لئے لگاتی ہے کہ رقیبوں کے منتر تجھ پر کام نہ کریں۔

ایک نظم میں ننھی کے ہنستے کھیلتے اور ڈولتے ہوئے پیالہ پلانے کا ذکر کیا ہے۔ معلوم

ہوتا ہے کہ وہ بڑی ہنس مکھ ظریف اور حاضر جواب تھی۔ وہ شراب کی صراحی ہاتھ میں لیئے یا قطب شہ کو پیالہ بھر بھر کر دینے کو پسند نہیں کرتی تھی اور چاہتی تھی کہ قطب شاہ زیادہ شراب نہ پیئے اس لئے طرح طرح سے ٹالتی رہتی تھی۔ اس کا ذکر سالگرہ کی ایک نظم میں بھی کیا ہے (دیکھو صفحہ ۱۵۸) یہ تو بعد کے اوصاف تھے ابتدا میں ننھی کی کیا حالت تھی اور بادشاہ نے اس کو ننھی کا لقب کیوں دیا تھا۔ اس کا علم اُن دو نظموں سے ہوتا ہے جو صفحات ۲۲۸ تا ۲۳۱ میں درج ہیں جنمیں وہ کہتا ہے کہ :—

اے نازک ننھی تو ابھی محبت سے ناواقف ہے۔ تیری آنکھیں کاجل کی وجہ سے چمکتی ہیں لیکن تو نہیں جانتی کہ یہ کیا جادو جگا رہی ہیں تیرا دل عشق و عاشقی کی طرف بھی مائل نہیں، نہ تو شیشہ و پیالہ میں شراب بھرتی ہے اور نہ میری عرض مانتی ہے۔ لیکن مجھے تجھ سے آس ہے۔ اگرچہ تو دل لگانے کے طریقوں سے ناواقف ہے لیکن میرا معشوق تو ہے۔ تجھے اپنے بچپن کے کھیلوں کا مول نہیں معلوم نہ یہ جانتی ہے کہ تیرے ہونٹوں میں آبِ حیات ہے۔ اس لئے تو منہ سے صاف صاف بات نہیں کرتی سچ تو یہ ہے کہ تجھے ابھی اپنی قیمت معلوم نہیں۔ تجھے چاہیئے کہ قطب زماں کو

جانے، محبت کی باتوں کو پہچانے اور عشق کی سیوا کرے تو کب تک
اِسی طرح اپنے کو کھینچتی رہے گی۔

ایک اور نظم میں محمد قلی نے ننھی کے متعلق لکھا ہے کہ :۔

جب چمن میں ننھی محوِ خرام ہوتی ہے تو شرم کے مارے آنچل ڈال لیتی
ہے۔ معلوم نہیں کہ اس ننھی ڈالی پر ابھی سے شباب کے پھل کیوں لگ
گئے! جب وہ غصہ یا ناز سے خط سرمہ کے اشارہ سے بات کرتی ہے اور
اس کے ہونٹ عرق آلود ہو جاتے ہیں تو دل چاہتا ہے کہ اس کو مگن دیکھوں
میری محبت کے نونہالوں میں سے ایک کو اچھے پھل رتن لگے ہیں۔ اے
خداوہ میرے باغ کا ایک سرو ہے اس کی حفاظت کر۔ اس کی بہشتی خوشبو
سے جگ کے تمام پھول کھلتے ہیں۔ اس کی خوشبو خطا اور ختن بھی نہیں
پا سکتے اے ننھی تیرے چہرے سے سب خوبرویوں کو روشنی ملی۔ تیرے چہرے
کو زیور و جواہر کی کیا ضرورت! جب تو چاندنی میں نکلتی ہے تو چاند چھپ
جاتا ہے اور تارے آسمان پر سے تجھ پر نثار ہونے کے لئے آتے ہیں۔
میں نہیں جانتا کہ تو کیسے نور سے پیدا ہوئی ہے۔ سب پرند تیری چکا چوند
روشنی کے لئے اپنا اپنا وطن چھوڑ آئے ہیں۔ تو غصہ سے کیوں میری طرف

بھوؤں کی کمان چڑھا کر دیکھتی ہے۔ تجھے تو چاہیئے کہ ناز و غمزے کے ساتھ مجھے اپنے ہونٹوں کا بوسہ دے۔

کلیات میں ننھی کے بعد سانولی کا ذکر زیادہ ملتا ہے۔ اس کے متعلق محمد قلی نے لکھا ہے کہ :-

میری سانولی من کی پیاری نظر آتی ہے کیونکہ وہ رنگ روپ میں بالکل کونلی عورت ہے۔ سب سہیلیوں میں اس کا قد ایسا بالا ہے کہ معلوم ہوتا ہے سرو کو اس پر سے نثار کر دیا گیا ہے۔ جب وہ سکھیوں کے ساتھ عشق کا کھیل کھیلتی ہے تو اس کے چہرہ کی روشنی میں چاند ذلیل و خوار نظر آتا ہے۔ کویل اسکے بولوں کے مقابلے میں ہاری ہوئی نظر آتی ہے۔ اس کی اچھی چال سب کے دل کو بھاتی ہے اور وہ اپنی ساتھیوں میں ایک نادر پھول نظر آتی ہے۔ اگرچہ سکھیوں نے اپنے چہرہ کو طرح طرح سے غازہ لگایا اور اپنے جسم کو رنگین بنایا لیکن اس کے قدرتی رنگ کی بات کسی عورت میں نہیں آتی۔

دوسری نظم میں لکھا ہے :-

سانولی پیاری نے اپنے سبز رنگ میں نزاکت دکھا کر ہمارے دل کو موہ لیا

اس کے ہونٹوں پر پان کی رنگیلی دھڑی ایسی سہانی معلوم ہوتی ہے کہ دنیا کی تمام رنگیلیاں اس پر نچھاور ہیں۔ جب وہ ہنستی ہے تو اس کے کنول جیسے منہ سے موتی جھڑتے ہیں اور ان ہونٹوں سے عالم جھلکنے لگتا ہے۔

تیسری نظم میں لکھتا ہے کہ :-

جب سے اے سانولی تجھ پر نظر ہے ہوش و حواس گم ہیں اور بیخبر ہو گیا ہوں۔ جب تو اپنی شوخ آنکھوں سے ناز و غمزہ کرتی ہے تو میرا رواں رواں اس سے متاثر ہو جاتا ہے۔ جب تو ناز سے ہنستی ہے تو تیرے دانتوں کی چمک چاند کی طرح جھلکتی ہے۔ تیرا سرو جیسا قد جب محوِ خرام ہوتا ہے تو تیرے بالوں کا لمبا جوڑا چتور کا کام کرنے لگتا ہے۔ جب تو لباس پہن کر صحن میں نکل آتی ہے تو تیرے چمکدار کپڑوں سے آسمان روشن ہو جاتا ہے۔ جب تو موتی کے رنگ کی نیم تنی پہنتی ہے تو تجھے ایک بہشتی حور نظر آتی ہے۔ قطب شہ تیری نزاکت سے ناواقف نہیں۔

سانولی کے بعد محمد قلی کونلی کی تعریف میں رطب اللسان ہے وہ لکھتا ہے :-

کونلی اپنے ہاتھ میں پیالہ لے کر کھڑی ہے اور اتنی دبلی پتلی ہے کہ

ہوا سے ہل رہی ہے۔ وہ بالوں میں پھول جماتی ہے اور چوٹی میں دونا و
بالا باندھتی ہے اپنے کو نلائے ہوئے چہرہ پر وہ اپنی بھووں کو اس طرح
چڑھاتی ہے کہ نورانی معلوم ہونے لگتی ہے۔ اگرچہ بظاہر شرم و ناز سے
کھنچتی کھچاتی کھڑی ہے لیکن آنچل کے اندر سے اپنی آنکھوں کی چنچل پتلیوں
کو نچا رہی ہے۔ اس کے جسم کے رنگ سے نور تن کو روشنی ملی ہے۔ اور
اس کے گلے میں چاند سورج کے حمائل بنا کر ڈالے گئے ہیں۔
دوسری نظم میں لکھتا ہے کہ:۔

اے کونلی تیرا قد دیکھ کر چمن کے سرو اشارے کرنے لگتے ہیں تیرا
قد باغ فردوس کے لئے بھی باعث زینت ہے۔ میں نے اپنی پلکوں کو
تکیے بنا کر رکھا ہے تاکہ اے ہندی پتلی تو میری آنکھ میں آکر آرام کرے
تیرے دونوں ہونٹ ایسے رنگیلے ہیں کہ یاقوت نے ان سے رنگ مانگا
اور عقیقوں نے یمن میں ان سے بھیک لی۔ تیری باریک کمر کے عشق میں
میں بال کی طرح باریک ہو گیا ہوں۔ یہ اتنی باریک ہے کہ پیرہن کا کوئی تار
اتنا باریک نہ ہو گا۔ دکھن کی اس کونلی سکھی کو دیکھ کر میری جتنی کالی اور گوری
سہیلیاں تھیں، میں اُن سب کو بھول گیا۔

تیسری نظم میں لکھتا ہے کہ :۔

اے اچھی پیاری جب تو نظر بازی کرنے کے لئے آنکھ سے آنکھ ملا کر کھڑی ہوتی ہے تو میرے لئے نظر ٹکانا دشوار ہو جاتا ہے۔ تو کندنی رنگ کی ایک تتلی ہے۔ جس کا روپ کونلا ہے۔ تیری گلابی آنکھوں میں سمندر موجیں مارتا رہتا ہے۔ اور تیرے سورج سے گالوں میں دانت نورتن کی طرح جڑے ہوئے ہیں، تو بالے بال زنگار رنگ اور چنچل ہے۔ خوبرویوں پر راج کرنا تجھے سجتا ہے، اے گلابی آنکھ والی سہیلی تو میرے دل کی پیاری ہے۔

ایک اور نظم میں لکھتا ہے کہ :۔

یہ شگفتہ چنچل پھر میرے یہاں سبز آنچل اوڑھے اور پھولوں کی کلغی لگائی ہوئی آئی۔ اس کی الھڑ چال سے شراب کا خمار اور آنکھوں میں رنگ کے ڈورے نظر آرہے ہیں۔ اس حسین کی محبت اور اس کے پاؤں کی جھنکار دل کے لئے امید، تن کے لئے عیش اور کان کے لئے ذوق کا باعث ہے۔ وہ گالی دیتی ہے اور دکھ سے کاری ہو کر گھات کرتی اور لاکھ خوشامد اور لوچ سے دروازے میں میرے آڑے آتی ہے۔ یہ سب میں ہوشیار عورت ہے، کیونکہ بھید کو جانتی عشق کو پہچانتی اور

اپنے گھر میں تخت پر بیٹھتی ہے ۔

پیاری بھی محمد قلی کی نہایت چہیتی تھی لیکن وہ اپنے حسن و نزاکت پر
اتنی مغرور تھی کہ ہمیشہ محمد قلی کو ترساتی اور ستاتی رہتی تھی اور وہ ہمیشہ اس کو
منانے کی فکر میں رہتا، چنانچہ کہتا ہے کہ :۔

اے سکیو تم آج جا کر پیاری کو سمجھا منا کر لے آؤ کیونکہ تمام عشوہ طراز ول
کا تاج اسی کے سر سجتا ہے ۔ اس سے کہو کہ قطب شہ نے اپنے مکان کو بہت ہی
زیبائش و آرائش سے سنوارا ہے لیکن تیرے بغیر گذارنا مشکل ہے اگر تجھے
عشق ستاتا ہے تو آ اور دیوانہ بنا لے کیونکہ یہاں تیرا ہی راج ہے تیرا
لباسِ حسن ایسا عجیب ہے کہ اس کے ساتھ یہ عشوے تجھے زیب دیتے ہیں ۔
تو اپنے روپ کی وجہ سے شاہِ خوباں ہے اس لئے سب تجھے خراجِ عشق ادا
کرتے ہیں ۔ جس وقت میں تیرے چہرہ کا نور دیکھتا ہوں تو وہ ایک لمحہ
میرے لئے سو برس کی عشرت کے برابر ہے ۔

دوسری نظم میں کہتا ہے :۔

اے پیاری تو مجھ سے غرور نہ کر ۔ جب یہ جوانی چلی جائے گی تو خمیدہ

ہو جائے گی۔ یقین جان کہ یہ بات دنیا میں مشہور ہے کہ ٹوٹے ہوئے موتی
کا مول کم ہو جاتا ہے۔ جوانی اور جوبن اسی لئے ہے کہ اپنے سائیں کیلئے
باعث عیش ہو۔ تو اپنے دل میں سائیں کی محبت قائم رکھ کیونکہ تیری ہی
وجہ سے اس کا عیش ہے۔ جب تو عشوہ و ناز کے ساتھ سنگھار کر کے آتی ہے
تو تیرے چہرے پر پسینہ کی بوندیں اسی طرح بھلی معلوم ہوتی ہیں جس طرح
پھول پر شبنم۔ تو اپنی شراب حسن سے سکیوں کو فیض یاب کرتی ہے اور تمام
خوبرویوں میں اپنا علم سرفرازی بلند رکھتی ہے۔

دوسری نظم میں یوں لکھا ہے :-

اے پیاری تیرے بچھڑنے کی وجہ سے مجھے راتوں کو نیند نہیں آتی
تجھے قدرت نے ایسا اچھا گھڑا ہے کہ تیرے بغیر مجھے ایک گھڑی بھی محبت
نہیں بھاتی۔ جو دل سے تیرا عاشق ہے اس کو رات اور دن کچھ بھی سجھائی
نہیں دیتا۔ تیری یاد کچھ اس طرح لگی ہوئی ہے کہ پھر کچھ بھی یاد نہیں آتا۔
تیرے بیمار محبت کا علاج لقمان بھی نہیں کر سکتا۔ جب تک تو اپنے ہونٹوں کا
شربت نہ چکائے گی تیرے عاشق کو کیونکر صحت ہوگی؟ یہ سچ ہے کہ تیرے
ساتھ ایک رات رہنا میرے لئے سو راتوں کے برابر ہے۔ تو ہی کہہ جب تو

مجھے اپنے سیج پر نہ بلائے تو میں پھر کس کے سیج پر رہوں۔ تیری اس فرقت کی آگ میں میرا دل موم کی بتی کی طرح پگھل رہا ہے۔ لیکن تو مصری کی طرح سخت اور گھٹ ہے اور خود کو ذرا بھی نہیں پگھلاتی۔

تیری رفتار، تیری گفتار، تیرے تیور طرح طرح کے ہیں۔ تو جو کچھ بُرا بھلا کہنا چاہتی ہے کہہ لے لیکن مجھے ناامید نہ کر۔ تجھ کو خدا نے اتنی قدرت دی ہے کہ تو قطب شاہ کو سمجھا لے سکتی ہے۔

ایک اور نظم میں لکھتا ہے :۔

اے پیاری تیرا بول مجھے مارے ڈالتا ہے۔ تیری ہر بات مجھے کٹاری نظر آتی ہے۔ تیری چوٹی ناگ کی طرح ہے، جس کا زہر کڑوا ہوتا ہے۔ تو کھیلتے وقت اپنی اس ناگ جیسی چوٹی کی وجہ سے سچ مچ سنپیرا معلوم ہوتی ہے۔ میں بھنورے کی طرح تیرے اطراف پھر پھر کر تیری خوشبو لیتا ہوں کیونکہ اس خوشبو میں نرگس کی طرح خمار نہیں ہے۔ تیرے جسم سے صندل اور مشک کی خوشبو نکلتی رہتی ہے۔ تو کانچ کی چوڑیاں پہنی ہوئی ہے اور ہاتھ میں اچھری باندھی ہے۔ ٹھیکری اور کانچ میں وہ ہندوی گنوار کیا فرق کر سکتی ہے (پھر بگڑ کر لکھتا ہے) تیرے بول میں نمک اور تیرے ہونٹوں میں

رس نہیں ہے۔ تیری چولی کسی ہوئی نہیں ہے اور تیری چوٹی اندھیرا ہے۔

محمد قلی کی بارہ پیاریوں میں ایک گوری بھی ہے۔ اس کی نسبت ایک نظم میں لکھتا ہے :—

گوری کا چہرہ حسن کی وجہ سے اس قدر سہانا معلوم ہوتا ہے کہ اس چاند سے چہرہ سے شرما کر خود چاند نقاب پوش ہو جاتا ہے۔ وہ سرو جیسا قد نہیں بلکہ ایک کندنی درخت ہے جس سے سورج جیسی روشنی نکلتی ہے۔ اے گوری تو رنگ اور رس کے باغ کی کلی ہے اس لئے تیرے چہرہ سے زندگانی کا پانی ٹپکتا ہے۔ تیرے رسیلے ہونٹوں میں شراب بھری ہے۔ یہ عاشقوں کے دل کو جلا کر کباب بنا دیتے ہیں۔

ان کو میں زلفیں کہوں یا تازہ سنبل جو تیرے پھول جیسے چہرہ پر اس طرح بکھرتی ہیں جیسے چاند پر ابر۔

تیری مستانہ چال سے ہاتھی شرماتے ہیں کیونکہ ان میں یہ ناز اور شوخی نہیں۔ اے قطب نبیؐ کے صدقے میں تجھے گوری ملی ہے تو اس کے گلے میں باہیں ڈال اور اس کے ساتھ شراب پی۔

دوسری نظم میں کہتا ہے :۔

گوری عشق کی ایک رنگیلی پتلی ہے جو تمام خوبرویوں میں چھبیلی نظر آتی ہے۔ تجھے پدمنیوں کے جھروں کی بزم آرائیاں زیب دیتی ہیں۔ کیونکہ تو چاند جیسی صورت رکھنے والیوں میں سب سے زیادہ رسیلی ہے سولہ[16] سنگار صرف تیرے جسم کی سج دھج کو دیکھ کر بنائے گئے ہیں کیونکہ تمام مہ جبینوں میں تو ہی سب سے زیادہ حسین ہے۔ تیرے سر پر نور کا جلوہ برستا ہے۔ تیری جیسی سندر سہیلی اور کوئی نظر نہیں آئی۔ نبی کے صدقے میں قطب شاہ سے ایسی پیاری حسن کا پیراوا پہن کر آملی۔

تیسری نظم میں کہتا ہے :۔

اے عشق کی تیلی تو میرے دل میں کھڑی ہوئی ہے۔ اور عشق کی وجہ سے تجھے تو پر لگ گئے ہیں۔ اس تیلی کو عشق و محبت پر ناز کرنا زیب دیتا ہے۔ وہ عشق بازی کے لئے کمر باندھ کر تیار اور جوبن کے پیالے اپنے ہاتھ میں لے کر کھڑی ہوئی ہے۔ اے پریم کی سہیلیو بتاؤ کہ پریم کے باغ میں یہ پیاری سجتی ہے کہ نہیں' اے گوری تیرے جسم پر سر تا قدم پھول ہی پھول ہیں۔ تو اپنی پرستش کرانے کے لئے کھڑی ہے۔ تو مجھے عشق کی صحبتوں میں

پیالہ پلا۔ مجھ پر تیرے عشق کی بھٹی کی مستی چڑھی ہوئی ہے۔ نبیؐ کے صدقے میں مجھے ایسی گوری ملی ہے کہ سورج اور مشتری جس کے عکس ہیں۔

اسی طرح بارہ پیاریوں میں سے ہر ایک پر کئی کئی نظمیں لکھی ہیں جو کلیات کے صفحات ۲۲۴ تا ۲۶۴ پر درج ہیں اور ان خاص پیاریوں کے علاوہ اور دوسری پیاریوں پر بھی اس کی نظمیں موجود ہیں جو کلیات کے صفحات ۲۶۵ تا ۲۸۱ پر شائع ہوئی ہیں۔

ان سب پیاریوں کی نظموں کے خاکے یا خلاصے پیش کرنا موجب طوالت ہے اس لئے ہم یہاں اس کی صرف خاص خاص پیاریوں کے سراپا اسی کی نظموں سے اخذ کر کے نہایت مجمل الفاظ میں پیش کر دیتے ہیں:—

۱۔ ننھی بالا قد۔ چاند سا روشن چہرہ۔ چمکدار آنکھیں۔ جسم میں ایک خاص خوشبو۔ ابتدا میں نہایت شرمیلی اور سیدھی سادھی لڑکی تھی جو بہت جلد عنفوانِ شباب کو پہنچ گئی۔ ملنے اور بات کرنے سے جھجکتی تھی، شراب سے نفرت کرتی تھی اور شراب کی صراحی اور پیالہ ہاتھ میں لینے اور پینے پلانے سے ہمیشہ بچتی تھی۔ آنکھوں میں کاجل لگاتی اور خطِ سرمہ کھینچتی تھی۔ بدن پھول کے رنگ کی ساری باندھتی جس کے کنارے عجیب و غریب موتی

ٹنکے ہوتے۔ وہ بعد کو بڑی ہنس مکھ، ظریف، اور حاضر جواب ہو گئی تھی۔

۲۔ساؤنلی بلند و بالا قد۔ دلفریب ساونلا سلونا رنگ جس کی وجہ سے وہ بہت نازک اور کونلی معلوم ہوتی تھی۔ خوش آواز۔ خوش خرام۔ موتی کی طرح دانت۔ شوخ آنکھیں۔ زرق برق لباس پہننے والی۔ موتی کے رنگ کی نیم تنی زیب بر کرتی۔

۳۔کونلی ایسی دُبلی پتلی کہ ہوا سے ہلنے والی۔ جسم کو شرم و ناز سے اتنا چرائے رکھتی کہ کمر کے ہونے نہ ہونے کا شبہ ہوتا۔ دکنی جبیں کندنی رنگ۔ گلابی آنکھیں جو رنگین ڈوروں کی وجہ سے ہمیشہ خماری نظر آتیں چڑھی ہوئی بھویں، یاقوت اور عقیق یمن کو شرمانے والے ہونٹ۔ چمکدار رخسار نورتن جیسے دانت۔ سرتاپا زنگار رنگ اور چنچل۔ سبز آنچل اوڑھتی۔ بالوں کو پھولوں سے سجاتی۔ بہت ہی ہوشیار۔

۴۔پیاری ہمیشہ روٹھنے اور بگڑنے والی۔ بہت ہی خوبصورت اور اپنے حسن پر بہت مغرور۔ روشن چہرہ۔ جب بن سنور کر نکلتی تو چہرہ پر پسینہ کی بوندیں ایسی بھلی لگتیں جیسے پھول پر شبنم۔ تند مزاج اور تلخ گفتگو کرنے والی۔ ناگ کی طرح سیاہ بل کھائی ہوئی لانبی چوٹی۔ خوشبودار

جسم ۔ کانچ کی چوڑیاں پہنتی اور ہاتھ میں اچھری باندھتی ۔ بیحد عشوہ طراز ۔

۵ ۔ گوری چاند سا چمکتا چہرہ ۔ روشن پیشانی ۔ پراگندہ زلفیں ۔ رسیلے ہونٹ مستانہ چال ۔ اُبھرا ہوا سینہ ۔ تیلی جیسا خوبصورت اور پھولوں کی طرح نرم و نازک اور شگفتہ جسم ۔

۶ ۔ چھبیلی رخسار پر تل ۔ ژولیدہ زلفیں شکاری آنکھیں خط سُرمہ کھنچا ہوا ۔

۷ ۔ لالا ہونٹوں میں آب حیات ۔ گلابی پھولوں کی طرح دانت ۔ سر پستاں سے جوانی ٹپکتی ہوئی ۔ مست کرنے والی چال ہنسی سے رات کو دن بنانے والی عشق و محبت کی پیاسی ۔ غمزدۂ فراق ۔

۸ ۔ لالن نقل جیسے ہونٹ ۔ ہنس جیسی چال ۔ پھول کی کلی سے نازک کم عمر اور ناداں ۔

۹ ۔ موہن جادو سے بھری ہوئی آنکھیں ۔ عشوہ طراز اور گن والی چہرہ پر عیش وصال کی کیفیت نمایاں ۔ آنکھیں رات کی خماری سے متوالی ۔ سہانی سبز ساری جس پر شفق رنگ کی کناری لگی ہوئی ۔ محبت میں دیوانی ۔

۱۰۔ محبوب	گلاب کے پھول ایسے گال۔ باریک کمر۔ زریں پٹکہ کسی ہوئی یوسف سے زیادہ حسین۔
۱۱۔ مشتری ۱۲۔ حیدر محل	ان دونوں کا تذکرہ آئندہ تفصیل سے آئے گا۔

ان پیاریوں کے علاوہ محمد قلی نے متعدد نظمیں ایسی بھی لکھی ہیں جو اُس کی عیش و عشرت کی ترجمان ہیں اور عشق عاشقی کی زندگی کی دلچسپ داستانوں کا کام دیتی ہیں۔ ان نظموں میں بعض بہت عریاں ہیں جن میں اس نے وصال کے پرکیف مرقعے پیش کئے ہیں۔ اور بعض نظمیں اس کی جوانی کی راتوں اور مرادوں کے دنوں کے تفصیلی اور دلچسپ نظام العمل ہیں۔ حسن و عشق کے راز و نیاز کا شاید ہی کوئی موضوع ہو جو چھوٹ گیا ہو۔ شباب کی رنگا رنگیوں اور جذبات کی جولانیوں کے اظہار میں اس کا قلم غیر معمولی قدرت رکھتا تھا۔ اور یہ قدرت تخیلی یا فرضی عشق عاشقی سے نہیں پیدا ہو سکتی۔ محمد قلی صحیح معنوں میں اِس میدان کا مرد تھا۔ اس کے رفیع الشان محل نہ تھے بلکہ اصل میں بین قومی حسن و نغمہ کی وسیع اور آراستہ و پیراستہ نمایش گاہیں تھیں۔ ان میں کئی ملکوں اور کئی مذہبوں اور ہر وضع و قطع کی نازنینیں آزادی اور بے تکلفی کے ساتھ اپنے حسن و جمال کی

آرائش وزیبائش میں مصروف و منہمک، اور عشق و مستی کی عجیب و غریب کیفیتوں اور جوانی ورعنائی کے بے پناہ جذبات کے مظاہرے کرتی رہتی تھیں۔

(۹)

بھاگ متی یا حیدر محل

تعجب ہے کہ قطب شاہی تاریخوں کے علاوہ کلیات محمد قلی سے بھاگ متی کے واقعہ کے متعلق کوئی تفصیلی معلومات حاصل نہیں ہوتیں۔ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے اشعار میں اپنے متعدد محبوبوں کے نام لئے ہیں اور ان میں سے بعض کی تعریف و توصیف میں کئی کئی نظمیں بھی لکھی ہیں لیکن بھاگ متی کا نام کہیں نظر سے نہیں گذرتا۔ بعض شعروں سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ :۔

"قطب شاہ اپنے اس بخت پر نازاں ہے کہ اس کا معشوق اس کی محفل میں رقاص بنا جس کے شکرانہ میں وہ اس کے طاق ابرو میں سجدہ کرنا چاہتا ہے"

ایک اور شعر میں لکھا ہے :۔

"قطب شاہ کو ایک ایسا بے بہا دُر مل گیا جو اپنے رقص میں کامل الفن ہے"

ایک اور جگہ لکھا ہے کہ :۔

"نبیؐ کے صدقے میں اے معشوق میں اس شہر میں رہتا ہوں جو تیری

محبت میں آباد ہوا ہے اور جس کے مقابلہ میں مجھے کوئی شہر پسند نہیں آتا"۔

بھاگ کا لفظ اُس نے کئی اشعار میں استعمال کیا ہے لیکن اس کے معنی حصہ یا قسمت کے ہیں، اور اکثر جگہ یہ لفظ اپنے لغوی معنوں کے لحاظ سے ٹھیک بیٹھتا ہے اس لئے یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ بھاگ متی ہی کیلئے ہوگا۔ اس سلسلہ میں محمد قلی کے حسب ذیل شعر قابل ذکر ہیں:—

ٹیلا سو تج پشانی انت بھاگ کی نشانی — کن موتی ہے نورانی زہرا و مشتری کا

نبی صدقے تج نینہہ شہر ہے قطب — نہیں کوئی شہر اس شہر تھے الذ

بھواں کے طاق میں سجدا کروں میں — ہوئے سائیں مری محفل میں رقاص

قطب شہ پائیا ہے بہا دُر — ہوی اپ ناچ تھے کامل میں رقاص

شب برات کے موضوع پر سلطان محمد قلی نے متعدد نظمیں لکھی ہیں جن میں ایک نظم بھاگ متی سے متعلق معلوم ہوتی ہے۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ:—

شب برات کی سہانی تقریب میں میری محبوبہ ایک اور بار میرے گھر آرہی ہے۔ اور اپنے زرق برق کپڑوں کی وجہ سے اپنے ساتھ آسمان کے چاند اور سورج سے زیادہ روشنی والے لاکھوں چاند اور سورج لے آرہی ہے جس کی وجہ سے کیا تعجب کہ زمین آسمان پر طعنہ زنی کرے، کیونکہ میری پیاری نے

زمین کو صاف و شفاف آسمان کی طرح جھلکا دیا ہے۔ اور میری سکھیوں کو اپنے چین اور سکھ کے لیے جن جن چیزوں کی آرزو تھی ان سب کو اس نے ان کی خواہش کے مطابق مہیا کر دیا ہے۔
دنیا سال بھر سے اس کے درشن کی مشتاق تھی اس لیے اس نے اپنا دیدار دکھا کر میری دنیا کو اپنا دیوانہ بنا لیا۔
اس نے پھول جیسے جسم کو عروسی خوشبوؤں سے خوب مہکا لیا ہے تاکہ میں لطف کے ساتھ اس سے بغلگیر ہو سکوں۔
اے قطب شاہ نبی کے صدقے میں بھاگ متی سے مل کر تو اپنے ہوس کے یا ہوس کے مطابق وصال کے مزے اڑا کیونکہ وہ خود کو قطب شاہ کی داسی سمجھ کر خوب سج سجا کر آئی ہے۔"

بھاگ متی کے ساتھ عشق عاشقی کا تذکرہ سب سے پہلے خود محمد قلی قطب شاہ ہی کی زندگی میں تاریخ فرشتہ اور قطب مشتری دو کتابوں میں لکھا گیا۔ قطب مشتری کے مصنف نے تو اس واقعہ کو استعارہ کے پیرایہ میں بیان کیا لیکن مورخ فرشتہ نے صاف صاف لکھ دیا ہے کہ:۔

"و ایں قطب فلک اجلال در اوائل پادشاہی بر فاحشہ بھاگ متی عاشق شدہ ہزار سوار ملازم او گردانیدہ تا بطریق امرائے کبار بہ دربار آمد و شد می نمودہ باشند۔ و در آں ایام چوں از زبونی آب و ہوائے گولکنڈہ خلایق متنفر گردانیدہ بودند قطب شاہ در چہار کروہے بلدہ مذکور شہرے .... ساختہ موسوم بہ بھاگ نگر گردانیدہ۔ و در آخر آں نام پشیمان گشتہ موسوم بہ حیدر آباد ساختہ لیکن درمیان خلایق مشہور بہ بھاگ نگر است نہ حیدر آباد"
(صفحہ ۱۷۳)

محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے بعد گولکنڈہ میں جو تاریخیں لکھی گئیں ان میں بھاگ متی کا حال درج نہیں ہے۔ البتہ بعد کی تاریخوں مثلاً حدیقۃ العالم، تاریخ قطب شاہی (قادر خاں)، اور گلزار آصفی میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ موخر الذکر تاریخ میں ابراہیم قطب شاہ کے بیان میں لکھا ہے:

"پل دریائے موسیٰ بسبب تعشق شہزادہ مرزا محمد قلی کہ بر حسن جانفزائے بھاگ متی طوایف میلے کلی داشت تیار گردید۔ حقیقت آں ایں کہ شہزادہ مذکور بر طبق عادت معہود کہ با اصلت خفیہ لذت بسیار مید ہد ہموارہ بوقت شب از قلعہ محمد نگر بخانۂ طوایف مذکورہ در موضع چچلم کہ آبادی بلدہ حیدر آباد برزمین ہموں موضع واقع است آمد و شد می داشت۔ روزے موسم باراں موافق معمول خود بوقت شب قصد نمودہ چوں بر سر دریائے موسیٰ رسید دید کہ طغیانی آب از حد زیادہ است کہ فیل نہ دستی کوہ پیکر نمی تواند قدم اندروں گذارد فوراً

"در رجلہ بہ عشق و محبت اسپ سواری خود را بے اندیشہ در تلاطم تموج آب انداخت و بہ زور حفظ حقیقی بسلامت بر آمد۔" (صفحات ۱۴ و ۱۵)۔

یہ واقعہ حیدر آباد میں زبان زد خاص و عام ہے اور راقم الحروف نے اس تاریخی واقعہ کو افسانے کی شکل میں پیش کر کے "چیچلم کی رقاصہ" کے عنوان کے تحت کتاب سیر گولکنڈہ میں شامل کیا ہے[1]۔

گلزار آصفی سے تقریباً پچاس سال قبل حیدر آباد میں ایک اور تاریخ حدیقۃ العالم لکھی گئی تھی اس میں بھی بھاگ متی کا ذکر موجود ہے کہ:-

"بادشاہ در آں ایام بزمانہ بھاگ متی نام تعلق خاطر داشت چنانچہ ہزار سوار بلازم او گردانید تا ہمچو امرائے کبار بدربار آمد و شد می نمودہ باشد۔ لہذا بخت آں شہر حیدر آباد را بہ بھاگ نگر موسوم ساخت و مستقر سریر سلطنت خود گردانید۔ و بعد چندے کہ بھاگ متی ازیں جہاں در گذشت تنبہ شدہ تبدیل آں نام بحیدر آباد نمود۔" (صفحہ ۲۱۵)

ان شہادتوں کے مقابلے میں ماہ نامہ کی یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ محمد قلی قطب شاہ نے شہر حیدر آباد کا نام اپنی ماں بھاگیہ رتی کے نام پر بھاگ نگر رکھا تھا۔ کیونکہ ماہ نامے سے تقریباً دو سو سال قبل فرشتہ نے اور پھر ماہ نامہ کی کم و بیش معاصر تاریخوں (حدیقۃ العالم، تاریخ قطب شاہی، قادر خاں، اور گلزار آصفی) میں بھی بھاگ متی محبوبہ محمد قلی کے نام پر اس شہر کا موسوم ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ اس محبوبہ بھاگ متی کے علاوہ محمد قلی کی ماں کے نام بھاگیہ رتی میں بھی لفظ بھاگ شامل ہو۔

---

[1] بھاگ متی کا ذکر مولوی سید علی اصغر صاحب بلگرامی نے بھی اپنی کتاب مآثر دکن صفحات ۲، ۹۵ اور ۱۰۶ پر کیا ہے۔

غرض اس طرح دو ناموں کے لحاظ سے اس شہر کا نام بھاگ نگر رکھ دیا گیا ہوگا اگرچہ یہ بات یقینی نہیں ہے کہ محمد قلی کی ماں کا نام بھاگیہ رتی تھا بھی یا نہیں۔

بہر حال موجودہ معلومات کی بنا پر اتنا یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ محمد قلی عنفوان شباب ہی میں (یعنی ۱۴ سال کی عمر میں) بھاگ متی پر عاشق ہوا اور اس کی خاطر طغیانی رود موسیٰ میں اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ جب اس خطرناک جرات کی خبر اس کے باپ ابراہیم قطب شاہ کو ہوئی تو اس نے ندی پر پل بنوا دیا۔ اس کے کچھ دن بعد ہی ابراہیم کا انتقال ہوگیا اور محمد قلی نے تخت نشین ہوتے ہی اپنی محبوبہ کے اعزاز و اکرام میں اضافہ کی خاطر ہزار سوار اس کے یہاں متعین کر دیئے جو ہر وقت اس کے جلوس میں رہتے اور وہ اسی شان و شوکت کے ساتھ موضع چچلم سے گولکنڈہ آیا کرتی تھی اور خود محمد قلی بھی اس کے یہاں جایا کرتا۔ اسی اثناء میں اس نے اپنی محبوبہ کے گاؤں کو ایک عظیم الشان شہر میں تبدیل کرنے کی ٹھانی اور جب یہ شہر بن گیا تو اسی کے نام پر اس کا نام بھاگ نگر رکھا۔

حیدر آباد میں خود دولت خانۂ عالی اور دیگر محلات کے بن جانے کے ساتھ ہی محمد قلی نے بھاگ متی کو اپنے حرم میں داخل کر لیا۔ اور شادی کے بعد مشتری اور بعد کو حیدر محل کا خطاب دیا۔ اور اس کے لئے ایک خاص محل بھی بنوا دیا جس کا نام حیدر محل یا حیدر شنڈوہ رکھا گیا۔ پھر اس خطاب کی مناسبت سے بھاگ نگر کا نام بھی حیدر آباد میں تبدیل کر دیا گیا۔ بعض مورخین کا یہ خیال صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ محمد قلی نے بھاگ متی کے انتقال کے بعد پشیمان ہو کر

شہر کا نام بدل دیا۔ کیونکہ اس نے خود اپنی نظموں میں اپنی محبوبہ حیدر محل کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ خطاب بھاگ متی ہی کو دیا جا سکتا تھا جو آخر وقت تک جملہ مورخین کے قول کے مطابق اس کی چہیتی محبوبہ تھی۔ اتنا ضرور ہے کہ حیدر محل کا خطاب دینے کے بعد محمد قلی نے اس امر کی کوشش کی تھی کہ بھاگ متی اور بھاگ نگر کا نام لوگوں کے ذہن سے محو ہو جائے اور حیدر محل اور حیدر آباد رائج ہو جائیں۔ چنانچہ جب وجہی نے بھاگ متی سے عشق عاشقی کا قصہ لکھا تو اس میں بھی اس نام کو چھپائے رکھا اور خود محمد قلی نے بھی اپنے کلیات میں اس نام کے بجائے جگہ جگہ حیدر محل کا نام لکھا ہے۔ ورنہ لازمی تھا کہ جب وجہی مشتری کے سامنے محمد قلی کی معشوقاؤں کا تذکرہ کراتا ہے تو بھاگ متی کا بھی ضرور ذکر کرتا لیکن اس نے تو خود بھاگ متی ہی کو مشتری کے نام سے ظاہر کیا ہے۔ اور اس مشتری یا بھاگ متی کے متعلق محمد قلی نے اپنے کلیات میں دو نظمیں اور مختلف جگہوں پر اشعار لکھے ہیں۔

یہ نظمیں کلیات کے صفحہ ۲۶۲ تا ۲۶۴ پر درج ہیں۔ ایک نظم میں وہ مشتری کو اپنی آنکھ کی پتلی کہتا ہے اور اس کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے کہ:۔

"سب کو تیرے جوبن سے عشق ہے۔ تیرے ہونٹ کوثر کا پیالہ پلاتے ہیں۔ ان پر محبت کا نشان ہے اور ان کے چومنے سے نبات شرماجاتی ہے ہوشیار سے ہوشیار عورتوں میں تو ہوشیار ہے اسی لئے میں تجھے منا کر اپنے دل میں بٹھاتا ہوں وغیرہ"

ایک دوسری نظم میں وہ کہتا ہے:۔

اے قطب شاہ تو اپنے معشوق کی سلامتی کے لئے دعا کر کیونکہ اس کے جینے سے

تمام دنیا پر تیری فرمانروائی ہے۔ زندگی اسی کا نام ہے کہ جسم میں دل ہو۔ اور ہمارا دل ہمارا معشوق ہے جس میں عشق کی مستی ہے جس کی وجہ سے وہ ہمارے دل میں عرصے سے جگہ پائے ہوئے ہے جہاں اس کا نور سورج کی شعاعوں سے زیادہ خوشنما اور روشن ہے۔ زحل نے بہت سے دشمنوں کے طالعوں کو میٹ دیا ہے اور مشتری کے طالع کی وجہ سے ہمارے طالع کو بقا حاصل ہے۔ اس لئے اے خدا قطب شاہ کے اس تارے کو اپنی عنایت سے سرافراز رکھ۔"

ان نظموں کے علاوہ محمد قلی نے مختلف جگہوں پر حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے کہ:۔

اے قطب شاہ تو شادی و خوشی کر کہ تیرا رشتہ اس کے رشتے سے بندھا ہوا ہے اور مشتری تیرے لیے باعث برکت ثابت ہو رہی ہے۔

تو ثانی سلیمان ہے اور فتح و فیروزی تیرے ہی لئے ہے۔ اور تو نے اپنا منظور نظر بنا کر مشتری کو بھی شرف یاب کر دیا۔

اس کے شعر ہیں ؎

رشتہ ترا اس رشتہ سوں ہے بند معانی	شادی و خوشی کر کہ اہے مشتری نج راس
توں سلیمان ثانی و تج برج فیروزی و فتح	مشتری پایا شرف تیری نظر منظور سے تجھے

بعض شعروں میں وہ مشتری کو اپنی بزم میں رقص کناں ظاہر کرتا ہے جس سے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ بھاگ متی ہی کا پہلا خطاب تھا:۔

ع کرے مشتری رقص مجہ بزم میں نت	ع زہرہ و مشتری سوں پاتر ریجھار چاؤ
ندی روما ولی موتیاں کی آرتی بھر کر	سو زہرہ مشتری کے ہت پلا ڈلائے آج

(ہات = ہاتھ)

اسی طرح حیدر محل یا حیدر پیاری کے متعلق بھی اس کے کلیات میں تین نظمیں اور مختلف

اشعار دستیاب ہوتے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حیدر محل فن موسیقی کی ماہر تھی اور محمد قلی
کی خاص معشوقہ۔ وہ ایک نظم میں کہتا ہے کہ :۔

حیدر محل محبت سے لبنات گھولتی اور روز بروز عیش و عشرت کے ساتھ عشق کے بلبل
بجاتی ہے۔ اس کے سرو جیسے قد پر نورتن کا جلوہ نظر آتا ہے اور رب معشوقائیں اس کو
دیکھ کر شرماتی ہیں۔ وہ اپنی پیشانی پر عشق کا ٹیکا (قشقہ) لگاتی ہے اور چاروں طرف
نورتن کے تار بجتے ہیں وہ عشق کی چادر اوڑھ کر بیر بہوٹی کی طرح سرخ نظر آتی ہے۔
اے قطب شہ تو شکر کر کہ حیدر کی غلامی کی وجہ سے نبیؐ کو یہ جبیں ملی جس کی وجہ سے
تیرے سر پر تاج سجتا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۲۵۰)

ایک دوسری نظم میں لکھتا ہے کہ :۔

نبیؐ کے صدقے میں حیدر پیاری ملی ہے جس نے اپنے مختلف انداز سے میرے دل کو اپنے
دل سے باندھ لیا ہے۔ وہ عشق کے پر اسرار راگ گاتی ہے' اس کے بال میں کنول
کی تازگی اور آفتاب کی چمک ہے وہ اپنی بھوؤں میں کاجل لگاتی ہے جسم میں نارنجی
رنگ کی تنگ چولی پہنتی ہے۔ اور آنکھوں کے خط سرمہ کے ذریعے سے میرے دل پر
حملہ کرتی ہے۔ (دیکھو صفحہ ۲۵۸)

ایک دوسری نظم میں جو نامکمل دستیاب ہوئی ہے لکھا ہے کہ :۔

حیدر محل محبت و عشق کا جلوہ دکھائے اور یزدانی نغمہ بجائے۔ اس نے اپنے ہاتھ میں جلوے
کے لئے کنگن پہن رکھا ہے' وہ اپنی آنکھوں کی پتلیوں کو تیلیوں کی طرح سجائے وغیرہ
(دیکھو صفحہ ۲۵۸)

محمد قلی نے اس حیدر محل یا حیدر پیاری کے لئے ایک محل بھی بنا دیا تھا جس کا نام
حیدر محل یا حیدر منڈوہ رکھا تھا اس کا ذکر آئندہ کیا جائے گا۔ اس نظم میں لکھا ہے :۔

حیدر محل میں حیدر پیاری کا جلوہ گاؤ اور اس خوشی میں زمین آسمان اور عرش پر
فتح و نصرت کے طبل بجاؤ۔ اے ساقی سیم ساق میری بزم میں صراحی لے آ۔ اور پیالے کی

روشنی میں مجھے اپنے سائیں کی صورت دکھا۔ (یہ قاعدہ ہے کہ جلوہ کے وقت
آئینہ میں دولھا کو دلہن کی صورت دکھاتے ہیں)۔ اور سورج کے طبق سے لے کر نقل و
شراب اپنے رخساروں میں رکھ لو اور پیاری کی محبت کے ہار پیارے کے گلے میں ڈالو۔
اس نیک ساعت میں سینوں پر پستانیں زیب دیتی ہیں۔ دودھ اور مصری سے
آبحیات کے اِن گھڑوں کو بھر دو۔

اس جلوے کے وقت بادشاہ اتنا اچھا نظر آتا ہے کہ پدمنیاں اور چتنیاں
سب شاہ کے روپ کی دیوانی ہوگئی ہیں۔ اے سکھیو ان کے ہاتھ سے قول کا بیڑا اٹھا کر
شہ کو کھلاؤ۔ نبیؐ کے صدقے میں آج قطب شاہ کو جلوے میں بیٹھنا نصیب ہوا ہے
اس لئے حوروں اور پریوں کو چاہئے کہ شہ پر سے خود کو واریں۔" (صفحہ ۲۱۷)

معلوم ہوتا ہے کہ یہ نظم حیدر محل کے ساتھ شادی کرنے کی تقریب میں لکھی گئی ہے۔ اور
بھاگ متی کو نکاح کے وقت ہی حیدر محل کا خطاب دیا گیا تھا۔ اور بعد کو اسی کے خطاب
کے لحاظ سے بھاگ نگر کا نام حیدرآباد میں تبدیل کر دیا گیا۔

بھاگ متی نے محمد قلی کی زندگی میں ۱۰۱۱ھ سے قبل چالیس بیالیس سال ہی کی
عمر میں وفات پائی۔ کیونکہ تاریخ فرشتہ اور قطب مشتری دونوں کی تصنیف کے وقت اس کا
انتقال ہو چکا تھا۔ اس کے زمانہ وفات کا یہ اندازہ اس وجہ سے صحیح نکلتا ہے کہ

بعض مورخوں نے شہر کے نام کی تبدیلی کو بھاگ متی کی وفات سے لازم وملزوم قرار دے کر بتایا ہے کہ تعمیر کے سترہ سال بعد اس کا نام حیدرآباد رکھا گیا۔[1] گویا اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ۱۰۱۶ھ کے لگ بھگ گولکنڈہ کی یہ مشہور مہ جبیں اپنے عاشق جانباز کو داغ مفارقت دے گئی۔

---

[1] تاریخ قطب شاہی مولفہ قادر خاں بیدری ۱۲۴۹ھ میں لکھا ہے:۔
"بعد ہفدہ سال بہ حیدرآباد موسوم گردید" (صفحہ ۱۶)

(۱۰)

مذہبی میلان اور مخالفتیں

کلام کے مطالعہ سے محمد قلی قطب شاہ کے مذہبی شغف اور دینداری کے متعلق جو تفصیلی معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ نہایت بیش بہا اور مفید ہیں۔ نہ صرف اس لئے کہ اُس نے مذہبی معاملات میں ایک اجتہادی شان پیدا کرلی تھی بلکہ اسکے معتقدات کی پختگی اور اہل بیت نبیؐ و ائمہ معصومینؑ کے ساتھ دلی اور مستحکم ارادت کی وجہ سے اس کو بعض دفعہ مشکلات اور بغاوتوں کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ اور یہ وہ واقعات ہیں جن کے متعلق تاریخوں سے زیادہ علم حاصل نہیں ہوتا۔ محمد قلی کی امن و امان اور عیش و عشرت کی زندگی میں اگر کہیں کوئی خلل نظر آتا ہے تو وہ انہی مذہبی اعتقادات کے اختلاف کا اندیشہ ہے جو کبھی کبھی اس کو سخت پریشان کردیا کرتا تھا۔ لیکن اس میں اُس نے ہمیشہ کامیابی حاصل کی۔ اور ہر کامیابی کے وقت وہ خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ وہ ہر موقع پر فتح و نصرت کی طویل اور بلند آہنگ نظمیں لکھتا اور اپنے ہم مشربوں کو مبارکباد اور مخالفوں کو بددعا یا

دشنام دیتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیجاپور یا احمد نگر سے مقابلہ کرتے وقت
اس کو اتنی تشویش اور فکر نہ ہوتی تھی جتنی اپنے عقاید کے خلاف آواز بلند کرنیوالوں
اور بغاوت کی دھمکی دینے والوں سے ہوتی تھی۔ محمد قلی اپنی اس فکر و تشویش میں
حق بجانب بھی تھا کیونکہ ہمسایہ سلطنتوں کے ساتھ جب اس کو مقابلہ کرنا پڑتا تو
یہ اس کی ذات کا کوئی سوال نہ ہوتا۔ ایسی صورت میں فتح و شکست کا اثر سلطنت
پر پڑتا اور شکست کے موقع پر زیادہ سے زیادہ اس کا ایک قطعۂ ملک غنیم کے قبضہ
میں چلا جاتا۔ لیکن جب خود اس کی رعایا کا ایک حصہ مذہبی اختلاف کی بنا پر
اس کے خلاف ہو جاتا اور اس کے بھائیوں میں سے کسی کو تخت نشین کرنے کی
سازش کرتا تو خود اس کی بادشاہت بلکہ زندگی خطرے میں پڑ جاتی تھی۔

تاریخ کے مطالعہ سے ہم کو صرف اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اس کے خلاف
دو وقت خاص اہتمام کے ساتھ علم بغاوت بلند کیا گیا۔ لیکن نہ معلوم ایسی اور
کتنی دفعہ ناکام کوششیں کی گئیں جو تاریخ میں درج ہونے کے قابل نہ تھیں۔
جن دو باغیانہ کوششوں کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے اُن میں سے ایک وہ ہے جو
۱۰۰۰ھ میں اس کے بڑے بھائی عبدالقادر عرف شاہ صاحب کے نام سے
کی گئی۔ اور غالباً دعویٰ کیا گیا کہ بڑا بھائی زندہ ہوتے ہوئے چھوٹے کو

تخت نشین کرنا انصاف کے خلاف ہے اور دوسری باغیانہ سازش محمد قلی کے حقیقی بھائی خدا بندہ کی بغاوت[1] ہے جو ۱۰۰۱ھ کا واقعہ ہے۔ ان دونوں بغاوتوں کے تفصیلی حالات تاریخوں میں درج نہیں۔ اتنا ضرور معلوم ہے کہ بیدر کے مشائخین اور گولکنڈہ کے بعض عمائدین نے محمد قلی قطب شاہ کے مقابلہ میں ایک دعویدار سلطنت کو کھڑا کر دیا جو سمجھا جاتا تھا کہ اس کا بڑا بھائی عبدالقادر عرف شاہ صاحب تھا جو اپنے باپ کی زندگی میں ۹۸۴ھ میں مورد عتاب ہوا تھا اور باغیانہ مقابلہ میں جان بچا کر فرار ہو گیا تھا۔ قطب شاہی تاریخیں لکھتی ہیں کہ وہ لڑائی ہی میں مارا گیا۔ لیکن محمد قلی کی اس دلی تشویش سے جو کلیات کے بعض اشعار سے ظاہر ہوتی ہے شبہ ہوتا ہے کہ شاید محمد قلی بھی اپنے اس رقیب کو زندہ ہی سمجھتا تھا اور اس لئے اسے ہر وقت خطرہ لگا رہتا تھا۔ اور یہ خطرہ اس وجہ سے اہمیت رکھتا تھا کہ شاید وہ ڈرتا رہتا تھا کہ کہیں دکن کے طاقتور سنّی امرا اس کے شیعہ ہونے کی وجہ سے اس کے خلاف متحد کوشش نہ کریں جس طرح اس سے قبل یوسف عادل شاہ کے خلاف کی گئی تھی۔ چنانچہ جس خطرہ کو وہ محسوس کرتا تھا وہ واقعہ بن کر اس کے سامنے پیش بھی ہوا۔ یعنی جب اس کے بڑے بھائی شاہ عبدالقادر کے نام سے

---

[1] اس بغاوت میں شاہ راجو حسینی اور اُن کے اکثر معتقدین مثلاً عبدالکریم حوالدار، انور خاں، فتح الملک حوالدار اور حسن علی وغیرہ نے حصہ لیا۔ لیکن محمد قلی نے جملہ اہل سازش کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ شاہ راجو صاحب تو رہا نہ ہو سکے لیکن خدا بندہ معہ زن و فرزند اسیر ہو کر تمام فوائد دنیوی سے محروم ہو گیا۔

علم بغاوت بلند کیا گیا تو ملک و بیرون ملک کے اکثر امرا و عمائدین و مشائخین کو اس نئے دعویدار سلطنت سے ہمدردی پیدا ہو گئی۔ یہ سمجھ میں نہ آیا کہ سنّی امرا و مشائخین مثلاً خداوند خاں حبشی، خیرات خاں پسر دلاور خاں، اور شاہ نعمت اللہ کے اہل خاندان محمد قلی سے کیوں ناراض ہو گئے تھے۔ تاریخ سے اس بارے میں کوئی معلومات حاصل نہیں ہوتیں البتہ کلیات محمد قلی سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی شیعیت پر بہت زور دیتا تھا اور ساتھ ہی بعض جگہ سنیّوں کو خارجی کے نام سے یاد کر کے برا بھلا بھی کہتا تھا[1]۔ لیکن یہ سب و شتم ان کی بغاوت کی وجہ سے ظہور پذیر ہوا ہوگا۔ سنیّوں کی مخالفت کے آغاز کی جو وجہ سمجھ میں آسکتی ہے وہ یہی ہے کہ محمد قلی تخت نشین ہونے کے ساتھ ہی اپنی شیعیت پر فخر و مباہات کرنے کے ساتھ شیعہ عقاید کی ترویج و اشاعت پر زور دینے لگا ہوگا اور یہ چیز گولکنڈہ کے لئے نئی تھی۔ کیونکہ محمد قلی سے قبل کے حکمران ابراہیم قلی، جمشید قلی، اور سلطان قلی، تینوں میں سے کسی نے اس امر پر زور نہیں دیا تھا[2]۔ اور خاص کر

---

[1] اس بارے میں دیکھو حصۂ قصائد اور خاصکر قصیدۂ میلاد نبی صفحہ ۱ تا ۱۳ اور قصیدہ بسنت صفحہ ۳۶۔

[2] قطب شاہی تاریخوں میں جہاں یوم عزا کا ذکر ہے ماہ محرم کے جملہ رسوم و لوازم کے آغاز کا سہرا سلطان محمد قلی ہی کے سر باندھا جاتا ہے۔ چنانچہ حدیقۃ السلاطین میں ذکر ماتم و تعزیہ داشتن کے سلسلہ میں "خصوصاً از زمان خاقان جنت بارگاہ محمد قلی قطب شاہ طاب ثراہ" لکھا ہے۔

ابراہیم قلی نے تو ایک ایسی بین قومی فضا پیدا کر دی تھی کہ کسی کو شکایت کی گنجائش ہی باقی نہ رہی تھی۔ اس دیرینہ خاموش فضا کو شاید محمد قلی کے مذہبی جوش نے متحرک کر دیا تھا جس کی وجہ سے سوئے ہوئے فتنے جاگ اُٹھے۔

شبہ ہوتا ہے کہ محمد قلی بھی بچپن سے شیعہ عقائد کا پیرو نہیں تھا۔ اور جیسا کہ ہم نے ابھی کہا کہ اس کے باپ ابراہیم قلی کو کسی خاص عقیدے سے دلچسپی ہونے کا ثبوت نہیں ملتا۔ چونکہ اس نے محض اپنی ذاتی مقبولیت اور ہندو اور مسلمان دوستوں کی مدد سے بادشاہت حاصل کی تھی اسلئے وہ عمر بھر وسیع المشرب رہا سنیوں، شیعوں اور ہندؤں سب کو برابر کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اور اس کی بیگمات میں بھی ہر مذہب کی عورتیں شامل تھیں۔ چنانچہ ماہ نامہ کی روایت کے مطابق محمد قلی کی ماں بھاگ رتی ایک ہندو عورت تھی۔ اسی طرح شاہ عبدالقادر کی ماں گلبرگہ کی مشائخ زادی تھی۔ یہ ابراہیم کی وسیع المشربی ہی کا ثبوت ہے کہ اس نے اپنے ایک لڑکے کا نام عبدالقادر رکھا اور اپنی لڑکیاں سنی عمائدین اور مشائخین مثلاً حسین شاہ ولی، شاہ قطب الدین وغیرہ کو بیاہ دیں۔ ان حالات کے پیش نظر یہ امر ممکن ہے کہ محمد قلی بھی بچپن میں شیعہ عقیدہ نہ رکھتا ہو اور اس شبہ میں اس وجہ سے بھی تقویت پیدا ہوتی ہے کہ اس نے اپنے کلام میں بعض ایسے شعر چھوڑے ہیں جو اس قیاس کو یقین کی طرف مائل کر دیتے ہیں

وہ عید مولود علیؑ سے متعلق ایک نظم میں حضرت علیؑ کی ولادت اور اس کی خصوصیتوں کے ذکر کے سلسلہ میں صاف صاف لکھتا ہے :-

میں نے اپنا دین چھوڑ کر اس دین کا راستہ پکڑا ہے ورنہ میں آج تک ایک ہندو ہوتا۔ چونکہ میں نے آپ (حضرت علیؑ) سے میل پیدا کر لیا ہے اس لئے خوشی و خرمی کی طرف میلان ہے۔ (پھر رقیبوں سے کہتا ہے کہ) اے رقیبو تم اپنی بڑائی اپنی حد تک ہی رکھو کیونکہ خدا نے قطب شاہ کو نیک خصلت عطا کر دی ہے۔ اس کے شعر ہیں ؎

تولد ہوئے آج کے دن امامؑ　　دیپے جیوں نواچند ابروئے فرخ

میں اپ دین چھوڑ پکڑیا اس دین کا مارگ　　نیا تے اچھوں موکو ہندوئے فرخ

ہمن میل باندے تمن میل سیتی　　اُسی تھے ہمن میل ہے سوئے فرخ

رقیباں بڑائی تمن تم اچھونت　　دیا حق معانی کے تئیں خوئے فرخ

اسی طرح ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ :-

اے قطب شاہ تجھ پر ہزاروں رحمتیں ہوں کہ تو نے حیدر کرار کا دامن پکڑا ہے اور اس وجہ سے تجھے دونوں عالم میں سرفرازی ہے۔

ہزاراں رحمت ہی تجھ پر جو حیدر کا دھریا دامن　　قطب شہ دو جگت میں سروری ہی تجھ وہ سرور سے تھے تجھے اس

ایک اور شعر میں لکھتا ہے کہ :—

قطب شاہ نے علیؑ کا دامن پکڑ لیا ہے کیونکہ وہ ہر جگہ کے رہبر اور چھڑانے والے ہیں ؎

نبی صدقے قطب شہ نے علیؑ کا پکڑیا ہے دامن   کہ او منجکوں چھڑاون ہار ہو سب ٹھار رہبر ہے

ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ :—

میں ایک جان اور ایک دل کے ساتھ حیدر پر ایمان لایا ہوں

یک دھیان ایک چت سوں دل ہور جیو میرا   حیدرؓ سوں صدق لایا صلوات بر محمدؐ

بارہ امام پنجتن کا جھر جم ہما ہو   منج سیس چھاؤں چھایا صلوات بر محمدؐ

اور ایک جگہ اس نے جو ذکر کیا ہے کہ اگر میں اس راستہ پر نہ پڑتا تو اب تک ہندو ہوتا اس سے یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ وہ پہلے ہندو تھا۔ ممکن ہے کہ ہندو ماں کے بطن سے ہونے کی وجہ سے وہ ایسا کہتا ہو یا شاید سنی ہونے کو وہ ہندو ہونے کے برابر سمجھتا ہو۔[1] اکثر شعروں میں اس نے خود کو ابتدا سے مسلمان ظاہر کیا ہے۔ عید غدیر کی ایک نظم میں وہ کہتا ہے کہ :—

اگرچہ میں ازل سے مسلمان اور غلامِ مصطفےٰ ہوں یعنی میرا نام محمد قلی

[1] ایک آدھ شعر میں اس نے سنی کے ساتھ کافر کا لفظ بھی استعمال کیا ہے (دیکھو صفحہ ۱۱ قصائد)۔

یا غلامِ محمدؐ ہے لیکن میں اب آپ کا بندہ ہو گیا ہوں اس لئے اے امیرؑ آپ
میرا ہاتھ پکڑیں۔

اس کا شعر ہے ؎

از ازل تھے ہی غلامِ مصطفٰےؐ قطب زماں ۔۔۔ مج غلام کمتریں کو دست پکڑو یا امیرؑ

اس امر کا امکان ہے کہ ابتدا میں اس کو شیعہ عقائد کی نشر و اشاعت کرتا دیکھکر
سنی امرا و علمانے اس کو اہل سنت کے عقائد کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی ہو اور
اس کا میلان نہ پاکر اس کو مخالفت کا ڈر بھی بتایا ہو چنانچہ وہ عید غدیری کی نظم میں ایک
جگہ کہتا ہے ؎

رکھ مجھی حضرت کے صدقے یا الٰہی امن میں ۔۔۔ ہور رکھ ایماں درست دو جگ میں ہو و منجہ نصیر

ساتھ ہی اپنے امامیہ ہونے کے اعلان، ترک مذہب نہ کرنے کی طرف اشارہ اور
سنیوں کی دشمنی کا ذکر بھی کر دیتا ہے۔ اس کے چند شعر ہیں ؎

ہے محمدؐ قطب شہ بارہ اماماں کا غلام ۔۔۔ میں جو عاجز داس تیرا یا علیؑ منج دستگیر
منجے پائے ہیں بھن پن کھوتے اس چاہ زنخداں میں ۔۔۔ کریں کیوں ترک اے مذہب ازل تھی پایا ہوں ملت
ہمیں ہیں شیعہ کر کرتے خوارج دشمنی سب ۔۔۔ علیؑ ابن ابی طالب ان کوں مار دہت ضربت

یہاں یہ امر واضح رہے کہ دکن میں خارجیوں کے وجود کا کبھی پتہ نہیں چلتا۔

اس لئے محمد قلی کے کلیات میں جہاں خارجی کا ذکر ہے وہاں غالباً سنی ہی مراد ہے
چنانچہ بعض شعروں میں اس نے دونوں لفظ اس طرح استعمال کئے ہیں کہ ان کے
مخاطب ایک ہی سمجھے جا سکتے ہیں۔ مثلاً ؎

سنی کافر کے تبخانے ٹوٹے ہیں اس گھڑی سب ۔۔۔ سو معجز تھے خواج کوں ہے ہیبت گرٹری کا

محمد قلی نے اپنے کلام میں بار بار اس امر پر زور دیا ہے کہ (دوسرے بھائیوں
کی موجودگی میں) اس کو جو بادشاہت نصیب ہوی وہ محض شیعہ ہونے کی وجہ سے
اسس کے اس قسم کے چند اشعار یہ ہیں ؎

پایا ہوں اماماں کی دعا تاج شہانی ۔۔۔ مج تاج میں ہے نور الٰہی جھلکارا

حق کی نظر سے تھے قطبا نیر ابڑا ہے رتیا ۔۔۔ صدقے نبی علی ہے تج باعث ہور بانی

بارہ امام پنجتن کا مہر جسم ہوا ہو ۔۔۔ تج سیس چھانو چھایا صلوات بر محمد

سدا بارہ اماماں میرے نگہ دار ہیں ۔۔۔ ہوا ہوں ان کی غلامی تھے قطب راج دھیراج

قطب شہ ہے تج غلاماں میں غلام کمتریں ۔۔۔ دیو میرا ہت پکڑ جلوا مشکل شاہاں ستیں

اماماں میا ہے محمد قطب پر ۔۔۔ نبی ہور علی کی دیا سوں سہایا

خدا قطب شہ کوں شہنشاہ کرکر ۔۔۔ سو سارے جگت میں دو راہی پھرایا

محمد قطب شہ کے سارے دندیاں کوں ۔۔۔ سو نابود کر جگت تھے گنوایا

پایا ہوں ملک کوٹ انن پیار تجھ میں ۔ منج کوں ہی سدا حیدرؑ کرار معاذ

محمد بال پن تھے ہے محمد کے غلاماں میں ۔ تو جیتا داؤ میں نپتھاں سوں سارے سنیاں سیتیں

نبی کا ناؤں ہے تیرا محمد قطب شہ نادر ۔ قصہ موسیٰ و فرعون شیعہ کن ہے رہیا

نبی صدقے قطب جم کاج کرتا ہے کہ پنجتن کے ۔ سکل شاہاں کا سو سرتاج ہو مشہور دستا ہے
نظر آتا

نبی ہور آل کے صدقے علی کا داس ہے قطبا

تو جگ میں پائیا رتبہ سو جم خاقان سکندر کا

جب نبی صدقے ہوا ہے داس قنبر کا قطب ۔ دو جگت میں ہیں ترکما عاقبت محمود کا

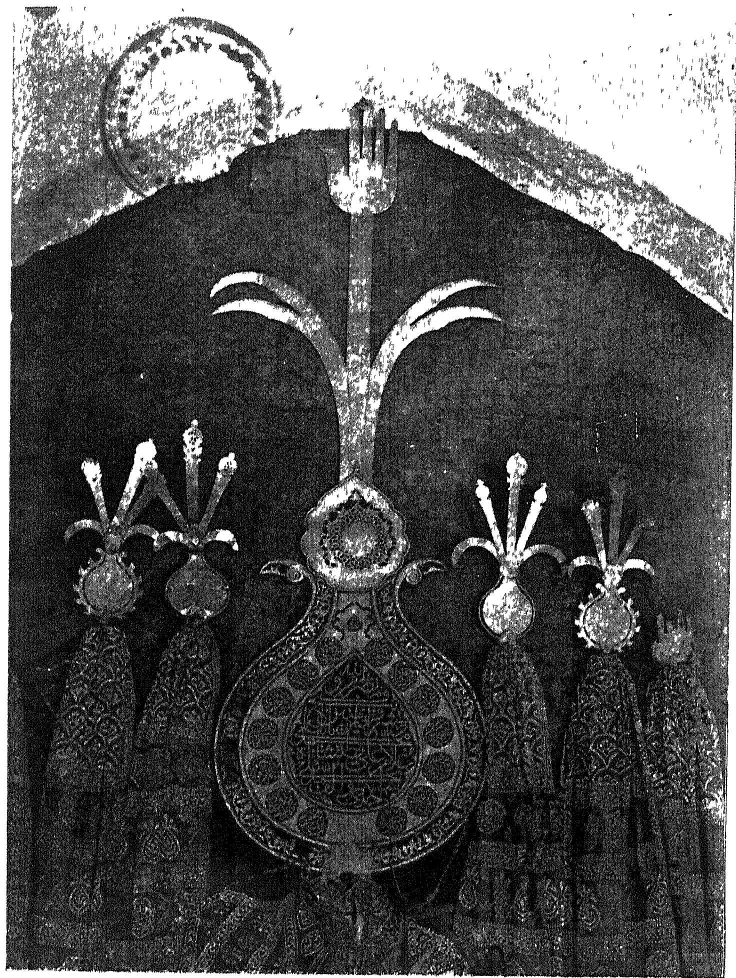
اس آخری شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شاید پہلے قنبر کا غلام نہیں تھا جب سے غلام قنبر ہوا ہے اس کی عاقبت محمود ہو گئی۔ اور اسی طرح وہ کہتا ہے کہ جو کوئی عید میلاد علیؑ کرتا ہے اس کے طالع مسعود ہیں ع جن کرے یہ عید ہے وہ طالع مسعود کا

ایک اور شعر ہے ؎

صدقے نبی کے قطب شہ جم جم کرو مولود تم ۔ حیدر کی برکت تھی سدا سب جگ اُپر فرماں کرو

غرض نہ صرف حکومت کو بلکہ زندگی اور دولت اور عروج ہر چیز کو وہ حضرت علیؑ اور پنجتن اور بارہ اماموں پر عقیدت رکھنے اور ان کی نظر عنایت کا ثمرہ سمجھتا ہے ؎

دعائے اماماں تھے منج راج قایم ۔ خدا زندگانی کا پانی پلایا



حسینی علم (گولکنڈہ)

سب سے پہلا علم جس پر محمدؐ قلی قطب شاہ کا نام اور تاریخ درج ہے

حیات ہور بخت دولت سو خضر کے جلاتے تھے
قطب شہ کوں مہیا کر دیا سوں پنجتن دائم

آخر میں ایک شعر اور درج کر دیا جاتا ہے جس میں وہ شیعیت کو قبول کرنے کی طرف
ایک اور دفعہ اشارہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ :۔

اپنی وجہ سے میری عیش کی انگوٹھی میں چاند اور سورج کو نگینہ کی طرح
جڑ دیا گیا ہے ؎

تو اس عیش انگوٹھی میں چند سور پائے
قطب پنجتن کی غلامی قبولیا

محمد قلی نے اپنے شیعہ عقائد کی تبلیغ سنہ ۱۰۰۰ھ میں مکمل کی جب کہ اس نے گولکنڈہ
میں پہلی دفعہ دوازدہ ائمہ معصومین کے نام کا علم استاد کیا، یہ شاندار تاریخی علم اب تک
موجود اور حسینی علم کے نام سے مشہور ہے اور ہر سال محرم میں گولکنڈہ کے قدیم عاشور خانہ
میں استاد کیا جاتا ہے اس علم پر و بشر المومنین نصر من اللہ فتح قریب کے
نیچے غلام علی محمد قلی قطب شاہ اور سنہ احدی الف منقوش ہے۔ اور اس
درمیانی طغرے کے اطراف پندرہ تختیوں میں پنجتن اور دوازدہ ائمہ کے اسماء
منقوش ہیں۔

شیعہ عقاید کے قبولنے یا اُن پر زور دینے کی وجہ سے اسکو جن مشکلات کا
سامنا کرنا پڑا ان میں سب سے اہم اس کے مخالفوں کی لگائی ہوئی آگ کو بجھانا اور

اپنے رقیبانِ سلطنت کے فتنہ کو کچل دیتا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے دیوان کو اسی واقعہ کے اظہار سے شروع کرتا ہے۔ پہلی ہی غزل اس کی ان سیاسی پریشانیوں کا آئینہ ہے جسمیں وہ خدا سے توقع رکھتا ہے کہ :۔

وہی مجھے کامیاب کرے گا اور میرے مرادوں کے جاموں کو بھر دیگا خوارج کی لگائی ہوئی آگ کو اپنے قہر کے پانی سے بجھائے گا ' مجھکو ابراہیم کی طرح اس آگ میں بھی سکھ اور آرام بخشے گا اور جس دل میں علیؑ اور آلِ علی کی محبت نہیں اُسے خونِ جگر پلائے گا۔ اے قطب شاہ تو زمانہ کی مخالفت کا غم نہ کھا ' خدا تجھے کامیاب کرے گا اور ہر پستی میں سے تجھکو بلند کرے گا۔ اے قطب شاہ تو رقیبوں کے دکھ دینے سے غم نہ کھا خدا تیرے سارے رقیبوں کے گلے میں پھانسی ڈال دے گا۔

اسکی غزل کے چند شعر ہیں ؎

دلا مت کر خدا کن کہ خدا کام دویگا ۔۔۔ تمن من کے مراداں کے بھرے جام دویگا
خوارج کی اگن قہر کے پانی سو بوجھا گا ۔۔۔ براہیم نمن مجکوں سکھ آرام دویگا
جے دل میں محبت علی و آل علی ماہ ۔۔۔ اُسے خون جگر دار وئے ناکام دیگا
نہ کھا غم توں زمانے کا ترا کام خدا سوں ۔۔۔ ہر اک پستی منے تجکوں بلند نام دویگا

رقیباں کے دکھوں سینتے قطب شہ توں کرغم　　خدا سارے رقیباں کے گلے دام دویگا

ان دشمنوں کے خطرے کا اظہار اُس نے اپنے اکثر اشعار میں کیا ہے۔ جب وہ آسمان پر نیا چاند دیکھتا ہے تو اس کو خنجر کی تشبیہہ سجھائی دیتی ہے اور اس کے دل کا خطرہ فوراً اس شعر میں ظاہر ہوتا ہے ؎

نبی صدقے قطب کے دشمناں کوں کاٹنے گھنس جوں　　نوا چند کابلی خنجر پکڑ کر ہت میں آیا ہے

یعنی قطب شاہ کے دشمنوں کو گھانس کی طرح کاٹنے کے لئے نیا چاند کابلی خنجر ہاتھ میں لے کر آیا ہے۔

ایک نظم میں جناب امیرؑ سے خوارج کے اس فتنے اور بغاوت کے خلاف مدد مانگتا ہے ؎

لکھا نشتراں دل رگ منے جلتے خوارج آگ منے　　منجکوں سوں دوتوں جگ منے تج بن نہیں کوئی یا علی

اپ پیا تیے اب جم مجھے غم تھے سو کر بےغم مجھے　　توں ہمدم ہر دم منجے تج بن نہیں کوئی یا علی

وہ اس قدر راسخ العقیدہ تھا کہ اسکو یقین تھا کہ دشمن اگر میرے ساتھ دشمنی پر اتر آئینگے تو حضرت علی کی تلوار اُن کے گھر بار کو تباہ کر دے گی' وہ کہتا ہے ؎

دشمن ادمنج پر کرے گا دشمنی کی جب نظر
مرتضیٰ کے کھڑگ تھے گھر بار اس ہوگا تباہ

معلوم ہوتا ہے کہ دشمنوں پر اس نے ماہ گرما میں فتح حاصل کی تھی اور جب گرمی کے ختم پر برسات کا آغاز ہوا اور مرگ لگا تو وہ معمول کے مطابق اس سال بھی برسات کا استقبال ایک نظم سے کرتا ہے، لیکن اس دفعہ اسکو دونی خوشی تھی ایک تو آمد بہار کی اور دوسرے دشمنوں پر فتحیابی کی۔ چنانچہ وہ اس نظم میں اپنی اس خوشی کا اظہار یوں کرتا ہے کہ:-

آج پھر مرگ، سلطانی ستارہ بن کر آیا ہے۔ اور سب درخت پھر سے سرسبز ہو کر سروں پر لال تاج رکھنے لگے۔ اس موقعہ پر لعل کے پتھر پر بھی لال رنگ زیب دینے لگا کیونکہ اس رنگ سے سورج شرما کر ہر رات منہ چھپا لیتا ہے۔

اے قطب شاہ تیرے چہرہ پر بادشاہانہ کر و فر جھلک رہا ہے اس وجہ سے ترکستان کے بادشاہ بھی تجھے خراج دیں تو کیا تعجب۔ تیری تلوار سے آج تیغ رستم بھی پست ہے۔ تو تمام رستموں میں شجاعت و بہادری کا چراغ نظر آتا ہے۔ تیری تلوار کی چمک بجلی ہو کر آسمان پر چمکے تو عجب نہیں۔ کیونکہ اُسکے کڑکنے کی آواز سے سب دشمنوں پر تیرا راج قائم ہے۔

اے محمد قطب شاہ تو اپنی دعاؤں سے نا امید سا ہونے لگا تھا لیکن اب تیری دعا با مدعا ثابت ہوئی ہے اور تو محمد کی طرح اب کامیاب حکومت کر۔

اس نظم کے چند شعر یہ ہیں ۔

مرگ سلطانی ستارہ جگ میں آیا پھر کر آج | رُکھ (درخت) سکل سر سبز ہو کر سر تھے کھلئے لعل تاج
لال رنگ کھلیا ہے مکھ پر لال کے لعل بدخش | تو سرج اس رنگ تھے ہر رات جاوے لاج لاج
تیرے مکھ پر خسروی فرِ منور دیپتا | تو ہی ترکستاں کے شاہاں دیوتے تجکوں خراج
تج کھڑگ تھے تیغ رستم پست ہے عالم منے | رستماں میں تجکوں گنتے ہیں شجاعت کا سرج
وو کھڑگ جھلکا زبجلی ہو کے جھلکے کھن منے | کڑ کڑ اپر کڑ کیا ہے سب ہی دشمن کوں براج
اے قطب شہ توں دعا تھے ہور رہیا تھا نا امید | تج دعا با مدعا ہے کر محمد نمنے (مانند) راج

اسی طرح کی ایک اور نظم میں لکھتا ہے کہ :-

اب کے بارش انند اور اطمینان سے آئی ہے کیونکہ دشمن پامال ہو چکے ہیں اور عزیز خوشحال ہیں۔ آسمان کے کنارے یہ شفق کا رنگ نہیں ہے بلکہ دشمنوں کے مارے جانیکی وجہ سے ان کا خون اچھل کر جا لگا ہے۔ آسمان پر یہ گرج کی آواز نہیں ہے بلکہ ہاتھی مست ہو کر چنگھاڑ رہا ہے کہ بادشاہ کے رہے سہے دشمنوں کو بھی پامال کر دوں۔

انکی مدافعت کی مجھے ضرورت نہیں کیونکہ وہ خود اب ساتویں پاتال کے نیچے جا چھپے ہیں یہ قوسِ قزح نہیں ہے بلکہ مجھے سلطنت دینے اور دشمنوں کو مارنے کیلئے کمان تانی گئی ہے۔ چونکہ بادشاہ نے سب دشمنوں پر فتح پائی ہے اسلئے زہرہ خوشی سے نغمہ زن ہے اے قطب شاہ اب تو کوئی غم نہ کر کیونکہ علیؑ اور ان کی آل ہمیشہ تیری حفاظت کرتی رہیگی

جس نظم میں یہ خیالات ظاہر کئے گئے ہیں وہ حسب ذیل ہے ؎

انند اں سیتے بھی آیا مرگ سال ۔۔۔ دندیاں پامال عزیزاں ہے ہو خوشحال
کنارے آسماں کے نیں شفق رنگ ۔۔۔ دندیاں مارے گئے اچھلیا رگت لال
فلک نیں گڑ گڑا تا مت ہی ہت ۔۔۔ کہ شہ کے دُرجناں کو کرے پامال
ان کے دفعہ تیں کچھ نیں مجے کام ۔۔۔ کہ آپی سب چھپے اس سپت پاتال
کماں قوسِ قزح دینے ملک کوں ۔۔۔ دندیاں مارن کوں لا محور کے تس بھال
ظفر شہ پائے کر سب دُرجناں پر ۔۔۔ خوشی سوں گاوے زہرہ فتح بر مال
نبیؐ صدقے نکو کر غم توں قطبا ۔۔۔ علیؑ ہور آل دایم تیرے رکھوال

یوں تو کلیات محمد قلی میں متعدد نظمیں اور بیسیوں شعر ایسے ملتے ہیں جنمیں فتح و نصرت کی خوشی کے دماجے بجائے گئے ہیں لیکن یہاں انہی اشعار اور نظموں کا ذکر کیا گیا جو اس موقع سے کچھ نہ کچھ تعلق رکھتی ہیں ۔

(۱۰)

بھاگ نگر یا حیدر آباد

اور

اسکی زیبائش و آرائش

شہر حیدر آباد کی تعمیر و تزئین سلطان محمد قلی قطب شاہ کا ایک زندہ جاوید کارنامہ ہے لیکن تعجب ہے کہ جس طرح بھاگ متی کے متعلق زیادہ معلومات حاصل نہیں ہوتیں بھاگ نگر یا حیدر آباد کی بنا کے متعلق بھی محمد قلی کے موجودہ کلام سے بہت کم علم حاصل ہوتا ہے۔ خاص کر بھاگ نگر کا تو محمد قلی قطب شاہ نے کہیں نام بھی نہیں لیا[1]۔ البتہ ایک جگہ "شہر حیدر" کا ذکر کیا ہے گویا حیدر آباد کا۔ وہ کہتا ہے کہ قطب کے اشعار

[1] سلطان محمد قلی کے علاوہ قطب شاہی تاریخوں میں بھی بھاگ نگر کا نام نہیں ملتا۔ البتہ اس دور کی دو ہی تاریخوں میں حیدر آباد کو بھاگ نگر بھی لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو قطب شاہیوں نے کوشش کی کہ اس شہر کا نام حیدر آباد مشہور ہو جائے۔ لیکن بیجاپوری اور مغل تاریخوں نے اس نام کو مٹنے نہ دیا۔

بے بہا ہیں۔ کسی شہر میں ان کا مول نہ ہوگا، اس لئے اگر فروخت کی توقع ہو تو حیدرآباد میں لے آؤں ؎

رتن قطبا کے ہیں یہ مول نہیں کس شہر میں اس   لے کر آؤں جو بکھرا ہوے اس کا شہر حیدر میں

یہ شہر حیدر یا حیدرآباد سلطنت قطب شاہیہ کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے لحاظ سے دسویں صدی ہجری کے اواخر میں خود بخود آباد ہونے لگا تھا۔ کیونکہ اس سلطنت کے پایہ تخت گولکنڈہ میں مزید آبادی کی گنجائش نہ رہی تھی اور سب سے پہلے وہاں کے امرائے اس قلعہ کے اطراف و جوانب میں اپنے لئے باغ اور شبستان تعمیر کرنے شروع کردئے تھے۔ خاص کر قلعہ کے جانبِ مشرق موسیٰ ندی کے کنارے کنارے یہ آبادی بڑھنے لگی یہاں تک کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ نے ۱۰۰۰ھ میں سرکاری طور پر ایک عالیشان شہر کا سنگ بنیاد رکھا۔ اگرچہ حیدرآباد جیسے وسیع شہر کی زد میں کئی قصبے اور گاؤں آگئے ہوں[1] گے لیکن جس جگہ اب چار منار واقع ہے وہاں وہ موضع چچلم واقع تھا جس میں

---

[1] شہر حیدرآباد کی وسعت اور شادابی کا اندازہ تاریخ ظفرہ کے حسب ذیل بیان سے ہوسکتا ہے:۔

کثرت خلائق و وفور بدائع مواضع و فراوانی باغ و بساتین بدرجہ انجامید کہ

ساحتِ کوہ و دشت سمت تضائق پذیرفت۔ چنانچہ از دار السلطنت حیدرآباد تا

بعض تاریخوں کے بیان اور مشہور روایتوں کے مطابق بھاگ متی رہا کرتی تھی۔

اس موقعہ پر یہ امر واضح کر دینا ضروری ہے کہ ماہ نامہ کے مصنف نے بھاگ متی کے قصہ کو غلط بتا کر یہ لکھا ہے کہ اصل میں محمد قلی قطب شاہ کی والدہ کا نام بھاگ رتی تھا اور اُس نے اسی کے نام پر شہر بھاگ نگر آباد کیا۔ اس اختلافِ روایت کا تصفیہ اُسی وقت ہو سکے گا جب چند اور قطب شاہی تاریخیں دستیاب ہوں گی اور محمد قلی کا مکمل کلام مل جائے گا۔ بحالت موجودہ اتنا تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ماں ہو یا محبوب، بھاگ رتی ہو یا بھاگ متی، محمد قلی نے اپنی محبت کی یادگار کے طور پر بھاگ نگر کو بسایا تھا۔ اُس نے سب سے پہلے شہر کے وسط میں چار منار کا سنگ بنیاد رکھا۔ یہ عمارت ۱۸۹ فیٹ بلند ہے۔ اور اس کے اوپر ایک مسجد اور مسجد کے ساتھ ایک حوض بنایا گیا تھا جس میں تالاب جل پلی سے پانی پہنچایا گیا۔ اوپر کا یہ حوض اس وقت باقی نہیں ہے لیکن یہ ۱۱۸۵ھ تک موجود تھا۔ چنانچہ تاریخ ظفرہ میں لکھا ہے کہ:۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) قصبہ ترکھوڑہ ابراہیم پٹن و بھونگیر و پٹن چرو کہ در جہار جہت واقع است و مساحت بقدر دہ فرسنگ است مجموعۂ فضائے دشت و صحرا باغ و بستاں شدہ و کثرت احداثِ مساجد و بقاع و سرائے دلکش و نزاہت ریاض فردوس وش غیرت افزائے سپہر اخضر گردید (صـ۱)۔

حوضے است در غایت لطافت و صفا۔ آب نہر تالاب جلپلی در آں میرد" (ص۱۱)

اس بالائی حوض کے علاوہ نیچے بھی ایک گول حوض بنایا گیا جس میں ایک بہت بڑا فوارہ پتھر میں تیار کیا گیا جس میں دو ہاتھی اور دو شرزے (جو پتھر کے تراشے گئے تھے) ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ایک دوسرے پر پانی پھینکتے تھے[1]۔ یہ فوارہ مغل قبضہ کے بعد بت پرستی کی علامت سمجھ کر توڑ دیا گیا اور ان ہاتھیوں اور شرزوں کے شکستہ پتھر عہدِ آصفجاہ ثانی تک چارمنار کے قریب (جہاں اب پولس کا تھانہ ہے) پڑے ہوئے تھے۔

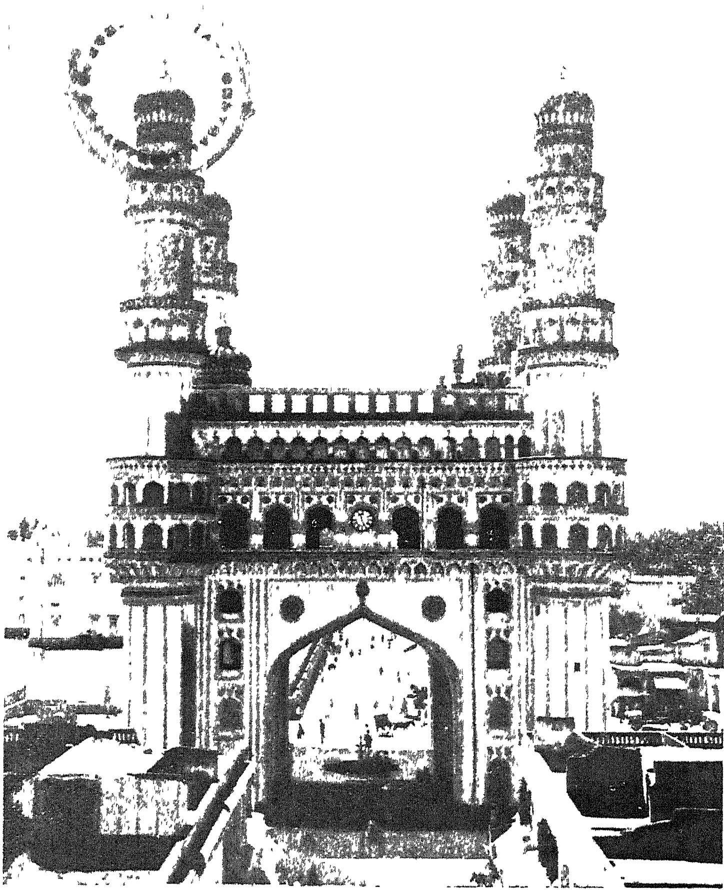
چارمنار کی تعمیر میں ایک روایت کی رو سے تین لاکھ اور دوسری کے مطابق دو لاکھ باون ہزار روپیہ خرچ ہوا۔ **یا حافظ** سے اسکی تاریخ نکلتی ہے۔

چارمنار کے ساتھ ہی شہر میں چار بازار ترتیب دئے گئے جن میں چودہ ہزار دکانیں بنائی گئیں۔ گلزار آصفی میں لکھا ہے کہ :-

"امر فرمود کہ دست بدست بنائے شہر مشتمل بر چہار بازار و بر سر ہر بازار طاق و رواق با چہار دہ ہزار دکاکین و ایوان و سائبان و دوازدہ ہزار محلہ متساوی الاضلاع باحداث در آرند" (ص۱۹)

---

[1] گلزار آصفیہ صفحہ ۲۱۔



چار مینار۔ جسکو محمد قلی قطب شاہ نے شہر حیدرآباد کے ساتھ تعمیر کیا تھا

ایک ایسے عظیم الشان شہر کی تعمیر جس ولولہ اور بے تابانہ شوق سے ہوئی اور اس کی جلد سے جلد تکمیل و آبادی کے لئے جو کوششیں کی گئیں اس کا اندازہ خود محمد قلی کے کلام سے ہوتا ہے چنانچہ وہ ایک جگہ مناجات میں خدائے تعالےٰ سے جہاں بہت سی باتوں کی التجا کرتا ہے اپنے شہر کی معموری کے لئے بھی دعا کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کو اپنے آباد کئے ہوئے شہر سے کتنی محبت تھی اور وہ اسکی آبادی اور آرائش و زیبائش کے لئے کتنا بے چین تھا۔ وہ کہتا ہے کہ :۔

اے خدا تو میرے شہر کو لوگوں سے اُسی طرح معمور کر دے جیسے

تو نے سمندر میں مچھلیاں بھر دی ہیں۔

بڑی اچھی مناجات لکھی ہے جس کے چند شعر ہیں ؎

مناجات میرا تو سُن یا سمیع — منجے خوش توں رکھ رات دن یا سمیع

مرے دوستاں کوں تو نت دے جنت — مرے دشمناں کوں اگن یا سمیع

ابادان کر ملک میرا سو توں — بسا سو توں دے میرا سن یا سمیع

سکل تخت پر میرا یوں تخت کر — انگوٹھی پہ جوں ہے نگین یا سمیع

مرا شہر لوگاں سوں معمور کر — رکھیا جوں توں دریا میں من یا سمیع

مرادات کا جم ترنگ سار قطب — اُسے سار ہت دے عنین یا سمیع

عید میلاد النبی کے سلسلہ میں محمد قلی نے کئی نظمیں لکھی ہیں جن میں سے ایک میں وہ بازاروں، محلوں اور قصروں کی زیبائش و آرائش کا ذکر کرتا ہے وہ کہتا ہے ؎

سنوارے جگت سب جنت جو حرت سوں   لگاے سو بازار قصراں محلاں

بازار اور محلے جس شوق سے تعمیر کئے گئے اس کا ذکر تو گذر چکا ہے اب قصروں کی تعمیر کے سلسلہ میں اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ سب سے پہلے چار منار کے جانب شمال مغرب دولت خانۂ عالی بنایا گیا جس کے جلوخانہ میں چاروں طرف چار بلند کمانیں کھڑی کی گئیں اور وسط جلوخانہ میں ایک ہشت پہلو حوض، تاکہ فوجیوں اور ان کے جانوروں کو ہر وقت کافی پانی میسر آسکے۔ اس جلوخانہ کے مغرب کی طرف محلات شاہی کی بنیاد رکھی گئی۔ چنانچہ اس طرف کی کمان دروازۂ دولت خانہ یا دروازۂ شیرِ علی کہلاتی تھی۔ اس کمان میں ۶۰ فیٹ بلند اور ۶ فیٹ چوڑے یشب کی طرح سیاہ و مصفا دو سنگ خارا کھڑا کرکے اور انکے اوپر ۳۶ فیٹ کا ایک اور پتھر رکھ کر باب عالی کی چوکھٹ بنائی گئی۔ اس چوکھٹ میں صندل، ہاتھی دانت، اور سونے کا ایک دروازہ لگایا گیا۔ اس دروازے سے اندر داخل ہوتے تو ایک وسیع فضا میں کئی قصر نظر آتے۔ یہاں جنوب کی طرف دفتر خانۂ شاہی اور مغرب کی طرف جامدار خانہ

اور کارخانہائے عامرہ وغیرہ بنائے گئے۔ اس وسیع فضا میں جانب شمال ایک دوسرا دروازہ لگایا گیا تھا جس میں داخل ہونے کے بعد ایک اور وسیع میدان ملتا جس کے چاروں طرف لشکریوں، حوالداروں، شب نویسوں اور سلحداروں کے لئے بڑے بڑے ہال یا ایوان بنے ہوئے تھے۔

ان سے گذرنے کے بعد چندن محل تھا جو ایک "عمارتِ رفیع و دلکشا" تھی۔ اس محل میں بھی چند سلحدار نوبت بہ نوبت جمع رہتے۔ چندن محل کے آگے گگن محل تھا جو نہایت وسیع تھا اور اس میں خاص ترک، عرب اور دکنی سلحدار حاضر رہتے اس کے بعد صدر صفہ تھا جس میں مقرب و معتبر ملازمانِ قدیم ہی ٹھہر سکتے تھے۔ صدر صفہ کے بعد سجن محل تھا جو نہایت خوبصورت اور عالیشان عمارتوں پر مشتمل تھا جن میں اعیان و فضلا مقام کرتے تھے۔ اس محل کے جانبِ مشرق تین سو فیٹ طویل ایک ہال تھا جس میں رات اور دن مطبخ شاہی سے ہر قسم کے کھانے پک کر آتے اور تقریباً دس ہزار مجلسی، سادات، علما، فضلا اور امرا ہر روز اس شاہی دسترخوان پر کھانا کھاتے۔

یہ تو دولت خانۂ عالی کی بیرونی عمارتیں ہوئیں۔ اصل شاہی قیام گاہ خداداد محل تھا جس کے متعلق محمد قلی کی ایک نظم دستیاب ہوئی ہے اس لئے بعد کو اس کا

ذکر کیا جائے گا۔ دولت خانۂ عالی کی عمارتوں کے علاوہ محمد قلی نے ایک دادمحل بھی بنایا تھا جو انہی محلات کی پشت پر یعنی مغرب اور جنوب کی طرف بنایا گیا تھا اور قلعہ گولکنڈہ سے جو سڑک چار منار کو آتی ہے اس کی طرف اس کا رخ رکھا گیا تھا۔ حیدرآباد کے موجودہ محلہ چوک و شاہ گنج و محبوب گنج کی جگہ قطب شاہی دور میں ایک وسیع میدان تھا جس کے درمیان ایک عالیشان حوض ۲۰۰ فیٹ طویل اور ۱۲۰ فیٹ عریض بنایا گیا تھا اور اس میدان کے اطراف بازار بنائے گئے تھے۔

دادمحل کا رخ اسی میدان اور بازاروں کی طرف رکھا گیا چنانچہ اُس کے وسیع ایوانوں کے دروازے اِسی طرف کھول دئے گئے تھے تاکہ مظلوموں اور آفت رسیدوں کو بلا روک ٹوک بادشاہ کی نظروں کے سامنے پہنچنے میں سہولت ہو۔ اور وہ اعیان و اکابر و دربانانِ شاہی کے توسط کے بغیر راست سلطان محمد قلی کی بارگاہ میں پہنچکر اپنا دکھڑا بیان کر سکیں اور بادشاہ اکثر اِسی کے بیرونی جھروکے میں بیٹھا رہتا تھا۔

دادمحل چار منزلہ تھا اور اس طرح بنایا گیا تھا کہ سامنے سے چار جدا جدا محل نظر آتے تھے۔

دادمحل کے سامنے جو تالاب نما حوض بنایا گیا تھا اس کی تعریف میں اُس

زمانہ کے سیاح اور مورخین خاص طور پر رطب اللساں ہیں۔ چنانچہ قزوینی استرابادی اُسی زمانہ میں حیدر آباد آیا تھا اور وہ اپنی تاریخ فتوحات عادل شاہی میں نورسپور کی تعریف کے سلسلہ میں دوسرے شہروں کی عجائبات کا بھی تذکرہ کرتا ہے اور حیدرآباد کے سلسلہ میں لکھتا ہے کہ:-

"دریاچہ کہ در برابر دولت محل قرار دادہ اند بنوعے کہ فیلے از طلا ساختہ اند چنانچہ آب از خرطوم فیل مثل فوارہ لاینقطع در دریاچہ می ریزد کہ بر ہوا ساختہ اند نوعے کہ طاقہا زدہ اند کہ حوضے بدیں بزرگی را کہ زیرِ او خالی ست و محل مرور مردم است پرداختہ اند۔ دراں عمارات و مواضع اعجوبہ کار را وقت بسیار بکار رفتہ" (نسخہ برٹش میوزیم ورق ۲۱۷)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حوض سطح زمین سے کافی بلندی پر بنایا گیا تھا اور اس کے نیچے بلند کمانیں بنادی گئی تھیں جن میں سے لوگ گذرتے تھے۔

یہ محل زوال سلطنت تک باقی تھا اور مغلوں کے قبضہ کے بعد توڑ دیا گیا چنانچہ لچھمی نارائن شفیق نے اپنی کتاب احوال حیدرآباد میں (جو ۱۲۱۴ھ کی تالیف ہے) جہاں اس روایت کو نقل کردیا ہے کہ شہنشاہ اورنگ زیب کی نظر جب دولت محل پر پڑی تو اس کی زبان سے نکلا:-

"این بلند بلند چیست" ؟

نعمت خاں عالی نے عرض کیا :- "داد محل است"

اورنگ زیب نے کہا :- "آرے شداد محل است"

داد محل کے توڑنے کا بھی واقعہ ان الفاظ میں درج کیا ہے :-

ہر گاہ داد محل را شکستند، در عرصۂ سی سال بشکست رسید ..... اکثر عمارات

عمدۂ شہر تباہ شد و ہنوز تہ خانہ ہائے آں بعضے جا قایم"۔

غرض محمد قلی قطب شاہ کے بنائے ہوئے جن محلوں کا اب تک ذکر کیا گیا وہ سرکاری محل تھے۔ لیکن اس نے کئی ایسے محل بھی بنائے تھے جو خود اس کی خانگی ضرورتوں اور ذوق کی تکمیل کی خاطر وجود میں آئے تھے۔ انہی میں "ندی محل" بھی شامل تھا جو موسیٰ ندی کے کنارے پانی کا نظارہ کرنے اور خانگی تفریح کی خاطر بنایا گیا تھا۔ اس کے علاوہ "محل کوہ طور" بھی ایک خانگی محل تھا جس کا ذکر آگے آئیگا۔

افسوس ہے کہ محمد قلی قطب شاہ کے طویل قصیدے، مثنویاں اور ترجیع بند دستیاب نہ ہو سکے ورنہ اس موضوع کے تحت ہم اور کچھ لکھ سکتے۔ کیونکہ اس نے اپنے محلوں، باغوں، اور دیگر عمارتوں پر تفصیل سے قصیدے اور مثنویاں لکھی ہیں۔ اس وقت اس کے کلام سے جو مواد ہمیں مل سکا ہے وہ صرف چھ سات محلوں

(یعنے خداداد محل، سجن محل، اعلیٰ محل، حیدر محل، محل کوہ طور، قطب مندر اور حناں محل) اور ایک باغِ محمد شاہی کی تعمیر و آرایش سے متعلق ہے۔ لیکن ان میں بھی صرف تین کے متعلق اُس نے تفصیل سے لکھا ہے اور باقی کی نسبت بہت ہی کم لکھا ہے۔ اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ سجن محل، اعلیٰ محل، حیدر محل، حناں محل اور قطب مندر پانچوں اسکی رہائش گاہیں تھیں۔ اور غالباً ان میں سے اکثر (سوائے قطب مندر کے) ایک ایک بیگم کے لئے مخصوص تھے۔ البتہ قطب مندر ایک ایسا مقام تھا جہاں خود بادشاہ رہتا تھا اور جہاں بڑی بڑی محفلیں اور تقریبیں انجام پاتی تھیں لیکن یہ محفلیں اور بزم آرائیاں بھی زنانہ ہوا کرتی تھیں۔ مردوں کی محفلوں اور دربار آرائی کیلئے جو مقام مقرر تھے وہ دوسرے ہی تھے جن کا ذکر گذر چکا ہے اور جن پر کوئی نظم افسوس ہے اس وقت تک دستیاب نہ ہوسکی۔

خداداد محل اور محل کوہ طور کی زیبائش و آرائش کے بارے میں محمد قلی کے کلام سے نہایت مستند اور مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ باغِ محمد شاہی پر جو قصیدہ محمد قلی نے لکھا تھا وہ بھی نامکمل دستیاب ہوا ہے۔ اسی طرح اور باغوں اور محلوں پر بھی اُس نے لکھا ہے لیکن افسوس ہے کہ اس کا مکمل کلیات کتب خانہ آصفیہ میں اسوقت موجود نہیں ہے۔

خداداد محل محمد قلی کے کلام میں سب سے پہلے نظم خداداد محل قابل ذکر ہے۔ یہ حیدرآباد کا سب سے بڑا اور عظیم الشان آٹھ منزلہ محل تھا۔ اس محل کے بارے میں مورخین لکھتے ہیں :۔

معماران نادرہ کار متصل بہ عمارت "داد محل" طرح منزل عالی افگندہ در اندک زمانے سقف عالیش از ایوان کیوان گذرانیدہ بذروہ لامکاں رسانیدند۔ از زیر تا بالا ہفت طبقہ ...... مشتمل بر قصرہائے مقرنس و غرفہ ہائے عالی حسن زینت پذیرفت مجموع ایں طبقات بہ "خداداد محل" موسوم گردید ...... ہریک ازیں طبقات را بہ ایں وجہ موسوم ساختند طبقہ ہفتم کہ پہلو از عرش می زد بخطاب الٰہی محل مشرف گردید۔ طبقۂ ششم بہ لقب محمدی محل ...... طبقہ پنجم بہ حیدر محل ...... طبقات چہارم و سیوم ...... یعنے حسنی محل و حسینی محل ...... طبقہ دوم جعفری محل و طبقہ اول موسوی محل نامزد شد۔ چوں ایں قصر عالی اتمام یافت شاہ کامگار بادل شاد جشن شاہانہ آراستہ ارکان دولت و خاص و عام سلطنت را از احسان و انعام سرفراز گردانید۔ درآں مجلس میرک معین سبزواری حاجب نظام شاہ کہ در سخنوری دست رسا داشت تاریخ تازہ بعرضی رسانیدہ صلۂ گراں مایہ

یافت ۔ رباعی تاریخ ؎

این قصر کہ ہست رشک فرمائے بہشت
ایام بآب زندگانیش سرشت

تاریخ مرتب شدنش کلک قضا
برلوح بقابنائے جاں بخش نوشت

(تاریخ ظفرہ ص ۱۶)

مشہور قطب شاہی تاریخ حدیقۃ السلاطین میں لکھا ہے کہ :۔

"قصرہائے الٰہی محل و محمدی محل و حید محل و توابع و لواحق آں کہ بہ ہفت طبقہ خاقان جنت مکان سلطان محمد قلی قطب شاہ ساختہ بودند و چند لک ہون خرچ آں شدہ بود و مثل آں قصرہا بر روے زمین بنا نہ شدہ۔" (مطبوعہ ص ۲۲)

اس عجیب و غریب محل کے متعلق خود اس کے بانی نے جو لکھا ہے اس سے زیادہ معتبر و مستند کسی مورخ کا بیان نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ کلیات محمد قلی قطب شاہ میں جو نظم خداداد محل کے متعلق موجود ہے اُس میں قطب شاہ لکھتا ہے کہ :۔

محمدؐ نے خداداد محل کو سنوارا اور اس میں جنت سے حسینوں کو لا کر رکھا تاکہ محل کی آرائش ہو۔ اس محل کی بلندی آسمان جیسی ہے جس کی وجہ سے سورج چاند اور تاروں کی رونق بڑھ گئی ہے۔ روئے زمین پر ایسا محل کسی نے نہ دیکھا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس کو بھی قدسیوں نے زمین پر

لاکر رکھ دیا ہے۔ اسکی آٹھ منزلیں آٹھوں بہشتوں کی طرح ہیں جن میں

آب حیات کے چشمے بہتے رہتے ہیں۔ یہ محل اتنا ہوادار ہے کہ اسکی آٹھوں

منزلوں میں دم عیسیٰ جیسی ہوائیں چلتی رہتی ہیں تاکہ دنیا کو زندگی بخشیں۔

اس محل میں جو نازنینیں رہتی ہیں اُن کے رُخسار لعل بدخشاں کی برابری

کرتے ہیں اور وہ سورج اور چاند جیسے پیالوں میں آب حیات بھر کر پلاتی

ہیں۔ ان کے چہرے یمن ہیں تو ان کے ہونٹ عقیقِ یمن۔ اور ان کا

مکھڑا سہیلِ یمن کی طرح روشنی پھیلاتا ہے۔

یہ ساری خوبرویاں جنت کی حوریں ہیں کیونکہ ہوا سے زیادہ نازک

اور پانی سے زیادہ پتلی (لطیف) ہیں۔

جب یہ نغمہ زن ہوتی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے زہرہ

زمین پر گانے بجانے کے لئے اتر آئی ہے۔ جب یہ نازنینیں ہاتھوں

اور آنکھوں سے ارت دکھاتی ہیں تو فرشتے ان کا نظارہ کرنے کے لئے

آسمان کی کھڑکیاں کھول کر جھانکنے لگتے ہیں۔

یہ چھبیلیاں آسمانی[1] ڈوپٹے یا ساڑیاں باندھتی ہیں جن کے کنارے

---

[1] آسمانی رنگ قطب شاہیوں کا شاہی رنگ تھا اور محمد قلی اپنے کلام میں اس کا خاص طور پر کئی جگہ ذکر کرتا ہے۔

سورج کی کرنوں کی طرح جھلمل کرتے رہتے ہیں۔ ان کی بھویں آسمانی کمان

کا کام کرکے رقیبوں کے دلوں کو ہدف بنا کر گھائل کرتی ہیں۔

اے قطب شاہ نبیؐ کے صدقے میں اور بارہ اماموں کے کرم سے تم

اس محل میں اپنی بارہ پیاریوں کے ساتھ ہمیشہ عیش کرتے رہو۔"

اس نظم سے ایک چیز نئی یہ معلوم ہوتی ہے کہ خداداد محل آٹھ منزلہ تھا نہ کہ سات منزلہ جیسا کہ تاریخوں میں لکھا ہے۔ البتہ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ آٹھویں محل کا نام کیا تھا؟ ایک چیز اور قابل ذکر ہے وہ ہر ایک منزل کا نہایت ہوادار اور کافی بلند ہونا۔ اس خصوصیت پر محمد قلی نے بہت زور دیا ہے اور تاریخیں ساکت ہیں۔

افسوس ہے کہ ایسا عجیب و غریب محل محمد قلی کے جانشین سلطان محمد کے عہد میں عین اُس روز جل گیا جب کہ سلطان محمد کے یہاں اس کی دوسری بیوی (جو ابراہیم عادل شاہ کی دختر تھی) کے بطن سے شاہزادہ ابراہیم مرزا پیدا ہوا تھا۔ اسکے متعلق مورخ لکھتا ہے کہ:۔

"شعلہائے آں بفلک اثیر رسید و مدت چند روز کہ می سوخت احدے

رامیسر نبود کہ ہزار قدم و دو ہزار قدم راہ بحوالی آں گذار نماید و ایں قضیہ

از قضایائے عجیبۂ غریبۂ روزگار بود۔" (حدیقۃ السلاطین ص ۲۲)

خداداد محل کے ساتھ نہ معلوم فنون لطیفہ کے کیا کیا خزانے جل گئے کیونکہ اسکی ہر منزل بجائے خود کسی نہ کسی آرٹ کی نمایش گاہ تھی۔ ایک میں کتب خانہ تھا' ایک میں مصوروں اور نقاشوں کے کمالات جمع تھے' اور ایک میں جلد سازوں اور کاغذ کو صاف اور مزین کرنے والوں کی نشست تھی۔ یہی وجہ ہے کہ محمد قلی کے عہد اور اُس سے قبل کی اردو کتابیں بھی ہمیں دستیاب نہیں ہو رہی ہیں۔ بعد کو اس نقصان عظیم کی تلافی کرنے کی کوشش کی گئی چنانچہ اس محل کی جگہ پر سلطان محمد نے بجائے ہشت منزلہ عمارت کے صرف چہار منزلہ عمارت بنادی۔ لیکن یہ قصر بھی زوال گولکنڈہ کے بعد تباہ و تاراج ہو گیا۔ اور آج خداداد محل کا نام و نشان بھی حیدرآباد میں باقی نہیں۔

محل کوہ طور یہ بھی حیدرآباد کے عظیم الشان محلوں میں سے تھا اور اسی جگہ بنایا گیا تھا جہاں اب قصرِ فلک نما واقع ہے جو جدید حیدرآباد کا سب سے بہتر محل سمجھا جاتا ہے۔ محلِ کوہ طور سہ منزلہ تھا۔ اس محل کے متعلق تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے:۔

در جانبِ جنوب کوہے مانند کوہ طور پر فیض و سرور بود خسرو زماں فرمود کہ بر آں کوہ والاشکوہ عمارتے شاہانہ ترتیب دادہ اطراف و جوانب آں انہار و آبشار و حوضہائے فوارہ وار و اسمار بے شمار تیار سازند۔ ہنرمندانِ ماہر بموجب اشارہ بمین اہتمام شہریار جہاں باتمام رسانیدند۔

نشیمنِ کوہ بریں و گلگشتِ آں سرزمیں بفرِ قدوم و جلوسِ خسرو نو آئیں بغایت مطبوع و شیریں می نمود۔ اکثر مجالس شربِ مدام مدام در آں مکان می بود

(تاریخ ظفرہ ص۱۸۱)

اس محل کے متعلق سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد کی تاریخ حدیقۃ السلاطین میں ذرا تفصیل سے لکھا ہے کہ:۔

جانبِ جنوب متصل بدروازۂ دار السلطنت کوہے واقع ست کہ بندارِ خلقت اورا از روزِ ازل باجزائے عشرت و سرور نمودہ اند۔ و احجار و طینِ اور ابزلالِ خرمی و شادی مخمر و منجمد ساختہ اند، ہموارہ فیوضات نا متناہی از مہبطِ انوارِ الٰہی برفرازِ آں کوہ نازل، و غایت فرح و نہایت شادمانی از سیرِ آں نزہت گاہ خاقانِ جہاں را حاصل، و سلطانِ علیین بارگاہ محمد قلی قطب شاہ طاب ثراہ بربالائے آں کوہ عمارت و قصرے بغایت رفیع مشتمل بر سہ طبقہ و ایوانہائے وسیع، و شاہ نشینہا، و غرفہا بہ تکلفاتِ گوناگوں تصرفات موزوں ساختہ اند۔ و پیش آں قصر فلک منظر طاقہائے بلند ساختہ فضائے وسیع محاذی آں از آہک و سنگ ترتیب دادہ اند و بزیر آں حوضے بطول پنجاہ گز و عرض سی گز بستہ اند و در اندرون آں قصر و ایوان ہا

وشاہ نشینہا حوضہا ساختہ بجرہائے ثقیل آب را از نشیب آں کوہ بفراز بردہ

جمیع حوضہا را از آب مملو ساختہ فوارہائے بلند را از آں زلال کوثر مثال

جوشندہ وچوں ابر مطیر در فضائے ہوا وسطح آب بارندہ گردانیدہ اند در دامنہ

کوہ فلک شکوہ مثابہ بروج عمارات دیگر کہ تجملات سلطنت و اثاثہ پادشاہی

دراں گنجد جابجا بنا نمودہ اند وآں جبل پر صفا ونور را مسمٰی بہ کوہ طور گردانیدہ

اند ۔ (۵۳)

مطلب یہ کہ کوہ طور بہت پرفضا جگہ تھی ۔ وہاں کی سرسبزی وشادابی کو دیکھکر محمد قلی قطب شاہ نے وہاں ایک سہ منزلہ محل بنوایا جس کے ایوان وسیع، اور شاہ نشین اور کمرے نہایت پر تکلف تھے ۔ اس محل کے سامنے اونچی اونچی کمانیں بنا کر سامنے کے صحن کو پتھر اور چونے سے ترتیب دیا ۔ اس کے نیچے ایک بہت بڑا حوض ۱۵۰ فیٹ لانبا اور ۹۰ فیٹ چوڑا بنایا گیا ۔ اس محل میں اور اس کے جملہ ایوانوں اور شاہ نشینوں میں ہر جگہ حوض اور فوارے بنائے گئے ۔ اور نیچے سے پانی اوپر اس طرح پہنچایا گیا کہ تمام فوارے بادل کی طرح فضا میں پانی برساتے رہتے تھے ۔ پہاڑ کے دامن میں بھی برجوں کی طرح عمارتیں بنائی گئیں تاکہ دوسری شاہی ضرورتوں کے کام آئیں ۔

تاریخ محمد قطب شاہی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس محل کے شاہ نشین کا طول ۹۰ فٹ

اور عرض ۶۰ فیٹ تھا۔ اور اس کا حوض ۱۳۵ فیٹ لانبا اور ۹۰ فیٹ چوڑا تھا

اور اس کی عمارت میں چار ایوان تھے۔ (نسخہ نواب سالار جنگ بہادر صفحہ ۲۶۹)

محمد قلی قطب شاہ نے جو نظم محل کوہ طور لکھی ہے اس میں اس نے حسب ذیل

باتیں بیان کی ہیں :-

چونکہ کوہ طور پر ہمیشہ خدائے تعالیٰ کی تجلی نظر آتی ہے اسلئے مخلوق

خدا اس کو دیکھنے آتی ہے اور اسکی روشنی سرمہ بنکر لوگوں کی آنکھوں

کو روشن کرتی ہے۔

اس طور کا منظر بہشت کے مانند ہے۔ آسمان کی روشنی

اس کے نور کے تلے چھپ جاتی ہے۔

اس محل کو دیکھ کر سب لوگ اپنی بھوک پیاس بھول جاتے ہیں

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس پر شاہ مرداں کی تجلی جھلک رہی ہے۔

اس کے بارہ برجوں پر بارہ اماموں کی نظر عنایت ہے اسی وجہ سے

اس محل پر ایمان کی روشنی چمکتی رہتی ہے۔

اس محل کا ہر ایک کنگورا اتنا بلند ہے کہ اس پر چڑھنے سے اسطرح

تمام عالم نظر آتا ہے جس طرح جام جہاں نما سے نظر آتا تھا۔ اس کے ہر

منارے پر شاہِ کنعاں کا حسن جھلکتا رہتا ہے۔

یہ محل اپنی بلندی اور روشنی کی وجہ سے ساتویں آسمان کا قطب تارا معلوم ہوتا ہے۔ اور تختِ سلیمان اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے جو فرامین نکلتے ہیں وہ اُجالے کی طرح تمام عالم میں جاری ہوجاتے ہیں۔

اس محل کا صحن آئینہ سکندر ہے جس میں ایران و توران کی روشنی بھی منعکس نظر آتی ہے۔

اس محل کے اطراف جو میدان ہے وہ اتنا نورانی اور بارونق ہے کہ اس کے مقابلہ میں چاند اور سورج بھی خود کو بے رونق سمجھ کر اسکو دیکھنے کے لئے روزانہ بیتاب ہوکر آتے ہیں۔

ساتوں اقلیموں میں اس محل کی نظیر نہیں۔ اس کی روشنی کے آگے سورج کا اجالا تارے کی روشنی نظر آتا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت سے چاند اور سورج کو لیکر اس محل کی بنیاد میں رکھ دیا گیا ہے اسی لئے یہ روشنی کی ایک کان نظر آتا ہے جسکی روشنی جواہرات کی تمام کانوں میں بھی جھلکتی رہتی ہے۔

اس محل کے کنگورے اتنے بلند ہیں کہ عرش کے قدم سے جا لگے ہیں۔

اسی لئے اس جگہ کا اجالا تمام دنیا کے لئے قبلہ گاہ بن گیا ہے۔

اس محل کے ہر شہ نشیں میں اور ہر برج پر بادشاہ کے حکم سے ہر روز

مہ جبینوں کی مجلس آرائیوں کی وجہ سے روشنی چمکتی رہتی ہے۔

اے قطب شاہ نبیؐ کے صدقے میں تو اس محل میں آرام و اطمینان سے

زندگی بسر کر کیونکہ اس میں شیر یزداںؑ کی تجلی بھی جھلکتی رہتی ہے۔

اس نظم سے ظاہر ہوتا ہے کہ محل کوہ طور اصل میں ایک شبستان کا کام دیتا تھا۔ جہاں بادشاہ اپنی پیاریوں کو لے کر اپنی زندگی عیش و نشاط کے ساتھ بسر کرنے جاتا تھا۔ ایسی اچھی تفریح کا مقام شاید پوری سلطنت میں کوئی نہ تھا۔ کیونکہ وہاں سے نہ صرف شہر حیدر آباد اور گولکنڈہ کی آبادی نظر آتی تھی بلکہ اطراف و اکناف کے باغوں اور محلوں کی اور رات کے وقت پورے پایہ تخت کی روشنی پیش نظر ہو جاتی تھی۔ اس مقام کی ان خصوصیتوں کی طرف قطب شاہی مورخ نظام الدین احمد نے بھی خاص طور پر توجہ کی ہے اور اُس کی حسب ذیل فارسی عبارت محمد قلی قطب شاہ کی اردو نظم کا بعینہٖ ترجمہ ہے۔ کیا تعجب ہے کہ یہ عبارت لکھتے وقت مورخ کے پیش نظر بانیٔ محل کی اصل نظم بھی ہو! مورخ لکھتا ہے:۔

"بر بالائے آں کوہ و عمارتِ فلک شکوہ بر آمدہ جہاں بین و خرم سواد

عمارات وخضرتِ بساتین وباغات چند انکہ حس بصر مشاہدہ نماید از اطراف بنظر در آوردہ از غایتِ فرح ونشاطِ علیش وعشرتِ انبساط فرمودند وماہرویانِ زہرہ جبیں وشاہدانِ حور العین بہ اطراف اورنگ شہریار خسرو آئیں حلقہ زدہ بخدمت قیام نمودند۔ وصراحی ہائے راح ارغوانی چوں آفتاب نورانی بر فراز آں کوہ تجلی نمود۔ وجامہا چوں بدر منیراز آب آتش انگیز لبریز شد۔ صلائے نوشانوش بہ محبوبان بادہ نوش در دادند" (ص۵۵)

یہ محل اور اس کے باغ کی سرسبزی وشادابی سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں بھی اسی طرح بہار پر تھی اور وہ اسی طرح استعمال ہوتا تھا۔ چنانچہ سلطان عبداللہ نے ۱۰۳۷ھ کے موسم برسات میں وہاں ایک مہینہ تک قیام کیا اور اپنے نانا محمد قلی کی سنت کو (بقول حدیقۃ السلاطین "دراں عشرت سرا روز وشب بہ عیش وعشرت وطرب اشتغال نمودند") پورا کیا۔

قطب شاہی سلطنت کے خاتمہ کے بعد یہ محل بھی ختم ہو گیا اور اسی کے کھنڈروں پر بعد کو قصر فلک نما بنایا گیا۔ نواب شمس الامرا کا قصرِ جہاں نما بھی محلِ کوہ طور ہی کے احاطہ میں تھا۔ اور امرا کی فرود گاہ کے کام آتا تھا۔ ان ہی

کھنڈروں پر جہاں نما بھی آباد ہوا ہے۔

خداداد محل اور محلِ کوہِ طور کے بعد سجن محل کا ذکر ملتا ہے۔ یہ اُن مجموعۂ محلات میں سے ایک تھا جو شہر کے وسط میں تعمیر کئے گئے تھے اور جنکو دولت خانۂ عالی کہتے تھے اور جنکی تعمیر اور خصوصیتوں کی تفصیل کا بیان اوپر گذر چکا ہے۔

سجن محل کے بارے میں مورخین لکھتے ہیں کہ :۔

"درگاہ ہفتم سجن محل است۔ عمارتِ عالی مقدار باصفا کہ بہ رشکِ فردوسِ بریں بروئے زمین تزئیں یافتہ جمعے از اعیان و فضلاء دراں مکان مقام دارند" (تاریخ ظفرہ ص ۱۴)

اِسی سجن محل سے متصل جانب مشرق ۳۰۰ فیٹ لانبا وہ مشہور و معروف ہال تھا جہاں صبح و شام مطبخ شاہی سے ہر قسم کے کھانے پک کر آتے اور دس ہزار اشخاص (جن میں زیادہ تر سادات' علما' فضلا' امرا اور مجلسی شریک تھے) ہر وقت شاہی دسترخوان سے بہرہ مند ہوتے۔

سجن محل کے متعلق محمد قلی نے جو نظم لکھی ہے اس میں محل سے زیادہ اس نازنین کا تذکرہ کیا ہے جو اس محل میں اس کے دل پر قابض ہو گئی تھی۔ اس نظم کے مطالعہ سے مورخوں کی وہ توضیح مشتبہ ثابت ہوتی ہے کہ اس محل میں اعیان

فصت... ٹھہرا کرتے۔ یہ محل اصل میں شاہی زنانہ محل تھا جیسا کہ خود نام سے بھی ظاہر ہے... یہ ثبوت خود یہ نظم ہے جس میں بادشاہ لکھتا ہے کہ :۔

میری پیاری سجن محل میں بن سنور کر ناز و غمزہ کے ساتھ آئی۔ اور میری بال بال بن کر اس نے مجھے زندگی کا پیالا پلایا۔ اس کا اثر میرے سر میں پھر سے چڑھ گیا ہے۔ کیونکہ پھر اس نے اپنی خماری آنکھوں کی بھٹّی ناز سے چڑھائی ہے۔

اس نے اپنے بالوں میں چاند اور سورج اور تاروں کی طرح پھول گوندھے ہیں۔ ان پھولوں اور ان بالوں سے مجھے ایک دوسرا آسمان نظر آنے لگا۔

بھووں میں گرہ ڈالکر مجھ سے کہتی ہے کہ پیالا پیو اور اپنے ہونٹوں کے نُقل کے ساتھ مجھ کو ملائی کھلاتی ہے۔

اپنے گلالی گالوں پر اس نے پھولوں کا طرہ گوندھ کر لگایا ہے‘ اپنے گلے میں نورتن کے ہار ڈالے ہیں اور اپنے آنچل کی چمک میں ہزاروں بجلیوں کا منظر پیدا کر دیا ہے۔

سجن محل اُس وقت لٹ گیا جب سلطان عبداللہ کے عہد میں مغلوں نے حیدرآباد پر اچانک

حملہ کیا اور بادشاہ کو یکایک محلات چھوڑ کر قلعہ گولکنڈہ میں پناہ لینی پڑی اور حملہ آوروں نے حیدرآباد کے شاہی محلات کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

اعلیٰ محل اور حیدر محل[1] کی نظموں میں بھی بجائے محل کی زیب و زینت اور خصوصیات کا بیان کرنے کے اعلیٰ سکی اور حیدر پیاری کی تعریف کے گن گائے ہیں اسی طرح قطب مندر کی نظم میں بھی زیادہ تر اپنے محبوبوں کی تعریف اور اپنی محفلوں کی رونق کا ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ "اس کے محلوں میں ہر جگہ آئینے لگے ہوئے تھے اور موتیوں کا فرش رہتا تھا۔ اور اس کی بیگمات راتوں کو چاند کی طرح چمکتیں اور باتوں باتوں میں شراب کے پیالے پی جاتیں۔ اُن کی آنکھوں کی ضیا آسمان تک پہنچ جاتی اور یہ آنکھیں باغ فردوس کو قطب مندر کے مقابلہ میں ہیچ دیکھ کر ہنسنے لگتیں۔ جواہرات ان کے نورتن جیسے جسموں پر رہکر خوشیاں مناتے" اور اسی طرح کے مضامین مسلسل کئی اشعار میں باندھتا چلا گیا ہے۔

یہ تو محلات شاہی سے متعلق نظموں کا ذکر تھا۔ ان محلات کے علاوہ عید قرباں کی ایک نظم میں ایک اور محل کا ذکر کیا ہے اور وہ حنا محل ہے معلوم ہوتا ہے کہ محل میں بھی وہ ایک عرصہ تک فروکش رہا تھا۔ اور بقرعید کی محفل اسی میں سجائی

---

[1] حیدر محل کا نام حیدر منڈوہ بھی تھا اور یہ بھی سیر تماشا و تفریح کیلئے کام آتا تھا (گلزار آصفیہ صفحہ ۲) یہ خداداد محل کا پانچواں طبقہ "حیدری محل" نہیں بلکہ ایک بالکل دوسرا محل تھا۔

تھی۔ وہ عید قرباں کی نظم کے آخر میں کہتا ہے :۔

اے قطب شاہ تو نے نبی کے صدقے میں حناں محل میں عشرت کو

پکڑ کر بسا دیا ہے۔

اس کا شعر ہے ؎

صدقے نبیؐ کے قطبا حنّاں محل میانے عشرت پکڑ بسایا صلوات بر محمدؐ

حناں محل اصل میں حنا محل ہے۔ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ بادشاہ نے لفظ حنا کو تشدید کے ساتھ حِنّا کیوں استعمال کیا ہے۔ یہ محل اُس جگہ بنایا گیا جہاں اب سرکاری زنانہ دواخانہ یا زچگی خانہ واقع ہے۔ یہ اصل میں محمد قلی کے سپہ سالار ملک امین الملک کا باغ تھا اور اسی لئے امین باغ کے نام سے کئی سو سال سے مشہور ہے۔ اور اب بھی بعض پرانے لوگ اس کو امین باغ ہی کہتے ہیں۔ ملک امین الملک کا باغ ندی کے کنارے سے لیکر خدا داد محل اور دولت خانۂ عالی تک پھیلا ہوا تھا۔ غالباً ملک امین الملک کے انتقال کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ اس باغ میں ایک حنا محل بنایا جائے چنانچہ ایک مہینہ کے اندر ایک مکمل عمارت تیار کر دی گئی۔ اس کے متعلق لکھا ہے :۔

معماران در مدت یک ماہ قصر مکمل "حنا محل" را در حسن تقطیع بغایت

وسیع اساس نہادہ غیرت افزائے فردوس بریں و رشک پیرائے

نگار خانۂ چیں ساختند۔

قطعہ

زاں رفیع آمد چو قصر چرخ ایں عالیمقام — کز علو قدر بانی بازمی گوید بنا

از ہوائے او صبا بوے گرفت و میدہد — خاک را پیرانہ سر بوئے جوانی از جنا

اہل دولت را فضائے دلکشائے او بود — در لطافت ہمچو جنت دلفروز و جانفزا (تاریخ ظفرہ ۱۹)

نوٹ۔ بعض تاریخوں میں محمد قلی کے ایک جناں محل کا بھی ذکر ہے، معلوم نہیں کہ محمد قلی نے نظم حنان محل خنا محل سے متعلق لکھی تھی یا جناں محل سے متعلق یا یہ کسی اور محل سے متعلق ہے جس کا ذکر تاریخوں میں درج نہیں۔

محلات شاہی کے بعد ہمیں کلیات محمد قلی میں **باغ محمد شاہی** سے متعلق ایک نظم ملتی ہے جس کے مطالعہ سے اُس زمانہ کے باغوں، درختوں، پھلوں اور پھولوں کے متعلق دلچسپ علم حاصل ہوتا ہے۔ افسوس ہے کہ یہ نظم بھی مکمل نہیں معلوم ہوتی ورنہ آج سے ساڑھے تین سو سال قبل کے دکنی باغوں کی تفصیل عہد حاضر کے صاحبان ذوق کی چمن بندیوں میں مفید ثابت ہوتی۔

محمد قلی قطب شاہ کا ذوق کتنا پختہ تھا کہ اُس نے کشادہ بازاروں نفیس حماموں اور عالیشان محلوں کے ساتھ حیدر آباد کے شایان شان باغ بھی تعمیر کئے تھے۔ اس کی اس نظم سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ اس زمانہ میں

باغوں کے اطراف چار دیواری ہوتی تھی جو زیادہ بلند نہ ہوتی۔ کیونکہ اس پر سے تمام درخت اور ان کے پھل اور پھول نظر آتے تھے۔ چار دیواری کے ساتھ ساتھ سڑک بنائی جاتی جہاں سے باغ کے مناظر دکھائی دیتے تھے' اور جس پر اس کے پھولوں کی خوشبو مہکتی رہتی۔ پھولوں میں اُس نے چنپا کلی کا خاص کر ذکر کیا ہے۔ اور پھلوں میں انگور' انار' کھجور' سپیاری' ناریل' جامن' اور محمد پھل کا۔ محمد پھل سے مراد غالباً بادام ہے کیونکہ اس سے آنکھوں کو تشبیہہ دی ہے۔ تعجب ہے کہ محمد قلی نے آم اور جام (امرود) کا ذکر نہیں کیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آم ہی کو محمد پھل کہا ہو۔ انگور اور کھجور عہد حاضر کے حیدر آبادی باغوں میں کم نظر آتے ہیں۔

باغ محمد شاہی کا محل وقوع تاریخوں سے اُس جگہ معلوم ہوتا ہے جہاں اب مہ عالم کی بارہ دری' نئے پل کا دروازہ' یوسف گنج اور چھپنہ واقع ہے۔ یعنی دلی دروازہ کے جانب مغرب تو ملک امین الملک کا باغ تھا اور جانب مشرق باغ محمد شاہی۔ یہ باغ ندی سے لیکر بلدیہ اور دارالشفا کی عمارت' پرانی حویلی اور دیوان ڈیوڑھی تک پھیلا ہوا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ دارالشفائے شاہی اور ندی کے درمیان کوئی عمارت نہ تھی بلکہ باغ ہی باغ تھا کہ مریضوں کو کھلی اور صاف ہوا ملے۔ اس باغ میں ایک طرف کو ایک محل بھی بنایا گیا تھا۔ یہ محل غالباً اُسی جگہ واقع ہوگا جہاں

اب نواب میر عالم کی مشہور و معروف بارہ دری کھڑی ہے۔ اس باغ کے متعلق تاریخ ظفرہ میں لکھا ہے:—

"باغ و بستاں در اطراف آں قصر ہویدا است۔ رشک افزائے خلد بریں و میوہ ہایش چوں عنا قد پرویں۔ مثنوی

خاکش از نیکوئی عبیر سرشت — میوہ ہایش چوں میوہ ہائے بہشت

تاک انگور کج نہادہ کلاہ — دیدہ در حکم خود سفید و سیاہ

شاخ نارنج و برگ تازہ ترنج — نخلبندے کشادہ بر سر گنج

شاہ جم جاہ اکثر اوقات دریں باغ فردوس صفات یا پری پیکراں دل ربا و اسیرانِ ماہ لقا نہالِ طرب در چمن لہو لعب نشاندہ جرعۂ شادکامی بر عالمِ فانی می افشاند"

باغ محمد شاہی پر جو نظم لکھی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ اِس کے مطالعہ سے واضح ہوگا محمد قلی کس پایہ کا شاعر تھا اور وہ درختوں، پھولوں، اور پھلوں پر کیسی نظم لکھ سکتا تھا:—

محمد قلی کا یہ تمام چمن محمدؐ کے نام سے سرسبز و شاداب ہو رہا ہے۔ اسی وجہ سے اپنے طوبیٰ جیسے درختوں کی وجہ سے یہ چمن جنت کی طرح سہانا

معلوم ہوتا ہے۔

جس طرح فانوس کے اندر سے چراغوں کی روشنی خوبصورت نظر آتی ہے اسی طرح دیواروں کے پیچھے سے میووں اور پھولوں کے جسم نظر آ رہے ہیں۔

پھول لگانے کے لئے اس چمن کی ہوا دمِ عیسیٰ کا کام کرتی ہے اور سبز نہالوں کی خبر مشاطہ کی طرح لوگوں تک پہنچاتی ہے تاکہ لوگ آکر ان کی بہار دیکھیں۔

سڑک سے جب میں باغ کو دیکھتا ہوں تو خوشی سے میرے دل کی کلی کھل جاتی ہے اور اس کی خوشبو سے دنیا مہکنے لگتی ہے۔

چمن میں پھولوں کو کھلتا ہوا دیکھ کر سکیوں کا منہ یاد آتا ہے اور [illegible] کی آنکھیں زیب دیتی ہیں۔

چنپا کی کلی ناک کی طرح نظر آ رہی تھی جس کی دو پتیاں دو پہلوؤں کی طرح ہیں اور اس جگہ بھونرے کو تل کی طرح دیکھ کر سب کا دل حیران ہو گیا۔

لاکھوں انگوروں کے خوشے ثریا اور سنبلہ کی طرح دکھائی دیتے ہیں

اور اس انگور کے منڈوے کی تازگی کے سامنے آسمان پرانا نظر آتا ہے۔

اناروں میں دانے ایسے ہی معلوم ہوتے ہیں جیسے یاقوت کی پتلیاں ہیں۔ اور کھجوروں کے خوشے مرجان کے ہنجول کی طرح نظر آتے ہیں اور سپیاروں کے لال خوشے دن اور رات کی طرح سیاہ و سفید نظر آتے ہیں

ناریل کے پھل زمرد کے مرتبانوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں اور اسکے تاج کو اہل دکن پیالہ کہتے ہیں۔

جامن کے پھل بن میں سالم نیلم کی طرح نظر آتے ہیں اور اس کو اس لئے رکھا ہے کہ دوسرے میووں کو نظر نہ لگے۔

اس باغ کی تعریف و توصیف کے لئے سوسن نے بھی دس زبانیں کھولی ہیں اور دکن اپنی سب سندریوں اور حسینوں کی وجہ سے کھلی ہوئی نرگس کی طرح بارونق ہو گیا ہے۔

چمن کا شہرہ سن کر بلبل سب آپس میں خوشی سے الاپ رہے ہیں اور ان کی آواز سن کر جنت کی حوریں رقص کر رہی ہیں۔ جس کو دیکھکر درخت مست ہو رہے ہیں اور اپنے پتوں جیسے ہاتھوں سے تالیاں بجا رہے ہیں۔ ڈالیاں پھولوں کی شراب جیسی خوشبو سے مست ہو کر ڈول رہی ہیں۔

شاید یہ شبنم کی شراب ہے یا کسی کے ہونٹوں کے عرق کا پیالہ - یہ بھی اچھا ہے اور وہ بھی اچھی بشرطیکہ اے محبوب تیرے ساتھ ملکر پینے کا موقع ملے۔"

باغ محمد شاہی کے ذکر کے ساتھ ہی اس واقعہ کا اظہار بھی ضروری ہے کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کو سر سبزی و شادابی سے خاص دلچسپی تھی - وہ برسات اور پانی کا دیوانہ تھا - جہاں جہاں پانی مل سکتا تھا وہاں اس نے محل باغ' اور عمارتیں بنادیں اور جہاں پانی نہیں پہنچ سکتا تھا وہاں تک پانی لانے کی جر ثقیل وغیرہ کے ذریعہ سے ایسی ایسی ترکیبیں کیں کہ آج عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ ایسے قدیم زمانہ میں یہ کیونکر ممکن تھا -

چارمنار اور کوہ طور جیسی بلندیوں پر حوض بنا کر ان میں پانی پہنچانے کا تذکرہ گذر چکا ہے - اس کے علاوہ داد محل' دولت خانۂ عالی اور محل کوہ طور کے عجیب و غریب حوضوں اور فواروں کے احوال بھی درج ہو چکے ہیں - اسطرح بہتے ہوئے پانی سے لطف اٹھانے کیلئے اس نے موسی ندی کے کنارے ایک ندی محل بھی بنایا تھا جس کی تعریف میں مورخین[1] رطب اللساں ہیں - شاہی محلات کے علاوہ محمد قلی نے عوام کے لئے بھی بازاروں میں پانی کی نہریں دوڑادی تھیں اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ شاہ جہان آباد اور نہر چاندنی چوک کی تعمیر میں

[1] تاریخ ظفرہ ص۱۵ و ص۱۶ - اور تاریخ قطب شاہی نسخہ سالار جنگ بہادر ص۲۵۲

ابھی نصف صدی سے زیادہ زمانہ باقی تھا۔

حیدرآباد کے اکثر بازاروں میں دونوں طرف پانی کی نہریں بہتی رہتی تھیں[۱]
اور ان کے کنارے سایہ دار درخت لگائے گئے تھے۔ ایک مغربی سیاح ولیم میتھولڈ
لکھتا ہے کہ :۔

"شہر حیدرآباد اپنی خوشگوار آب و ہوا اور پانی کی بہتات کی بدولت
ہندوستان کا بہترین شہر ہے" (گولکنڈے کے تعلقات ص۹)

عہد اورنگ زیب کے مورخ خافی خاں نے لکھا ہے کہ :۔

"خوبیہائے آں شہر لطافت و آب و ہوائے آں سرزمین و حسن ہائے
نمکین آں سبز فام و سیر حاصلی آں مرزبوم اگر پردازم از سر رشتہ سخن
بازمی مانم" منتخب اللباب جلد دوم ص۳۶۸۔

اسی طرح شہنشاہ اورنگ زیب کے خاص مورخ محمد ساقی نے بھی جو فتح گولکنڈہ کے
وقت ہمرکاب تھا حیدرآباد کی اس خصوصیت کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتا
ہے :۔

"رطوبت ہوا، و عذوبت روانی چشمہا، شادابی سبزہ، بہ مرتبہ کہ

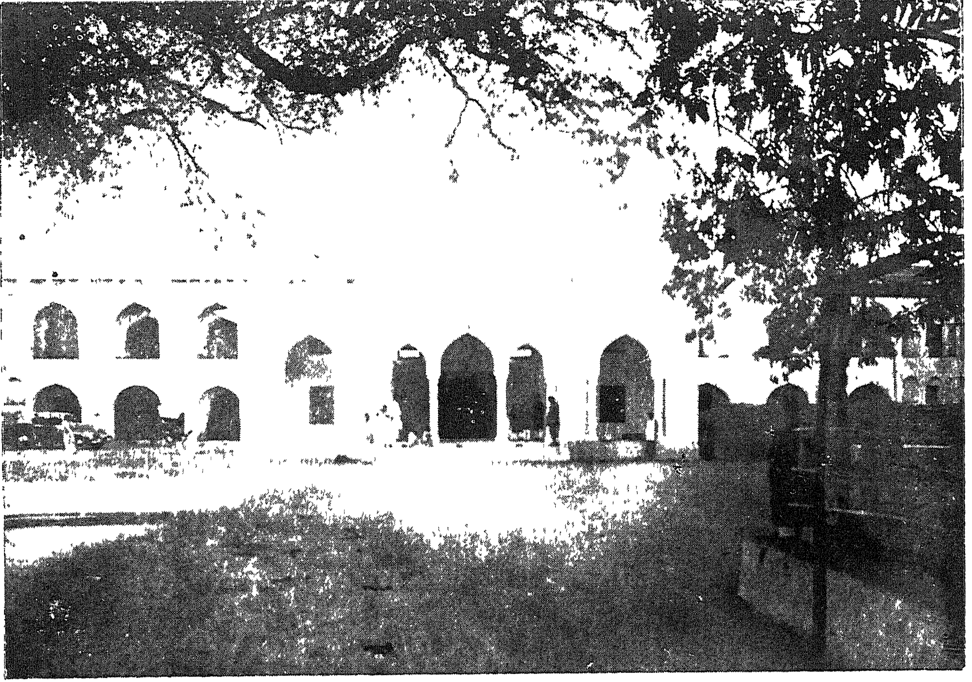
---

[۱] حدیقۃ العالم مقالہ اول ص۲۱۵ مطبوعہ مطبع سیدی حیدرآباد دکن۔

پنداری گل وسبزۂ ایں سرزمین راآب ورنگِ زمرد ولعل است ۔" (ماثرعالمگیری)[۳۲]

افسوس ہے کہ محمد قلی کے بنائے ہوئے محل آج حیدرآباد میں باقی نہیں ہیں لیکن جو محل قلعہ گولکنڈہ میں اب تک شکستہ و بوسیدہ حالت میں موجود ہیں ان کے دیکھنے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ چھ چھ سات سات منزلہ عمارتوں میں بھی اوپر تک پانی پہنچانے کے انتظامات موجود تھے اور بعض محلوں کی چھتوں پر اب تک حوض موجود ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام قطب شاہی سلاطین پانی کے بے حد دلدادہ تھے اور ان میں بھی محمد قلی کو تو خاص طور پر اس سے دلچسپی تھی۔ جس کا مزید ثبوت اُس عنوان کے تحت ملے گا جو محمد قلی کی مصروفیتوں اور آغازِ باراں سے متعلق آئندہ صفحات میں درج ہے۔

حوضوں اور نہروں کے علاوہ محمد قلی نے متعدد حمام مسجدیں، عاشورخانے، لنگرخانے، مدرسے، مہمان خانے، کارواں سرائیں، اور دواخانے بھی بنائے تھے۔ جن میں سے چند حماموں، اکثر مسجدوں اور عاشورخانوں، متعدد کارواں سراؤں اور شاہی دارالشفا کی عمارتیں یا اُن کے آثار اب تک باقی ہیں۔ اور اس شکستہ حالت میں بھی ظاہر کرتے ہیں کہ محمد قلی کس اعلیٰ ذوق اور شان و شوکت کا بادشاہ تھا۔ وہ نزاکتوں سے زیادہ شکوہ اور بڑائی کا دلدادہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ



دارالشفا۔ حیدرآباد کا قدیم ترین دواخانہ جو محمد قلی قطب شاہ نے
شہر حیدرآباد کی آبادی اور تعمیر کے بعد بنایا تھا۔

حیدر آباد اور گولکنڈہ کی اکثر عمارتیں جسامت، مضبوطی، اور بلندی کی وجہ سے ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔ لیکن اس مضبوطی اور بلندی کے ساتھ ساتھ خوبصورتی اور لطافت کا بھی خاص طور پر خیال رکھا گیا تھا۔ چنانچہ ابوالقاسم فرشتہ جس نے اکبر اعظم کے بنائے ہوئے آگرہ، لاہور اور فتح پور سیکری جیسے عظیم الشان مغلیہ شہروں میں بودوباش کی تھی حیدر آباد کے متعلق لکھتا ہے:۔

"شہرے کہ در تمامیِ ہندوستان شرقاً و غرباً شمالاً و جنوباً مثل آں در لطافت و صفا ہرگز یافت نمی شود۔" (تاریخ فرشتہ مقالہ سوم ص۱۷۳)

موسیو ٹیورنیر فرانس کا رہنے والا تھا جس کا پایہ تخت پیرس قدیم زمانہ ہی سے عروس البلاد سمجھا جاتا ہے۔ یہ جب حیدر آباد آتا ہے تو اپنے سیاحت نامہ میں لکھتا ہے کہ:۔

"شہر نہایت سلیقہ سے بنایا گیا ہے اور اس میں بڑے بڑے راستے ہیں...... چار پانچ کاروان سرائیں موجود ہیں جو دو منزلہ ہیں......" (جلد اول ص۱۲۳)

آخر میں حدیقۃ العالم کا ایک بیان نقل کردینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جس کے مطالعہ سے سلطان محمد قلی کے ذوق تعمیر اور شہر حیدر آباد کی ابتدائی حالت کا اندازہ

ہو سکتا ہے :۔

"در ہر بازارے چند چہار سو کہ بہ ہندی چوراہا گویند متساوی الاضلاع وسوائے آں بازار ہائے دیگر۔۔۔۔۔۔ ودکاکین چہاردہ ہزار گفتہ اند' در پیش ہر دکان ایوانے' وماورائے ایں از محلہ ہا' وحمام ہا' وخانقاہ' و مدرسہ ومسجد ولنگر ومہمان خانہا۔ دو دہ اندہ ہزار مکان بر لوح عمارت کشیدند۔۔۔۔۔۔ مجموع عمارات کوچہ وبازار وغیرہ را از سنگ وآہک بہ تکلف ہر چہ تمامتر بر آوردند۔ ومنازل بادشاہی بہ نوعے ساختند کہ مسافران اقالیم سبعہ نظیر آں در ہیچ ملک نشان نمی دہند۔"

(مقالہ اول ص ۲۱۵)

عیدوں اور تہواروں کی ترویج

سلطان محمد قلی قطب شاہ کو خدا نے قلب و دماغ کی نہایت اعلیٰ قوتیں ودیعت کی تھیں وہ نہ صرف ایک بہت بڑا بادشاہ تھا بلکہ ایک زبردست صناع، تعمیر کار، اور شاعر بھی تھا۔ ساتھ ہی ایک بلند مرتبہ مصلح قوم، مجتہد وقت، منصف، رعایا پرور، اور فیاض و رحمدل بھی تھا۔ اس نے اپنے عہد حکومت میں کسی کو سزائے موت نہیں دی۔ اس کے دسترخوان پر کسی وقت ایک ہزار سے کم آدمی نہ ہوتے اور اس کے دسترخوان کی طرح اس کے دربار اور داد محل کے دروازے بھی ہر وقت ہر کس و ناکس کے لئے کھلے رہتے۔ مشہور مورخ ابوالقاسم فرشتہ نے اگر دوسرے بادشاہوں کے مقابلہ میں اس کو حلیم الروف لکھا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اس میں خدا نے ایسی ایسی عجیب و غریب اور متضاد و مختلف خصوصیتیں یک جا کر دی تھیں کہ تاریخ میں ایسی مستجمع الصفات شخصیت بہت کم نظر سے گذرتی ہے۔

ابھی ہم نے اس کے عظیم الشان شہر حیدر آباد کی تعمیر و آرائش و زیبائش کے متعلق لکھا ہے اور اب ہم اس کی تنظیمی قابلیت اور ثقافتی ذوق کے متعلق چند معلومات فراہم کریں گے۔ یہ ہم کو معلوم ہے کہ اس کے عہد میں کبھی کبھی کچھ لڑائیاں اور بغاوتیں ہوئیں لیکن اس نے اپنی طبعی صلح پسندی کی وجہ سے ان کو بڑھنے نہ دیا اور کشور کشائی کے مقابلہ میں صلح و آشتی کو ترجیح دی اور آخر کار ایسے کام کئے کہ رعایا کے دلوں کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اسی سلسلہ میں اس نے متعدد عیدوں اور تہواروں کو رائج کیا تاکہ اس کا ملک عمرانی اور سماجی نقطہ نظر سے بھی ایک خاص سطح پر پہنچ جائے۔ اور اہل ملک کو سال بھر میں مختلف مواقع ایسے حاصل ہو سکیں جن میں وہ دل کھول کر اپنے انسانی جذبات کا اظہار کر سکیں۔ ایسے مواقع یوں تو سال میں کئی دفعہ آتے ہوں گے۔ لیکن محمد قلی کے کلیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بارہ چودہ ایسی اہم تقریبیں مقرر کر دی تھیں جو خاص اہتمام سے منائی جاتیں۔ اور عوام کے علاوہ خود بادشاہ بھی ان میں ذاتی دلچسپی لیتا۔ یہ تقریبیں حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ محرم ۲۔ عید میلاد نبیؐ ۳۔ عید بعثت نبیؐ ۴۔ عید سوری ۵۔ عید مولود علیؓ ۶۔ عید غدیر ۷۔ شب برات ۸۔ عید رمضان ۹۔ بقر عید ۱۰۔ نوروز ۱۱۔ بسنت ۱۲۔ سالگرہ بادشاہ ۱۳۔ مرگ سال (آغاز برسات) ۱۴۔ شب معراج۔

ان میں چار ایسی تھیں جو بین قومی سمجھی جاتیں اور جن میں ہندو اور مسلمان سب شریک ہوتے، یعنے :۔ ۱۔ سالگرہ بادشاہ ۲۔ آمد برسات ۳۔ نوروز اور ۴۔ محرم۔

محرم کی نسبت خود محمد قلی کے موجودہ کلام سے کچھ زیادہ معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اُس کے صرف چند ہی مرثیے ملے ہیں۔ حالانکہ اُس نے بیسیوں مرثیے لکھے تھے جو اس کے مکمل دیوان (کتب خانہ آصفیہ) میں موجود تھے۔ اور جملہ تاریخوں میں یہ امر وضاحت کے ساتھ درج ہے کہ حیدرآباد میں محرم کی تقریبوں کا آغاز سلطان محمد قلی قطب شاہ ہی نے کیا تھا۔ تعزیہ داری اور مجلسیں اسی کی قایم کی ہوئی ہیں جو آج تک جاری ہیں۔ حیدرآباد میں سب سے پہلا علم اسی کا بٹھایا ہوا ہے جو اب تک موجود ہے اور جس کا ذکر گذر چکا ہے۔

محرم کے مراسم کو محمد قلی نے اس خوبی سے رائج کیا کہ شیعوں کے علاوہ سنیوں اور ہندوؤں نے بھی ان ایام کو خاص اہتمام سے منانا شروع کیا اور خاص کر محرم کے ابتدائی دس بارہ روز تک تو ایسی مصروفیتیں رائج ہوگئیں جن میں سلطنت قطب شاہیہ کا ہر متنفس (خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو) حصہ لیتا تھا۔

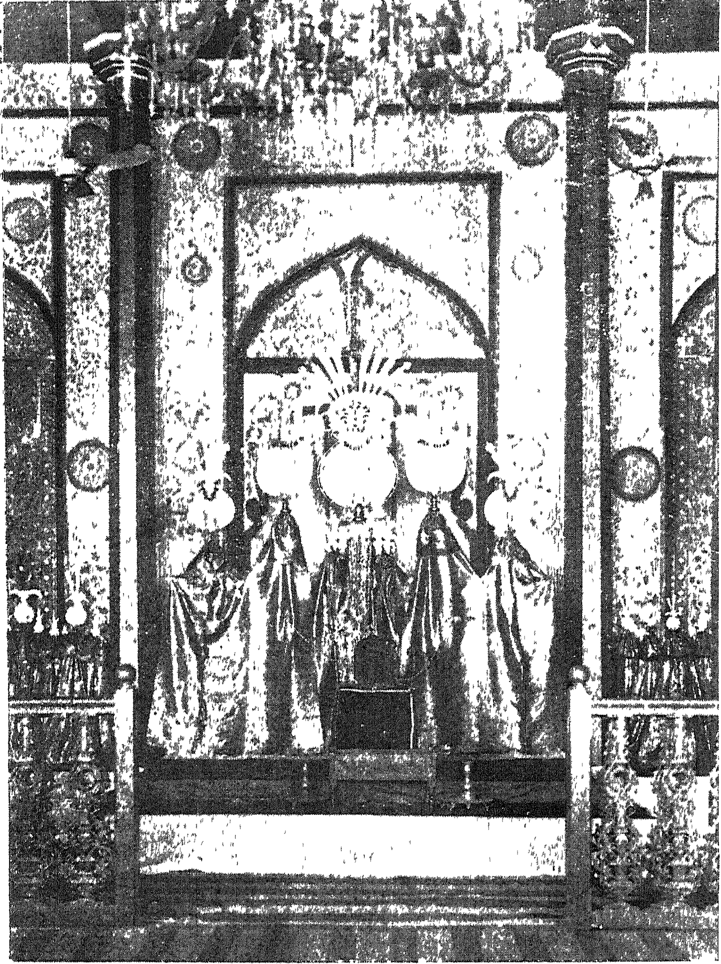
اس کے متعلق مورخین لکھتے ہیں کہ :۔

"قطب شاہی سلطنت کا قدیم طریقہ ہے اور خاص کر محمد قلی قطب شاہ کے

زمانہ سے یہ رواج ہے کہ محرم کا چاند دیکھتے ہی خود بادشاہ بھی اورنگ زرنگار سے اتر جاتے اور لباس شاہی کو جامۂ عزا سے تبدیل کر دیتے ہیں۔ اور تمام ممالک محروسہ میں حکم نافذ ہے کہ کہیں کوس، نقارہ، طبل یا دمامہ نہ بجے، اور گانے بجانے والے بھی اپنے آلات کو غلافوں میں رکھ دیتے ہیں شاہی اور عام باورچیخانوں میں گوشت کی آمد بند ہو جاتی ہے۔ تاڑی، سیندھی، بھنگ اور دیگر نشہ آور چیزوں کی دکانیں بند کر دی جاتی ہیں، نہ قصاب لوگ گوشت بیچتے ہیں اور نہ تنبولی پان۔ اسی طرح شہر کے حماموں میں حجام بھی اپنا کام بند کر دیتے ہیں۔ "و احکام مذکور بر جمیع مسلم و کافر طبقات انام دریں ایام غم انجام در ممالک محروسہ جاری می دارند۔" (حدیقۃ السلاطین قطب شاہی[42])

ایام محرم میں محمد قلی قطب شاہ کی دریا دلی میں اور اضافہ ہو جاتا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ :-

بارہ اماموں کے لنگر میں ۶۰ ہزار ہون مجاوروں اور خادموں کے وظیفوں اور دیگر امور میں صرف ہوتے۔ اور محرم کے بعد بارہ ہزار ہون اور خرچ کیا جاتا جو زرِ عاشوری کہلاتا۔ اس کے علاوہ نجفِ اشرف، کربلائے معلیٰ اور دیگر مقامات کو ہر سال ایک لاکھ ہون تقسیم کے لئے



بادشاہی عاشور خانہ جسکی دیواروں پر محمد قلی قطب شاہ نے کارکاشی
کا نہایت نفیس کام کرایا ہے۔

روانہ کئے جاتے۔ (تاریخ ظفرہ ص۲۱)

عزاداری کو شایانِ شان طریقہ پر منانے کے لئے محمد قلی نے محل کے عاشورخانہ کے علاوہ ۱۰۰۳ھ میں ایک بادشاہی عاشورخانہ بھی تعمیر کرایا جس میں ساٹھ ہزار روپیہ صرف ہوئے[۱] یہ عمارت بارہ گز (یعنے ۳۶ فیٹ) بلند رکھی گئی اور اب تک موجود ہے اس میں چودہ معصوموں کے نام کے ۱۴ علم استادہ کئے گئے۔ ان علموں کو استادان نادر اور ہنرمندان ماہر نے اپنے اپنے کارناموں کے طور پر بنایا ہے اور چودہ گز کے زربفتی تھان جن میں شاہی شعرباقوں نے قرآنی آیتیں اور ادعیۂ ماثورہ نہایت کمال کے ساتھ بُن دی ہیں، ان علموں کو پہنائے جاتے ہیں اور عاشورخانہ کے صحن میں طاقچوں کی دس صفیں ایک دوسرے کی متوازی بنادی گئی ہیں اور ہر صف میں تقریباً ایک ہزار طاقچے ہیں تاکہ اتنے ہی چراغ روشن ہوں۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ پہلی شب میں پہلی صف روشن کی جاتی ہے، اور دوسری میں پہلی اور دوسری۔ اسی طرح دسویں کی رات کو پوری دس صفیں روشن ہوجاتی ہیں اور دس ہزار چراغوں کی روشنی سے عاشورخانہ بقعۂ نور بن جاتا ہے۔ ان کے علاوہ بڑے بڑے چراغدان بھی بصورت اشجار پرشاخ بنائے گئے جن میں سے ہر ایک میں ایک سو بیس ۱۲۰ شمعوں اور چراغوں کی روشنی کا انتظام

---

[۱] تاریخ گلزار آصفی ص۲۵۔

کیا گیا اور ان پیتلی جھاڑوں کو عاشور خانہ کے دالانوں کے برابر رکھا جاتا ہے۔ اور خود ایوان میں اور حوض کے اطراف قد آدم سے بھی بلند کافوری شمعیں ہر رات روشن کی جاتی ہیں۔[1]

عاشور خانہ میں سیاہ پوش عزاداروں کا صبح و شام اژدہام رہتا تھا۔ خوش آواز ذاکر اور خوش خواں نغمہ پرداز دلسوز مرثیئے اور غم انگیز اشعار اس درد و اثر سے پڑھتے رہتے کہ سننے والوں پر بے اختیار رقت طاری ہو جاتی۔ عصر کے وقت خود بادشاہ بنفشئی رنگ کا لباس پہن کر آہستہ رفتار سواری میں یا سیاہ مخمل کے سنگاسن میں بیٹھکر جملہ سیاہ پوش مقربوں، مجلسیوں، امیروں اور وزیروں کے ساتھ الاوہ میں آتا اور دو خوش آواز ذاکر شاہی سنگاسن کے دونوں طرف خود بادشاہ کے مصنفہ مرثیے پڑھتے ہوئے آتے۔ جب بادشاہ عاشور خانہ کے دروازہ میں داخل ہوتا تو سواری سے اتر کر برہنہ پا آتا اور اپنے ہاتھ سے علموں پر پھول چڑھاتا اور شام کے وقت تمام کافوری شمعوں اور ایوان کے برابر کے چراغوں کو بھی اپنے ہاتھ ہی سے روشن کرتا۔ اس وقت مرثیہ خوانی ہوتی رہتی اور ائمہ معصومین کی مدحیں پڑھی جاتیں۔ چراغ روشن کرنے کے بعد ایک فصیح و بلیغ خطیب کھڑے ہو کر شہدائے کربلا کی ارواح کے لئے باآواز بلند

---

[1] حدیقۃ السلاطین ص ۴۳۔

فاتحہ پڑھتا۔ جس کے بعد بادشاہ دولت خانۂ عالی کی طرف واپس ہوجاتا اور وہاں کے عاشور خانہ میں امرا و وزرا کے ساتھ آدھی رات تک ماتم و مرثیہ خوانی میں بسر کرتا۔ یہاں کندوری جو بغیر گوشت کے قسم قسم کے تکلفات سے تیار کی جاتی اور شربت اور ٹنک مک وغیرہ کی تقسیم عمل میں آتی۔ (حدیقہ ص۴۴)

یہ اوقات حدیقۃ السلاطین میں دراصل سلطان عبداللہ قطب شاہ کے متعلق درج ہیں۔ لیکن اس بیان کی ابتدا میں صاف صاف لکھدیا ہے کہ یہ دستور محمد قلی قطب شاہ کے زمانہ سے جاری ہے۔ اس لئے سلطان محمد قلی بھی کم وبیش اسی طرح عمل کرتا ہوگا۔ کیونکہ سلطان عبداللہ کے متعلق جملہ تاریخوں میں یہی لکھا ہے کہ وہ اپنے باپ سے زیادہ اپنے نانا محمد قلی کی پیروی کرتا تھا اور کوئی تعجب نہیں کہ محرم کے جملہ مراسم میں اُس نے اپنے نانا ہی کی پیروی کی ہو۔

اس تفصیل سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ خود بادشاہ کے مرثیے بھی ایامِ محرم میں پڑھے جاتے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ سلطان محمد قلی نے بیسیوں مرثیے لکھے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کے جملہ مرثیئے دستیاب نہ ہوسکے۔ لیکن جو ملے ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محرم کے آغاز کے ساتھ ہی مرثیہ نگاری شروع کردیتا تھا۔ چنانچہ دیوان کے پہلے مرثیہ میں لکھتا ہے:۔

محرم کے مہینے میں اماموں کا غم پھر سے آیا ہے جس کی وجہ سے زمین اور

آسمان میں دوبارہ رنج والم کا دور دورہ ہو گیا۔

زمین پر اس ستم و بلا کی وجہ سے اتنا شور و غوغا پیدا ہوا اور دلوں میں

اتنا دکھ بھر گیا کہ سانس اندر جانے کے بعد باہر نکلتے ڈرتی ہے۔

سورج اماموں کے غم میں جل جل کر آگ کا شعلہ بن گیا ہے اور پونم کے

چاند نے اس غم میں خود کو کوئلے کی طرح جلا دیا ہے۔

اے مسلمانو اپنے آنسوؤں سے ندیاں بہاؤ کیونکہ اماموں پر ستم اور

بلا پھر سے آئی ہے۔

اے مسلمانو تم کبھی محرم کا نام نہ لینا کیونکہ اس مہینہ نے قیامت

بن کر علم قیامت کو بلند کیا ہے۔

حوروں کو جنت میں کوئی دکھ درد نہ تھا لیکن حسینؑ کا غم کرنے کیلئے

وہ دوسرا جنم لیتی ہیں۔

یہ مرثیہ ناقص الآخر ہے۔ لیکن اس کے ابتدائی اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ گذشتہ

محرم میں بھی کوئی مرثیہ لکھ چکا ہے۔ دیوان کا مندرجہ دوسرا مرثیہ ناقص الاول

دستیاب ہوا ہے۔ اس میں محمد قلی لکھتا ہے :۔

بی بی فاطمہؑ حسینؑ کے لئے لہو روتی ہیں اور اس لہو کی سرخی ساتوں

آسمانوں پر شفق بن کر چھا گئی ہے۔

اے مسلمانو اماموں پر جو دکھ ہوا ہے اس کا حال نہ پوچھو کیونکہ ہر ایک امام

پر طرح طرح کے دکھ اور ظلم ہوئے ہیں۔

افسوس کہ دنیا میں ان پر کیسا ظلم ہوا! اور یہ سب ظلم و بلا صرف فاطمہ کی خاطر!

اے محرم تو گیارہ مہینوں کی طرح کیوں نہیں ہے؟ سب مہینوں میں خوشیاں

کرتے ہیں لیکن تو آ کر دلوں میں دکھ بسا دیتا ہے۔

اے محرم تو نے اماموں کی ایسی میہمانی کی کہ کربلا کے جنگل میں اُن کے لئے

تمام بلاؤں کو جمع کر دیا مسلمانوں کے لئے اس مصیبت سے بڑھکر کوئی نہیں

کیونکہ اس میں آنسوؤں کے لہو سے پیالے بھر کر پینا پڑتا ہے۔

بدبخت شامی کافروں نے امام سے قول طلب کیا اور خود بے ایمان تھے

اس لئے خدا نے ان کے لئے دوزخ بنائی ہے۔

اس مہینے میں مومنین حسنؑ کے زہر کی وجہ سے ہرے لباس پہنتے ہیں جنکی

چھاؤں آسمان پر رنگ بھر دیتی ہے۔

اے خدا تو اماموں کی حرمت میں قطب شاہ کو بخش دے کیونکہ انکی مدح کا

حلقۂ غلامی اُس کے کانوں میں زیب دیتا ہے۔

اگرچہ فرشتے امام کی مدد کرنے آئے تھے مگر انھوں نے قبول نہ کی سورج ان کا ماتم کرنے والوں کی آہ سے ہر روز جلتا رہتا ہے اور چاند اس شرم کے مارے گل کر اپنا سر نیچے جھکا لیتا ہے۔

یزیدیوں کے ظلم کا قصہ کوئی بیان نہیں کر سکتا کیونکہ شیطان نے بچپن سے انہی کے یہاں جا کر تعلیم پائی ہے۔ یزید اور شمر جیسے کام شیطان بھی نہ کر سکیگا۔ اس شخص پر ہزاروں لعنتیں جسکے ایسا لڑکا پیدا ہوا"۔

تیسرا مرثیہ ناقص الاول ہے۔ نہ معلوم کس طرح ابتدا کی تھی؟ اس میں لکھا ہے کہ:—

ظالموں نے اپنے ظلم کی وجہ سے بارہ اماموں کو اتنا دکھ دیا کہ فاطمہ کا چہرا اس لہو سے دھل گیا۔ یتیم پیاس پیاس پکارتے ہوئے مل کر روتے رہے اور اس دکھ درد کے آنسوؤں نے ان کے حلق کو سکھا دیا۔

زندگی کو تو ایک چراغ سمجھ جو اس غم کی وجہ سے جل رہا ہو۔ اسی غم میں پریاں اور حوریں بھی اپنی آنکھوں سے لہو کے آنسو ٹپکاتی ہیں۔

اماموں کا قصہ بیان کرنے کی زبان میں بھی طاقت نہیں کیونکہ شہیدوں کے

غم کی وجہ سے درد و غم کے بادل تمام عالم پر چھائے ہوئے ہیں۔

اے خدا تو ان ظالموں سے باز پرس کر اور ہماری آہ و فریاد کو سن

کیونکہ انھوں نے بن باپ دادا کے یتیموں پر جفا اور ستم توڑا ہے۔

اے مسلمانو اگر تم اپنے ایمان کے دعوے کرتے ہو تو دم بدم روتے جاؤ

کیونکہ یہی دوزخ کی آگ سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

اے خدا اماموں کی وجہ سے قطب شاہ کو تو شفا دے کیونکہ شہیدوں کی

دوستی کی وجہ سے تمام بادشاہوں میں اسکی تعریف ہوتی ہے۔"

اس مرثیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک محرم میں بادشاہ کی طبیعت ناساز تھی۔ اس ناسازی مزاج کا اس نے دوسری نظموں میں بھی ذکر کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اکثر بیمار رہا کرتا تھا۔ اسکی تصویر سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دوسرے قطب شاہوں کے مقابلہ میں نحیف تھا۔ اس موضوع پر آئندہ بحث کی جائے گی۔

چوتھے مرثیے میں محمد قلی لکھتا ہے :۔

اے ماتمیو آؤ ہم سب مل کر اس غم میں لہو روئیں اور وا امام یا امام کے

ورد میں اپنے دل کھو دیں۔ آہ ہمارے درد سے دریا کو بھی جوش آتا ہے

اور ماتمیوں کے لہو کی بوندوں سے سب آگ بجھ جاتی ہے۔

سب دکھوں کی حد ہوتی ہے لیکن اس دکھ کی کوئی حد نہیں کیونکہ فرزند فاطمہؑ کے بغیر اس دنیا میں کہیں نور نہیں ہے۔ فاطمہؑ کے دکھ میں عرش و کرسی بھی غم کے آنسو روتے ہیں اور ساتوں آسمانوں اور زمینوں میں آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ مصطفےٰؐ کے باغ کے پھولوں کو پانی نہ دیکر سکھا دیا گیا اور مصطفےٰؐ و مرتضیٰؑ و فاطمہؑ کے دل کو دکھایا۔

تمام پیغمبروں نے اس غم میں نیل کے کپڑے پہن لئے ہیں۔ کیونکہ جسطرح نبیوں میں مصطفےٰؐ ہیں، اماموں میں حسینؑ ہیں جنھوں نے کفر کو توڑ کر اسلام کو رائج کیا۔"

یہ مرثیہ بھی ناقص الآخر ہے۔ محمد قلی کا ایک اور مرثیہ خاص کر قابل ذکر ہے یہ نہایت طویل اور مکمل ہے اور اس میں اُس نے نوحہ کے طرز میں اس امر کو ثابت کیا ہے کہ تمام دنیا اماموں کا غم کرتی ہے۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ :-

دو جگ کے اماموں کے غم میں سب کے دل آہ وزاری کرتے ہیں اور سب کے جسموں کا رواں رواں جلتا ہے۔ ساتوں آسمان، آٹھوں جنتیں، ساتوں سمندر، اور ساتوں اقلیمیں ایک سے بڑھکر ایک اس غم سے متاثر ہیں۔ کعبہ نے بھی اس غم میں سیاہ پوشی اختیار کر لی ہے اور ظلمات بھی اسی

دکھ میں سیاہ و تاریک ہے۔

لوح و قلم، عرش و کرسی، قدسی اور غلمان سب اسی غم میں ہیں۔ اور بادل اور بجلی بھی ساری رات اسی لئے پکارتے اور روتے پلاتے رہتے ہیں۔

آسمان کا چھجا جل گیا اور خورشید کو آگ لگ گئی۔ چاند پر بھی جلنے کی وجہ سے سیاہ دھبہ پڑ گیا۔ پرندوں نے اپنے سب پر جھڑا دیئے اور گھر بار چھوڑ کر نکل گئے، اور سمندر روتے روتے بھرپور ہو گئے۔

پھول اس دکھ میں سوکھ گئے اور بلبلیں خاموش ہیں، اور حسین کوئل اسی غم میں بن بن پکارتی پھرتی ہے۔ اے انسانو دیکھو کہ پرندوں نے غم کے مارے دانہ چگنا چھوڑ دیا ہے۔ تمام دنیا نے ماتم کی ایک دوکان کھول دی ہے۔ دونوں جگ خراب و خستہ ہو گئے، حیوان رنج و غم میں کباب بن گئے، اور سمندروں نے سراب بن کر موج زنی ترک کر دی۔

اس غم کی آگ سے دنیا بن کی طرح جل رہی ہے اور آسمان اور زمین ہل رہے ہیں، اور بہشت میں فرشتے بے اختیار ہو کر تڑپ رہے ہیں۔

اس کے بعد امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی خصوصیات و مناقب تفصیل سے بیان کیے ہیں اور آخر میں اپنے لئے دعا کی ہے۔ یہ مرثیہ نہایت اہم اور سب سے بہتر ہے۔

علوئے تخیل اور خوبی اسلوب کے لحاظ سے محمد قلی قطب شاہ کی بہترین نظموں میں سمجھا جاسکتا ہے۔ محمد قلی کے ایک فارسی مرثیئے کے چھ بند اور ایک فارسی نوحہ بھی موجود ہے[1]

ان تمام مرثیوں کے مضامین اس لئے پیش کردئے گئے کہ یہ اُردو زبان کے پہلے مرثیئے ہیں اور ان میں محمد قلی کے وہ خیالات ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوگئے ہیں جن کو اس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے ملک میں رائج کردیا اور نہ صرف اپنے ہم خیالوں بلکہ تمام اہل ملک کو محرم کی تعظیم و تکریم اور شہدائے کرام کے غم و الم میں حصہ لینے کی طرف راغب کردیا۔

محمد قلی نے ان مرثیوں اور تعزیہ داری کے علاوہ محرم میں ایسی دلچسپ تقریبیں بھی رائج کیں کہ تمام اہل ملک اُن میں حصہ لینے لگے۔ مثلاً روشنی، کپڑوں، کھانوں، سبیلوں وغیرہ کی عام تقسیم اور چھٹی محرم کو داد محل کے سامنے کا عظیم الشان منظر (جو رفتہ رفتہ ایک میلے کی شکل میں منتقل ہوگیا) ایسی چیزیں تھیں جنھوں نے محرم کو سلطنت قطب شاہی کا ایک ناقابل فراموش عنصر بنادیا۔ چنانچہ جملہ سیاح اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں قطب شاہی تاریخ حدیقۃ السلاطین سے داد محل کے سامنے کے عظیم الشان منظر کی نسبت کچھ معلومات بھی لکھ دی جاتی ہیں۔

"چھٹی محرم کو علاوہ بیرون دولت خانہ کے علم (جن کا اہتمام کوتوال کے ذمہ رہتا ہے)

---

[1] یہ فارسی ترکیب بند اور نوحہ کلام الملوک میں شایع ہوا ہے (دیکھو صفحات ۵۴ تا ۵۵)۔

میدان[1] دلکشائے وسیع الفضائے داد محل میں لاتے ہیں۔ اور اس میدان کے اطراف و اکناف کے بازاروں اور راستوں میں چراغاں کئے جاتے ہیں اور تابوت اور گنبدوں (یعنی تعزیوں) کو بہترین زیب و زینت اور قسم قسم کی نقاشی اور تکلفات سے آراستہ کرکے اور ان کے اندر اور باہر بہت سی شمعیں روشن کرکے لے آتے ہیں۔ اور لکڑی سے بڑے بڑے درخت اور عظیم الشان ہیکلیں بنا کر اُن میں بھی روشنی کرتے ہیں۔ فانوسوں، مشعلوں، اور چراغوں کا ایک انبوہ علموں کے سامنے چلا آتا ہے۔ اور کثیر تعداد میں عربی اور عجمی لوگ اور شیعیان و محبانِ ائمہ مطہر ہاتوں میں شمعیں لئے ہوئے دونوں طرف اور ان کے درمیان ذاکران و مداحان مرثئے اور مدح پڑھتے ہوئے داد محل کے میدان میں آتے ہیں۔ داد محل کے نیچے دو طرفہ چراغ روشن رہتے ہیں اور علم درمیان میں جن کے اطراف تمام سیاہ پوش عزاداران و ذاکران وغیرہ کھڑے ہوتے ہیں۔

داد محل کی چوتھی منزل پر سے جب بادشاہ اس "چراغ زار" پر نظر ڈالتا ہے جو ماتمیوں کے پُرداغ سینے کے مشابہ ہے تو عزاداروں کے شور و شیون سے اس پر بھی رقت طاری ہو جاتی ہے اور وہ سیاہ پوشانِ دلفگار کے لئے اپنے یہاں سے نازیزہ کے خوان روانہ کرتا ہے۔ اور کوتوال تمام مجمع کے ساتھ بادشاہ اور سلطنت کی بقا کے لئے دعا کرتا ہے۔

---

[1] اس جگہ اب چوک کی مسجد، گھڑی، محبوب مارکٹ اور خزانہ عامرہ واقع ہے۔

اسی طرح ایام عاشورہ کے ختم تک شہر کے جملہ محلوں کے علم اس میدان میں آتے رہتے ہیں۔

ساتویں محرم کی صبح میں بادشاہ ندی محل میں برآمد ہوتا ہے، شاہ نشین میں کھڑا رہتا ہے اور ایران اور ہندوستان کے حاجب طلب کئے جاتے ہیں۔ اور جملہ مجلسی امیر وزیر مقرب اور ہر طبقہ کے ملازمین سیہ پوش ہوکر حاضر ہوتے ہیں اور اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس وقت تمام شہر و مضافات کے علم طلب کئے جاتے ہیں اور علموں کے ساتھ شہر کی تمام مخلوق دروازۂ بارہ امام میں سے داخل ہوتی ہے۔ ہندو اور مسلمان سب کو داخلہ کا بار عام دیا جاتا ہے اور یہ مجمع ندی محل کی فضا میں روزِ محشر کا انبوہ نظر آتا ہے۔ علموں کو ترتیب کے ساتھ بادشاہ کے سامنے سے لیجاتے ہیں اور اس وقت سیاہ پوشوں کا ماتم اور شور و شیون اتنا بلند ہو جاتا ہے کہ عرشِ اعظم تک پہنچتا ہے۔ اسوقت علموں تابوتوں کنندوں اور تعزیوں کو دیکھ کر میدانِ کربلا میں اہل بیت کی گرفتاری اور پریشانی کا منظر دیکھنے والوں کی آنکھوں میں پھر جاتا ہے اور وہ بے اختیار رونے لگتے ہیں۔ بادشاہ بھی متاثر ہوتا ہے اس کی طرف سے ہر علم کو ایک ابریشمی ڈھٹی باندھی جاتی ہے اور خادموں کو ایک خریطۂ زر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ظہر کے وقت تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔

نویں محرم کی رات میں دولت خانۂ عالیہ کے اندرونی الاوہ کے علموں کو میدان دربار خسروی یعنے چار کمان کے میدان میں لے آتے ہیں۔ اس رات بادشاہ پھول

چڑھانے اور علموں کو آراستہ کرنے کے بعد خاصہ کی کافوری شمعیں جملہ مجلسیوں، مقربوں،
اور حجابِ عظیم الشان کو اپنے ہاتھ سے تقسیم کرتا ہے اور شاہی سپہ سالار کے ہاتھ سے کل
سلحداروں اور عساکر میں تقسیم عمل میں آتی ہے۔ سرخیل شاہی کے ہاتھ میں شمشیر خاصہ دیجاتی
ہے اور تمام مجلسی سردار، اعیان و اکابر اور دولت خانۂ شاہی کے جملہ چھوٹے بڑے ملازم
ہاتھوں میں شمعیں لئے ہوئے نکلتے ہیں اور دروازۂ الاوہ میں سے میدانِ دربار (چار کمان) میں
بے شمار مشعلوں، چراغوں اور فانوسوں کے ساتھ علموں کو لے آتے ہیں۔ میدان کے
ایوانوں کے سامنے چالیس پینتالیس فٹ بلند ہاتھی شیر اور درختِ سرو وغیرہ کی عجیب
دلپذیر شکلیں بنا کر روشن کی جاتی ہیں اور اس میدان کی چاروں کمانوں پر سر سے پاؤں
تک طاقوں، محرابوں، اور طرح طرح کے درختوں کے نقشے اتار کر اُن میں روشنی کیجاتی
ہے۔ اور تمام میدان میں بھی لکڑیاں باندھ کر چراغ لگائے جاتے ہیں۔

محل کی اس چوڑی دیوار پر جس کے برابر سے علموں کو میدان میں لیجاتے ہیں
بادشاہ تقریباً پانسو قدم علموں کے ساتھ جاتا ہے اور آخرکار اس کمان پر جو چار مینار کے
مقابل (اب بھی موجود) ہے پہنچ جاتا ہے۔ وہاں سے تمام میدان اور دوسری کمانوں کا منظر
سرتاپا چراغاں نظر آتا ہے۔ اور بے حد و حساب مخلوق خدا جس میں شریف و وضیع چھوٹے
بڑے، عورت مرد، سب ہی شامل ہوتے ہیں اس وسیع میدان میں جمع ہو کر اس چراغاں،

اور آتشی گلستاں کا تماشا دیکھتے ہیں۔

علموں کو بیچ میدان میں لانے کے ساتھ ہی ذاکر اور مداح حلقوں میں تقسیم ہو کر ذکر و مدح پڑھتے ہیں اور دو گھنٹے کے بعد بادشاہ اُسی کمان اور دیوار پر سے چلتا ہوا علموں کے ساتھ واپس ہوتا ہے اور سب لوگ دعا و فاتحہ کے بعد واپس ہو جاتے ہیں۔

دسویں کی صبح کو بادشاہ پورا سیاہ پوش اور پا برہنہ ہو جاتا اور جب اس کے سیاہ پوش امیر، مقرب، وزیر، ملازم اور خاص غلام زاری و شیون کرتے اور مرثیے پڑھتے ہوئے علموں کے آگے الاوہ حضور کی طرف آتے ہیں تو بادشاہ بھی ماتم کرتا ہوا ایوانِ الاوہ کے قریب کی مسجد میں پہنچتا ہے۔ وہاں "قصۂ شہادت اور گرفتاری حرم محترم" سنتا ہے جس سے دل خوناب اور آنکھیں سیلاب بن جاتی ہیں۔ ذاکر کے بعد خطیب نہایت فصاحت کے ساتھ بآوازِ بلند شہدا کے لئے فاتحہ اور شاہ کے لئے دعا پڑھتا ہے اور بادشاہ دولت خانہ کو مراجعت کرتا ہے جہاں زیارت حضرتِ سید الشہدا اور روزِ عزا کی نماز پڑھ کر خاص و عام کو کندوری تقسیم کرتا اور حکم دیتا ہے کہ دو سو یتیم سید زادوں کو پیش کریں، جن کو نفیس لباس اور رقم دی جاتی ہے۔[1]

اگرچہ یہ تمام تفصیل سلطان عبداللہ قطب شاہ کے اوقاتِ محرم کی ہے لیکن ان کا آغاز محمد قلی ہی نے کیا تھا اور یہی باتیں کم و بیش اس کی تمام زندگی میں جاری رہیں۔

---

[1] حدیقۃ السلاطین صفحات ۴۹ تا ۵۰۔

ہم کو یہ معلوم ہے کہ سلطان عبداللہ اپنے نانا کے قدم بقدم چلتا تھا اسی لئے اس نے وہ تمام باتیں دوبارہ رائج کر دیں جو اس کے باپ کے زمانہ میں موقوف ہو گئی تھیں یہی وجہ تھی کہ مورخوں اور شاعروں نے اس کو "محمد قلی کا سچا جانشین اور نمونہ" ثابت کیا ہے۔ چنانچہ غواصی نے اپنی مشہور کتاب طوطی نامہ میں سلطان عبداللہ سے مخاطب ہو کر لکھا ہے کہ تیرے حالات و واقعات دیکھ کر لوگ کہتے ہیں کہ پھر دنیا میں محمد قلی آگیا ہے۔

اس کے شعر ہیں ؎

مہاراج سلطان عبداللہ ناؤں ثریا کے تارک پہ اس کا ہے پاؤں

شرافت میں گرد اس کے نعلین کا ہے سرمہ چندر سور کے نین کا

دیکھت زور ور طالع اس راج کے صفادار روشن دلاں آج کے

کہیں یوں بحق علیِ ولی کہ پھر جگ میں آیا محمد قلی

سچیں آج اے خسروِ نیک نام ہیں اس کچ آثار تجہ میں تمام

....

ڈوبے تھے ہنر مند سو پھیر کے نکل آئے تج دور میں تیر کے

دیا جیو پھر راگ ہور رنگ کوں کیا دور سینیاں پو کے زنگ کوں

(طوطی نامہ مطبوعہ صفحہ ۶ تا ۹)

عید میلاد نبیؐ ایام عزا کی طرح سلطان محمد نے محمد قلی کے انتقال کے بعد عید میلاد نبی کی دھوم دھام اور نمایشوں کو بھی ختم کر دیا تھا اور اس کے اخراجات میں جتنی رقم صرف ہوتی تھی وہ علما و فضلا و صلحا و اتقیا میں تقسیم کر دی جاتی تھی اس کے متعلق حدیقۃ السلاطین میں لکھا ہے کہ :-

"درزمان سلطنت خاقان جنت مکان علیئین بارگاہ سلطان محمد قطب شاہ ...... میزبانی وسور مولود حضرت سید اولادِ آدم ..... موقوف و متروک بود و خلایق ازیں عیش و عشرت مہجور و محروم بودند و وجہ (ایں کہ) اخراجات آں را بہ علما و فضلا و صلحا و اتقیا قسمت می نمودند"[1]

اور جب سلطان عبداللہ تخت نشیں ہوا تو اس نے فرمان دیا کہ :-

"تہیۂ جشن و سور و میزبانی و استعداد آئین بندی مولود برگزیدۂ حضرت ...... چناں کہ در سنوات سابق بود بازوایدو لواحق ...... و تکلفات دیگر اضعافاً مضاعفۃً بکنند"[2]

اس کے بعد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی قطب شاہ عید میلاد نبی کی بزم آرائی اور آئین بندی فضائے دلکشائے میدانِ داد محل میں کیا کرتا تھا۔ یہ میدان محل کے جانبِ جنوب نہایت وسیع مربع مستطیل تھا۔ اس کے تینوں طرف جواہر و نفائس کی

۱و۲۔ حدیقۃ السلاطین ص۵۰۔

دوکانیں تھیں۔ اور اس کے مشرقی اور مغربی پہلوؤں میں دو رفیع چہار منزلہ عمارتیں ایک دوسرے کے مقابل بنائی گئی تھیں جن میں سے ایک چاوڑی تھانہ اور دوسری کوتوال خانہ کہلاتی تھی۔ ان دونوں کے آگے نہایت بلند منڈوے یا دالان بنائے گئے تھے اور ہر ایک میں خاص نشیمن یا نشست گاہیں بھی ترتیب دی گئی تھیں۔ ان دونوں عمارتوں کو نیچے سے اوپر تک اور میدان کے اطراف کی دوکانوں کو بھی بڑے تکلف سے سجایا جاتا تھا اور میدان کے بیچ میں داد محل کے عین سامنے چالیس ستونوں اور چار سو طنابوں کا ایک خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا۔ اس کا وسطی حصہ مخمل و اطلس سے اور اطراف کا زردوزی نقش و نگار سے مزین ہوتا تھا۔

عید میلاد النبی کی آمد سے بہت قبل ہی صناع ہنرمند اور استادان صنعت و حرفت ان دونوں عمارتوں کے سامنے اپنے عجیب و غریب کمالات کی پیش کشی میں مشغول ہو جاتے اور آخر کار جب روز مولود یعنی ربیع الاول کی سترھویں[۱] تاریخ آجاتی تو کوسوں دماموں، نقاروں، نفیریوں اور قرناؤں کی آوازوں سے میدان داد محل گونج اٹھتا۔ تمام شہر اور اطراف کے لوگ اس میدان میں جمع ہوتے اور صنعت و حرفت کے کرشموں کا تماشا دیکھتے۔ اور ان دو[۲] دلکشا قصروں کی تصویروں کی سیر کرتے۔ ان

---

[۱] محمد قلی قطب شاہ نے ۱۷ ربیع الاول کو صحیح ترین تاریخ پیدائش آنحضرت صلعم قرار دیا تھا۔

دونوں قصروں کی دیواروں پر تصویریں اتاری گئی تھیں ۔ درمیان میں خود قطب شاہ کے دربار کی تصویر تھی جس میں مقربانِ سریر، نزدیکانِ تخت، مجلسیانِ عظام، بزرگانِ رفیع اور امرا و وزرا کو اپنی اپنی جگہ بتایا گیا تھا۔ اس کی دائیں طرف خسروِ ایران کے دربار اور بائیں طرف شہنشاہ مغلیہ کے دربار کی تصویریں بھی اسی اہتمام سے بنائی گئی تھیں۔ ان عظیم الشان تصویروں کے علاوہ مذہبی اور تاریخی واقعات کو بھی بذریعہ رنگ کاری پیش کیا گیا تھا[1]۔ ان تصویروں کی خصوصیتیں اور مناظر کی تفصیل حدیقۃ السلاطین میں درج ہے اور اگرچہ یہ تاریخ سلطان عبداللہ کے عہد میں لکھی گئی لیکن جشن میلاد نبی کے احیا کا تذکرہ ۱۰۳۶ھ کے واقعات کے ساتھ درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تصویریں سلطان محمد قلی ہی کی بنوائی ہوئی تھیں کیونکہ اس وقت سلطان عبداللہ کی عمر صرف ۱۵ سال کی تھی اور اس کو تخت نشیں ہوئے صرف دو سال ہوئے تھے ۔ اور یہ عرصہ ایسی عظیم الشان تصویروں کی تیاری کے لئے ناکافی تھا۔ اس کے علاوہ سلطان محمد جیسے زاہد تو اس کی

---

[1] حیدرآباد کی یہی تصویریں تھیں جن کی تقلید میں بعد کو سلطان حیدر علی اور ٹیپو سلطان نے اپنے قصر دریا دولت باغ کی دیواروں کو تصویروں سے آراستہ کیا تھا۔ اور اب مہاراجہ میسور اپنے محل کو مصور بنا کر ٹیپو سلطان کی تقلید کر رہے ہیں ۔

توقع ہی نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ محلوں کی دیواروں پر تصویریں اتروائے گا۔ اسلئے یہ تصویریں سلطان محمد قلی ہی کی بنوائی ہوئی ہوں گی۔ البتہ سلطان عبداللہ نے اس میں ضرور اضافہ کیا ہوگا جس طرح بادشاہی عاشورخانہ کے نقش و نگار میں اضافہ کیا تھا جس کے ثبوت اب تک موجود ہیں۔

اس قصرِ مصور کی چھت پر بھی طرح طرح کے نقوش بنائے گئے تھے جن میں فرشتوں کی صورتیں اور طبقہ ہائے نور کی دلفریبیاں قابلِ ذکر ہیں۔ اس قصر کے ستونوں کو طلائی اور لاجوردی نقاشی سے مرصع کیا گیا تھا اور خود عمارت میں جگہ جگہ تمام روئے زمین کے بادشاہوں کی محفلوں اور مجلسوں کو ان ہی کے خاص لباسوں اور مخصوص رسم و رواج کے مطابق سجایا گیا تھا۔ اور قطب شاہی بادشاہ کی سواری کے نقشے بھی اتارے گئے تھے جن میں بادشاہ کہیں ہاتھی پر اور کہیں عربی گھوڑے پر اپنے خیل و حشم و لشکر و خدام کے ساتھ جاتا دکھائی دیتا تھا۔

ایک جگہ شکارگاہ کا منظر تھا۔ شیروں، ببروں، چرندوں، پرندوں، اور سوار اور پیادہ شکاریوں اور دوڑتے ہوئے اور گرتے ہوئے شکار کی تصویریں بھی کھینچی گئی تھیں۔ غرض یہ عجیب و غریب تصویریں نقوشِ اجنٹہ سے کم قابلِ قدر نہ تھیں اور بہترین صناعی کا نمونہ تھیں۔ ہم یہاں باقی ماندہ تصویروں کی فہرست بھی

اصل قطب شاہی تاریخ سے نقل کر دیتے ہیں :۔

۱۔ مجلس سلیمان و مجمع دیوان و آدمیان و وحوش و طیور۔

۲۔ معراج حضرت نبی جلیل و صعود براق و جبرئیل و افواج ملایک۔

۳۔ مجلس زلیخا، زنانِ مصر و طشت و آفتابہ در دستِ یوسف و بریدن زنان ترنج باکف دست۔

۴۔ شیریں با زنان درمیان آب و رسیدن خسرو پرویز و اورا درمیان آب دیدن۔

۵۔ مجنون در صحرا و ہامون والفت او با آہوان مطبوع موزون و آمدن لیلیٰ بدیدن او۔

۶۔ جنگ رستم با دیو سفید در غار و با اشکبوس در معرکۂ کارزار۔

اس کے بعد مورخ لکھتا ہے کہ :۔

"وامثال ذلک بے حد و نہایت در ایں دو عمارات تصویر نمودہ اند و ہیاکلِ عظیمہ و صور جسیمہ فیل و شیر و آدم و اسپ و چندیں صور مختلفۂ الہیات در ہر ضلع از اضلاع آں ابداع و اختراع نمودہ اند"۔ (ص۵۲)

عید مولود نبیؐ میں عوام ان تمام تصویروں کو دیکھنے جمع ہوتے تھے۔ ان مصور و منقوش

قصروں کے سامنے میدان میں اس تقریب سعید کے لئے جو خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا اسکے وسط میں ایک شامیانہ باندھا جاتا جس میں تختِ شاہی رکھا جاتا تھا جو تمام و کمال سونے کا تھا اور قیمتی جواہر سے مرصع۔ اس کے اطراف شاہی تجمل و لوازم کے مناسب زیب و زینت کی جاتی اور اس طرح مذکورۂ بالا دونوں مصور و منقوش عمارتوں کے ایوانوں میں بھی صفۂ بادشاہی آراستہ کئے جاتے اور گانے اور ناچنے والیاں اطرافِ سلطنت سے جمع ہوکر اپنا اپنا کمالِ فن دکھاتیں۔ ان دونوں ایوانوں اور خیمہ کے صفہ ہائے شاہی کے سامنے کوئی ایک ہزار رقاصائیں اور حسینانِ نغمہ طراز اپنے اپنے گانوں اور ناچ سے مجلس عشرت و انبساط کو گرم کرتی رہتیں۔ اِن صاحبانِ حسن و جمال کے علاوہ تمام ملک کے دوسرے صاحبان کمال مثلاً بازیگر، ریسمان باز، لعبت باز، حقہ باز، مقلد، اہلِ ہنر، مسخرے اور شب باز وغیرہ اس موقع پر حیدر آباد میں جمع ہو جاتے تھے اور میدانِ وسیع الفضا و دلکشائے داد محل میں اپنے اپنے کرتب دکھاتے رہتے۔ جن کے حیرت انگیز کرشموں کو دیکھنے کے لئے شہر کی تمام مخلوق رات اور دن اس میدان میں جمع رہتی۔ حیدر آباد میں رنگ اور ناچ کے جو جلسے عہد سلطان العلوم آصف جاہ سابع کے آغاز تک محرم میں ہوا کرتے تھے وہ دراصل عہد قطب شاہی کے ان ہی عید میلاد نبی کے

جلسوں اور رنگ رلیوں کی یادگار رہتے۔

میدانِ دلکشائے واد محل کے علاوہ عید میلاد النبی کی خوشی میں میدان عالم پہنائے دروازۂ شیر علی (یعنی میدانِ چار کمان) میں بھی آسمان کی طرح بلند اطلسی خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا۔ اور چبوترہ پر مسند ترتیب دے کر بڑے بڑے عہدہ دار بیٹھے رہتے اور یہاں بھی رقص و سرود کی محفلیں سجائی جاتیں۔

اسی طرح محل خاص، ہشت محل، چہار صفہ، لعل محل، گگن محل، چندن محل، صد صفہ، اور سجن محل وغیرہ میں بھی ڈیرے اور شامیانے لگائے جاتے۔ پر تکلف مسندیں بچھائی جاتیں۔ اور ہر جگہ بڑے بڑے سلحدار اور حوالدار مجلس آرائیاں کرتے۔ ان تمام خیموں، محلوں اور صفوں میں زعفران، صندل اور مشک وغیرہ کو طلائی و نقروی بادیوں میں بھر کر ہر روز ایک ایک طبق پان خاصہ کے ساتھ تقسیم کرتے۔ جو ہر محل میں سو ہزار سے زیادہ صرف ہوتے۔ ساتھ ہی ہر روز قسم قسم کے کھانوں کے دستر خوان بچھائے جاتے اور تمام خاص و عام کو شاہی کندوری سے فیض یاب ہونے کا موقع ملتا۔

یہ تو بیرونی محلات اور خیموں کی مجلس آرائیاں تھیں۔ خاص شاہی محل میں مخصوص اور منتخب و مہ جمال رقاصائیں اور "استادان خوانندہ و سازندۂ ملک ایران و ہندوستان" ہی بار پاسکتے تھے۔

اس ماہ جشن و میزبانی کے آخر میں بادشاہ کی سواری نکلتی تھی تاکہ دونوں میدانوں اور عمارتوں کی آئین بندی اور آرائش و زیبائش کی سیر کی جائے۔ اس موقع کے لئے مخصوص فیلبان پانچ گز کے خاص شاہی ہاتھی کو زعفران اور صندل سے دھو کر طلائی زنجیروں موتیوں کی جھول، مرصع کلغی، اور دوسرے زیوروں سے آراستہ کر کے لے آتے تھے عصر کے وقت بادشاہ اس ہاتھی پر سوار ہو کر میدان کی طرف نکلتا اور جملہ ارکان دولت مقربانِ تخت، سردارانِ عالی شان، وزیرانِ رفیع مکان، حوالہ دار، سلحدار، لشکری اور ہر طبقہ کے بے شمار ملازمین اس شاہی ہاتھی کے اطراف پیادہ چلتے۔ اندرونی و بیرونی محلوں کی طوائفیں اور سب گانے بجانے والے ایک خاص سرخ لباس پہنکر جو اس تقریب میں بادشاہ کی طرف سے ان تمام کو عطا کیا جاتا تھا شاہی ہاتھی کے آگے آگے رقص کرتے اور گاتے ہوئے نکلتے تھے۔

اس سواری کی دھوم دھام اور بادشاہ کو دیکھنے کے لئے تمام شہر و اطراف کی مخلوق جمع ہوجاتی اور بازاروں، دوکانوں، مکانوں، اور چھتوں پر سوائے انسانی سروں کے اور کچھ نظر نہ آتا۔ خاص کر میدان میں ایک عظیم الشان مجمع رہتا۔ جب ان لوگوں کی نگاہیں بادشاہ پر پڑتیں تو وہ بے ساختہ دعائیں دینے لگتے اور تعریف کرتے۔ اسطرح میدان چارکمان سے نکلکر یہ سواری چارمنار سے ہوتی ہوئی داد محل کے میدانِ دلکشا میں

پہنچتی تھی جہاں چاوڑی تھانہ و کوتوال خانہ کے پاس تھوڑی دیر کے لئے شاہی ہاتھی ٹھیرایا جاتا۔ اس وقت عہدہ دار زر و جواہر کے طبق بادشاہ پر سے نثار کرتے اور نذر گزرانتے تھے۔ میدان کے اطراف و اکناف کے سوداگر اور تجار بھی (جو اس موقعہ پر اپنی اپنی حیثیت کے شایان شان اپنی دوکانوں کو آراستہ و پیراستہ کرتے تھے) بادشاہ کی بارگاہ میں اچھے اچھے تمغے پیش کرکے تشریف و انعام سے سرفراز ہوتے تھے۔

اس تقریب کی آخری رات میں میدان داد محل ایک تناول خانۂ عام کی صورت میں منتقل کردیا جاتا تھا اور گروہ در گروہ لوگ ان دسترخوانوں پر کھانا کھاتے تھے۔ اس وقت میدان میں چاروں طرف چراغاں کئے جاتے اور دولت خانۂ شاہی کے اندر اور باہر بے حد آتشبازی جلائی جاتی۔ غرض صبح تک کھانے، گانے، بجانے اور تماشہ کرنے کا سلسلہ جاری رہتا۔ میلاد نبیؐ کی خوشی کا یہ جشن بارہ روز تک دن اور رات جاری رہتا تھا اور اس میں تینتیس[3] ہزار ہون خرچ ہوتے تھے۔ (تفصیل کے لئے دیکھو حدیقۃ السلاطینِ قطب شاہی صفحات ۴۹ تا ۵۶)۔

یہ تو تاریخوں کا بیان تھا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ خود سلطان محمد قلی ان کے بارے میں کیا معلومات چھوڑ گیا ہے۔ اس کے کلام میں چھ[6] نظمیں ایسی ملی ہیں جو اس عید کے موقعہ پر لکھی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ ایک عالیشان قصیدہ بھی اسی تقریب سے

متعلق موجود ہے۔ اس طرح گویا سات سال کی عید میلاد کے متعلق اس کے خیالات معلوم ہو سکتے ہیں۔ اس عید کی تقریب میں اُس نے ہر سال ایک نہ ایک نظم ضرور لکھی اس طرح جملہ تینتیس[۳۳] نظمیں لکھی ہوں گی۔ افسوس ہے کہ بقیہ نظمیں دستیاب نہ ہو سکیں۔ جو نظمیں ملی ہیں ان کے خلاصے یہاں درج کئے جاتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ وہ خود اس عید کو کیا سمجھتا تھا اور اس میں کس طرح مصروف رہتا تھا۔ عید میلاد النبی کی ایک نظم میں وہ لکھتا ہے :—

"آنحضرتؐ کی ولادت کی خوشی میں عرش و کرسی کو سنوارا جاتا ہے اور فرشتے ساتوں جنتوں کو ستاروں سے سجاتے ہیں۔ عرش پر عشرت کے طبل بجنے لگتے ہیں اور تمام دنیا والے اپنی اپنی مرادیں پانے کے لئے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ دنیا خوشی کے مارے اپنے پیرہن میں نہیں سماتی۔ اور تینوں جگ اپنا تن من آنحضرتؐ پر سے نثار کرتے ہیں۔ چونکہ محمد قلی قطب شاہ نہایت اہتمام سے مولود کراتا ہے اس لئے لوگ صف درصف جمع ہو کر اس کی عمر و دولت کی ترقی کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ اور فرشتے اور جن بھی صدق دل سے دعا کرنے کے علاوہ اعتراف کرتے ہیں کہ ایسا بادشاہ دین اور دنیا میں بھی نہیں ہے۔ اسی خلوص کی وجہ سے بادشاہ نے اپنا نام دونوں دنیاؤں میں

بلند کر لیا ہے ۔ اور حوریں نور کے طبق لے کر بادشاہ پر نثار کرتی ہیں ۔ چونکہ
نبیؐ کے صدقے میں محمد قلی قطب شاہ نے آج دعوت کی ہے اس لئے علیؑ کے
صدقے میں اس کے ستارے دونوں عالموں میں بلند ہیں ۔"

ثابت ہوا کہ وہ وسیع پیمانہ پر دعوتِ عام کرتا تھا اور لوگ صف در صف جمع ہو کر اس کے لئے دعائیں مانگتے ۔ یہ ظاہر ہے کہ جب ہر روز دستر خوان پر ہزار آدمی سے کم نہ ہوتے تو اس دعوتِ عام میں کتنے لوگ جمع ہوتے ہوں گے اس لئے اس کو فرشتوں اور جنوں کے شریک ہونے کا بھی خیال پیدا ہوا ہوگا ۔ بادشاہ ایک دوسری نظم میں حسب ذیل خیالات کا اظہار کرتا ہے :۔

" ہر گھڑی خوشی اور رونق ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا پر
چاروں طرف سے خوشی و خرمی کے بادل چھائے ہوئے ہیں ۔ روشنی سے
تمام ملک جگمگانے لگتا ہے اور ہر طرف شادی و خوشی کا غُل سنائی دیتا ہے
چونکہ آج گنہگاروں کے بخشانے والے کی پیدائش کا دن ہے اس لئے
فقیر و بادشاہ سب مل کر اپنی بخشایش کی دعا کرتے ہیں ۔
لوگ دوسری عیدوں میں بھی خوشیاں مناتے ہیں لیکن اس عید کی
خوشی کے برابر کوئی خوشی نہیں ۔"

خود بادشاہ اس عید کی دعوت کے اہتمام کا یوں ذکر کرتا ہے کہ :۔

"جب ہمایوں محمد قطب شاہ ترکمان عید مولود نبیؐ مناتا ہے تو تمام زمین جنت کی طرح سجائی جاتی ہے۔ بازار، قصر اور محل سب دلہن بن جاتے ہیں اور خوبصورت عورتیں بن سنور کر حوروں کی طرح ہر طرف سے جمع ہونے لگتی ہیں۔ شاہ کی نازنینیں شراب محبت کی متوالی ہو کر لاکھوں عشوہ و انداز کے ساتھ شامیانے کے نیچے ہوا کی طرح سبک رفتار چلی آتی ہیں۔ ان کے جوبن سونے کے ایسے گڑہ دکھائی دیتے ہیں جن کو دیکھ کر لوگ حیران ہو جائیں۔ ان ہنس مکھ سہیلیوں کی چال ڈھال اور بات چیت پر ہنسیں اور کویلیں اپنے دلوں کو بطور تحفہ پیش کر دیں تو کوئی تعجب نہیں۔

جب بادشاہ اس تقریب میلاد میں آسمان کی طرح سراپئی چتر کے نیچے بیٹھتا ہے تو اس کے آگے بڑے بڑے مدبرین وقت اور ہرے اور لال چتر والے ملوک زمیں بوس ہوتے ہیں۔ جب بادشاہ اِن ملوکوں کے ساتھ مجلس آرائی کرتے ہیں تو راستہ کے دونوں طرف ہندو راجا ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ جب حوض خانے میں لعل بدخشاں کے رنگ کی شراب بھری جاتی ہے تو اس کی روشنی سے جام اور شیشے بھی رخشاں نظر آتے ہیں۔ عجب نہیں جو

شراب کا نام سن کر آسمان کا جی بھی للچائے اور مستوں کو مے پیتا دیکھ کر وہ بھی پیالے پینے لگے۔

شاہ کی اس بزم کا تماشا دیکھنے کے لئے آسمان سے لاکھوں فرشتے خوشی خوشی چلے آئیں اور شہ کے عیش و عشرت کو دیکھ کر کہیں کہ اے قطب شاہ تمہارے دن اور رات اسی طرح چین سے گذریں اور نبیؐ کی مہربانی سے قیامت تک تم نبیؐ کے لاکھوں مولود گواؤ۔"

معلوم ہوتا ہے کہ دعوتِ عام کے علاوہ دربار عام بھی کیا جاتا تھا جس میں دوسرے ملکوں کے نمائندے اور کبھی کبھی بیجاپور اور احمد نگر کے سلاطین اور اطراف کے ہندو راجا بھی شریک ہوتے تھے جیسی طرح گولکنڈہ کا شاہی رنگ آسمانی تھا بیجاپور کا سبز اور احمد نگر کا سرخ تھا۔ اس نظم میں محمد قلی نے تینوں سلطنتوں کے شاہی رنگوں کا ذکر کر دیا ہے۔ ایک اور نظم کے آغاز میں وہ اس امر کی طرف بھی اشارہ کر دیتا ہے کہ وہ ہر سال عید مناتا اور اس سے متعلق نظمیں لکھتا ہے۔ اس کا بیان ہے:۔

"اب کے پھر حضرت نبیؐ کی عید ولادت اپنے ساتھ عیش اور انند لے آئی ہے۔ اس یوم مسعود کی وجہ سے تمام عالم میں پھر عیش و عشرت کا دور دورہ ہو گیا۔ گھر گھر میں تیاری اور اس کاج کے لئے زیبائش و آرائش

ہو رہی ہے، آج کے دن کے لئے بہت ہی سجاوٹ کی ضرورت ہے کیونکہ دنیا پر چاروں طرف عیش و آرام بادل بن کر چھا گیا ہے۔ اس تقریب میں خود خوشی و مسرت خوش ہیں، عیش متوالا ہو گیا ہے اور عشرت بھی آنند کے الاپ سن کر ناچنے لگی ہے۔

ہم جس طرح کا آرام و راحت چاہتے تھے پروردگار نے ہم کو اس سے لاکھ درجہ بڑھ کر مسرت و عیش عنایت کیا۔

چمن کے تمام درخت آج کی خوشی میں ہمارے شریک ہو کر مستی سے جھول رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس عید کی خوشی نے ان کو لالو کے پیالے بھر بھر کر ہوا کی شراب پلا دی ہے۔

میرے من کی مرادیں اور مقصود کے غنچے عید مولود نبیؐ کی وجہ سے کھل کر پھول بن گئے ہیں۔ کیونکہ اس عید کی مسرت نے امیدوں کی برسات کی جھڑی لگا دی ہے۔

ہماری قسمتوں کے بنانے والے نے جس روز ہر ایک کا حصہ تقسیم کیا اسی دن سے اے قطب شاہ تمہاری قسمت میں یہ عیش اور انند بھی آگیا۔

دوسری عیدیں

محرم اور عید میلاد النبی کے متعلق تاریخوں سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں ویسی کوئی معلومات دوسری عیدوں کے بارے میں نہیں ملتیں۔ ان کے متعلق ہماری واقفیت کا واحد ذریعہ محمد قلی قطب شاہ کا کلام ہی ہے جس میں اتفاق سے بعض بے حد دلچسپ اور ضروری معلومات محفوظ ہو گئی ہیں۔ یوں تو محمد قلی نے کئی عیدوں پر نظمیں لکھی ہیں لیکن ان تقریبوں میں اس نے حسب ذیل چار پر خاص کر زور دیا ہے۔

۱۔ عید بعثت نبیؐ ۲۔ عید میلاد علیؑ ۳۔ عید غدیر ۴۔ شب برات

اب ہم خود بادشاہ ہی کے بیان سے ان عیدوں کے متعلق معلومات قلمبند کرتے ہیں۔

عید بعثت نبیؐ

اس موضوع پر پانچ نظمیں کلیات میں موجود ہیں۔ ان سب کا خلاصہ خود محمد قلی ہی کی زبان میں درج ہے :۔

اے موالیو خوشیاں کرو کہ عید مبعث رسول آئی ہے اور اپنے ساتھ طرح طرح کے عیش و آرام لے آئی ہے۔

پہلی عید شب برات، دوسری عید رمضان، تیسری عید قرباں اور قطب شاہ موالی جس کا رتبہ شاہوں میں عالی ہے خاص اہتمام سے مبعث رسول کی عید بھی مناتا ہے۔ اور خوان خلیل کا احسان اپنے عہد میں دکھا کر دنیا و دین کو رُجھا لیتا ہے۔

اس عید کے زمانہ میں ایسی خوشی منائی جاتی ہے کہ غم کا نشان کہیں ڈھونڈھنے پر بھی نہیں ملتا کیونکہ آج ہی کے دن سے دین اور ایمان آشکارا ہوئے اور اسی دن کے فیض نے تمام امت کے دل و جان کو روشن کر دیا۔

عید بعثت کی خوشی حوریں بھی مناتی ہیں جس کی وجہ سے جنت کی خوشبو تمام عالم کو مہکا دیتی ہے۔

عالم میں خدا کا نور پھیل جاتا ہے اور اس کی رحمت کی چھاؤں چھا جاتی ہے کیونکہ اسی وقت جبرئیل خدا کے یہاں سے اُس کے حبیب کے پاس وحی لائے تھے اور بڑی خوشی سے کہا تھا کہ اے بھائی خوشی سے ہونٹ کھولو اور دو دو حرف بولو کیونکہ یہ بعثت کا دن ہے اور خدا نے تم کو سب نبیوں میں سروری بخشی۔ تم تمام انبیا کے خاتم ہو اس لئے **اقراء** پڑھو۔ عرش نے تمہارے پانچ گوہروں (پنجتن) کی وجہ سے روشنی پائی۔ اور اب فرشتوں کو تمہارے

سواکسی اور نبی پر درود پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔

جب حضرتؐ تختِ پیغمبری پر جلوہ گر ہوئے تو نو آسمان شمس والضحیٰ کے قدم چومنے لگے۔ فرشتوں نے خوشی کا چتر سر پر تان لیا اور دنیا خوشی و خرمی سے باغِ فردوس کے ہم سر ہو گئی۔ اسی لئے شاہ اور گدا انسان اور فرشتہ سب کا دل آج خورسند رہتا ہے۔ اس تقریب میں عالم منور ہو گیا اور کائنات آئینہ کی طرح روشن ہو گئی اور تمام ستارے چاند اور سورج کی طرح چمکنے لگے۔

بعثت مصطفیٰ کے دن خوشیوں کی عید ہوتی ہے اور آنحضرتؐ کے صدقے میں تمام شیعہ گھر گھر عیش و عشرت مناتے ہیں کیوں کہ اسی روز جبرئیل نے جناب پیغمبر سے یہ بھی کہا کہ " روز ازل سے مرتضیٰ علیؑ کو تمہارا نائب بنا دیا گیا ہے تا کہ ان کی ذوالفقار سے کافروں کو مار کر ان سے خراج لیا جائے۔ جبرئیل تمہاری پوری صفت نہیں بیان کر سکتا اور اس طرح اس سے خدمت میں چوک ہو گئی اور اسی لئے وہ سب خدمتگاروں سے زیادہ شرمندہ ہے۔

جو شخص بعثت نبیؐ کی عید یکسوئی اور صدق دل سے مناتا ہے اس کے دل پر طٰہٰ کا بیان روشن ہو جاتا ہے۔ جب قطب شاہ بعثت رسول کی یہ خوشی مناتا ہے تو اس تقریب میں سکھیاں خوشی و خرمی کے لاکھوں قمر دکھائی دیتی ہیں۔

عید میلاد علیؑ اس موضوع پر نو نظمیں کلیاتِ اردو میں موجود ہیں۔ چونکہ شاعر کو حضرت علیؑ سے خاص عقیدت تھی اس لئے ان نظموں میں بڑے خلوص اور جوش کا اظہار کیا گیا ہے۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ :۔

مصطفیٰ اور مرتضیٰ دونوں کی پیدائش کا دن ایک ہی سا ہے۔ اسلئے یہ عید منانا طالع مسعود ہونے کی دلیل سمجھا جاتا ہے کیوں کہ جس دن یہ ابر رحمت عالم پر فیض بار ہوا وہ روز شیعوں کے لئے روزِ بہود تھا۔ چونکہ حضرؑ کعبہ میں پیدا ہوئے اس لئے کعبہ کو دنیا میں شرف حاصل ہوا۔ اور اس لئے مومنوں کو اس روز دل و سر سے اس طرف سجدہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ طاہروں کی عید کا دن ہے۔ کعبہ میں پیدائش کا شرف کسی نبی کو بھی حاصل نہیں ہوا۔ آپ کی پیدائش کے بعد جب آں حضرتؐ آپ کو دیکھنے آئے تو آپ کی والدہ حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ بچہ نادانی سے آپ پر ہاتھ مار رہا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ نہیں مجھ پر نہیں۔ اگر یہ ہاتھ ماریں گے تو کافر بادشاہوں پر ماریں گے۔ ان کی پیدائش سے میرا دین قوت پا گیا اور اب مجھے کفار کے کاموں سے کوئی ڈر باقی نہیں رہا۔ اس ولادت کی وجہ سے خدا کا عرش زیادہ جھلکنے لگا۔ اور آسمان و زمین میں چاند سورج سے زیادہ روشنی پھیل گئی

دنیا جنت سے زیادہ آراستہ ہوگئی۔ اور ساتوں آسمانوں سے نور کی بارش ہونے لگی۔ حضرت علیؑ کی پیدائش کیا ہوئی کہ باری تعالیٰ کا نور عرش سے کعبہ میں اتر آیا اور اس دن ساتوں آسمانوں کے فرشتے اس کا طواف کرنے کے لئے جمع ہوگئے۔

اس روز سے مومنوں کے دلوں نے اسی طرح تجلی پائی جس طرح صبح صادق، آفتاب سے روشنی پاتی ہے اس خوشی کے دن ہر طرف خوشی کی آوازیں بلند ہوں۔ اس روز خوشیاں میری مہمان رہیں۔ بہار کی خوشبو پھیلے۔ لوگ خوشی سے رنگ ڈالیں۔ اور مولودِ علی زور زور سے لحن داؤدی کے ساتھ گائیں تاکہ اس گانے کی آواز تار امنڈل کی گرج کی طرح ساتوں آسمانوں میں گونج اٹھے۔

عیدِ غدیر اس موضوع پر آٹھ نظمیں موجود ہیں جن میں شاعر لکھتا ہے کہ:۔

اس کو خلافتِ علی کا دن سمجھا جاتا ہے کیونکہ رسول نے خود ہی چنا۔ امیرؑ کو اپنی خلافت دے کر ان کی شرافت کا تذکرہ کیا۔ اس روز فرشتوں نے مل کر اونٹ کے زینوں کے ساتھ آسمان کے منبر کو بھی سنوارا کیونکہ پیغمبرؐ کو منبر پر چڑھ کر دادِ فصاحت دینی تھی۔ چنانچہ دو جگ کے شاہ نے مرتضیٰؑ کو

من کنت مولاہ کہا اور نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ

آپ کے رتبہ کو ظاہر کیا۔ اس خوشی میں فرشتے منگل گاتے اور عرش

منڈل بناتے ہیں کیونکہ شاہ نے اپنا فیض عنایت کرکے حضرت علیؑ

کو سب میں افضل کیا۔

حق نے نبیؐ سے کہا کہ علی کی یاد ناد علی کے ذریعہ سے کرکیونکہ

علی میری قدرت کا بے بہا مظہر ہے۔ قطب زماں نبیؐ کے صدقے سے

علی کی منقبت لکھا کرتا ہے کیونکہ دنیا و دین میں یہی اُس کی سعادت کی

نشانی ہے۔

عید غدیر شیعوں کے لئے عید کبیر ہے اور خوارج کے لئے باعث غم۔

اس کو مل کر خوشیاں منانی چاہئیں۔ اس خوشی کے آگے دوسری تمام

خوشیاں چھوٹی نظر آتی ہیں۔ تمام مومن شہانی کسوت زیب تن کرتے ہیں۔

اس عید میں ایک عالم کی میزبانی کی جاتی۔ مطرب گاتے اور محفل میں

عبیر لائی جاتی۔ سب مومن اس عید میں بھائی پن کے صیغے پڑتے۔ اور

تمام عیدوں کی خوشی اس ایک عید میں بھرپور نظر آتی۔ اس عید کے

طبل ساتوں جنتوں میں بجتے۔ اور چاند سورج اسی لئے جگ کو روشنی

پہنچاتے ہیں۔ اس عید کے دنوں کے سوا کوئی دن دعا کے قابل نہیں۔ اعلیٰ دعا کرتا ہے کہ الٰہی مجھ کو امن میں رکھ اور میرا ایمان درست رکھ اور دونوں عالم میں میری مدد کر۔

ایک نظم میں لکھتا ہے :۔

نبیؐ نے خلافت دے کر کہا کہ میرے بعد حیدر رہیں جو تمام مومنوں اور مسلمانوں کے لئے دو نو عالم میں رہبر ہیں۔

آج علی کے لئے خدا نے اپنی عنایت سے خلافت بھیجی جس کا اعلان عرش و کرسی اور نو آسمانوں نے منبر سے کیا گیا۔

علی کفر کے توڑنے والے تھے اس لئے دین کی بنیاد ٹک گئی۔ اگر محمدؐ دین کے گھر ہیں تو علی اس گھر کے نگہبان ہیں۔

سب اولیا ایک دل سے آپ کے معتقد ہو کر کہتے ہیں کہ ہم سبھوں کے سر پر ولایتِ علی کا چھتر سایہ بان ہے۔

اس طرح جملہ آٹھ نظموں میں حضرت علی کی منقبت اور ان کی فضیلت کو قلمبند کیا ہے۔

شب برات یہ ان موضوعوں میں سے ہے جن پر محمد قلی قطب شاہ نے دل کھول کر اپنی طبیعت کی جولانی دکھائی ہے۔ چنانچہ کلیات میں

اس کے متعلق دس نہایت دلچسپ اور اہم نظمیں موجود ہیں۔ محمد قلی کو پانی اور سبزہ کی طرح روشنی سے بھی بڑی دلچسپی تھی۔ وہ ہر اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا جس میں اُسے جشن چراغاں سے لطف اندوزی نصیب ہو سکتی تھی اور شب برات میں تو وہ بھی لکھو کھا چراغوں، آتشبازیوں اور شاہانہ رنگ رلیوں میں منہمک ہو جاتا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ :—

جہاں شب برات آئی کہ خوشی و خرمی کی روشنی تمام دنیا میں پھیل گئی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شب برات اپنے ساتھ خوشیوں اور عشرتوں ایسی برکتیں لے کر آتی ہے کہ ان کی روشنی سے تمام عالم جگمگانے لگتا ہے۔ چونکہ محمد قلی پر ائمہ معصومین کی نظر عنایت ہے اس لئے وہ نبیؐ اور علیؑ کے کرم کی وجہ سے پھلتا پھولتا رہتا ہے۔ اور خود عیش و عشرت اس کی بارگاہ میں خوشی کے مارے ٹمٹمیاں بجانے لگتے ہیں۔ اسی وجہ سے خدا قطب شاہ کو شاہنشاہی کا رتبہ دے کر اس کی دہائی یا اس کی آقائی کا اعلان تمام کائنات میں پھراتا ہے۔ اور اس کے دشمنوں کو دنیا سے نیست و نابود کر کے مفقود کر دیتا ہے۔

دوسری نظم میں لکھتا ہے کہ :—

شب برات کی وجہ سے تمام راتوں کو شرف حاصل ہوا اور سب راتوں میں شب برات ہی کو شرف حاصل ہے۔ کثرتِ چراغاں کی وجہ سے رات ایسی منور ہو گئی کہ معلوم ہوتا ہے بغیر سورج طلوع ہوئے دن نکل آیا ہے۔ زمین کے ان چراغوں کا عکس جب آسمان پر پڑا تو وہ بھی آئینہ کی طرح جھلکنے لگا۔ آتشبازی اور چراغوں کی وجہ سے دنیا ایسی روشن ہو جاتی ہے کہ اس اُجالے کو دیکھ کر آفتاب شرما گیا اور اسی شرم کے مارے رات کو کبھی اپنا مُنہ نہیں دکھاتا۔

شب برات میں جو مہتاب چھوڑے جاتے ہیں تو ان کی تابانی ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے ظلمات میں آبِ خضر۔ گلشن میں جب پھولباز یا چھوڑی جاتی ہیں تو زمین پر سورج، چاند اور تارے اُتر آتے ہیں اور ان کی روشنی کی جھلک آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ خدائے تعالےٰ نے قطب شاہ کو ایسی تجلی بخشی کہ اُس نے رات کو دن سے زیادہ روشن کر کے چمکا دیا۔

تیسری نظم میں کہتا ہے :-

شب برات کی مبارک رات اپنے ساتھ اپنے روزی خوار و یا ملازموں یعنی خوشی، عیش انند اور عشرت کو براتی بنا کر لے آئی ہے۔

محمدؐ نے جنگ اُحد میں علیؑ کو ساتھ لے کر کامیابی حاصل کی کیونکہ انکی تلوار

کے چمکنے سے تاریکی کی فوجیں بھاگ گئیں۔

اس رات میں معشوقوں کے دہن پستے، آنکھیں شکر کی طرح شیریں،

اور ہونٹ گھڑوں کی مصری کی طرح نازک نظر آتے ہیں۔ اور ان کے

چہرہ پر پسینہ کی بوندیں خشخش کی طرح باریک نظر آتی ہیں۔

سہیلیوں کی کاجل لگی ہوئی آنکھیں سیاہ باداموں کی طرح، ٹھوڑی

سیب کی طرح اور دانت چارولیوں کی طرح نظر آتے ہیں۔

اسی طرح پوری نظم میں سہیلیوں کے حسن اور لباس کی تعریف کی ہے۔ ان کا آتشبازی

چھوڑنا اور اُس کی جھلک سے ان کے جسم پر زیوروں کا جگمگا اٹھنا نہایت تفصیل سے

بیان کیا ہے۔

چوتھی نظم کا تذکرہ بھاگ متی کے ذکر میں کیا جا چکا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ

شب برات کی تقریب میں دربار اور ڈیوڑھی کی خاص خاص طوائفیں بڑے اہتمام

کے ساتھ سج دھج کر کے اور شاہی طمطراق کے ساتھ اپنے اپنے مکانوں سے آتی تھیں۔

بھاگ متی کی نسبت تاریخوں میں یہ لکھا ہے کہ وہ جب دربار کو آتی تو اِس کے ایک ہزار

سوار اِس کی جلو میں رہتے۔ جب اس کی معمولی آمد اس شان سے ہوتی تھی تو شب برات

کی تقریب میں وہ جو کچھ اہتمام کرتی کم تھا۔ اسی لئے بادشاہ نے اس موضوع پر ایک خاص نظم لکھدی ہے جس میں اس امر پر زور دیا ہے کہ :۔

"وہ اپنے ساتھ آسمان کے مہر و ماہ سے زیادہ روشنی رکھنے والے لاکھوں چاند سورج اپنے ساتھ لاتی ہے۔ کیا تعجب کہ زمین آسمان پر لاف زنی کرنے لگے کیونکہ وہ زمین کو صاف و شفاف آسمان کی طرح جھلکا دیتی ہے"

پانچویں نظم میں محمد قلی لکھتا ہے کہ :۔

شب برات پھر سے مبارک سلامت کی خبر لے آئی ہے۔ کیونکہ اس رات میرے بخت کا طالع سورج کی طرح جھلکنے لگتا ہے۔

میری سکی کے چہرہ کی روشنی کے سامنے اس عید کا اجالا اثر ماننے لگتا ہے۔ اس عید میں سکھ اور انند کا نور از سر نو مجھ پر چتر کی طرح چھاجاتا ہے۔

دنیا دلہن بن کر انند کرنے والی دوشیزاؤں کے ہاتھ سے مئے عشرت پلواتی ہے اور زہرہ الحان کے ساتھ بادشاہ کے لئے نغمہ گانے لگتی ہے۔

شب برات کے عیش کی آمد نے اپنے حسن کی ایسی جھلکاریں دکھائیں کہ دنیا کے دل میں پھر سے زندگی کا نور پیدا ہونے لگا۔

شاہ کی سب پیاریاں عید کا سنگار کرتی ہیں تاکہ بادشاہ کو ایک کا سنگار دوسرے سے زیادہ پسند آئے۔

آنند کے بھیدوں اور چاووں کی وجہ سے پیاری (ایک خاص سہیلی) میرے دل میں کھیلنے لگتی ہے کیونکہ وہ اپنے جوبن کے چمن میں خوشبو مہکا لیتی ہے۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ کو ہمیشہ لاکھوں عیدیں دیکھنی نصیب ہوں، کیوں کہ عیسیٰ کی دعا اس کے لئے گلِ مسرت کی خوشبو لائی ہے۔

چھٹی نظم میں بادشاہ نے اپنی ایک سہیلی پیاری کے آتش بازی کھیلنے کا ذکر کیا ہے اس سلسلہ میں شب برات کی آتش بازیوں کے بہت سے نام بھی ہمارے لئے محفوظ کر دیئے ہیں۔ کہتا ہے :—

شب برات نے کوہِ طور کے نور کو اب تمام عالم میں پھیلا دیا ہے اور خضر نے اپنے ہاتھ سے مجھ کو آبِ حیات پلا دیا۔

شب برات اپنے ساتھ خوشی کی براتیں لے آئی ہے۔ اور قطب شاہ ان براتوں کو لے کر رات اور دن انند کے ساتھ گزارتا ہے

پیاری کا سرو قد ہوائی کی طرح (بلندی کی طرف مائل) اور اس کے

ناک کی پھلواڑی چنبیلی کی طرح ہے پیشانی پر مہتاب کی طرح بیلہ
لگائی ہے اور ہونٹوں پر سورج جیسی چمک دمک نظر آتی ہے۔

اس کے رات جیسے سیاہ بالوں میں کیوڑا بھنورے کی طرح نظر آتا ہے
تالوں اور پاتوں کی آوازوں سے آسمان کے اندر میں خلل پڑتا ہے۔
اس کی چوٹی کا پھندنا طاؤس کی طرح ناچ رہا ہے۔ ہوائی کو
اپنا حاجب بنا کر وہ اپنی دربائی (مالکی) کا اعلان کرتی ہے۔
اس کے بالوں کے جوڑے میں پھولوں کی جو لڑیاں ہیں وہ
ٹوکریوں کے جھیلے کی طرح ہیں ......

اے قطب شاہ تجھ کو نبی کے صدقے میں بڑی اچھی پیاری ملی ہے۔

ساتویں نظم کی ردیف ہی لفظ روشن ہے جس کی وجہ سے تمام نظم شب
برات کی روشنی سے جگمگا رہی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اس عید سے قبل
بادشاہ کو کسی جنگ میں کامیابی نصیب ہوئی تھی جس کی طرف مقطع میں اشارہ
کرتا ہے کہ:۔

دشمنوں کے سینے پھانکوں کی طرح کیوں نہ پھوٹیں اور تڑخیں جبکہ
خدا نے قطب شاہ کو ایک روشن فتح اور کامرانی عطا کی ہے۔

آٹھویں نظم طویل ہے اور اس موضوع کی اچھی نظموں میں شمار ہوتی ہے اس میں محمد قلی لکھتا ہے کہ :۔

شبِ برات نے آکر تمام عالم اس طرح روشن کر دیا ہے جس طرح نورِ موسوی کی وجہ سے وادیٔ ایمن روشن ہو گئی تھی۔

آبِ رخسار کی جھلکیں دکھا کر عاشقوں کی آنکھوں کو ایک نور سے معمور گلشن بنا دیا ہے۔ چونکہ اس رات کو زلفِ خوباں کے ساتھ نسبت ہے اس لئے جس طرح معشوقوں کے جسم پر زیبائش و آرائش کی وجہ سے نور جھلکنے لگتا ہے۔ اسی طرح اس رات کو بھی نورانی لباس زیب دیتا ہے

اس عید کی لطف اندوزی کی ہوس کا دنیا کو خبط ہے کیونکہ اس میں محبت کی ہواؤں کے جھونکے تن اور من کو شگفتہ کر دیتے ہیں۔

نبیؐ کے صدقے میں اے قطب شاہ تو لاکھ سال خوش و خرم زندہ رہ کیونکہ تیری ہی وجہ سے اس عید میں شمع عیش روشن رہتی ہے۔

محمد قلی کی "شبرات" سے متعلق نویں نظم شاعرانہ کمال کا بہترین نمونہ ہے۔ یہ نظم نہایت مرصّع ہے اور اس میں ایسی اعلیٰ پائے کی تشبیہیں استعمال کی گئی ہیں کہ اس کو اردو شاعری کے شہ پاروں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ نثر میں اس کی

تمام خوبیوں کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ تاہم قوت تخیل کا کچھ نہ کچھ پتہ چل سکتا ہے
وہ کہتا ہے :۔

میری ماہ رویوں نے اپنے چہروں کی روشنی سے شب برات کو
روشن کر دیا ہے۔ ان میں سے کوئی سورج نظر آتی ہے، کوئی چاند اور
کوئی ستارہ۔

ہر طرف سے ہر ایک نازنین نورتن کا لباس پہن کر آئی ہے تاکہ
بادشاہ کے ساتھ چمن میں نکلے۔ شرابِ عشق پینے سے اُن کے جسم جھلکنے
لگے ہیں۔ وہ اپنے نوجوان چہروں کے آب و رنگ اور آفتاب جیسی
جھلک سے مہتاب کو بے تاب بنا کر پگلا رہی ہیں۔

نازنیں اس انداز سے محوِ خرام ہے کہ اس کی زلفوں کے لہرانے
کی وجہ سے خوشبو آسمان تک پہنچی ہے اور سارا آسمان مہک گیا ہے
جس کی وجہ سے فرشتے فریفتہ ہو کر لاکھوں کی تعداد میں اتر آئے ہیں۔

ایک سے ایک کے پستان زیادہ خوبصورت ہیں جن پر سیاہ
بادلوں کی لٹیں ایسی نظر آتی ہیں جیسے پہاڑیوں پر کالے کالے بادل
چڑھائی کرنے آئے ہوں۔

نازنین کے رخسار مہتاب اور پھولوں کے ہار پھول جھڑیاں نظر آتے ہیں۔ اس کے دونوں بھوحاجبوں کی طرح ایک دوسرے پر حملہ کر رہے ہیں۔

علیؑ جیو کے یہاں سے یہ حکم لے آئے ہیں کہ یہ جہان امن واماں کے ساتھ ہمیشہ قطب زماں کے حکم کے تلے رہے۔

شب برات کی نظموں کے سلسلہ میں آخری نظم آتش بازی کی بہت سی اصطلاحوں کی آئینہ دار ہے۔ اور عجیب بات ہے کہ ان میں سے اکثر اصطلاحیں اب بھی رائج ہیں۔ اس نظم کے چند شعر ذیل میں درج ہیں جن میں اصطلاحوں کے نیچے خط کھینچا گیا ہے:—

ہوایاں سو کے بنگڑیاں چکراں جو ب — گھڑیاں بازیاں سواتے چمن کری ہے

نین مستی کے گلریزاں سو بھر کر — نلی طاوس ُچک چومن کری ہے

پھلی ناسک جھمکنے تھے ہے شب رات — دھرت کوں آج تن جوں مکھن کری ہے

لڑیاں موتیاں کیاں تج ہنسنے کیاں جھیلاں — تو جھیلاں تھے جگت درپن کری ہے

مذہبی عیدوں کے بیان کے آخر میں عید رمضان اور عید ضحیٰ کا کچھ ذکر بھی

ضروری ہے۔ کیونکہ اسلامی دنیا میں یہی عیدیں بہت اہم سمجھی جاتی ہیں۔

عیدِ رمضان اس عید کی چہل پہل اور سرکاری و درباری مصروفیتوں کے متعلق تاریخوں سے کوئی معلومات حاصل نہیں ہوتیں لیکن محمد قلی قطب شاہ کی نظموں سے پتہ چلتا ہے کہ جہاں رمضان کا چاند دکھائی دیتا تمام قطب شاہی سلطنت میں لہو و لعب ختم ہو جاتے۔ شراب کی دکانیں اور سیندھی خانے بند کر دئے جاتے۔ رمضان مبارک کے احترام کا یہاں تک خیال تھا کہ خود محلات شاہی میں بھی شراب اور عیش و عشرت موقوف رہتی۔

محمد قلی قطب شاہ خود روزہ رکھتا تھا اور اس کی تقلید میں تمام بیگمات و محلات شاہی بھی صوم و صلوٰۃ کی پابند ہو جاتیں۔ رمضان کے تیس[۳] دن گزر جانے کے بعد جب شوال کا چاند آسمان پر نظر آتا تو خوشی و خرمی کا اظہار کیا جاتا عیش و عشرت کے شادیانے بجنے لگتے۔ مصری، پستے، بادام، دودھ اور کھجور خاص اہتمام سے منگوائے جاتے اور شیر خرما اور سیویوں سے ایک دوسرے کی ضیافت کی جاتی۔

ہر عید کے وقت بادشاہ اردو میں ایک نظم بھی لکھا کرتا تھا۔ چنانچہ اس وقت عید رمضان کے متعلق سلطان محمد قلی کی گیارہ نظمیں موجود ہیں۔ جن میں سے چند کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

پہلی نظم میں وہ کہتا ہے کہ :۔

اے ساقی لوگ کہتے ہیں کہ آج آسمان پر چاند دکھائی دیا اور جبارِ چرخ نے نور کے ورق پر لکھ دیا کہ انگور کی کنواری بیٹی شرابِ وصل مجھے ملنا چاہیئے۔ ایک مہینہ سے میرا دل اس کا منتظر تھا۔ اب کہیں چل کے نئے چاند کا پیالہ حاصل ہوا ہے۔

اس موقع پر ساقی کنول کے پیالے میں گلال بھر کر چاروں طرف پھر رہا ہے تاکہ گلرخوں کے گالوں کو لال لال کر دے۔ اور سکیوں سے پوچھے کہ خود تمہارے ہونٹوں میں تو مصری شیر جر رہا اور پستے موجود ہیں پھر تم روزے کیوں رکھتی ہو۔

اے محتسب آج تو یہ نہ کہہ کہ مے پینا شرع میں منع ہے۔ اے ساقی اپنے نمکین ہونٹوں کے بوسے دے اور شراب کو حلال بنا دے۔

ایک دوسری نظم میں لکھتا ہے :۔

چاند نے عین عید کی آمد کی بشارت دی اور بھوں بن کر ساقی کو اشارہ کیا کہ شراب پلائی جائے۔

ہونٹوں کے شراب خانے کو قفل پڑا ہوا تھا اس کو آنکھوں کے خطِ سرمہ کی

کو نجی سے کھول کر عمارتِ دل کی حالت دکھادی۔ (یعنے ہونٹوں سے بوسے دیکر دل کے جذبات کو ظاہر کیا)

شراب کی چھپیلی جو ایک ماہ سے چھپی ہوئی تھی اس نگار کو عید نے آکر اور مشاطہ بن کر آج دکھادیا۔

مجھے چاہئے کہ اب اطمینان سے پیرِ مغاں کی سیوا کروں، کیوں کہ اس نے مے خانے کی اجازت دے دی۔

محمد نبیؐ کے فیض سے آج عید نے آکر محمد قطب کو مجلس کی صدارت عطا کی۔

تیسری نظم کا خلاصہ ہے:—

عید کی رات جلوہ گر ہوئی اور روزوں کے دن گزر گئے۔ اس لئے اے ساقی نئے چاند جیسے ساغروں میں شراب بھر۔

میں بہت دن سے صوم وصلوٰۃ کی پابندی کی وجہ سے زہد پارسائی کا مرتکب ہو کر بدنام ہو رہا تھا اس لئے اب تو محبت کے پیالے پلاکر مجھے نیک نام کر۔

(ماہِ رمضان کی وجہ سے) صراحی مست ہو کر سرکشی کرنے لگی تھی

لیکن اب پھر جام کی طرف جھک جھک کر سلام کرنے لگی ہے۔

ان تینوں دنوں کا خمار توڑنے کے لئے اے ساقی تو مجھے کم کم شراب نہ دے

بلکہ دم بہ دم پیالے بھر بھر کر دیتا جا۔

نبی کے صدقے میں قطب شاہ کو مے طہور ملی اور امام کے صدقے میں کوثر

سے بھرا ہوا ساغر مل گیا۔

دوسری نظموں سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کے روز خوشی کے دمامے اور طبل بجائے جاتے ہیں۔ لوگ باغ کے پھولوں کی طرح شگفتہ ہو جاتے ہیں اور متوالوں کی طرح ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ سب لوگ رنگین لباس پہنتے ہیں اور سیویوں اور شیر خرما سے بھرپور پیالے پیتے اور پلاتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ آج سے ساڑھے تین سو سال قبل بھی رمضان کی عید میں شیر خرما اور سیویوں کا دستور تھا۔ ایک نظم میں تو رمضان کی عید کو سیوی کی عید لکھا ہے چنانچہ کہتا ہے ؎

عید سیوی لیا ئیا خوشیاں انند　　اس انداں سوں کریں خوباں انند

شیر خرما، بادام اور پستوں وغیرہ کا ذکر ان اشعار میں ملتا ہے: ؎

نابات شیر خرما پستے شکر ادھر　　کیوں روزے رکھتی سکیا کر کر سوال ساقی

خرم خوشیاں سوں شیوے کی سیویاں بھر پری ساقی پلا پیالہ کہ آیا ہلالِ عید

تج خندہ کا شکر دے تجے شیر خرمے میں شربت پلا او صر ستے کھلیا گلالِ عید

شیر خرما قند بداماں پستے جیواں ملا کر

حضرت [illegible] واقعہ [illegible] عید [illegible] کے

عیدِ قرباں

عید رمضاں کی طرح بقر عید سے متعلق بھی تاریخوں میں کوئی معلومات درج نہیں ہیں۔ لیکن محمد قلی نے اپنے کلام میں اس عید کی مصروفیتوں کو بھی زندۂ جاوید بنا دیا ہے۔ اس موضوع پر اس کی گیارہ نظمیں ہمیں دستیاب ہوئی ہیں۔ جن میں سے دو تو نہایت اعلیٰ پایہ کے قصیدے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ایک قصیدہ میں تو اس نے اس واقعہ کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے کہ شاید "مورخ میری اس مجلسِ عید کی تاریخ نہ لکھے پھر قصہ خواں اس شاندار عید کے قصّے کیوں کر بیان کرے گا۔"

عید قرباں کی نظموں میں حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل کے واقعات کی تلمیح، حج کے لئے سفر کعبہ کی واجبیت، اور حج اکبر کی فضیلت کے اظہار کے ساتھ ساتھ اپنی مجلس آرائیوں کا تذکرہ [illegible] خاص طور پر اس بات [illegible] کی

تقسیم کی جاتی تھی اُس کی طرف کئی جگہ اشارہ کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب سے چند سال قبل تک حیدرآباد میں بچوں کے لئے عیدی کا جو طریقہ رائج تھا وہ محمد قلی کے عہد میں عام طور پر موجود تھا۔ اس عید کی تقریب میں بھی محمد قلی مجلس آرائی کرتا تھا اور پھولوں اور خوشبوؤں سے اس کی محفل مہکنے لگتی تھی۔ تمام ملک میں عام طور پر لوگ دعوتیں مناتے، سیخوں کے کباب کھلائے جاتے، باورچی خانوں میں آگ ہمیشہ روشن رہتی اور راستوں پر ہر طرف عزیز و اقارب کے لئے حصوں کے خوان جاتے دکھائی دیتے۔ دسترخوانوں پر جنت کی نعمتیں چن دی جاتیں جن کو دیکھ کر تر لوگ بھی حیران رہ جاتے۔ لوگ توؤں پر کباب تلتے تلتے آفتاب کو بھی ایک توا سمجھنے لگتے۔ عید بقر کی پہلی نظم میں وہ لکھتا ہے:—

میرے لئے خوشیوں کے ساتھ بقر عید کی خبر بھی آئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بقر عید میری خوشیوں پر سے قربان ہونے کے لئے آرہی ہے۔

پھول میری مجلس سے رنگ پاکر سہانے دکھائی دیتے ہیں کیوں کہ اس محفل میں ساقی اپنی آنکھوں کے پیالوں سے شراب پلا کر مجھے رجھاتا ہے۔

سہیلیاں جامۂ محبت کی رنگینیوں سے خود کو سنوارتی ہیں کیوں کہ بقر عید کی آمد آمد سے تمام دنیا میں طبلِ عشرت بجنے لگتے ہیں۔

میری مستی کی ماتی سکیوں کے ساتھ عشق کا کھیل کھیلنا مجھے زیب دیتا ہے۔
اور دنیا اس عشق کو دیکھ کر اچنبھے میں رہ جاتی ہے۔

چونکہ مجھے آنند اور خوشی کے راگ اور رنگ زیب دیتے ہیں اس لئے عید کی
مستی میرے قدموں پر اپنا سر رکھ کر میرے دل کو راضی کر لیتی ہے۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ کو ہمیشہ عید مستانہ زیب دیتی ہے کیونکہ
میرے سر پر ہمیشہ چتر شاہی سہانا نظر آتا ہے۔

اسی طرح جملہ نظموں میں عید کی تیاریوں، خوشیوں اور رنگ رلیوں کی طرف شاعرانہ انداز میں اشارے کئے گئے ہیں۔ اور قربانی کے لحاظ سے دشمنوں اور مخالفوں کے بادشاہ پر سے قربان ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔

پانچویں نظم ذرا طویل بھی ہے اور اہم بھی۔ اس میں بادشاہ نے اپنے شاہانہ جاہ و جلال، فاتحانہ سطوت و اقبال اور عید کے کرو فر کو بڑے کمال سے ظاہر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے:—

اے بادشاہ بقرعید آئی ہے تاکہ دشمن تجھ پر سے قربان کر دئے جائیں
زمین خوش دل آسمان خوش حال اور تمام جگ شاداں و خنداں ہے۔

چونکہ تو ابراہیم کا تیسرا فرزند ہے اس لئے حضرت اسمٰعیل کی طرح

حق تعالیٰ تیری اور تیرے دوستوں کی اپنی مہربانی سے ہمیشہ نگہبانی کرتا ہے۔

توعلیؑ کا شیر ہے اس لئے تیرے رعب و جلال اور ہیبت کی وجہ سے

آسمان کے شیر (اسد) کو مریخ تجھ پر سے قربان کر دیتا ہے۔

خدا نے تمام ہندستان کو عیدی کے طور پر تجھے دے دیا ہے اس لئے

تیرے ملک میں قیامت تک روز بروز آبادی بڑھتی رہے گی۔

جو کوئی تیرا موافق نہیں وہ محمد (محمد علی) کا دشمن ہے اور جو محمدؐ کا دشمن

ہوتا ہے وہ ہمیشہ خوار اور پریشان رہتا ہے۔

تو موسیٰ کی طرح ہے تیری تلوار عصائے موسیٰ کا کام دیتی ہے اور تیرا

چہرہ ید بیضا کی طرح روشن ہے۔ تو عیسیٰ کی طرح ہے، سورج تیرا گھوڑا ہے

اور آسمان تیری جولانگاہ ہے۔

تیری بزم میں داؤد کی طرح ہمیشہ نغمے سنائی دیتے ہیں اور خوشیوں پر

خوشیاں نصیب ہوتی ہیں۔

خدا نے تمام پریوں، دیووں، اور وحوش وطیور کے علاوہ انسان اور

جن اور چاروں عنصروں کو بھی تیرے حکم کے تلے کر دیا ہے کیوں کہ تو سچ مچ

سلیمان ہے۔

اگر تیری تلوار کا عکس دشمن پر پڑ جائے تو اس کے جسم کا خون جم کر عقیق اور لعل و مرجان بن جائے۔

جو کوئی تیرا دعا گو ہے اس کے لئے تمام دنیا دعا کرتی ہے اور جو کوئی تیرا ثنا خواں ہے تمام عالم اس کی ثنا کرتا ہے۔

اے قطب شاہ نبی کے صدقے میں کچھ اس طرح گھر گھر خوشی اور جگہ جگہ اطمینان ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا تیرے گھر میں بقر عید لاکھ سال کیلئے مہمان بن کر آئی ہے۔

غرض بقر عید کی تمام نظمیں اور دونوں قصیدے بھی نہایت دلچسپ ہیں اور تعجب ہوتا ہے کہ اس یک گونہ خشک موضوع پر بھی محمد قلی نے کس خوبی سے طویل نظمیں لکھی ہیں۔

نوروز اور بسنت

یہ بات پہلے بھی بیان کی جا چکی ہے کہ محمد قلی قطب شاہ نے حیدرآباد میں ایک بین قومی فضا کی ترویج میں بڑا حصہ لیا تھا اور ملک کے جملہ طبقوں کو دل میں لینے کے سلسلے میں تو وہ اپنے باپ سلطان ابراہیم سے زیادہ کامیاب رہا ہے۔ اس کا لباس، وضع قطع اور معاشرت بالکل ہندستانی تھی۔ یہ واقعہ ہے کہ اگر ابراہیم کے بعد محمد قلی جیسا حکمراں تخت نشیں نہ ہوتا تو گولکنڈہ کا بین قومی تمدن اس انتہائی عروج کو نہ پہنچ سکتا جس کی وجہ سے سرزمین دکن اب تک مشہور ہے۔

اس بین قومی تمدن کے پیدا کرنے کے لئے محمد قلی نے مذکورہ خالص اسلامی عیدوں کے علاوہ اور بھی تقریبیں زور و شور سے رائج کیں جن میں نوروز۔ بسنت اور آمد برسات کی تقریبوں کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ موخر الذکر کا تذکرہ آئندہ ایک علحدہ عنوان کے تحت کیا جائے گا یہاں صرف نوروز اور بسنت کی مصروفیتوں کی نسبت کچھ باتیں بیان کی جاتی ہیں۔

افسوس ہے کہ ان دونوں موضوعوں کے بارے میں تاریخوں سے کوئی مدد نہیں

ملتی۔ ان کے متعلق ہماری معلومات کا واحد ذریعہ کلیات محمد قلی قطب شاہ ہے۔

نوروز

عید نوروز کے موضوع پر محمد قلی کی تین نظمیں اور دو اعلیٰ پایے کے قصیدے دستیاب ہوئے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ اِس روز وہ کسی مذہبی عید سے کم خوشی نہیں مناتا تھا۔

ان نظموں میں شاعر نے علمِ نجوم کی اصطلاحوں کا دل کھول کر استعمال کیا ہے۔ اور برج حمل میں آفتاب کی تحویل سے متعلق شاعرانہ انداز میں خیال آرائی کی ہے۔ سمجھا یہ جاتا ہے کہ جب آفتاب بارہ برجوں کی گردش کرتا ہوا خط استوا پر آجائے تو ایک پورا سال ختم ہوتا ہے اور جس روز آفتاب یا زمین کا ایک دور ختم ہو کر نیا دور شروع ہوتا ہے اس کو **نوروز** کہتے ہیں اور اس دن دوسرے تمام سیارے جن جن مقامات پر ہوں ان کے لحاظ سے آنے والے پورے سال کے حالات کے متعلق پیش قیاسی کی جاتی ہے۔ گولکنڈہ کے ماہرانِ علم نجوم ہر نوروز کی خاصیتوں اور اس کے اثرات کے متعلق دربار میں تفصیل سے معلومات پیش کرتے تھے، جن کی بنا پر نوروز کے ساتھ ہی یہ سمجھا جاتا تھا کہ دنیا ایک نئی کروٹ بدل رہی ہے اور یہاں کی ہر چیز اب تر و تازہ اور نئی ہو جائے گی۔ آفتاب کے برجِ حمل میں داخل ہونے کے وقت کو نہایت مسعود سمجھ کر اوراد و وظائف پڑھے جاتے اور دعائیں کی جاتیں۔ ان سب باتوں کو محمد قلی نے اپنی

نظموں میں پیش کیا ہے۔

چنانچہ پہلی نظم کے چند شعروں کا خلاصہ یہ ہے:۔

نورانی نوروز نور کے جلووں کے ساتھ آیا اور حمل اس کے شایان شان لوازم سے آراستہ ہوگیا۔ تمام عالم میں نور جھلک رہا ہے اور سارا چمن چاند کی طرح جگ مگ کر رہا ہے۔ ہر طرف ہر قسم کی چیزوں کی ہوا بندھی ہوئی ہے۔ اور ہزاروں ہرے بن لہلہا رہے ہیں۔ بادشاہ کی سہلیاں ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ لائے چمن میں صف در صف اٹھلاتی جارہی ہیں گویا عقد ثریا جیسے ستارے اتر آئے ہیں جس طرح آفتاب اور برج حمل کی قربت سے نئے نئے اثرات پیدا ہوتے ہیں اسی طرح قطب شاہ اور قدرت خدا کی قربت نے قاف تا قاف قطب شاہ کا حکم جاری کر دیا ہے۔

اس نظم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے دوسرے شعر کے اکثر لفظ حرف ج سے، تیسرے کے م سے، چوتھے کے ک سے، پانچویں کے ہ (ہائے ہوز) سے، چھٹے کے س سے، اور ساتویں کے ق سے شروع ہوتے ہیں مثلاً ؎

(۳) مدہر مد مستنی مبا سوں منوہر　　　مدن من کی مجلس میں مہتر منڈایا ۔۔۔۔م

۵) ہوا ہے ہوا ہر طرف ہر جنس کا ہوس سو ہرے بن ہزاروں ہلایا...... ۵

۷) قرب سوں قطب شاہ قدرت خدا سوں قضا قوس تھے قاف تا قاف پایا...... ق

دوسری نظم ذرا طویل ہے اور طویل بحر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں نوروز کی وجہ سے دنیا پر جو سر سبزی، ترد تازگی، اور رونق پیدا ہو گئی ہے اس کا نہایت خوبی اور تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔ مثلاً کہتا ہے کہ :۔

نئے نور رنگ کے نوروز نے نہ صرف کلی کلی کو کھلا دیا ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حسین عورتوں کے جوبن بھی پھر سے بہار پر آ گئے ہیں۔ پھولوں کے خوش رنگ پیالوں کو شبنم سے دھو کر ان میں گلابی شراب بھر کر سبز رنگ نہالوں جیسی حسینوں کے ہاتھ سے پلا رہا ہے۔

چمن میں بلبلیں جگہ جگہ ایسی دکھائی دے رہی ہیں جیسے حسینوں کی آنکھوں میں تلیں۔ پھولوں کے گچھوں میں کالے کالے بھونرے ایسے نظر آتے ہیں جیسے کالی کوئلیں ہری ہری ڈالیوں میں اڑتی پھر رہی ہوں....

تیسری نظم میں بھی اسی طرح کے مضامین باندھے ہیں۔ اور کہتا ہے اس سال پھر نوروز خوشیوں کی بشارت لے کر آ رہا ہے کیونکہ اب کے برج حمل میں اس کا

شرفِ عزم بھی ظاہر کر رہا ہے ۔ اس کی وجہ سے میرے دل کے چمن میں امیدوں کے پھول کھل گئے ہیں ۔ وغیرہ

نوروز کے موضوع پر محمد قلی قطب شاہ کے قصیدے نہایت اعلیٰ پایہ ہیں ۔ اور یہ دونوں قصیدے اس کی انتہائی خوشی اور مسرت کے ترجمان ہیں کیونکہ یہ دونوں ایک ایسے موقع پر لکھے گئے ہیں جب نوروز اور عید رمضان ایک ہی روز یا قریب قریب آئے تھے ۔ دونوں قصیدے چونکہ ایک ہی موضوع پر ہیں اس لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ آیا ایک ہی وقت میں یہ قصیدے لکھے گئے تھے یا دو دفعہ ایسا واقعہ پیش آیا تھا کہ نوروز اور عید رمضان مل کر آئے تھے ۔ پہلا قصیدہ ستائیس اشعار پر مشتمل ہے ۔ اور اس میں صاف طور پر عید رمضان اور نوروز کے ساتھ ساتھ آنے کا ذکر درج ہے ۔ اس کے چند اشعار کا خلاصہ یہ ہے :-

اے بادشاہ نوروز عید کے روز آ کر عید کے آنے کی خبر لے آیا ہے اور پھر سے سکھ کا کاروان اپنے ساتھ لے کر گویا عید کے اہتمام کا سامان لایا ہے ۔

تمام عیدوں کے دنوں میں یہ روز عید اچھا ہے اس لئے نیشکر کی طرح اپنی کمر باندھ کر عید کا خراج لے آیا ہے ۔

یہ عید اتنی اچھی ہے کہ اس میں دوسری تمام عیدیں غلامی کا حلقہ اپنے کان میں ڈالکر

عید کا گلدستہ پکڑی کھڑی ہیں۔

ان دونوں شعروں میں محمد قلی نے اپنی عیدوں کے رسم و رواج کی طرف اشارہ کردیا ہے کہ

کس طرح اس کے ماتحت راجہ اور امرا لشکر کی طرح کمریں باندھ کر سلطنت کے خراج داخل کرنے

کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ اسی طرح شاہی تقریبوں اور مجلسوں میں غلام (جن کے کانوں

میں حلقے پڑے ہوتے) اپنے ہاتھوں میں گلدستے لئے کھڑے رہتے تھے روز عید اور

نوروز کے ساتھ ساتھ آنے کے متعلق اور دو شعروں میں کہتا ہے :۔

یوم عید کے پھولوں میں نوروز کے پھول بھی کھلے ہیں اور ان پھولوں کی خوشبو

کی وجہ سے دل عید کی طرف راغب ہوگیا ہے۔

نوروز اور یوم عید آپس میں بھائی پن کا صیغہ پڑھ کر ایک ہو گئے ہیں

اور عید کی خوشیاں اپنے ساتھ لائے ہیں۔

اس قصیدے میں ماہرین نجوم کے اس خیال کی طرف بھی اشارہ کردیا ہے کہ

جب آفتاب برج حمل میں داخل ہونے لگتا ہے تو اس کو ساعتِ نیک کہتے ہیں اور

اس مبارک وقت میں ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ اس لئے ماہرین نجوم کہتے ہیں کہ

اس وقت صاف و پاک جگہ پر خوشبودار بخور روشن کرکے اور پاک و صاف لباس پہنکر

کسی اسم الٰہی کا ورد کریں اور آخر میں حصول مدعا کے لئے دعا مانگیں تو وہ ضرور بامراد ہوتی ہے۔ چنانچہ اس مسعود وقت کے لئے عامل لوگ منتظر رہا کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں بڑے روپے کماتے ہیں۔ اسی لئے محمد قلی کہتا ہے کہ :۔۔۔

اس عید کے روز امید کے پھول کھل گئے ہیں اس لئے دعا مانگو۔ یہی وجہ ہے کہ دوسرے دنوں کے مقابلے میں یہ دن بہت نمایاں ہے۔

دعا کرو کہ امن و اطمینان کی بارش ہو تا کہ میرے درخت ہرے ہو جائیں اور میرے دل کے چمن کی روشوں میں گل و ریحان کھلنے لگیں۔

عید نوروز سے متعلق دوسرا قصیدہ ناقص الاول معلوم ہوتا ہے اس میں جملہ گیارہ شعر ہیں۔ اس سال غالباً نجومیوں نے بادشاہ کو خبر دی تھی کہ اس کے زائچہ کے لحاظ سے یہ نوروز بہت ہی مبارک و مسعود ہے کیوں کہ اس کے برج میں زہرہ اور مشتری واقع ہوتے تھے۔ بادشاہ خوش ہے اور یہ قصیدہ ایک طرح کا نعرۂ مسرت ہے جس میں شاعر پکار اٹھتا ہے کہ :۔۔۔

خدا مجھے عید کی جیسی راتیں اور نوروز جیسے دن عطا کرتا ہے اور میرے دل کی بلبل کے لئے نئی نئی عشرت کے پھول کھلاتا ہے۔

لیکن پھولوں کی عید اور چیز ہے اور نوروز کی خوشی اور۔ کیونکہ نوروز

کی وجہ سے ساقی عیش کی طرح اندازی کر کے میرے دل کو محبوب سے ملا دیتا ہے۔

چونکہ میرے برج میں زہرہ اور مشتری آئے ہیں اس لیے اس دفعہ نوروز

کو بڑائی حاصل ہو گئی ہے اور وہ نوروزی صفائی بخش رہا ہے۔

اے مرغ دل ذوق وشوق سے پر فشاں ہو کہ نوروزی براتیں آئیں جو

بہت جلد غم کی براتوں کو پھاڑ کر تباہ کر دیں گی۔

بسنت

اس عید کی تقریب میں بادشاہ کی دو نظمیں ملی ہیں جن میں ایک تو قصیدہ ہے اور دوسری نظم بقر عید اور بسنت دونوں کے ایک ساتھ آنے پر لکھی گئی ہے۔

بسنت دراصل ہندوؤں کی عید ہے جو موسم بہار کی آمد آمد پر منائی جاتی ہے۔ ہندوستان میں بہار کا موسم وسطِ مارچ سے مئی تک سمجھا جاتا ہے جب کہ پھول کثرت سے کھلتے ہیں۔ بسنت اصل میں سنسکرت لفظ وسنت ہے جس کے معنی ہیں سال کی پہلی فصل جو چیت اور بیساکھ تک رہتی ہے اس زمانے میں چونکہ پھولوں کی کثرت ہوتی ہے اس لئے ہندو پھول جمع کر کے دیوتاؤں کے مندروں یا تالابوں کو لے جاتے تھے۔ اس طرح رفتہ رفتہ یہ ایک عید یا میلا بن گیا۔ جس کو حضرت امیر خسرو کے زمانے سے دلّی کے مسلمانوں نے بھی منانا شروع کر دیا تھا۔ اور وہاں بزرگوں کی درگاہوں پر

مسلمان پھول لے جاکر چڑھاتے تھے۔

محمد قلی قطب شاہ نے گولکنڈہ میں اس تقریب کو خاص اہتمام اور شان وشوکت سے جاری کیا۔ اس کی وجہ صرف یہ نہ تھی کہ وہ ہندوستانیت کو بہت پسند کرتا تھا بلکہ اسکی طبیعت عیش وعشرت کی طرف زیادہ مائل تھی اور اس عید میں اس کے فطرتی رجحانات اور دل کی امنگیں جس خوبی سے ظاہر ہوسکتی تھیں شاید ہی کسی اور تقریب میں ہوسکتیں۔ موسم کا اثر انسان کی طبیعت پر ضرور پڑتا ہے۔ اور واقعہ تو یہ ہے کہ انسان اپنے ماحول کا بندہ ہوتا ہے۔ پھر محمد قلی جیسا حساس انسان جو اپنے اطراف واکناف کی چھوٹی سے چھوٹی چیز سے متاثر ہوتا تھا! فرق اتنا ہے کہ وہ ماحول کا بندہ بننے کی جگہ اس خوش اسلوبی سے اپنے ماحول کو کام میں لاتا تھا کہ صحیح معنوں میں اس کا آقا بن جاتا۔

اس کی رعایا میں ہندوؤں کی کثرت تھی اور اس کے محل میں بھی ہندو عورتوں اور ملازموں کی کمی نہ تھی۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ انہی کی خاطر بسنت نہیں مناتا تھا بلکہ خود اپنی خاطر اس تقریب میں بے تکلفی سے حصہ لیتا تھا۔ بسنت کی نظموں میں اس نے جس بے ساختگی اور رنگینی کے ساتھ خیالات کا اظہار کیا ہے وہ اپنی آپ نظیر ہے بسنت کی آمد آمد کے ساتھ وہ پھولوں نہیں سماتا تھا۔ چونکہ اس موسم میں شہوانی جذبات بھی برانگیختہ ہوجاتے ہیں اس لئے ان نظموں میں بعض جگہ اظہار خیالات کے لئے وہ بہت

عریاں پیرایہ بھی اختیار کر لیتا ہے۔ اس خصوص میں وہ عہد حاضر کے شبابی شاعروں سے بہت مشابہ ہے۔

ان نظموں سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی اس موسم میں پھول کھیلنے کے علاوہ اپنی محبوباؤں اور کنیزوں کے ساتھ جی کھول کر رنگ بھی کھیلتا تھا۔ محلوں اور باغوں میں پھولوں کے انبار جمع کر دیئے جاتے تھے اور حوضوں کو رنگوں سے بھر دیا جاتا۔ جن بے تکلف جلسوں میں راگ، رنگ، اور شراب و شاہد کے افراط کے ساتھ محمد قلی جیسا رنگیلا بادشاہ ہو اُن کی رنگینی کا کیا پوچھنا! لیکن ان رنگینیوں اور رنگ رلیوں کی کامیاب ترجمانی بڑے سے بڑے شاعر سے بھی ممکن نہ تھی۔ یہ تو محمد قلی ہی کا حصہ تھا۔ دنیا کا کوئی شاعر اپنے کلام میں اپنی زندگی کو اتنا عریاں نہیں پیش کر سکتا تھا جتنا محمد قلی نے کیا۔ اس کا کلام اس کے قلب کی گہرائیوں سے نکلتا تھا۔ اس کو مبالغہ، تصنع، یا آورد کی ضرورت ہی نہ تھی اور نہ وہ ریاکاری کے ذریعے سے خود کو پاکباز یا زاہدِ مرتاض ثابت کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے ہر جگہ خود کو ایک رندِ شاہد باز ظاہر کیا ہے۔

قلعہ گولکنڈہ سے متصل نئے قلعہ میں جو پر فضا تالاب اور وسیع مرغزار ہے اس میں اب بھی بسنت کے زمانے میں ایک میلہ لگا رہتا ہے۔ اور تھوڑی تھوڑی دیر سے ہندو عورتیں بناؤ سنگار کر کے اور پھولوں کی ٹوکریاں لئے ہوئے گاتی اور اٹھلاتی چلی آتی ہیں۔ چونکہ یہ عہد قطب شاہیہ میں ایک سرسبز و شاداب باغ تھا اس لئے

یقین ہے کہ محمد قلی کی بسنت کی محفلیں یہاں بھی منائی جاتی ہوں گی اور آج بھی جب کہ محمد قلی کو اس دنیا سے گزرے تین سو اسی ۳۸۰ برس گزر گئے اس جگہ ہر سال بسنت میں میلہ لگا رہتا ہے۔ یہاں کی چہل پہل موسم کی ترو تازگی، اور ماحول کی شگفتگی دیکھ کر خیال گزرتا ہے کہ کیا تعجب ہے جو محمد قلی جیسے بسنت کے شیدائی کی روح اب بھی اس پر کیف منظر کے دیکھنے کے لئے اس میلے میں شریک رہتی ہو۔

بسنت کی نظموں میں سب سے پہلے قصیدۂ بسنت قابل ذکر ہے۔ کیونکہ بادشاہ کو فخر ہے کہ اس لئے اس میں بڑے اچھے شعر نکالے ہیں۔ چنانچہ آخر میں وہ کہتا ہے کہ

خدا نے تجھ کو فن شعر میں ایسی نزاکت بخشی ہے کہ اے معانی شبہ ہوتا ہے کہ یہ شعر تیرے ہیں یا خاقانی کے۔

اس قصیدے کا آغاز بسنت کی آمد آمد کے ذکر سے کیا ہے اور لکھتا ہے :-

بسنت کا پھول یاقوتِ رمانی کی طرح کھلا ہے اس لئے اے سہیلیو!
سب مل کر بسنت کو اپنے یہاں مہمان رکھو۔

بسنت کی رت نے اپنے ساتھ خوشیاں لا کر فراق کی آگ کو بجھا دیا ہے
اے نو بلیو آج ایک نئی مجلس شاہانہ ترتیب دو۔

بسنت کی آمد آمد کی وجہ سے تمام درختوں کو جواہر کی طرح پھول لگے ہیں۔

تاکہ تم اپنے پیا پر پھولوں کو موتیوں کی طرح نچھاور کرو۔

اے ساقی! بسنت کے پھولوں پر کی شبنم کو شراب کی طرح صراحی میں بھر لا تاکہ اس شراب کے پینے سے ایسی مستی ہو کہ ہمارا رنگ نورانی ہو جائے۔

صراحی سے شراب انڈیلتے وقت غلغل کی ایسی آواز نکلتی ہے گویا بادل مست ہو کر گرج رہا ہے۔ اس غلغل کی آواز کو ابر نیساں کی آواز سمجھ کر پیالہ پیتے جاؤ۔

اے ساقی! شراب پلاتا جا تاکہ مجھ کو کشف ہونے لگے۔ کیونکہ شراب ہی کی وجہ سے مجھے پوشیدہ راز بھی نظر آنے لگتے ہیں۔

عنبر، عود، مشک، زعفران کا رُت آیا ہے اسی وجہ سے ان سب کی خوشبو دنیا کو گلستان بنا دیتی ہے۔

اے سہیلیو! تم سب مل کر چاند اور سورج کے حوض خانوں کو بھی آب حیات سے بھر دو تاکہ ہم افشانی رنگ کھیلیں۔ بسنت کے پھولوں کی مالا پہن کر مہ جبیں صحن میں نکلی آئی ہے جس کے پھولوں کے نقش و نگار کو دیکھ کر مانی بھی حیران ہے۔

سورج کی کرنوں کو پھولوں کی چھڑیاں بنا کر ہم ایک دوسرے کو مارتے ہیں۔ سہیلیوں کے ساتھ یہ کھیل خدا کرے کہ میں ہمیشہ کھیلتا رہوں۔"

اس نظم کو لکھتے وقت بادشاہ خوشی کے مارے اتنا آپے سے باہر ہو جاتا ہے کہ

اس کو اپنے دشمنوں کی شکست اور اپنی کامرانی یاد آجاتی ہے اور کہتا ہے کہ :۔

قطب شاہ پر مصطفیٰ اور مرتضیٰ کی نظر ہے اسی لئے اس کے دشمن کی پیشانی پر حرف پشیمانی لکھ دیا گیا ہے۔

ان کے دشمنوں پر ازل ہی سے لعنت بھیجنا واجب ہے خواہ وہ سمرقندی ہوں یا بخارائی یا ملتانی۔

نظموں میں پہلی نہایت پر لطف ہے اس میں اس نے اپنے بسنت کھیلنے کا طریقہ اور اس کے رسوم سب صاف صاف بیان کر دیے ہیں۔ یہ نظم جذبات کے اظہار سے معمور ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب بادشاہ اور اس کی سہیلیاں بسنت کھیلتی ہوتیں تو مطربان خوش گلو اس نظم کو گاتی رہتی تھیں۔ وہ لکھتا ہے :۔

"اے پیارے! آؤ عشق کی بسنت کھیلیں کیونکہ تم چاند ہو اور میں تارا ہوں۔ میرا جسم خالص کندن کی طرح چمک رہا ہے اور میں سنگار کر کے اور ہر طرح کے چھند بند کے ساتھ تیار ہوں۔

ہم اور ہمارا ساجن اس طرح بسنت کا رنگ کھیلیں جیسے آسمان شفق کی وجہ سے رنگا رنگ ہو جاتا ہو۔

شفق کے رنگ کے پیچھے سے جس طرح تارے جھلکنے لگتے ہیں اسی طرح
ہمارا سورج کی کرنوں جیسے زر کے تاروں سے بنا ہوا لباس جھلکنے لگا۔

پیاری بسنت کو پیا کے قدموں سے مل کرلے آئی اور کچھ اس طرح
بسنت کھیلی کے رنگ رنگ کو سنگار حاصل ہو گیا۔

اپنے جوبن کے حوض خانوں میں عشق کا رنگ بھر کر جسم کے رویں رویں میں
بجلی کی رو دوڑا دیتی ہے۔

رنگ سے بھیگی ہوئی چوٹی میں سے سر پٹیاں رات کی نشانی بن کر
سیاہ نظر آتی ہے اور اس کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ سورج (جیسے پستان) کے
بیچ میں رات کو کیسی جگہ مل گئی۔

بسنتی رنگ کے جسموں اور کندنی گالوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ
کیسر کی آگ کی بہار پھل پھول رہی ہے۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ نے ایسی دھوم دھام کی بسنت کھیلی
کہ تینوں عالم رنگیلے ہو رہے۔

بعد کی دو نظموں کے بعض مصرعے پڑھے نہیں گئے۔ ان نظموں میں محمد قلی نے

لکھا ہے کہ بسنت کی ہوا آئی اور سکیوں کے تن مشک و زعفران کی خوشبو سے معطر ہو گئے۔ چاروں طرف ہرے رنگ کی ہوا چھا گئی۔ کوئلیں نغمے گانے لگیں مور کی اچھے رس والی آواز عالم کا دل لبھانے لگی۔ طرح طرح کے گلابی رنگ کے لباس رنگیلی چھبیلیوں کے قد پر زیب دینے لگے۔ اور موتیوں کی بارش عجیب منظر دکھانے لگی۔ پپیہا میٹھے میٹھے گیت گانے لگی۔ پھول جیسے ہونٹوں کے پیالوں سے شہد جیسا رس ملنے لگا۔ پیاری اور پیا ہاتھ میں ہاتھ ڈالے سرو کے بن میں گلاب کے پھولوں کی مالا پہن کر نکلے۔ کوئلوں کے گلے اچھے اچھے نغمے الاپنے لگے کہ تنن تن نن تنن تن تن تلالا۔ ایسے گوسائیں کی ہمیشہ سیوا کرنا چاہیئے جو نحوست کو دور کر کے نہال کر دیتا ہے۔ قطب شاہ کو بسنت کھیلتا اور عیش مناتا ہوا دیکھ کر کیا تعجب کہ دشمنوں کے سینوں میں دکھ کے بھالے سلگتے ہوں۔

پانچویں اور چھٹی نظمیں مکمل ہیں اور ان میں بھی بسنت کی مصروفیتوں کو بڑی خوبی اور صفائی سے بیان کیا ہے۔ ساتویں نظم بڑی طویل بحر میں اور بہت پر زور لکھی ہے۔ اس کے چند اشعار کا خلاصہ یہ ہے:۔

بادشاہ کے مندر میں بسنت سعادت کی خبر لے کر آیا۔ بسنت کے آنے کی وجہ سے آنکھوں کی پتلیوں کا چمن پھولوں اور پھلوں سے معمور ہو گیا۔

بسنت کے پھول نے تمام پھولوں کو مہمان بن کر آنے کی دعوت دی

اور اس دعوت میں گلاب کو پیالہ بنا کر خدمت کرنے کی غرض سے لے آیا۔

بسنت کی روشنی سے تمام دنیا میں پھول کھل گئے اور آسمان پر لال

رنگ چھا گیا۔ سورج کی دھوپ میں بسنت ہی کا رنگ نور بن کر جھلکتا ہے

اور چاند کے حوض کو بسنت نے چندن بھر کے مہکا دیا ہے۔

بسنت کی وجہ سے ہر گھر میں موتیوں اور یاقوتوں کے انبار لگ گئے۔ ایسا

معلوم ہوتا ہے کہ بسنت نے ہر گدا کو خاقان کے ہم پلہ بنا دیا۔

اے معانی خدا کا شکر بجا لا کہ تیرے مندر میں رات اور دن خوش

اور آنند کے ساتھ بسنت منایا جاتا ہے۔

ان سات نظموں اور قصیدے کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ نے ایک نظم بقرعید
اور بسنت کے ایک ساتھ آنے پر بھی لکھی تھی یہ بڑی اچھی نظم ہے اور اس میں بادشاہ
نے بقرعید اور بسنت دونوں کی مسرت کی ترجمانی کی ہے۔ دو موضوعوں پر ایک ساتھ
خیال آرائی کرنے میں محمد قلی کو بڑا کمال حاصل تھا۔ اس کی اس قسم کی نظمیں اردو شاعری
میں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھی جائیں گی۔ اس کا نوروز اور روز عید کا قصیدہ
اردو زبان میں اپنی آپ نظیر ہے۔ اسی طرح بقرعید اور بسنت کی نظمیں بھی نہایت ہی

پر لطف اور بلند پایہ ہے وہ لکھتا ہے:۔

"بسنت بکرید کے ساتھ مل کر عشرت کے پھولوں کی بہار لے آیا اور

اور بسنت کا بکرید کے ساتھ آنا میری تمام رنگ بھری سہیلیوں کے دل کو بہت بھایا۔

اس کی خوشبو کی مہکاٹ سے اس جگ میں بہار آگئی۔ بسنت اور بکرید کی وجہ

سے عیش کے پھول باغ عالم میں چھاگئے۔

تمام جنگل آسمان کی طرح سبز ہوگئے جن پر ستاروں کی مانند پھول کھلنے لگے

بسنت نے بکرید کے ساتھ زہرا کو مجبور کر دیا کہ وہ منگل کے ساز پر گائے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کھلتی ہوئی کلیوں کے نازک ہونٹ کچھ بھید بیان

کرنے کے لیے ہل رہے ہیں۔ کیونکہ بسنت بکرید کے ساتھ اس لیے آیا ہے کہ

دونوں مل کر بادشاہ کی تعریف بیان کریں۔ (جو ایک ہی کے بس کی بات نہ تھی)

جب بادشاہ خوبصورت سکیوں کے چہروں پر رنگ ملتا یا ڈالتا ہے تو

ان کی آنکھوں کی پتلیں ایسی جھلکتی نظر آتی ہیں جیسے سورج نے رات میں ستاروں

پر اپنی کرنیں ڈالی ہوں۔

ہماری بزم میں عشرت کے بادل اور آب حیات کی پھوار یا جھڑی برسنے

لگتی ہے کیونکہ بسنت نے بکرید کے ساتھ آکر میرے دل کے چمن میں سکھ کی

کونپلیں اگائی ہیں۔

بسنت اور بکرید دونوں حضرت نبیؐ کی نظر کرم کی وجہ سے ایک جگہ مل کر آئے ہیں اور قطب زماں آنند اور سکھ پار ہا ہے۔

مرگ سال یا آمد برسات

مرگ سال یا آمد برسات کے موقع پر جو عید منائی جاتی تھی اس کا تذکرہ بھی نوروز اور بسنت کے بعد ضروری ہے۔ یہ یہ اصل میں عوام کی عید ہے۔ اور خورداد اور تیر کی چلچلاتی گرمیوں کے بعد جب موسم بدلتا ہے اور بارش شروع ہونے لگتی ہے تو زمین کے ذرہ ذرہ میں جان پڑ جاتی ہے۔ پھر انسانوں کا کیا پوچھنا! اور دکن میں تو موسم باراں ہی اصل میں موسم بہار ہے یہی وجہ ہے کہ محمد قلی نے بارش کے آغاز کو بڑی اہمیت دی اور جس روز مرگ لگتا یا برسات کا موسم شروع ہوتا وہ بڑی دھوم دھام سے مجلس آرائی کرتا۔ شراب کے دور چلتے۔ مطربانِ خوش نوا رقص و سرود کے کمال دکھاتے۔ باغوں میں جھولے ڈالے جاتے عشق و شیفتگی کے جذبات برانگیختہ ہونے لگتے۔ سہیلیاں مشک و زعفران و عنبر مل کر اپنے جسم کو معطر بناتیں اور بیر بہوٹی کے رنگ کے سرخ کپڑے زیب تن کرتیں۔ پھول اور پان کے طبق تقسیم کیئے جاتے۔ تمام محلات شاہی میں زمردی رنگ کی مسندیں بچھادی جاتیں اور ہر طرف خوشی و خرمی کا اظہار کیا جاتا۔

محمد قلی نے اپنے شاعرانہ کمال کا بہترین اظہار اس موضوع سے متعلقہ نظموں میں بھی کیا ہے۔ اس نے موسم باراں کی آمد آمد پر پندرہ نفیس نظمیں لکھیں اور گرمیوں کے بعد موسم کی تبدیلی کی وجہ سے کائنات جس طرح متاثر ہوتی ہے اُس کے ایسے پاکیزہ مرقعے چھوڑ گیا ہے جو اردو شاعری کے شاہکار سمجھے جا سکتے ہیں ان نظموں میں منظر نگاری کے بہترین نمونے دستیاب ہوتے ہیں۔ اس کی یہ نظمیں زیادہ تر گائی جاتی ہوں گی کیونکہ ان میں موسیقیت کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔ اور قافیے اور ردیفیں ایسی استعمال کی ہیں جو لے کے ساتھ پڑھنے میں بڑا اثر پیدا کرتی ہیں۔

پہلی نظم میں وہ کہتا ہے :-

بارش کا موسم آیا اور کلیوں کا راج شروع ہو گیا۔ کیونکہ اب ہری ہری ڈالیوں کے سروں پر پھولوں کے تاج پہنائے جائیں گے۔

مینہہ کی بوندوں کا پیالہ ہاتھ میں لے لو کیونکہ ہر مہ جبین بڑھ چڑھ کر سج دہج کر رہی ہے۔

جسم ٹھنڈ کی وجہ سے لرز رہے ہیں اور جوبن کپکپا رہے ہیں۔ پیا کا چہرہ دیکھتے ہی چولی خود بخود پھٹی جا رہی ہے۔

نازنین کا چہرہ بجلی کی طرح چمکنے لگا جب وہ شرم کے مارے انچل
ہٹا کر پھر چہرے پر ڈال لینے لگی۔

اس کے بالوں میں پھول ایسے نظر آنے لگے جیسے آسمان پر تارے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس عہد کی پدمنی ہے۔

چاروں طرف گرج کی آواز سنائی دیتی ہے اور مینہہ برستا ہے۔

عشق کے ترانوں سے موروں نے چمنوں کو معمور کر دیا۔

اے قطب شاہ حضرت مصطفیٰ کے صدقے سے برسات آئی ہے
اس دن عشق و عاشقی کے ساتھ حکومت کرو۔

آمد برسات کی بعض نظموں میں بادشاہ نے اپنی فتحمندی اور خوش طالعی پر
بھی بڑی مسرت کا اظہار کیا ہے اور اپنی تعریف میں اتنا زیادہ لکھا ہے کہ
خود ستائی تک پہنچ گیا ہے۔ ساتھ ہی بعض دشمنوں کی بڑی مذمت کی ہے اور
ان کی ذلت و رسوائی اور ناکامی کا تلخی کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔ اس سے پتہ
چلتا ہے کہ اس نے بارش سے قبل بعض اہم لڑائیوں میں فتح پائی تھی۔ چنانچہ
مدعیان سلطنت عبدالقادر عرف شاہ صاحب اور خدابندہ (برادران محمد قلی)
کی بغاوت کے تذکرے میں بارش سے متعلق انہی نظموں میں سے ایک کا ذکر

کیا جا چکا ہے۔

بارش کی دوسری نظم میں اس نے جس طرح خودستائی کی ہے اس کا اظہار پہلے کیا جا چکا ہے۔ کیونکہ اس نظم کے بعض شعروں کا خلاصہ اس کتاب کے صفحہ ۱۰۲ پر درج ہو چکا ہے۔

مرگ سال کی پانچویں نظم تو صرف نام کو بارش سے متعلق ہے۔ ورنہ پوری نظم بادشاہ کی فتحمندی اور دشمنوں کی شکست کی خوشی سے معمور ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عین بارش کے آغاز کے وقت اس کو کوئی بڑی فتح نصیب ہوئی تھی۔ یہ نظم اور اس کا خلاصہ اس کتاب کے صفحات ۱۰۳ و ۱۰۴ درج ہے۔

اسی طرح آٹھویں نظم کے خاتمہ پر بھی کسی کامیابی کی طرف اشارہ کیا ہے جب کہ کہتا ہے :-

اے محمد قطب شاہ خوشی کی خبریں آئی ہیں۔ اس لئے مرگ کے ساتھ فتح و کامرانی کی تقریب بھی منعقد کرو۔

خیر یہ تو ایک ضمنی بحث تھی لیکن اس کا تذکرہ اس لیے چھیڑ گیا کہ گولکنڈہ میں محمد قلی کے عہد حکومت میں جو لڑائیاں ہوئیں ان میں ملک کے حالات کے پیش نظر بارش سے قبل فتح حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ اس طرح

عہد محمد قلی کی لڑائیوں کے مہینوں کا تعین کرنے میں ان نظموں سے مورخ کو بڑی مدد مل جاتی ہے۔

اصل موضوع یعنی آمد برسات کی رنگ رلیوں کا بھی خود محمد قلی کی زبان سے کچھ حال معلوم کر لینا دلچسپی سے خالی نہیں۔

گیارھویں نظم میں وہ مرگ کی تقریب منانے کے لئے اپنی سکیوں کو یوں دعوت دیتا ہے:۔

مرگ کے بادل گرج رہے ہیں، اے سکیو آؤ اور سنگار کرو۔ بارش کے قطرے آہستہ آہستہ گرنے لگے تم ان سے اپنی چولی بھگا لو۔ (تاکہ تمہارے جوبن کی بہار نظر آئے)۔

عطار نے ہواؤں کے جنگل میں پھولوں کے طبل کھول کر خوشبو کی مہکا اٹھادی ہے اس لیے تم پھر میرے دل میں چلے آؤ۔

جس طرح ڈالیوں پر سرخ پھول نکل آئے ہیں اسی طرح تم اپنے بازوؤں پر بازوبند کے سرخ پھندنوں کی بہار دکھاؤ۔

بادلوں کی وجہ سے آسمان اور زمین کا ایک رنگ ہو جانا!
بڑا اچھا منظر دکھائی دے رہا ہے۔ آج عیش کا دن ہے اس لیے

اے سکھیو ملہار گاؤ۔

تم سب سر سے پاؤں تک پر تکلف اور چمکدار سرخ لباس پہن لو۔

جس طرح سورج شفق میں چمکتا ہے اس طرح اے سکھیو تم میں سے ہر ایک

چمکے۔

ہونٹوں کی یاقوتی پیالیوں سے شراب محبت بھر کے نئے بادشاہ

محمد کو بھی پلاؤ۔ ناچنے والیوں کو اپنی آنکھوں کی پتلیوں سے شراب پلا کر

مست بنا دو تاکہ وہ شاہی مندر کے صحن میں نٹوں کی طرح ناچنے لگیں۔

یہ نظم محمد قلی کے تخت نشین ہونے کے بعد ہی جب پہلی دفعہ مرگ لگا ہے اس وقت یعنی ۹۸۸ھ کی برسات کے آغاز میں لکھی گئی تھی۔ کیونکہ اس نے خود کو اس نظم میں نئے بادشاہ کے لقب سے یاد کیا ہے۔ اس طرح گویا وہ سولھویں سال میں تھا جب یہ نظم لکھی گئی ہے۔ اور در اصل یہی نظم گولکنڈے میں مرگ کی تقریب منانے کا آغاز کرتی ہے۔

ایک اور بہت اچھی نظم جو غالباً بہت بعد لکھی گئی اس سلسلہ کی نویں نظم ہے۔ اس کی تصنیف کے وقت اس تقریب کو رائج ہوئے عرصہ گزر چکا تھا کیونکہ اس میں وہ آمد برسات کی خوشیوں کا تذکرہ اس طرح کرتا ہے جیسے کوئی بارہا ان تقریبوں سے محظوظ ہو چکا ہو اور اب اپنے گزشتہ کے تجربے بیان کر رہا ہے۔ اس نظم کی

بحر طویل اور زمین بڑی پر لطف اختیار کی گئی ہے۔ اس میں کہتا ہے :۔

مرگ کے بادلوں کو گرجتا ہوا دیکھ کر بالیاں دوشیزائیں، چاروں طرف سے آئیں اور فوجوں کی طرح ایک جگہ جمع ہوگئیں۔ اور اپنے زرق برق لباس سے زمین پر بجلیاں چمکانے لگیں۔

ان نئی نئی اور شوخ دوشیزاؤں نے اپنی چولیاں پانی کی بوندوں سے بھگائی ہیں اور جھولوں میں بیٹھ کر مزے لے رہی ہیں۔

شراب عشق کے پیالوں، غمزہ کرنے والی آنکھوں کی چالوں، اور جوانی کے الاوں (ترنگوں) سے مست ہو کر یہ دوشیزائیں آپس میں عیش منا رہی ہیں۔

ان چھبیلی تتلیوں جیسی دوشیزاؤں کے جوبن چولیوں کے بند سے آزاد ہو کر نکل پڑے ہیں، ان کے جسم سے شرابِ عشق ابل رہی ہے، اور وہ اپنی آنکھوں سے فریفتہ بنا رہی ہیں۔

اپنے زرق برق لباس کی وجہ سے ہر لحظہ جگمگا رہی ہیں، رہ رہ کر بادشاہ کے گلے لگ رہی ہیں، اور چال میں ایسی ڈگمگا رہی ہیں جیسی کہ باولی لڑکیاں ہیں۔

ایک سے زیادہ دوسری چمک دمک دکھاتی ہیں جس کو دیکھ کر دنیا کے

بڑے بڑے سیانے راہ بھٹک جائیں۔ جب یہ چلبلی لڑکیاں مست خرام ہوتی ہیں تو ڈھلے ہوئے موتی بھی ان کو دیکھ کر مارے شرم کے پانی پانی ہو جاتے ہیں۔

نبیؐ کے صدقے میں یہ پاک و صاف دوشیزائیں ناز و انداز کے ساتھ رات اور دن قطب شاہ کے ساتھ رہتی ہیں اور اپنا من بھاتا سکھ حاصل کرتی ہیں۔

اس نظم کی ردیف لفظ بالیاں (یعنی دوشیزائیں) ہے۔ اور قافیے چلبلیاں، پتلیاں، نرلیاں، بجلیاں، ملیاں، اور بادلیاں وغیرہ۔

ایک اور نظم (نمبر ۱۲) کی ردیف "میں" اور قافیے گگناں، چمناں، اور جوبناں وغیرہ ہیں۔ اس کی بحر بھی خاص ہے۔ چونکہ اس میں بارش کے مناظر کے لیے بڑی اچھی تشبیہیں استعمال کی ہیں اس لئے اس کے چند اشعار کا خلاصہ بھی درج کیا جاتا ہے:۔

آسمان پر فرشتوں نے مرگ کے مہینے کو دعوت دی اور اس خوشی میں سمندر کے موتیوں کو آسمان سے برسایا جن سے ہمارے صحن بھر گئے۔

زمین نے سر پر جواہر کی پگڑی باندھ لی اور آنگ میں کانچ کے رنگ

کی چولی پہن لی ۔ اور لعل یمن جیسی بیر بہوٹیاں تمام ملکوں میں نکل آئیں ۔

ہر طرف ہرے بھرے جنگل دیکھ کر چاروں طرف سے مور کوک رہے

اور رنگ برنگ کے پرندے چمنوں میں مست ہو کر نغمے گا رہے ہیں ۔

ہرے جنگل میں لال پھول نہیں ہیں بلکہ زمرد کی لگنوں میں شبنمی

تیل سے شمعیں جل رہی ہیں ۔

اس تازگی اور طراوت کو دیکھ کر موہنیاں اپنے خوشرنگ جسموں

پر رنگ برنگ کے لباس پہنے ، اپنے جوبنوں کی بہار دکھاتی ہوئی ، ناز و

انداز کے ساتھ محو خرام ہیں ۔

ان کے آب حیات جیسے صاف و شفاف پستانوں کے ساتھ سیاہ

بھیتنیں دسر پستان ، ظلمات کی طرح لگی ہوئی ہیں ۔ یا جوبن کے پاک وصاف

آسمانوں پر دو کالے کالے بادل چڑھ آئے ہیں ۔

ہوا کا نظارہ کرنے کے لیے مست سہیلیوں نے شراب پی لی ہے

اور چنبیلی کے پھولوں میں بھنورے ملہار کے گیت گاتے پھر رہے ہیں ۔

یہ مشک جیسے سیاہ بھنورے نہیں ہیں جو پھولوں کو اپنا وطن بنائے

ہوئے ہیں بلکہ چنبیلی جیسی نرمل تھوڈیوں کی کالی کالی تلیں ہیں ۔

زرینے کے لباس میں سکیاں سر سے پاؤں تک زرق برق نظر آ رہی ہیں اور

اُن کے گھنگرؤوں اور پہنچوں نے میرے دل کو لبھا کر مچھلی کی طرح بے تاب بنا دیا ہے۔

آخر میں ایک اور نظم کے تذکرے کے بعد اس موضوع کو ختم کیا جاتا ہے یہ نظم ایک ایسے وقت لکھی گئی تھی جب کہ عید میلاد نبی کے زمانے میں یعنی وسط ماہ ربیع الاول میں دھوپ کالا ختم ہو کر بارش کا آغاز ہو رہا تھا۔ بادشاہ اس سال آمد برسات کو خاص اہمیت دیتا ہے اور کہتا ہے:۔

یوم میلاد نبی میں آنے کی وجہ سے مرگ سال کو وہ وہ لطف حاصل ہوا جو عام طور پر دنیا میں نہیں ملتا۔

مرگ سال نے یوم نبیؐ کی خوشی میں چاروں طرف بادل کے منڈپ تان دیئے ہیں اور بجلیوں کے تارا منڈل گرج رہے ہیں۔

اس دفعہ کچھ ایسے طریقے سے مرگ سال فضا پر چھایا ہوا ہے کہ زمین تازہ ہو کر مارے خوشی کے ہنس رہی ہے۔

ہرے ہرے فرش پر مرگ سال نے خود فراش بن کر موتیوں کے بچھونے بچھا دیئے ہیں۔

اور دنیا میں جملہ مخلوق کو (مساوی طور پر فیض پہنچا کر) ایک طرح سے عیش کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور پاک و صاف بارش کے قطروں کو گلاب بنا کر عالم کے سینے پر چھڑک دیا ہے

قطب شاہ کو عید میلاد نبی مناتا ہوا دیکھ کر مرگ بھی بڑے شوق سے نبی کا سہیلا گا رہا ہے۔

رسم و رواج اور دیگر مصروفیتیں



عیدوں اور تہواروں کی دھوم دھام اور مصروفیتیں معلوم کرنے کے بعد ہمارا خیال محمد قلی قطب شاہ کی خانگی دلچسپیوں اور روزمرہ کی مصروفیتوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ جب ہم اس موضوع کی خاطر تاریخوں اور کلیات کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ محمد قلی گولکنڈہ یا قطب شاہی تمدن و معاشرت کا سب سے بڑا تعمیر کار تھا۔ اس کے عہد میں جو رسم و رواج چل پڑے وہ اس کے بعد بھی صدیوں تک باقی رہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ جس کو آج دکنی تہذیب و معاشرت کہا جاتا ہے وہ زیادہ تر محمد قلی ہی کی مرہون منت ہے۔

دکن میں شادیوں کے سلسلے میں جو رسم اب تک رائج تھے ان میں سے اکثر محمد قلی کے رائج کردہ ہیں۔ یہ معلوم کر کے حیرت ہوتی ہے کہ حیدرآباد اور مضافات میں اب تک (یعنی ساڑھے تین سو سال گزر جانے کے بعد بھی) جلوہ کے وقت محمد قلی قطب شاہ ہی کے لکھے ہوئے گیت گائے جاتے ہیں۔ مہندی اور ساچق کے رسوم بھی

اس لئے بڑی دھوم دھام سے جاری کئے تھے۔ اور سالگرہ کی تقریب منانے پر تو اس نے خاص طور پر توجہ کی تھی۔

اس باب میں پہلے انہی مذکورہ رسوم سے متعلق معلومات پیش کرنے کے بعد محمد قلی کی دوسری روزمرہ کی مصروفیتوں اور دلچسپیوں کے متعلق اجمال کے ساتھ لکھا جائیگا۔

سالگرہ

محمد قلی اپنی سالگرہ کی تقریب بھی عیدوں اور تہواروں کی طرح بڑی دھوم دھام اور تزک و احتشام کے ساتھ مناتا تھا۔ یہ اگرچہ اس کا خانگی کاج تھا لیکن ہر طبقہ اور ہر قوم کی رعایا کے لیے یہ ایک مشترکہ قومی تقریب بن گئی تھی۔ خود بادشاہ نے اس کو تمام اہل ملک کے لئے ایک سرکاری عید کے طور پر رائج کردیا۔

یوں تو محمد قلی قطب شاہ ۱۴ رمضان کو جمعہ کے دن پہلے پہر میں پیدا ہوا تھا۔ لیکن اس کی سالگرہ کی تقریب ہر سال اسی تاریخ کو نہیں منائی جاتی تھی بلکہ رمضان کا چاند دیکھنے کے ساتھ ہی ماہرین نجوم کے مشورہ سے تاروں کو دیکھ کر مبارک ساعت اور اچھی گھڑی کا تعین کر کے بادشاہ کی سالگرہ منانے کا دن تاریخ اور وقت مقرر کیا جاتا تھا۔

دن اور وقت کا تعین ہوتے ہی تمام محلاتِ شاہی کو آراستہ کیا جاتا بڑے بڑے شامیانے یا منڈپ اور آسمان گیریاں تانی جاتیں جن کے اونچے اونچے

تھموں کے کلس چاند اور سورج کی طرح چمکتے رہتے تھے۔ خوشی کے دمامے بجنے لگتے۔ ٹمٹمیاں بجائی جاتیں اور تار امنڈل چھوڑے جاتے۔

جہاں سالگرہ کے پھول پہنائے جاتے تھے اس جگہ نیلگوں رنگ دجو قطب شاہیوں کا سرکاری رنگ تھا) کا چتر لگایا جاتا۔ اور جب بادشاہ مرصع لباس زیب تن کیے اور سر پر شاہی تاج رکھے اس چتر کے نیچے مسند پر بیٹھتا تو سات سہیلیاں پھولوں کا منڈپ پکڑی کھڑی رہتیں۔ یہ منڈپ بشکر یعنی گنّے کی چھڑیوں پر باندھا جاتا تھا۔ اور گنّے کی ان چھڑیوں کو یہ سات نازنینیں تھامی رہتی تھیں۔

بڑے بڑے طبقوں میں مشک و زعفران بھر کر لایا جاتا تھا جو بادشاہ کے ساتھ تمام حاضرین محفل کو بھی لگایا جاتا۔ اس دعوت میزبانی میں اتنے لوگ جمع ہوتے کہ تل دھرنے کو جگہ نہ رہتی۔ بادشاہ قبلہ رو بیٹھتا تھا۔ اور چودہ ائمہ معصومین کے نام لے کر سہرا باندھتے۔ حضرت علیؓ کا نام لے کر گلے میں ہار پہناتے اور مصری چبانے کے لئے پیش کیجاتی۔ اس کے بعد نظر اتاری جاتی اور زر و جواہرات نثار کئے جاتے۔

بادشاہ کے مصری چبانے کے ساتھ ہی تمام مخلوق میں مصری تقسیم کی جاتی تھی اس اثنا میں گانے اور ناچنے والیاں اپنے اپنے کمال دکھاتی رہتیں دعوت میزبانی کے آخر میں اتنے پھول پان تقسیم ہوتے کہ ان کا خرچ لکھنا مشکل تھا۔

جس روز بادشاہ کی سالگرہ منائی جاتی تمام ملک میں ہر مذہب و ملت کے لوگ سجدے کر کے ہاتھ اٹھا اٹھا کر بادشاہ کی درازیٔ عمر کے لئے دعا کرتے شاہی باورچی خانوں سے لال لال طبقوں میں الوان نعمت کی تقسیم عمل میں آتی۔

یہ تمام معلومات تاریخوں سے نہیں بلکہ خود محمد قلی قطب شاہ کے کلام سے حاصل ہوئی ہیں۔ اس نے اپنی سالگرہ سے متعلق ہر سال ایک نہ ایک نظم ضرور لکھی تھی جن میں سے دس کلیات میں شائع ہوی ہیں ان نظموں کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان میں اس نے خدائے تعالیٰ کی عنایتوں کا بڑی عاجزی سے اعتراف کیا ہے۔ اس کے احسان مندی کے جذبات جتنے ان نظموں میں نمایاں ہیں کہیں اور نہیں۔ وہ ہر سالگرہ کے وقت سرتاپا عجز و انکسار کا پتلا اور خدا کا سچا سپاس گزار بندہ بن جاتا تھا۔ وہ اپنی درازیٔ عمر اور ترقی اقبال کے لئے بڑے عجز و الحاح کے ساتھ دعائیں مانگتا ہے اور اس کو یقین تھا کہ وہ اپنی ہر سالگرہ محض نبیؐ اور اہل بیت نبیؐ کے مہر و کرم کی وجہ سے دیکھ سکتا ہے۔ اس لیے وہ ان سب کی مدح و منقبت میں رطب اللساں ہے۔ ان نظموں میں اس نے خودستائی بھی کی ہے لیکن اس میں بھی اس کو نبیؐ و آل نبیؐ ہی کی توصیف و مدحت مقصود تھی مثلاً تیسری نظم میں لکھتا ہے:۔

خدا کی رضا سے سالگرہ آئی ہے۔ اس لئے تو اس کا ہزار بار شکر ادا کر۔

میرا راج اماموں کی دعا کی وجہ سے قایم ہے اور اسی لیے خدا نے گویا آب حیات پلادیا ہے۔

نبیؐ کی دعا میرے سر پر ایک منڈپ کی طرح ہے اور اس منڈپ کی طنابیں اماموں کی

دعائیں ہیں۔

تیرے جسم کا ہر رواں ایک زبان ہے اور تو ان تمام زبانوں سے شکر ادا کر کہ

تیری قسمت کے تارے کو شرف بخشا گیا۔

اے معانی تو محمد پر صلواۃ بھیج کیونکہ انہی کی وجہ سے تو بچپن سے دنیا میں سرخرو ہے۔

اس سلسلے کی پانچویں نظم بہت اچھی اور اعلیٰ پائے کی ہے اس میں محمد قلی قطب شاہ کہتا ہے:۔

حبیب حق کی عنایت سے میری سالگرہ کے دن آئے ہیں اور علی کی محبت

کی وجہ سے میری محفل معمور ہے۔

محمد قلی کے سر پر پھولوں کا منڈپ اس طرح اٹھائے کھڑے ہیں گویا خدا نے آسمان کو ستاروں سے سجادیا۔

میرے سر پر محمد کا نام لے کر سہرا باندھا گیا اور گلے میں علیؑ کے نام سے حمایل پہنائے گئے۔

سکھیوں نے اس تقریب میں اپنے سینے کے صدر پر جوبنوں کو پھولوں کی گیندوں

کی طرح ہزاروں چھند بند سے سجایا ہے۔

سہیل ساقی بن کر سنبلہ کی صراحی سے مشتری کے پیالے میں شراب پلانے کے لیے آیا ہے۔

فرشتے مجھے چمکانے کے لیے آسمان کے طبق میں ستاروں کے نقل بھر کر اپنے ساتھ لائے ہیں

سکھیاں سرخ رخساروں کے طبق میں عشق و محبت کی نعمت رکھ کر اپنے
پیارے بادشاہ کو بڑے انداز سے کھلا رہی ہیں۔

آسمان کے طبق میں سورج اور چاند کے کاسے رکھ کر ان کو زعفران اور مشک
سے بھر دیا گیا ہے تاکہ میری محفل میں کام آئیں۔

آسمان نے بادلوں کے منڈل اور فرشتوں نے چاند اور سورج سے تالیاں
بجا کر میری دلچسپی کے لئے سکھیوں کو نچایا ہے۔

محمد قلی ہمیشہ محمد کا غلام ہے اور اس نے آج علیؑ کی مہربانی کی وجہ سے سکھ اور انند حاصل کیا۔

نبی کے صدقے میں اے قطب شاہ علیؑ سے مدد مانگ تاکہ تو آج کے دن لاکھ برس
تک سالگرہ مناتا رہے۔

اسی طرح جملہ نظموں میں خوشی کے اظہار کے ساتھ ساتھ خدا نبی اور اہل بیت نبی کی منقبت
بڑی پاکیزگی سے قلمبند کی گئی ہے۔ یوں تو سالگرہ کی اکثر نظمیں اس قابل ہیں کہ ان کو پڑھ کر بادشاہ
کے خلوص اور تخیل کی صفائی سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں لیکن یہاں ایک اور نظم کا خلاصہ درج
کر کے بحث کو ختم کیا جاتا ہے۔ ساتویں نظم میں لکھتا ہے :۔

فرشتے عرش کے اوپر بادشاہ کی سالگرہ مناتے ہیں اور ساتوں آسمان کے محلوں
میں بادل فراش بن کر فرش بچھاتے ہیں۔

پنجتن، بارہ اماموں، اور چودہ معصوموں کے کرم کی وجہ سے بادشاہ کو آج لاکھ

برس کی سالگرہ بڑی آرزو اور ارمان سے حاصل ہو رہی ہے۔

تمام حوروں نے سجدہ کیا تاکہ بادشاہ ہمیشہ زندہ رہے اور فرشتے ہاتھ اٹھاکر

اس دعا میں آمین کہہ رہے ہیں۔

آسمان پر خوبریوں کے چہروں کے افشاں کی طرح تارے نہیں ہیں بلکہ بادشاہ

کی سالگرہوں کی گرہیں ہیں جو دو عالم کے لئے باعث زینت بن گئی ہیں۔

بادشاہ کے گھر میں مہمانی (دعوت) ہوتی دیکھ کر سورج اور چاند بھی مہمان بن کر

آئے ہیں بجلیاں خوشی سے ناچ رہی ہیں اور عشرت کے بادل چھا رہے ہیں۔

چاروں طرف سے بادل مل مل کر دوڑے آرہے ہیں گویا فرشتے اس تقریب میں

آسمان کے سینے کو ملنے کے لیے مشک لے آئے ہیں۔

پنجتن پاک قطب شاہ کو اپنی عنایت سے حیات اور بخت و دولت دیکر خضر کی طرح جلائے رکھیں۔

مہندی

سالگرہ کے بیان کے ساتھ ہی مہندی کے رسم کی تفصیل بھی قابل ذکر ہے۔

اس موضوع پر ایک ہی نظم سے معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ جس میں وہ کہتا ہے کہ:۔۔

خوشیوں کے طبل بجائے جارہے ہیں اور قطب زماں کو طرح طرح سے آب حیات پلایا جارہا ہے۔

مجھے اس بارگاہ میں بٹھایا جارہا ہے جہاں کا رنگ بڑا سہانا ہے اور جہاں نبیؐ کا نام

لے کر سورج جیسی شمعیں، لگائی گئی ہیں۔

وہاں کی مسندیں زرنگار ہیں جس کے کندن میں تارے جڑے ہوئے ہیں۔ اور وہاں سونے سے بنائے ہوئے سرو کے درخت خاص آرائش و زیبائش کے ساتھ سجائے گئے ہیں۔

اس بارگاہ کے صحن میں زہرہ کی طرح زرق برق محافے روشن ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سورج کی کرنیں چمک دمک کے ساتھ سر اٹھائی کھڑی ہیں۔

ایک خوبصورت رنگیلی بڑی نزاکت و رنگینی کے ساتھ بہت سے رنگ لاکر مہندی بادشاہ کے پاؤں کو کوئی ایک چاؤوں کے ساتھ لگاتی ہے۔

مہندی لگانے کے بعد تمام پیارے یکے بعد دیگرے بادشاہ پر سے بل بل جاتے ہیں (بلائیں لیتے ہیں) اور خوش بخت سندریاں رنگ اور رس کے ساتھ ناچتی ہیں۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ کو یہ خوشیاں زیب دیتی ہیں کیونکہ وہ ان خوشیوں اور انندمیں تمام دنیا کو شریک کرکے اپنا فریفتہ بنا لیتا ہے۔

اس خلاصے کے بعد کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ مہندی کے رسم سے متعلق اور کچھ لکھا جائے یہ محمد قلی قطب شاہ کے شاعرانہ کمال کا طفیل ہے کہ اس کی زندگی کے اکثر واقعات کے نہایت نفیس اور مکمل مرقعے ہمارے لیے محفوظ رہ گئے۔

جلوہ اس موضوع سے متعلق محمد قلی نے جو نظمیں لکھی ہیں وہ بڑی دلاویز ہیں۔ چھ نظمیں تو محض جلوہ پر ہیں اور ایک جلوہ کی گھڑیوں اور پہروں سے متعلق ہے جو تقسیم اتفاقاً کے عنوان سے درج کلیات ہے

یہ تو یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ سب نظمیں محمد قلی نے اپنی شادیوں کی تقریب میں لکھی ہوں گی البتہ اتنا ضرور ہے کہ ان میں سے اکثر خود اس کی زندگی سے متعلق ہیں۔ محمد قلی نے دو تین شادیاں دھوم دھام سے شرعی طریقے پر کی تھیں جن کا ذکر "تاہل اور اولاد" کے عنوان میں درج ہے۔ لیکن ان باضابطہ نکاحوں کے علاوہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کئی نازنینوں سے جملہ رسوم کے ساتھ شادیاں رچائیں اور جلوہ کی یہ نظمیں زیادہ تر انہی تقریبوں میں لکھی گئی ہونگی۔ اس کی بارہ پیاریوں کا تذکرہ گذر چکا ہے چنانچہ ان پیاریوں میں سے بعض کے نام بھی ان نظموں میں اس نے لکھ دیے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ دوسری، چوتھی، پانچویں، اور چھٹی نظم علی الترتیب کنولی، پیاری، موہن اور ننھی کے جلوے کی تقریب میں لکھی گئی تھی۔

ان نظموں کے مطالعے سے اس عہد کی دلہنوں کے بناؤ سنگھار اور رسم جلوہ کے طریقے واضح ہوتے ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف بڑے اہتمام سے جلوے کا تخت سجایا جاتا تھا اور چوکی کو چاروں طرف سے موتیوں سے آراستہ کرتے تھے۔ اور دوسری طرف مشاطائیں دلہن کے ہاتھوں اور پاؤں کو مہندی لگاتیں کندنی کلیوں کے ہار گوندھے جاتے۔ تمام عورتوں کو اس تقریب میں موتیوں کے کناروں کی ساڑیاں بندھوائی جاتیں۔

سات سہاگنیں مل کر دلہن کے بالوں میں تیل لگاتیں، کنگھی کرتیں، چوٹی گوندھتیں۔ مانگ میں موتی پروئے جاتے۔ مشاطہ ہاتھوں کا بناؤ سنگھار کرتی پیشانی پر چاند سا ٹیکہ لگایا جاتا۔ آنکھوں میں

کاجل اور سرمے کے خط کھینچے جاتے ۔ ایسے مہین کپڑے کا زریں لباس پہنایا جاتا کہ دلہن کا تمام جسم اس میں سے جھلکنے لگتا اور اس کے جوبن ایسے نظر آتے جیسے کہ سونے کے طبق میں پھولوں کی گیندیں رکھ دی گئی ہوں اور ان پر دو کالے کالے بھونرے بیٹھے ہوں ۔ اس طرح آراستہ و پیراستہ کر کے ساتوں سہیلیاں دلہن کو جلوے کے تخت پر لا کر بٹھائیں اور اس کے سر پر سہرا اور گلے میں پھولوں کے ہار پہنائیں ۔ اس وقت اگرچہ دلہن کے جسم اور سر پر جلوے کی چادر یا آنچل اوڑھایا جاتا تھا لیکن وہ بھی اتنے مہین کپڑے کا ہوتا کہ سہرا اور گلے کے ہاروں کے علاوہ جگہ جگہ سے اس کا جسم ایسا جھلکنے لگتا جیسے کہ بجلیاں ابر میں چمک رہی ہوں ۔ پھول پہنانے کے بعد دولہا اور دلہن دونوں کو شربت پلایا جاتا اور دونوں کے ہاتھوں میں پان کے بیڑے دیئے جاتے تاکہ ایک دوسرے کو کھلائیں ۔

اس تفصیل کے بعد نمونے کے طور پر جلوے کی صرف ایک نظم یہاں نقل کر دی جاتی ہے جو اس سلسلے کی پہلی نظم ہے ؎

پریم پیاری کا جلوہ گاؤ سارے — اسے چند سور سوں پریاں نگارے
(چاند سورج)

سہاگاں بھاگ پھل منک کھلے ہیں — سہیلیاں آرتی تارے نوارے

رچاؤ تخت جلوے کا خوشی سوں — کہ چوندھر چوک موتیاں سوں سنوارے

چڑاو نیل اب ساتوں سہاگان — مشاطہ ہو کے زہرہ ہت نگارے

پلا شربت دیو و ہاتاں میں بیڑے — بندا او وساریاں موتیاں کنارے

محمد قطب شاہ ہور اس پری کوں — خدایا رکھ جداں لگ ہیں منارے

جلوہ کی نظموں کے سلسلے میں ایک اور طویل نظم کا تذکرہ ضروری ہے جو جلوے کی گھڑیوں

اور پہروں کی مصروفیتوں پر قلمبند کی گئی ہے اس میں محمد قلی لکھتا ہے :۔

نازنین پہلی گھڑی میں سانتی کی بارش کے موتی جیسے قطروں سے غسل کرتی ہے اور دوسری

گھڑی میں عشق کی چادر اوڑھتی ہے۔

تیسری گھڑی میں اپنے گلے میں پریم کی گلسر باندھتی ہے اور چوتھی گھڑی میں چوکی پر بیٹھ کر مجھ کو

شراب حیدری پلاتی ہے۔

پانچویں گھڑی میں پانچویں رنگوں کو آگ کی طرح نغموں سے روشن کرتی ہے اور

اور چھٹی گھڑی میں اپنی چھاتی کی عنبری خوشبوئیں لگھاتی ہے۔

ساتویں گھڑی میں ساتوں سکیاں مل کر مجھے بیڑا باندھتی ہیں اور آٹھویں

گھڑی میں بڑے چھندوں کے ساتھ ہوا کی چادر اوڑھتی ہے۔

گھڑیوں کو گنا چھوڑ کر میں اب پہروں کو گنتا ہوں پہلے پہر میں کنولی کے

بالوں میں کیوڑے کے پھولوں کی خوشبو مہکتی ہے۔

دوسرے پہر میں سکی اپنے کان میں دوپہری پھول لگاتی ہے۔ یہ شراب میرے

کس کام کی مجھے تو شراب کوثر پلانا چاہیئے۔

تیسرا پہر عبادت اور اللہ و محمدؐ و علیؑ کے ذکر کے لیے ہے جب کہ

غلام قنبر خوشیوں کے پیالوں کی طرح بجنے لگتا ہے۔

چوتھے پہر میں پدمنی قطب زماں سے آکر ملتی ہے کیونکہ نبیؐ کے صدقہ میں قطب زماں

اس عہد کا انوری ہے۔

اس نظم کے ہم معنی اور ہم قافیہ ایک نظم جلوہ کی گھڑیوں پر رسالہ سب رس بابتہ جولائی سنہ ۱۹۴۰ء

میں شایع ہوئی ہے۔ جس کو ایک صاحب جمال الدین حیدر نے اسی سال جگتیال (ضلع عادل آباد)

ہیں جلوہ کی رسم میں عورتوں کو گاتے ہوئے سنا تھا۔ اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بھی
محمد قلی ہی کی لکھی ہوئی ہوگی یا اس کے قریبی زمانے میں کسی نے اس کی نظموں کی تقلید میں یہ نظم لکھی
تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مرور ایام کی وجہ سے اس نظم میں چند الفاظ بدل گئے ہیں تاہم اس کا
محمد قلی کی اس نظم سے مقابلہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک ہی شخص یا ایک ہی زمانے کی تحریریں ہیں۔
یہاں ہم ان دونوں نظموں کے چند شعر پہلو بہ پہلو پیش کرتے ہیں تاکہ محمد قلی کے کلام کی مقبولیت کا اندازہ ہو سکے

محمد قلی کی نظم	عہد حاضر میں مستعملہ نظم
پہلی گھڑی سانتی کے مینہ موتیاں ستی نھاتی پری	پہلی گھڑی سر نہا دھو کر پھول پہنی جوڑا ڈال کر
دوسری گھڑی میں عشق چادر اوڑھے ہے او استری	تن بینے خوشبو لاؤ کر پھول پہنی چند امستری
تیسری گھڑی باندھے پرم کی گلسری اپ کنٹھ میں	دوسری گھڑی پاؤں پابجنا گھنگرو جو بجنے رم جھما
چوتھی گھڑی چو کاں پچے پیلا تی منج مد حیدری	گھنگرو کی صنعت کیا کہوں پاؤں پہنی چند امستری
ساتویں گھڑی ساتوں سکیاں مل کر بند او چھپر منج	تیسری گھڑی ڈنڈ کے کڑے مانگی کے موتی یوں جڑے
آٹھویں گھڑی چھنداں ستی اوڑے پون کا چادری	چونسر ناراں یوں گھڑے اس مول اس کا بن دھری

کھیل کود اور دوسری مصروفیتیں

سالگرہ، مہندی، اور جلوہ وغیرہ کی رسموں اور مصروفیتوں کے بعد
اب ہم محمد قلی قطب شاہ کی دوسری مصروفیتوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں
اس سلسلے میں سب سے پہلے ہم نٹوں اور بھانڈوں کی ایک محفل کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ

اس عہد میں ہر محفل اور ہر تقریب میں رقص و سرود ضروری تھا چنانچہ عیدوں اور تہواروں اور رسوم کی جملہ محفلوں میں محمد قلی نے ناچ اور گانے کا التزام سے تذکرہ کیا ہے لیکن رقاصاؤں کے علاوہ ایک اور طبقہ نٹوں یا نٹووں کا تھا جو اپنے اعضا کی حرکتوں اور پھرتیلی اداکاری کے ذریعے سے عجیب عجیب کرتب دکھاتے تھے۔ جن کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے جسم میں ہڈی ہی نہیں ہے۔

ناٹک یا نٹوں کے کرتب

محمد قلی کے عہد میں بڑے باکمال نٹ یا نٹوے موجود تھے۔ اور وہ ناٹک کی طرح ایک محفل ترتیب دیا کرتا تھا جس میں یہ باکمال اپنی اداکاری کے جوہر دکھاتے تھے۔ اس موضوع پر اس نے ایک اعلیٰ پائے کی نظم لکھی ہے جس کے حسب ذیل خلاصے سے اس محفل کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل ہو سکتی ہیں:۔

آج بادشاہ زرین پر تکلف لباس سے آراستہ ہوا ہے اور اس کے جسم اور چہرہ کا نور موتیوں کی طرح چاروں طرف جھلک رہا ہے۔

دنیا کے تمام باکمال دخوباں شاہ کے دربار میں خدمت گزاری کے لئے موجود ہیں چاروں طرف یوسف جیسی صورت والے اور نازک اور کم عمر حسین استادہ ہیں۔ ان خدمتگاروں کے ہاتھوں میں موتی جڑے ہوئے کہکشاں جیسے ڈنڈے (عصا) ہیں جن کے کلس سورج جیسے چمکدار اور جسم سونے کی طرح ہیں۔

زرتار کی ڈوریاں کرنوں کی طرح اور نٹوے درمیان میں تاروں کی طرح رقصاں ہیں یہ تارے (یعنی نٹ) ایسا چمکدار لباس پہنے ہوئے ہیں کہ ان کا نور سورج سے زیادہ چمک رہا ہے۔ ان کو جب دور سے فرشتے دیکھتے ہیں تو بیچارے حیران ہو جاتے ہیں۔

ان کے کانوں میں بجلیوں کے ٹکڑوں کی طرح آویزے چمکتے ہیں۔ اور یہ کئی طرح

کے چھند بند کر کے کولانٹ کھیلتے، کولاٹیاں یا قلابازیاں کھاتے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ یہ مہہ پارے کیسے شوخ ہیں!

ان نٹوں نے اپنے چہروں کو اس طرح بنایا ہے کہ ان کی آنکھوں کے قریب سو کر یا خطا سرمہ ایسا نظر آتا ہے جیسے بھوجنگ داڑ دہا، زبانیں نکالے کھڑے ہوں۔ آنکھوں کے لال رنگ کے ڈورے جنگاریاں ہیں اور رخسار شعلے کی طرح دہکتے ہیں۔

ان کے ہاتھوں میں جگہ جگہ مہندی کے بوند ایسے نظر آتے ہیں جیسے ہرے ہرے پتوں میں لال پھول ہوں۔ اداکاری کے ساتھ ساتھ یہ ایسی اچھی گفتگو بھی کرتے ہیں کہ گویا موتی جھڑ رہے ہیں جن کے رشک سے سمندر کھارے ہو گئے ہیں۔

طرح طرح سے چہرے بنا کر یہ نٹوے ایسی قلابازیاں کھاتے ہیں کہ ان کی تپلی کمر دیکھ کر دنیا والے چیتے کی کمر بھول جاتے ہیں۔

یہ بھاری بھرکم ہاتھیوں کی طرح مستی اور تنومندی دکھاتے ہیں اور ان کے قد ایسے سیدھے ہیں جیسے تیر۔ جب یہ آہستہ چلتے ہیں تو پانی کی طرح اور تیزی میں آتے ہیں تو ہوا بن جاتے ہیں۔

نٹ ناٹک میں ایسا گاتے ہیں کہ سب خوش ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ طنبورے اور نال بجتے رہتے ہیں اور ڈھول کے دھماکوں کی آوازیں آتی ہیں۔

یہ ایسے چنچل، چپتر، باکمال اور صاحب فن ہیں کہ لاکھوں تک ان کے درشن کرنے والے ہیں۔ انہی تماشوں نے قطب شاہ کو تمام عالم کے دل کا پیارا بنا دیا ہے۔

کھیل

ناٹک کے بعد قطب شاہ کے کلام سے میدانی اور خانگی کھیلوں کی نسبت بھی کچھ معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ایک نظم اس نے چوگان کھیلنے کے متعلق لکھی ہے لیکن اصل میں چوگان بازی کا استعارہ قرار دے کر عشق بازی کی طرف توجہ کی ہے۔ تاہم

اس نظم سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ اچھے موسم میں چوگان ضرور کھیلا کرتا تھا وہ کہتا ہے ؎

کھیلو چوگان اب کہ ہے بستان خوش   ہر طرف رنگاں سیتی کھلئیے ہیں پھول

یعنی ہر طرف رنگ برنگ کے پھول کھلے ہوئے ہیں اور بستاں اچھا نظر آ رہا ہے اس لئے چوگان کھیلو۔ یہ نظم کلیات کے صفحہ ۱۵۸ پر شایع ہوئی اور قابل مطالعہ ہے۔ اس میں گھوڑے کی سواری، گیند، میدان، اور زور کے چھند سے کھیل جیتنے کا تذکرہ کیا ہے۔

پھوکڑی پھو اور ڈھان ڈھکنی

چوگان کے ساتھ ان دو کھیلوں کا تذکرہ بھی ایک نظم میں ملتا ہے۔ جس کا مطلع ہے۔

کہ ڈھان ڈھکنی کھیل کر تھکتی کھڑی   سکی تال دے منج ٹھٹکتی کھڑی

پھر کہتا ہے کہ اس نے ابھی پھوکڑی پھو کھیلنا نہیں سیکھا اور ڈھان ڈھکنی کھیلنے آئی ہے! اول الذکر کھیل اب تک دکن میں لڑکیوں کا مشہور و مقبول کھیل ہے۔

حقہ

اسی نظم سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی حقہ بھی پیا کرتا تھا اس میں اس نے سکی کے حقہ بھر بھر کے دینے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

تدبر و سیاست

محمد قلی قطب شاہ ایک اقبالمند بادشاہ تھا، لیکن اس کی اقبال مندی کی تعمیر میں اسکے قلب و دماغ کی صلاحیتوں کا بڑا حصہ ہے۔ اس کی سلامتی طبع، اس کی صلح جوئی، اس کی بہادری، بروقت کام کرنا، باوجود عیش و عشرت کی فراوانی کے جملہ حالاتِ ملک اور ہر سازش اور خفیہ کارروائی سے واقف ہو جانا، اس کی دریا دلی اور رعایا پروری — وہ خصوصیتیں ہیں جو ایک ہی شخص میں کم جمع ہو سکتی ہیں۔

اس کی معرکہ آرائیوں کے حالات معلوم کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ ایک اعلیٰ مدبر اور سیاست داں بھی تھا۔ لڑائیوں کے اسباب، ان کا آغاز، مقابلے کے لئے جلد از جلد تیاری، اور اثنائے جنگ میں بروقت فوجی کمکوں کا انتظام، سپہ سالار اور سرداروں کا انتخاب نیز لڑائیوں کے اختتام کے طریقے اور مفتوحین کے ساتھ برتاؤ۔ یہ سب ایسے امور ہیں جن پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی نے کبھی افراط و تفریط سے کام نہیں لیا۔ نہ وہ کبھی مغلوب الغضب ہوا، نہ اُسے ملک گیری کی ہوس تھی، نہ اس نے لوٹ مار کی خاطر کہیں

چڑھائی کی یا مفتوحین کے قلعوں اور شہروں کو تباہ و برباد کردینے کا حکم دیا۔ حالانکہ اس کا ایک میرجملہ ملک امین الملک بڑا سخت گیر اور خشمناک سپاہی تھا لیکن وہ خود ہمیشہ سلامت روی کو پسند کرتا تھا اور اکثر یہ تاکید کرتا تھا کہ دشمن یا باغیوں کو پہلے پوری طرح سے سمجھا منا کر لڑائی سے باز رکھنا چاہیئے۔ چنانچہ مکندراج کے مقابلے میں فوجوں کو بھیجتے وقت اس نے اس کی بڑی سخت تاکید کی اور آخر میں اسی خیال سے کہ شاید اس کے سپہ سالار اسکی اس حکمت عملی کا خیال نہ رکھیں گے وہ خود لڑائی کے میدان میں نکلنا چاہتا ہے۔ اسیطرح اس کا ایک دوسرا میرجملہ مرزا محمد امین اپنے پیشرو ملک امین الملک کے مقابلے میں ایک بہت ہی عشرت پسند اور امن دوست امیر تھا لیکن محمد قلی کو لڑائی کے معاملات میں ایسی سستی اور غفلت بھی پسند نہ تھی چنانچہ جب فتنہ انگیزی کی اطلاع ملتی ہے تو میرزا محمد امین کو تاکید کرتا ہے کہ باغیوں کی طرف سب سے پہلے متوجہ ہونا چاہیئے کیونکہ یہ دوسری تمام مہمات سے اہم ترین مہم ہے۔

محمد قلی قطب شاہ کے تدبر اور اعلیٰ فہم و فراست کا اندازہ کرنے کے لئے حسب ذیل موضوعوں پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس زمانے کے حالات اور سیاست کے مطابق محمد قلی نے ان امور کو اس خوبی سے سرانجام کیا کہ شائد ہی اس کی جگہ کوئی دوسرا بادشاہ کرسکتا۔

۱۔ دکن کے سیاسی توازن کا خیال۔ ۲۔ بیرونی تعلقات۔ ۳۔ ہندو رعایا کی سرپرستی

۴۔ ایرانیوں اور اجنبیوں کی نگہداشت۔

دراصل یہی وہ اہم کام ہیں جن کی طرف ہمیشہ خوش اسلوبی اور کمال ہنرمندی کیساتھ متوجہ رہنے کی وجہ سے محمد قلی نے ایک کامیاب بادشاہت کی اور اپنی سلطنت کو ایک عرصے تک امن و امان اور ترقی کی شاہراہ پر چلاتا رہا۔

(۱)

دکن کے سیاسی توازن کا خیال

اس بارے میں محمد قلی نے اپنے پیشرو ابراہیم قلی کی حکمت عملی کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ اس سلسلے میں بعض ایسے کام کیے کہ وہ بہت مستحکم ہوگئی :۔ تالیکوٹ کی لڑائی کے بعد سے دکن کی مسلمان سلطنتیں ایک دوسرے سے درپئے گریبان ہوگئی تھیں۔ اور اس طرح فتح تالیکوٹ سے فائدہ اٹھانے کے مواقع ہاتھ سے نکلے جارہے تھے۔ یہ طوائف الملوکی جاری ہی تھی کہ بیجاپور کے علی عادل شاہ اور گولکنڈہ کے ابراہیم قلی قطب شاہ کا انتقال ہوجاتا ہے اور حسن اتفاق سے ان دونوں کے جانشین یعنی ابراہیم عادل شاہ ثانی اور محمد قلی قطب شاہ ملک گیری اور جنگجوئی سے زیادہ امن و امان اور صلح پسندی کی طرف مائل تھے۔ اور دونوں میں تدبر و فراست کی کمی نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ۹۸۸ھ کے بعد سے دکن کی تہذیب و شائستگی کے جو سرچشمے جاری ہوئے وہ عرصے تک قائم رہے۔

چاند بی بی ہمشیرہ محمد قلی کی شادی

پہلے پہل محمد قلی نے باپ کی حکمت عملی کے مطابق اور

اقتضائے وقت کے لحاظ سے نظام شاہیوں کی مدد کے لئے اپنی فوجیں روانہ کیں اور خود بھی میدان جنگ میں نکل آیا۔ لیکن جب عین میدان کارزار میں ابراہیم عادل شاہ کا مکتوب صلح وصول ہوا تو اس نے لڑائی سے ہاتھ دھو کر گولکنڈہ کا رخ کیا اور نظام شاہیوں کو بھی واپس چلے جانے کی ترغیب دی۔ اس طرح سے بیجاپور کے ساتھ گولکنڈہ کے تعلقات جو عرصے سے خراب تھے پھر اتنے خوشگوار ہو گئے کہ اس واقعہ کے تین چار سال بعد بیجاپور کی طرف سے ملک التجار خواجہ علی شیرازی گولکنڈہ آیا اور محمد قلی قطب شاہ کی بہن شہزادی چاند بی بی کو بیجاپور کے نوجوان حکمران ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عقد نکاح میں دینے کا پیام لے آیا۔ اس پیام مواصلت کی سب سے بڑی وجہ جیسا کہ تاریخوں میں لکھا ہے یہی تھی کہ بیجاپوری سلطنت قطب شاہیوں کی مخالفت سے محفوظ رہنا چاہتی تھی چنانچہ اس گفت وشنید کی خبر معلوم کر کے نظام شاہی وکیل السلطنت صلابت خاں بہت چراغ پا ہوا اور اس نے کوشش بھی کی کہ پیام وسلام کا یہ سلسلہ منقطع ہو جائے لیکن اس کو ناکامی ہوئی۔

غرض ۹۹۵ھ میں خواجہ علی ملک التجار بیجاپور کے چند اعیان سلطنت کے ساتھ متعدد تحائف وہدایا لے کر محمد قلی کے دربار میں حاضر ہوا۔ محمد قلی نے دکن کے سیاسی توازن کیلئے اس نئے رشتے کو مناسب خیال کیا اور سفیر کے ذریعہ تصفیہ کرایا کہ خود ابراہیم عادل شاہ گولکنڈہ کی سرحد پر قلعہ نلدرگ تک آ کر دلہن کا استقبال کرے اور وہاں عقد نکاح کے مراسم

طے پائیں۔ چنانچہ اس تصفیہ کے مطابق جب ابراہیم عادل شاہ کے قلعہ نلدرگ کے پاس پہنچنے کی اطلاع ملی تو محمد قلی قطب شاہ نے میر امیر زنبیل مصطفیٰ خاں استرابادی ملک امین الملک، اعتبار خاں یزدی، ملک فخر الملک اور امین خاں دبیر کو ۹۹۶ھ میں شہزادی کی پالکی کیساتھ نلدرگ کی طرف روانہ کیا جب ابراہیم عادل شاہ کو شہزادی کی آمد آمد کی اطلاع ملی تو اس نے مقربان خاص کو استقبال کے لیے بھیجا اس کے بعد شریعت کے مطابق نکاح پڑھا گیا اور بادشاہ نے شاہ درگ پہنچ کر ایک ہفتے تک جشن شاہانہ منایا جس کے بعد قطب شاہی امرا کو تشریف فاخرہ کے ساتھ گولکنڈہ کو واپس کیا اور خاصکر مصطفیٰ خاں کو بارہ ہاتھی اور بارہ ہزار ہون اور دیگر تحف و ہدایا کے ساتھ رخصت کیا گیا۔ گولکنڈہ کی طرف سے بھی عادل شاہی امرا کے لئے خلعتیں روانہ کی گئی تھیں۔

عادل شاہی شہزادہ اسمٰعیل کی بغاوت

قطب شاہی شہزادی کے بیجاپور جانے کے بعد عادل شاہیوں اور قطب شاہیوں کے تعلقات بہت مستحکم ہو گئے۔ حالانکہ اس قسم کی سیاسی شادیاں دکن میں بھی ناکام ثابت ہوئی ہیں اور جہیز یا کسی اور مسئلہ سے متعلق ایسے جھگڑے کھڑے ہو گئے ہیں کہ اتحاد و یکجہتی کی جگہ الٹی لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ لیکن محمد قلی نے اس رشتہ کو بڑی خوبی سے نباہا۔ چنانچہ اس شادی کے چند سال

لہ مورخ فرشتہ لکھتا ہے کہ ابراہیم عادل شاہ نلدرگ تک نہیں گیا بلکہ امرائے عادل شاہی گئے تھے۔

بعد ہی جب ابراہیم عادل شاہ کا چھوٹا بھائی اسمٰعیل تخت بیجاپور کا دعویدار ہوا اور بھائی کے خلاف ، رمضان ۹۴۱ھ میں علم بغاوت بلند کر کے بہت سے عادل شاہی امرا کو اپنے ساتھ ملا لیا اور ساتھ ہی برہان نظام شاہ والی احمد نگر کو بھی مدد کے لیے طلب کیا تو یہ ابراہیم کے لیے بڑا نازک وقت تھا اس کے بڑے بڑے امرا و عمائدین مثلاً عین الملک، الیاس خاں، رومی خاں، دیونا نک، اور پنڈت آپاجی وغیرہ کے علاوہ خاص خاص ملازمین بھی غداری پر تلے ہوئے تھے۔ اور شمال سے شاہ احمد نگر ایک جرار فوج کے ساتھ بیجاپور کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ان پریشانیوں میں ابراہیم کو محمد قلی یاد آیا اور اس نے فوراً اپنے ایک امیر شاہ نواز خاں کو اس کی خدمت میں روانہ کر کے مدد طلب کی۔ محمد قلی امداد روانہ کر ہی رہا تھا کہ ۶ ربیع الثانی ۹۴۱ھ کو شاہزادہ اسمٰعیل کو شکست ہوئی اور وہ قتل کر دیا گیا اس واقعہ کی اطلاع سن کر برہان نظام شاہ احمد نگر کی طرف واپس ہو گیا اور محمد قلی کو فوجی امد روانہ کرنے کی ضرورت باقی نہ رہی۔

علی برید پر حملہ

اسی طرح محمد قلی نے ایک اور دفعہ ابراہیم عادل شاہ کی خاطر نظام شاہیوں کے خلاف اپنی فوجیں روانہ کیں۔ برہان نظام شاہ شہزادہ اسمٰعیل کی شکست سے مایوس ہو کر واپس ہوا تھا کہ علی برید والی بیدر نے اس کو اپنی تائید میں بیجاپور پر حملہ کرنے کے لئے مدعو کیا۔ علی برید نے ابراہیم کو اوسہ، قندھار اور کلیانی

دینے کا وعدہ کرکے بیدر پر دوبارہ قبضہ حاصل کیا تھا اور اب اس ڈر سے کہ کہیں ابراہیم ان قلعوں کو طلب نہ کرے برہان کی مدد چاہی۔ چنانچہ پہلی جمادی الاول ۱۰۰۳ھ کو دس بارہ ہزار سواروں کی فوج روانہ کی۔ اب ابراہیم نے دکن کے سیاسی توازن کو برقرار رکھنے کے لئے محمد قلی سے مدد مانگی اور چونکہ وہ اسی حکمت عملی پر کاربند تھا اس لیے بیدر پر حملہ آور ہوا۔ لیکن بعد کو جب علی برید کے ایما سے وینکٹادری نے قطب شاہی سلطنت پر حملہ کیا تو محمد قلی کی فوجیں بیدر کا رخ چھوڑ کر کرناٹک کی طرف روانہ ہوگئیں۔

مغلوں کے مقابلے میں احمد نگر کی امداد

ان واقعات سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ محمد قلی نظام شاہیوں کا دشمن ہی بن گیا تھا۔ اب تک اس نے ان کے خلاف جو کچھ بھی کیا وہ محض سیاسی توازن کے برقرار رکھنے کے لئے تھا لیکن جب اس کے بعد ہی احمد نگر پر مغلوں نے حملہ کیا تو وہ گزشتہ چند سال کے ناخوشگوار تعلقات کو بالکل بھول گیا اور اپنے ایک ترکمان بہادر مہدی قلی سلطان کے ساتھ چھ سات ہزار سوار اور ہزارہا پیادے نظام شاہیوں کی مدد کے لیے روانہ کیے حالانکہ یہ قطب شاہی سلطنت کے لیے خطرناک تھا کیونکہ وینکٹ پتی رائے پینکنڈہ اس کی سرحد پر موقع کا منتظر بیٹھا تھا۔ چنانچہ اس وقت اس نے فوراً حملہ بھی کردیا تھا۔ محمد قلی قطب شاہ کی اس کمک کی وجہ سے مغلوں کے مقابلے کیلئے ساٹھ ستر ہزار کی ایک ایسی بڑی فوج جمع ہوگئی جو جنگ تالیکوٹ کے بعد سے سرزمین دکن میں

کبھی جمع نہ ہوئی تھی۔ لیکن اس عظیم الشان فوج کے احمد نگر پہنچنے سے قبل ہی مغلوں نے چاند بی بی سے صلح کر لی کیونکہ وہ اتنی بڑی لڑائی کے لیے تیار نہ تھے۔ اس طرح ۱۰۰۴ھ میں محمد قلی کا سپہ سالار مہدی قلی سلطان اپنی فوجوں کے ساتھ حیدرآباد واپس آ گیا۔[1]

اس وقت اگر ملکہ چاند سلطانہ دکنی فوج کی آمد کا انتظار کرتی اور مغلوں سے صلح نہ کر لیتی تو شاید دکن کی تاریخ بدل جاتی۔ کیونکہ برار کا علاقہ مغلوں کو تفویض کر کے صلح کر لینے میں سب سے بڑی خرابی یہ ہوئی کہ مغلوں کے قدم دکن میں جم گئے اور وہ دکن کی ان تین باقی ماندہ سلطنتوں (نظام شاہی، عادل شاہی، اور قطب شاہی) کی سرحد پر بیٹھے ہوئے تاک میں لگے رہے کہ جہاں موقع ملے ان تینوں میں سے کسی پر حملہ کر دیں۔

مغلوں سے لڑائی

چنانچہ اس صلح کے ایک سال کے اندر ہی مغلوں نے نقض عہد کیا اور اکبر اعظم کی فوجوں نے قصبہ پاتری پر قبضہ کر لیا جو علاقہ برار کے حدود میں نہ تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چاند سلطانہ نے ابراہیم عادل شاہ اور محمد قلی قطب شاہ کو صورت حال سے مطلع کر کے مدد طلب کی۔ دونوں نے فوراً فوجیں روانہ کیں۔ جو ۲ جمادی الثانی ۱۰۰۵ھ کو علی الصباح نانديڑ کے قریب دریائے گوداوری کے کنارے مغلوں کے مقابلے میں صف آرا ہوئیں۔ عادل شاہی فوجیں وسط میں اور میمنہ پر نظام شاہی اور میسرہ پر قطب شاہی

---

[1] صاحب برہان مآثر نے اس قطب شاہی فوج کی تعداد بیس ہزار پیادہ اور دس ہزار سوار بتائی ہے۔ صفحہ ۶۱۴ و ۶۲۵۔

فوجیں جم گئیں۔

عصر کے قریب لڑائی شروع ہوئی اور سہیل خاں سپہ سالار بیجاپور کی بہادری کی وجہ سے مغلوں کو شکست ہوئی۔ ان کے چار ہزار آدمی مارے گئے اور سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ ان کی طرف کے دو بڑے سردار یعنی راجہ علی خاں والی برہان پور اور راجہ رام چندر بھی میدان جنگ میں کام آئے۔ لیکن دوسرے روز مغلوں نے پھر اپنی منتشر فوجوں کو جمع کر کے قبل از طلوع آفتاب دکنی فوج پر حملہ کر دیا۔ اس وقت طرفین نے دل توڑ کر ایک ایک انچ زمین کے لئے جان دی۔ اسی مقابلے میں خود سہیل خاں سپہ سالار افواج دکن زخمی ہو کر گھوڑے سے گرا اور اس کی فوجیں میدان سے پسپا ہو کر شاہ درگ چلی آئیں۔ اور قطب شاہی فوج حیدرآباد واپس ہو گئی۔

امیر برید والی بیدر کی پناہ گزینی

اگرچہ والی بیدر سے سلطان محمد قلی کے تعلقات کچھ اچھے نہ تھے لیکن اس خاندان کے آخری حکمران امیر برید ثانی کو جب ۱۰۱۶ھ میں اپنے ایک باغی مرزا علی کی سازش سے اپنا پایہ تخت چھوڑنا پڑا تو وہ محمد قلی کے رحم و کرم کو پیش نظر رکھ کر سیدھا حیدرآباد چلا آیا۔ یہاں محمد قلی نے اس کے ساتھ بڑی ہمدردی کی اور اس کو اپنے دربار میں شریک کر لیا۔ اس کی آمد کے سال ڈیڑھ سال بعد ہی محمد قلی قطب شاہ کا انتقال ہو گیا ورنہ کیا تعجب کہ وہ امیر برید ثانی کو دوبارہ بیدر کا تخت و تاج حاصل کرنے میں مدد بھی دیتا تاکہ دکن کا سیاسی توازن برابر باقی رہے۔

(۲)

بیرونی تعلقات

محمد قلی کا اعلیٰ تدبر و سیاست بیرونی ممالک سے اس کے خوشگوار تعلقات سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ مغل چونکہ دکن پر حملہ آور ہونے لگے تھے اور احمد نگر کی سلطنت ان کا نشانہ بن چکی تھی اس لئے محمد قلی قطب شاہ نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس سلطنت کے ساتھ تعلقات پیدا کرنا دکنی سیاست کو کمزور کرنا ہے اس لئے ان کے برخلاف اس نے شاہ ایران اور دکن کے ہمسایہ سلاطین کے ساتھ رشتۂ مودت باندھنے کی کوشش کی یہ خیال پوری طرح صحیح نہیں ہے کہ وہ شاہ ایران کو اپنا ہم مذہب سمجھ کر اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اور مغلوں کا اس لئے مخالف تھا کہ وہ سنی تھے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ مغلوں کے ہوس ملک گیری کی اس نے پیش قیاسی کر لی تھی اور سمجھتا تھا کہ اگر احمد نگر ختم ہو گیا تو دکن کی آزادی باقی نہ رہے گی۔ اس لئے وہ ہمیشہ احمد نگر کی مدد کے لئے فوجیں بھیجتا رہا۔ اور ایران سے اس لئے تعلقات بڑھانے کی کوشش کی کہ شائد کسی روز اس کو یا اس کے جانشینوں کو مغلوں کے مقابلے میں شاہ ایران کی مدد کی ضرورت پڑے۔

اغزلو سلطان سفیر ایران

اسی حکمت کے پیش نظر جب ۱۰۱۲ھ میں ابو المظفر شاہ عباس صفوی نے اغزلو سلطان کو اپنا سفیر بنا کر محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں روانہ کیا اور یہ ایرانی ایلچی بندر گوا تک پہنچ گیا تو محمد قلی قطب شاہ نے امیر ضیاء الدین محمد نیشاپوری

کو تشریف شاہانہ کے علاوہ سفیر ایران کو اپنے ساتھ لانے کے اخراجات دے کر روانہ کیا۔ امیر ضیاء الدین کی شائستگی اور فہم و فراست کا محمد قلی بہت قدر دان تھا۔ چنانچہ یہ امیر گوا پہنچ کر اغزلو سلطان سے بڑے تزک و احتشام سے ملا۔ اور مراسم تعظیم و لوازم تکریم بجا لاکر اپنے ساتھ گولکنڈہ لے آیا۔ راستے میں ہر منزل اور ہر مقام پر محمد قلی کے حسب ایما ضیافت کی گئی اور جب یہ سفیر قطب شاہی سرحد کے قریب پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ نے اپنے خاص امراو خوانین کو استقبال کے لیے روانہ کیا غرض ایران کا یہ سفیر بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ جب دارالسلطنت حیدرآباد کے قریب پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ خود قلعہ محمد نگر تک آگے بڑھ کر کالا چبوترہ کے پاس اغزلو سلطان کو اپنے حضور میں باریاب کیا۔ اغزلو سلطان نے شاہ ایران کی طرف سے موافقت و مصادقت کا پیام پہنچانے کے بعد مکتوب شاہی اور بہت سے تحفے پیش کئے۔ ان تحفوں میں حسب ذیل زیادہ قابل ذکر تھے۔ اچھے چمکدار موتیوں کا ایک تاج نفیس جواہر سے مرصع خنجر اور چالیس عربی گھوڑے جن کی لگام اور زین مرصع اور عباز ربفتی تھے۔

اغزلو سلطان کے ساتھ اس ایرانی سفارت میں اور سو اصحاب بھی شامل تھے۔ محمد قلی قطب شاہ نے ان سب کو خلعت ہائے فاخرہ سے سرفراز کیا اور ہر ایک کے نمایاں شان دلکشا مقامات سکونت کے لئے معین کیے۔ کالا ڈیرہ میں ایرانی تحف و تحائف اور مکتوب شاہی ملاحظہ کرنے کے بعد بادشاہ نے دربار برخواست کیا اور حیدرآباد کی طرف روانہ ہوا یہاں

شاہ عباس کا ایرانی سفیر پانچ سال کے طویل عرصے تک مقیم رہا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ اس زمانے میں مغلوں نے احمد نگر پر یورش کی تھی اور واپسی کا راستہ صاف نہ تھا۔ اور دوسری وجہ یہ تھی کہ شاہ عباس نے اظہار مودت و یگانگت کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کی دختر حیات بخشی بیگم کی شادی اپنے لڑکے کے ساتھ کر دینے کی بابت پیام بھی روانہ کیا تھا۔ اور شاید محمد قلی عرصے تک اسی پس و پیش میں رہا کہ کیا جواب دیا جائے۔ تاریخ فرشتہ اس کو ایک ہندوستانی بادشاہ کے لئے بہت بڑا اعزاز قرار دیتا ہے اور اس نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ محمد قلی نے اس پیام کو قبول کر لیا تھا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو اس نے زیادہ تر حضرت میر مومن کے مشورے سے یہ رائے بدل دی اور اپنی اکلوتی لڑکی کی شادی فوراً اپنے نوجوان بھتیجے شہزادہ سلطان مرزا ابن مرزا محمد امین سے بڑی شان و شوکت اور خاص اہتمام کے ساتھ کر دی حضرت میر مومن اس جوان صالح کے بڑے مداح و قدردان تھے کچھ ان کی خاطر اور کچھ اس لیے کہ شہزادی حیات بخشی بیگم کی شادی کا سفیر ایران کی روانگی سے قبل ہو جانا ضروری تھا محمد قلی نے اس تقریب کو بہت عجلت کے ساتھ اور بڑے اہتمام سے انجام دیا چنانچہ اغزلو سلطان سفیر ایران نے بھی اس میں شرکت کی۔ اس طرح شاہ عباس صفوی کے پیام کا جواب دینے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔ اور کوئی بدنمائی بھی پیدا نہ ہو سکی کیونکہ یہ بیان کیا گیا کہ یہ شہزادی بچپن ہی سے شہزادہ سلطان مرزا سے منسوب تھی اور اسی لیے

بادشاہ نے اس شہزادہ کی تربیت خاص اپنی نگرانی میں کی تھی اور ظل اللہ کا لقب عنایت کرکے اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔ اس تدبیر سے اگرچہ شاہ ایران کے پیام کا خود بخود جواب مل گیا لیکن بادشاہ کے حقیقی بھائی خدابندہ کی دل شکنی ہوئی جو بعد میں بغاوت کی شکل میں رونما ہوئی۔

غرض سفیر ایران اس شادی کے بعد ہی ۱۰۱۱ھ میں حیدرآباد سے ایران کی طرف روانہ ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض اس مقصد کے لئے حیدرآباد میں اتنے عرصے تک ٹھہرایا گیا تھا۔ لیکن جتنے دن وہ حیدرآباد میں رہا اس کی آؤبھگت اور خاطر داری میں کسی طرح کی کمی نہ کی گئی۔ کیونکہ موقع بہ موقع انعامات کے علاوہ دوہزار تومان سالانہ اس کو عطا کئے جاتے تھے۔ اس طرح جملہ دس ہزار تومان تو بطور منصب یا سالانہ تنخواہ کے عطا کئے گئے اور رہی دربار یا تقرب میں محمد قلی جیسے فیاض بادشاہ نے جس بیش بہا انعام واکرام سے سرفراز کیا ہوگا اس کا اندازہ لگانا ہی مشکل ہے۔

ایلچی کے واپس ہونے سے قبل محمد قلی نے ایک اور تدبیر یہ کی کہ اپنے معتمد خاص حاجی قنبر علی کو شاہانہ تحف وہدایا کے ساتھ شاہ ایران کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ اغزلو سلطان کی واپسی کی تعویق وغیرہ سے متعلق اگر شاہ عباس کے دل میں کوئی شبہات پیدا ہوئے ہوں تو ان کو رفع کرے۔ اس وقت جو تحفے روانہ کئے گئے ان میں جواہر آبدار اور ہندوستان کی نفیس ترین

اشیا شامل تھیں۔

جب اغزلو سلطان واپس ہونے لگا تو محمد قلی قطب شاہ نے اپنے دربار کے ایک بڑے امیر مہدی قلی سلطان کو اس کا رفیق سفر اور ایرانی دربار میں اپنا ایلچی بنا کر روانہ کیا اس وقت شاہ عباس کے لئے کئی اعلیٰ اور نادر تحفے مثلاً گراں قیمت جواہر سے مرصع طرح طرح کے آلات اور پٹن کے بنائے ہوئے نفیس کپڑے (جو خاص شاہ ایران کے لیے پانچ سال سے بنائے جا رہے تھے) بھجوائے گئے۔ لیکن مہدی قلی سلطان کی ایران سے واپسی میں اتنی تعویق ہوئی کہ اس اثنا میں خود محمد قلی قطب شاہ کا انتقال ہو گیا۔ اور سلطان محمد قطب شاہ کی تخت نشینی کے بعد پھر شاہ ایران نے مرحوم بادشاہ کی تعزیت اور نئے بادشاہ کے جلوس کی مبارکباد دینے کے لئے اپنا سفیر روانہ کیا۔ اس طرح محمد قلی نے ایران کے ساتھ جو تعلقات مستحکم کئے تھے وہ باقی رہے اور اس کے جانشینوں نے اس کی حکمت عملی سے یک گونہ فائدہ اٹھایا۔

ایران کے اس ایلچی کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں دکن کی ہمسایہ سلطنتوں کے سفیر بھی کئی دفعہ حاضر ہوئے تھے اور ان سب کے ساتھ بادشاہ نے بڑے حسن سلوک اور فیاضی کے ساتھ برتاؤ کیا۔

میرک معین سبزواری سفیر احمد نگر

محمد قلی کے تخت نشین ہونے کے کچھ ہی عرصہ بعد احمد نگر کی طرف سے میرک معین سبزواری جیسے مشہور و معروف شاعر کو سفیر بنا کر گولکنڈہ روانہ کیا گیا تھا۔ اس وقت احمد نگر اور گولکنڈہ کی سلطنتیں ایک دوسرے کی حلیف تھیں اور دونوں کی فوجیں بیجاپور کے مقابلے میں میدان کارزار میں مصروف پیکار۔ میرک معین کی آمد کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ دکن کا سیاسی توازن برقرار رکھنے کے لئے احمد نگر کی امداد اور رفاقت کی جس حکمت عملی پر محمد قلی کا باپ ابراہیم قلی کاربند تھا اسکو جاری رکھنے کی اس نوجوان حکمران سے استدعا کیجائے۔

محمد قلی میں شروع ہی سے تدبر و فراست کی کمی نہ تھی۔ چنانچہ وہ تخت نشینی کے ساتھ ہی اپنے باپ کے مجرب اصول پر کاربند ہو گیا تھا۔ اس لیے اس نے اس سفیر کی بڑی آؤ بھگت کی۔ میرک معین اپنے اس سفر میں اتنا کامیاب رہا کہ بعد کو کئی دفعہ گولکنڈہ آیا۔ اور مہینوں قیام پذیر رہ کر محمد قلی قطب شاہ کے بذل و نوال سے شاد کام ہوا۔ چنانچہ جب اغزلو سلطان حاجب ایران کی آمد کی خبر مشہور ہوئی تو میرک معین بھی گولکنڈہ آیا۔ اور ماہ ربیع الاول ۱۰۱۶ھ میں محمد قلی قطب شاہ کی اکلوتی لڑکی حیات بخشی بیگم کی شادی کی تقریب میں شرکت کی۔ اس موقع پر متعدد شعرائے مبارکباد کی نظمیں اور قصیدے سلطان محمد قلی کی بارگاہ میں پیش کئے تھے۔ اور میرک معین نے بھی ذیل کا قطعہ تاریخ لکھا تھا جو

تاریخوں میں محفوظ ہے ؎

دوشش سر کردہ خیالم رہ بزمے چو بہشت * اہل آں بزم چو حوران ہمہ نورانی چہر

بزم عیشی کہ ملائک بہ تماشا شدہ چشم * سر بروں کردہ چو انجم ہمہ از جیب سپہر

گفتم ایں بزم کہ و عیش چہ تاریخش چیست * کہ از افلاک بر ایام ہمی بارد مہر

عقل کو بود چو من مست مے حیرت گفت * عید مولودی و بزم شہ و عقد مہ و مہر

چار بیتی بکن ایں قطعہ معین می شاید * در چنیں نظم ترا بر گذرد قافیہ سحر

اس واقعہ کے دو تین سال بعد جب ۱۰۱۹ھ[1] میں خداداد محل کی تعمیر مکمل ہوئی اور بادشاہ نے اس میں جشن خسروانہ ترتیب دے کر ارکان مملکت، اعیانِ دربار، امراء مقربین اور علماء و شعرا کو طرح طرح کے انعام و اکرام سے سرفراز کیا تو اس مجلس عیش و طرب میں میر محمد معین سبزواری بھی موجود تھا اس نے فی البدیہہ قطعۂ تاریخ لکھ کر پیش کیا اور بہت بڑا انعام حاصل کیا۔ قطعہ

ایں قصر کہ ہست رشک فرمائے بہشت * ایام بآب زندگانیش سرشت[2]

تاریخ مرتب شدنش کلک قضا * بر لوح بقا بنائے خاں بخش نوشت

---

[1] مولف تاریخ دکن حصہ دوم سلسلہ آصفیہ نے ۱۰۰۹ھ لکھا ہے جو غلط ہے۔ (صفحہ ۳۳۱)

[2] مولف تاریخ ظفرہ نے قافیہ سرشت لکھا ہے (ص ۱۷) لیکن تاریخ قطب شاہی اور حدیقۃ السلاطین میں نوشت لکھا ہے جو ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔

خواجہ علی شیرازی سفیر بیجاپور

۹۹۵ھ میں تک انجار خواجہ علی شیرازی بیجاپور سے محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں آیا تھا تاکہ اس کی ہمشیرہ چاند سلطانہ کو ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عقد نکاح میں لانے کے لیے درخواست کرے۔ یہ سفارت بھی کامیاب رہی۔ کیونکہ محمد قلی کے تدبر و سیاست کا اقتضا یہی تھا کہ یہ دکنی سلطنتیں آپس میں متحد و متفق رہیں۔ اس سفارت اور شہزادی چاند سلطانہ کی شادی کا تذکرہ اوپر گزر چکا ہے (صفحہ ۲۴۴)

شہنواز خاں سفیر بیجاپور

اس سفیر کی آمد کا ذکر بھی گذشتہ صفحات میں قلمبند کیا جا چکا ہے۔ دیکھو صفحات (۲۴۵-۲۴۶)

محمد قلی قطب شاہ کے سفیر

دوسری سلطنتوں کے سفیروں کی آمد کے سلسلہ میں ضروری ہے کہ خود محمد قلی قطب شاہ نے اپنی طرف سے جو سفیران سلطنتوں کو روانہ کئے ان کا بھی کچھ ذکر کر دیا جائے۔ کیونکہ تالی ہمیشہ دو ہاتھوں سے بجتی ہے۔ اور اعلیٰ تدبر کا اقتضا یہ تھا کہ دکنی سیاست کے توازن کو برقرار رکھنے کیلئے خود محمد قلی بھی موقعہ بموقعہ اپنے سفیر دوسری سلطنتوں کے یہاں روانہ کرتا۔

مولنا حاجی محمد اصفہانی

ایک متبحر عالم و فاضل تھا جس کو محمد قلی نے احمد نگر کے دربار میں روانہ کیا تھا۔ چنانچہ جس وقت مغلوں نے نظام شاہی حکومت پر حملے شروع کئے تو یہ وہاں موجود تھا صاحب برہان مآثر جو احمد نگر میں اس سے مل چکا تھا۔ اس کا ذکر ان القاب کے ساتھ کرتا ہے :-

افادت و افاضت انتباہ حقایق و معارف آگاہ مقرب درگاہ ربانی حاجی محمد اصفہانی (صفحہ ۵۹۰)

دوسری جگہ بھی اسی تعظیم و تکریم سے نام لکھا ہے :-

زبدۂ اصحاب صدق و ایقان مولانا محمد (صفحہ ۶۱۷)

۱۵۹۵ء میں جب احمد نگر میں تخت سلطنت کے لیے کئی دعویدار کھڑے کر دیے گئے تھے اور میاں منجھو اور چاند بی بی کے آپس میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا تو محمد قلی قطب شاہ کے اس حاجب نے چاند بی بی کا ساتھ دیا اور میاں منجھو کی مخالفت کی۔

اس طرح جب مغلوں نے سرنگ لگا کر قلعہ احمد نگر کی فصیل میں رخنہ ڈال دیا اور اس کے ذریعہ سے انکی فوجیں قلعہ میں داخل ہونے کی کوشش کرنے لگیں تو چاند سلطانہ بہ نفس نفیس اس خطرناک مقام پر کھڑی ہو گئی اور مردانہ وار مقابلہ کرنے لگی۔ جب اس نازک حالت کی خبر احمد نگر میں مشہور ہوئی تو حاجی محمد اصفہانی بھی اپنے ملازمین کو لے کر چاند بی بی کی مدد کے لئے اس رخنہ پر پہنچ گیا اور اگرچہ وہ ایک عالم و فاضل بزرگ تھا لیکن وقت پر جنگجو بہادروں کی طرح سرفروشی کے لیے تیار ہو گیا اس واقعہ کی نسبت برہان مآثر میں لکھا ہے کہ:۔

"زبدۂ اصحاب صدق و ایقان مولانا حاجی محمد حاجب عالی حضرت سلطنت نصفت پناہ گردوں بارگاہ محمد قلی قطب شاہ .... در منازل خویش ازیں واقعہ خبر یافتند بسرعت برق و باد بسوئے آں رخنہ شتافتند۔ و بضرب پیکان خارا گزار راہ آمد و شد بر جنود اعداء مسدود ساختند" (صفحہ ۶۱۷)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی سفارت کی خدمت کے لئے نہایت وفادار اور قابل اصحاب کا انتخاب کرتا تھا جو ہر موقعہ پر وہی کام کرتے جو محمد قلی کے حسب منشا ہوتا تھا۔

مہدی قلی سلطان یہ بہت بڑا سپہ سالار اور مدبر تھا چنانچہ مغلوں کے مقابلے میں جب محمد قلی نے اپنی

فوجیں روانہ کیں تو اسی کو سپہ سالار بنا کر بھیجا تھا۔ اس کی شجاعت و بہادری کی نسبت اس کے ایک ہمعصر علی بن عزیز اللہ طباطبا کی اتنی اچھی رائے تھی کہ وہ اس کو ان الفاظ سے یاد کرتا ہے:۔

"امارت و ایالت پناہ شجاعت و جلالت دستگاہ مہدی قلی سلطان طالش کہ در رسوم دلاوری و مردانگی ناسخ داستان رستمان بود" (برہان مآثر صفحہ ۶۱۴)

احمد نگر کے مورخ کے یہ الفاظ حقیقت پر مبنی ہوں گے جب ہی تو محمد قلی نے ایک زبردست دشمن کے مقابلہ میں اس کو دو دفعہ روانہ کیا تھا لیکن مہدی قلی صرف ایک بہادر ہی نہیں بلکہ اعلیٰ مدبر بھی تھا کیونکہ اس کو ۱۰۱۸ھ میں ایران کا سفیر بنا کر روانہ کیا گیا اور یہ ظاہر ہے کہ اس خدمت کے لئے اس سے بہتر امیر محمد قلی کے یہاں کوئی نہ ہوگا۔ ورنہ وہ اس کو روانہ نہ کرتا جب کہ اس کو معلوم تھا کہ احمد نگر پر ابھی مغلوں کے حملے کا اندیشہ موجود ہے۔

مہدی قلی سلطان کے ساتھ سلطان محمد قلی نے شاہ ایران کو جو بیش بہا تحفے روانہ کئے تھے ان کا تذکرہ ابھی ابھی گذر چکا ہے۔

جنوب کی ریاستیں محمد قلی قطب شاہ کے بیرونی تعلقات کے تذکرہ میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کر دینا بھی ضروری ہے کہ جہاں اس نے شمال کی طرف مغلوں کے تگ و تاز پر نظر رکھی اپنی سلطنت کے جنوب کی طرف بیجانگر اور کرناٹک کے ہندو حکمرانوں کو بھی ابھرنے نہ دیا۔ چنانچہ وجیانگر کے جانشین پینکنڈہ کی حکومت سے اس کے عہد میں جو طویل معرکے ہوتے رہے وہ اسی حکمت عملی کا نتیجہ تھے۔ اس نے ہمیشہ پینکنڈہ کے حکمران وینکٹ پتی کے ساتھ صلح و آشتی کو لڑائی پر ترجیح دی لیکن جب دیکھا کہ وہ اس کے باغیوں مثلاً

علی خاں لرستانی، علم خاں پٹھان، اور مکند راج والی کشتم کوٹ کو پناہ دیتا یا ان کی مدد کے لیے فوجیں بھیجتا ہے تو برابر اس سے مقابلہ کرنا اور اس کی سازشوں کو اپنے ملک سے باہر رکھنے کی کوشش کرتا ہے بعض وقت اس کو ایسے مواقع بھی دستیاب ہوئے کہ اس کی فوجیں دور تک پنکنڈہ اور وجیانگر کے علاقوں پر حملہ کرتی ہوئی گھس گئیں اور وہ چاہتا تو مزید حملوں کے ذریعہ سے اس سلطنت کو ختم کر سکتا لیکن اس نے وینکٹ پتی کی صلح کی درخواستوں کو قبول کر کے اپنی فوجوں کو واپس بلا لیا۔

اسی طرح بعض باجگزار راجاؤں کو بھی ان کی بغاوتوں اور نافرمانیوں کے باوجود اس نے برقرار رکھا اور نہ راجچندر والی پیاپور اور بھائی بلندر والی کشتم کوٹ کو وہ پہلے ہی ختم کر کے ان کے علاقے اپنی سلطنت میں شامل کر لیتا۔ اسی طرح ردیوار قوم کی استدعا پر اس نے اپنی فوجوں کو ان کے بالکلیہ تباہ و برباد کرنے سے منع کر دیا۔ یہ اس کے اعلیٰ تدبر کا نتیجہ تھا کہ اس نے ان ہندو ریاستوں کو قایم رکھا اور اس طرح اپنی ہندو رعایا کو اپنی سلطنت سے بدظن اور شکستہ خاطر نہ ہونے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آخر تک گولکنڈہ کی سلطنت کے استحکام و بقا کے لئے دکن کے ہندوؤں نے جان توڑ کوششیں کیں اور اس سلطنت کو اپنی سلطنت سمجھ کر مغلوں کے مقابلے میں اس کا ساتھ دیا۔

---

(۳)

ہندو رعایا کی سرپرستی

اگرچہ محمد قلی قطب شاہ کے عہد میں اکثر ہندو راجاؤں سے معرکہ آرائیاں ہوئیں اور بعض ہندو امرائے بغاوت بھی کی لیکن یہ اس کے اعلیٰ تدبیر کا نتیجہ تھا کہ اس کے عمائدین سلطنت اور مقربان و ملازمان خاص میں ہمیشہ بہت سے ہندو شامل رہے۔ اوران میں سے بعض تو اپنی فہم و فراست اور بہادری کی وجہ سے ایسے بلند مرتبے پر پہنچ گئے تھے کہ بادشاہ کو ان پر بڑا اعتماد تھا اوران کی رائے اور اشارے سے بڑے بڑے مسلمان امیر اور سپہ سالار بھی بدل دیے جاتے تھے۔

محمد قلی نے اپنی ہندو رعایا اور امیروں کے ساتھ ہر وقت فراخدلی اور لطف و کرم کا برتاؤ کیا۔ بعض موقعوں پر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں امتیاز ہی نہ کرتا تھا۔ اور ہمیشہ دونوں کے ساتھ مساویانہ سلوک کرتا۔ یہ عجیب بات ہے کہ اکثر ہندو راجاؤں اور باغیوں کے مقابلے میں اس نے اپنے ہندو امیروں اور بہادروں ہی کو روانہ کیا جنھوں نے اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ بڑے سخت مقابلے کئے اوران کی حکومتوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ ہر مذہب و ملت کی رعایا کے ساتھ یکساں شفقت سے پیش آنے اور ان پر اعتماد کرنے میں محمد قلی نے کس اعلیٰ تدبر سے کام لیا تھا۔ یہاں ہم نمونے کے طور پر اس کے دو مشہور و مقتدر ہندو امرا و عمائد کا تفصیلی اور بقیہ کا سرسری ذکر کرتے ہیں جس کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ محمد قلی کے حسن اخلاق اور مذہبی رواداری نے گولکنڈہ کے ہندوؤں میں بھی کیسے کیسے جاں نثار سورما اور اعلیٰ پایہ کے امیر پیدا کر دیے تھے۔

آسیراؤ

محمد قلی کے ان مقربین خاص میں تھا جنھوں نے آخر زمانے تک اس کے دست و بازو کا کام دیا اس پر بادشاہ کو اتنا اعتماد تھا کہ سنہ ١٠٠٣ھ میں خود محمد قلی میدان جنگ میں نکلا تو یہ اس کے ساتھ تھا اور موسلموگ نندیال کلکوڑ کندی کوٹ اور پنکینڈہ کی لڑائیوں میں برابر داد مردانگی دیتا رہا۔ آخر کار جب پنکینڈہ کا محاصرہ اٹھا کر محمد قلی دار السلطنت کی طرف واپس ہونے لگا اور روانگی سے قبل اپنے مفتوحہ علاقوں کا انتظام کرنا شروع کیا تو قلعہ مسلموگ پر آسیراؤ کو حاکم بنا کر اطراف و اکناف کا علاقہ اس کے تفویض کر گیا۔

آسیراؤ نے اس علاقہ میں ڈیڑھ دو سال تک قیام کر کے وہاں قطب شاہی حکومت کو اتنا مستحکم کر دیا کہ پھر موسلموگ میں کوئی اندیشہ باقی نہ رہا۔ اس اثناء میں سنہ ١٠٠٥ھ میں جب مکند راج والی کشتم کوٹ نے بغاوت کی تو آسیراؤ کو بھی اپنی فوجوں کے ساتھ امین الملک میر جملہ کی مدد کرنے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ وہ اس کے ساتھ کشتم کوٹ سیکاکول مدواڑہ اور پتاپور پر حملہ آور ہوا۔ اور جب پتاپور کا راجہ رامچندر مطیع و منقاد ہو گیا اور اس کے بعض علاقے قطب شاہی سرحد میں شامل ہو گئے تو ان علاقوں کے انتظام کے لئے آسیراؤ اور ملک نائب کو وہیں چھوڑ کر ملک امین الملک کشتم کوٹ کی طرف واپس ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کے علاوہ وزیر اعظم کو بھی اس پر پورا بھروسہ تھا۔

سنہ ١٠٠٩ھ میں جب کشتم راج ولد راوت راؤ کے اکسانے سے مکند راج بنگالے کی طرف سے واپس ہو کر کشتم کوٹ پر حملہ آور ہوا تو آسیراؤ کو زین العابدین سپہ سالار کی مدد کے لئے روانہ کیا گیا۔

اور اس کی فوجیں مکند راج کو شکست دینے میں قطب شاہی لشکر کے پہلو بہ پہلو رہیں۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ آسیر اؤ شاہی دربار میں منسلک اور زیادہ تر حیدرآباد ہی میں قیام پذیر رہا کیونکہ اس کے بعد تاریخوں میں آسیر اؤ کا نام پھر اس وقت آتا ہے جب کہ محمد قلی کا عہد حکومت ختم ہو رہا تھا۔ اس اثناء میں کئی میر جملہ اور سپہ سالار بدل چکے تھے۔ اور عرصے کے امن وامان کے بعد ۱۰۱۹ھ میں پرتاب شاہ والی دستر نے قطب شاہی حدود میں دست اندازی شروع کی تھی۔ اس وقت جب عمال شاہی نے پایہ تخت کو اطلاع بھیجی تو مرزا محمد امین جملۃ الملک نے اس مہم کو سر کرنے کے لیے قدیم جانباز آسیر اؤ ہی کا انتخاب کیا اور اس کو سپہ سالار بنا کر سید حیدر اور امجد الملک کو اس کے ماتحت روانہ کیا۔ اس وقت تک آسیر اؤ بڑا مقتدر اور صاحب جاہ وجلال امیر بن گیا تھا۔ اور خود اس کی اپنی فوجیں نہایت کثیر التعداد تھیں۔ اس وقت اسکو تشریفات شاہانہ سے سرفراز کر کے روانہ کیا گیا تھا یہ آخری خلعت تھی جو آسیر اؤ کو محمد قلی قطب شاہ کے دربار سے عطا ہوئی تھی کیونکہ اس کے میدان جنگ سے واپس آنے سے قبل ہی یہ فراخدل بادشاہ انتقال کر گیا۔

غرض آسیر اؤ ۱۰۰۳ھ سے ۱۰۲۰ھ تک مسلسل ۱۷ سال محمد قلی کی فوجوں کا سردار رہا اور آخر کار ۱۰۱۹ھ میں تو سپہ سالار بھی بنایا گیا یہ بہت بڑا اعزاز تھا کہ مسلمان امراء وعمائد مثلاً امجد الملک و سید حیدر وغیرہ اس کے ماتحت میدان جنگ میں روانہ کئے گئے۔

دہر ما راؤ | یہ ابتدا میں ایک معمولی سردار تھا چنانچہ ۱۰۰۵ھ میں جب ردیوار قوم نے قطب شاہی حکومت

کے خلاف بغاوت کی اور راجمندری کا علاقہ خالی پاکر ایلور، نردول اور بھار جلی میں ہنگامہ آرا ہو گئے تو محمد قلی قطب شاہ نے مرتضیٰ نگر کے سپہ سالار عادل خاں اور سرِ نوبت چنگیز خاں کو حکم دیا کہ فوراً راجمندری اور کاموم کے علاقہ میں پہنچ کر مخالفین کو سزا دیں۔ اور بعد کو میر زین العابدین اور عبد الکریم حوالدار کو بھی انکی مدد کے لئے راجمندری سے روانہ کیا غالباً اسی فوج کے سرداروں میں دھرماراؤ بھی شامل تھا۔ اس وقت باغی دریا کے ایسے حصہ پر قابض تھے جہاں سے شاہی فوجوں کو عبور کرنا تھا لیکن مخالفوں کی شرارت کی وجہ سے اس جگہ عبور کرنا مشکل ہو گیا اور کئی روز اسی پریشانی میں گزر گئے تو سپہ سالار نے دھرماراؤ کو روانہ کیا تاکہ کوئی دوسرا عبور کرنے کے قابل مقام تلاش کر آئے۔ چنانچہ دھرماراؤ نے دس بارہ کوس تک ندی کے کنارے کنارے سفر کر کے ایک راستہ نکال ہی لیا جہاں سے چنگیز خاں اور دیگر سردار دریا کو عبور کر کے باغیوں کے سر پر جا پہنچے غرض ردیوار قوم کو مطیع کرنے میں دھرماراؤ کی بہادری اور فراست کا بھی کچھ حصہ ضرور تھا۔

اس کے بعد سے زین العابدین کی نظر خاص دھرماراؤ پر پڑنے لگی جس کو اس نے اپنے ساتھ ہی میدان جنگ میں رکھا۔ اس اثنا میں سنہ ۱۰۲۴ھ میں جب راوت راؤ نے تک امین الملک سے ناراض ہو کر حکومت کے خلاف بغاوت کی اور ہری چندر کو بھی اپنے ساتھ لیا گیا تو ہری چندر نے وسنا دیو کو اپنی مدد پر بلایا۔ وسنا دیو بڑا مدبر اور طاقتور دشمن تھا جس نے نہایت ہوشیاری اور فن حرب کی پوری مہارت کے ساتھ قطب شاہیوں کا مقابلہ کیا اور ہر جگہ ان کو پریشان کیا۔ اس وقت زین العابدین نے دھرماراؤ سے کام لیا جس نے دوسرے سرداروں مثلاً عبد الکریم، چنگیز خاں اور بھالے راؤ کے ساتھ قلعہ جلمور کا ایسا سخت محاصرہ کیا کہ وسنا دیو کو قلعہ والوں کی مدد کیلئے

ایک زبردست فوج روانہ کرنی پڑی لیکن دھرماراؤ اور اس کے ساتھیوں نے ایسا مردانہ وار مقابلہ کیا کہ بہت سے دشمن یا تو قید ہوگئے یا فرار ہوگئے۔ ان مسلسل ناکامیوں کو دیکھ کر وناد دیو نے دھرماراؤ سے پناہ مانگی اور اس کے توسط سے پچاس ہزار ہون اور پچاس ہاتھی سپہ سالار کے یہاں روانہ کیے اور اتنا ہی خراج ہر سال ادا کرنے اور اطاعت گزار رہنے کا وعدہ کیا۔

اس صلح اور اطاعت گزاری میں معلوم ہوتا ہے کہ دھرماراؤ کا بڑا حصہ تھا۔ وہ بہادر ہونے کے علاوہ بڑا مدبر بھی تھا اور دشمن بھی اس کی راست بازی پر بھروسہ کرتے تھے چنانچہ دھرماراؤ نے نہ صرف وناد دیو کو مطیع و منقاد بنا لیا بلکہ ہری چندر کے بھتیجے بول بانڑ کو جو باقی فساد تھا وناد دیو ہی کے ذریعے سے گرفتار کر لیا۔ اور اس کے بدلے میں وناد دیو کے اعزہ و اقربا کو آزاد کرا دیا۔ یہ ایک ایسی سیاسی چال تھی جس کی وجہ سے سلطنت میں بڑا امن و امان قائم ہوگیا۔

اس خدمت کی بنا پر محمد قلی نے دھرماراؤ کی جو قدر افزائی کی افسوس ہے کہ اس کا ذکر تاریخوں میں درج نہیں لیکن اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ روز بروز دھرماراؤ کی شخصیت اور اہمیت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا چنانچہ اس کے بعد ہی ۹۹۹ھ میں جب کشم راج ولد راوت راؤ نے بغاوت کی تو اس وقت بھی دھرماراؤ میدان جنگ میں اس کے مقابلے کے لئے موجود تھا۔ اور اب کے اس کی شخصیت اور اثر خود میر زین العابدین سپہ سالار سے زیادہ اہم ہوگئی تھی۔ چونکہ کشم کوٹ کے علاقہ پر قبضہ کر لینے کے بعد سے مسلسل لڑائیاں جاری تھیں اور سمت مرتضیٰ نگر کی قطب شاہی فوج کا امن چین غائب ہوگیا تھا اس لئے اس موقعہ پر دھرماراؤ کی یہ رائے تھی کہ قلعہ بداوڑہ کے فتح کرنے کی زحمتیں اٹھانے کی جگہ بہتر یہ ہے کہ کشم کوٹ کے بعض علاقے وہاں کے سابق والی بھائی بلندر

کو عطا کر دیئے جائیں اور اس سے مطیع و فرماں بردار رہنے اور سال بسال خراج روانہ کرنے کا دعدہ لے لیا جائے۔
میر زین العابدین ایک جنگجو سپہ سالار تھا۔ وہ اس قسم کی مصلحت اندیشیوں کا قائل نہ تھا۔ اس کا خیال تھا کہ
جب عرصہ سے ہم اس مہم میں سرگرم ہیں تو پورے ملک کو فتنہ و فساد سے پاک کرنے کے بعد ہی دم لینا چاہیئے۔
معلوم ہوتا ہے کہ دھرماراؤ نے اس کو بہت کچھ سمجھایا لیکن جب وہ اپنے خیال پر اڑا رہا تو سلطان محمد قلی
قطب شاہ کی بارگاہ میں عریضہ روانہ کیا کہ عرصے سے شاہی لشکر باغیوں کا مقابلہ کر رہا ہے اور اب صورتِ حال
اس امر کی متقاضی ہے کہ بھائی بلندر کو پہلے کی طرح ایک باجگذار راجہ بنا کر کچھ علاقے اس کے سپرد کر دیے جائیں۔
دھرماراؤ بادشاہ کی طبیعت سے واقف تھا اور اسی لیے سپہ سالار سے مایوس ہو کر اس کے خلاف
اس نے اپنی رائے راست بارگاہ عالی میں روانہ کی۔ محمد قلی نے اس خط سے اتنا اثر لیا کہ زین العابدین کو
سپہ سالاری سے ہٹا کر واپس بلا لیا اور سید حسن ابن مصطفیٰ خاں کو روانہ کیا۔ یہ مقابلتًہ کم عمر تھا اور چونکہ اس کو
شاہی خاندان سے قرابت تھی اس لیے دھرماراؤ نے اس حیثیت اور سپہ سالار کی تبدیلی سے فائدہ اٹھا کر بھائی بلندر
کے بھتیجے ہری چندر کو معافی مانگ لینے پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ ہری چندر اس علاقے کے بہت سے بہادروں
کے ساتھ دھرماراؤ سے آملا۔ اور بھائی بلندر کے بالکلیہ استیصال میں اس کا مددگار ثابت ہوا۔ غرض دھرماراؤ
کی ہوشیاری سے کشم کوٹ کا علاقہ پھر باغیوں سے خالی ہو گیا۔
اس واقعہ کے بعد آٹھ نو سال تک قطب شاہی سلطنت میں کوئی لڑائی نہیں ہوئی اور دھرماراؤ دربار شاہی
میں باریاب رہا۔ آخر کار ۱۰۱۰ھ میں جب وناد دیو نے کشم کوٹ کے علاقے میں داخل ہو کر تاخت و تاراج کرنا

شروع کیا تو محمد قلی قطب شاہ نے دہرماراؤ اور چنگیز خاں کو ایک عظیم لشکر کے ساتھ اس کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اس زبردست فوج کے ڈر سے ونّادیو قلعوں میں محصور ہو گیا اور اس کے علاقوں کو شاہی فوجوں نے پامال کرنا شروع کیا۔ اس موقعہ پر بھی دہرماراؤ کی سیاسی جوڑ توڑ نے اپنا رنگ دکھایا۔ یعنی جس طرح پہلے بھائی بندر کے بھتیجے ہری چندر کو اس نے مخالفین سے توڑ لیا اسی طرح ونّادیو کا بھتیجا کشناراج بھی اس جنگ میں شاہی لشکر سے آملا۔ اس دفعہ بھی یقیناً دہرماراؤ کا ہاتھ ہوگا۔ وہ خفیہ مراسلت اور نامہ و پیام کے ذریعے سے لوگوں کا دل موہ لینے میں استاد تھا۔ غرض جب کرشناراج قطب شاہی لشکر کی طرف آیا تو دہرماراؤ اور سید حسن پیلالار دونوں نے بڑے اعزاز و اکرام سے اس کا استقبال کیا۔ اس قدر افزائی کا حال سن کر اور بہت سے ہندو بہادر بھی کرشناراج اور دہرماراؤ سے آملے۔ اس واقعہ کا ونّادیو پر اتنا اثر پڑا کہ وہ بیمار ہو گیا اور آخر کار وفات پائی۔

اب دہرماراؤ کے تدبر و سیاست کے لئے ایک نئی جولانگاہ نکل آئی۔ اس نے ایک طرف تو ونّادیو کے اعیان سلطنت کو لکھ بھیجا کہ اب لڑنا بے سود ہے اس لیے اطاعت قبول کرلیں[1]۔ اور دوسری طرف کشناراج کو وہاں کا راجہ بنانے کے امکانات پر غور کرنے لگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود ونّادیو کے اُمرا

---

[1] دہرماراؤ کے خط کے الفاظ تاریخوں میں اس طرح مرقوم ہیں :۔

"خسرو زماں خان اعظم چنگیز خاں را با لشکر عظیم بعزم تسخیر آں بلاد روانہ فرمودہ است۔ باید کہ بدستور جمیع راجہائے ایں بلاد مطیع و منقاد گردیدہ مالگزار شوید۔ و الّا خان اعظم مملکت موروثی را از دست تصرف شما انتزاع خواہد کرد" تاریخ قطب شاہی ورق (۲۵۸) تاریخ حدیقۃ العالم صفحہ (۲۵۳)

نے کرشناراج کو جانشین بنانے کی استدعا کی۔ اور دھرماراؤ نے کرشناراج سے کہا کہ اگر تم کو وسنادیو کا جانشین بنائیں تو بادشاہ کی خدمت میں کیا نذر دو گے اور ہر سال کتنا باج روانہ کروگے۔ کرشناراج کے لیے تو یہ ایک غیر متوقعہ خبر تھی اس نے جی کھول کر وعدے کر لئے اور ان کے ایفا کے لیے بڑی بڑی قسمیں کھائیں۔ غرض دھرماراؤ نے ہر طرح سے مطمئن ہو کر کرشناراج کو خود اپنے سامنے راجہ بنا کر وسنادیو کے پایہ تخت کیطرف روانہ کیا۔ تاریخ کے حسب ذیل جملہ سے کہ :-

"بتشریفات شاہانہ واسپ بازین زر وکلاہ وکمر از جامدار خانۂ بادشاہی ہمراہ خود داشتن سرفرازش گردانیدہ باشوکت تمام بجانب متقر وسنادیو روانہ کرد"[1]

پتہ چلتا ہے کہ دھرماراؤ پہلے سے یہ سوچ کر نکلا تھا کہ کرشناراج کو وسنادیو سے توڑلونگا اور اس کو راجہ بنا کر روانہ کرونگا۔ ورنہ ان تمام لوازمات کے جامدار خانۂ شاہی سے لے کر نکلنے کا کیا موقع تھا۔ اور نہ کسی دوسری لڑائی کے وقت فوج کے ساتھ ایسے لوازم کے روانہ کرنے کا تاریخوں میں ذکر ملتا ہے۔

غرض دھرماراؤ اپنے منصوبے میں کامیاب رہا اور کرشناراج سے ایکسو پچاس ہزار ہون اور ایکسو پچاس ہاتھی وصول کر کے محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں روانہ کیے۔ اس کے بعد اگرچہ بقیہ نصف رقم اور ہاتھیوں کے دینے میں کرشناراج نے کچھ عرصے تک عذر کیا لیکن آخر کار وہ پوری طرح مطیع و منقاد ہوگیا۔ اور پھر کبھی بغاوت نہ کی۔ اس طرح دھرماراؤ کے تدبر نے محمد قلی قطب شاہ کے ماتحت ایک نئے

---

[1] تاریخ قطب شاہی ورق (۲۵۸)

یا جگتار راجہ کا اضافہ کیا۔

دوسرے ہندو امیر

آسپہ راؤ اور دہر باراؤ کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کے اور دس حسب ذیل ہندو امراو عمائد بھی قابل ذکر ہیں۔ ۱) جگپت راؤ ۲) سری راؤ ۳) سا باجی ۴) بھالے راؤ ۵) مکند راج ۶) شنکر راج ۷) ہری چندر ۸) رامچندر ۹) راوت راؤ ۱۰) کرشنا راج

جگپت راؤ

وہ قطب شاہی امیر ہے جس کو محمد قلی نے ۱۰۰۳ھ میں قلعۂ نندیال اور اس کے اطراف و اکناف کی حکومت سپرد کی۔ یہ قلعہ خود بادشاہ نے بڑے سخت مقابلے کے بعد فتح کیا تھا۔

سری راؤ

۱۰۰۹ھ میں قلعۂ کشتم کوٹ اور اس کے اطراف کے علاقوں کا حاکم بنایا گیا تھا۔ یہ قلعہ سالہا سال کی لڑائیوں اور تباہیوں کے بعد فتح ہوا تھا اور جب اس کی فتح کی اطلاع سپہ سالار نے بادشاہ کے یہاں روانہ کی تو اس کی حکومت کے لئے اس نے فوراً اپنے اس امیر سری راؤ کو نامزد کیا۔

سا باجی

قطب شاہی لشکر میں سرنوبت کے عہدہ پر فایز تھا اور جب محمد قلی ۱۰۰۳ھ میں موسلمورگ، نندیال، کنڈی کوٹ اور پینکنڈہ وغیرہ قلعوں پر معرکہ آرا ہوا تو یہ اس کے ساتھ تھا۔ اور جب بادشاہ پایۂ تخت واپس ہونے لگا تو اس کو دوسرے سرداروں کے ساتھ نئے مفتوحہ علاقے کی حفاظت کے لئے چھوڑ گیا تھا۔ اس کے بعد جب وینکٹ پتی نے قطب شاہی علاقے میں ریشہ دوانی شروع کی تو سا باجی کو بادشاہ نے حکم دیا کہ اعتبار خاں یزدی کے ساتھ بیجانگر کے علاقہ پر حملہ کرے، چنانچہ سا باجی کی فوج نے بیجانگر میں گھس کر قصبوں اور دیہاتوں کو تباہ و برباد کیا۔ اس اثنا میں جب راجہ او دگیر مقابلے کے لئے نکلا تو سا باجی کو دوسرے سرداروں

کے ساتھ روانہ کیا گیا جنھوں نے ایسا دل توڑ کر مقابلہ کیا کہ دشمن کے تین چار ہزار سپاہی مارے گئے اس فتح کے بعد ساباجی قطب شاہی فوجوں کے ساتھ بیجانگر کی سرحد میں ایک مہینہ کا راستہ طے کرکے شہر کالیر پر حملہ آور ہوا اور اس دولتمند شہر کو لوٹ لیا۔

ان کامیابیوں کے کچھ عرصہ بعد جب ۱۵۸۰ء میں ساباجی کے بعض ساتھی مثلاً بھالے راؤ خانخاناں اور علم خاں نے امین الملک کی سختی سے تنگ آکر قطب شاہی حکومت کے خلاف بغاوت کی تو غالباً یہ بھی ان میں شریک تھا۔ اور بعد کو معافی مانگ لی چنانچہ ۱۵۸۱ء میں جب راجمندری میں رڈیوار قوم کی بغاوت کے قلع قمع کے لئے مرتضیٰ نگر سے فوجیں روانہ کی گئیں تو ساباجی بھی ان کے ساتھ تھا اور اس نے سپہ سالار میر زین العابدین کی خواہش پر دہرماراؤ کے ساتھ دریائے کرشنا کو عبور کرنے کا ایک نیا راستہ ڈھونڈ نکالا اور قطب شاہی فوج کو تباہی سے بچا لیا۔

بھالے راؤ ساباجی کا دوست اور رفیق کار تھا اور اپنی جاگیر واقع مرتضیٰ نگر سے بادشاہ کے حکم پر پینکنڈہ پر حملہ کرنے کے لئے اعتبار خاں کے ساتھ روانہ ہوا تھا۔ اور جب یہ مہم فتح ہوگئی تو مرتضیٰ نگر ہی کے علاقے میں مقیم تھا کہ علم خاں وغیرہ کے ساتھ بغاوت میں شریک ہوکر بیجانگر کی طرف بھاگ گیا بعد کو شاید معذرت خواہ ہوکر پھر محمد قلی کی ملازمت اختیار کرلی تھی کیونکہ ۱۶۰۱ء میں جب راوت راؤ اور دوسرے ہندو سرداروں نے بغاوت کی تو بھالے راؤ کو دہرماراؤ عبدالکریم اور چنگیز خاں کے ساتھ قلعہ جلور کے محاصرہ کے لئے روانہ کیا گیا تھا۔ جہاں اس نے دو مہینوں تک اہل قلعہ کا مقابلہ کیا۔

ساباجی اور بھالے راؤ کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی کے لطف و کرم کے بھروسے پر

ہندو امرا باغی ہو جانے پر بھی معافی مانگ لیتے اور دوبارہ شاہی نوازشات سے بہرہ ور ہوتے تھے۔

مکند راج بھائی بلند روالی کشتم کوٹ کا بیٹا تھا اور اپنے باپ کے انتقال کے بعد جب بارہ سال کی عمر میں کشتم کوٹ کا راجہ ہوا تو نذر پیش کرنے کے لیے محمد قلی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ بھائی بلند تیس سال سے شاہی خراج پابندی سے ادا کرتا رہا تھا اس لیے جب اس کا لڑکا مکند راج محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو بادشاہ اس کے ساتھ بہت لطف و کرم سے پیش آیا اور اس کی جو قدر افزائی کی اس کا حال خود تاریخ کے الفاظ میں یہ ہے:۔

"فرمان ہمایوں بنام امرا، و راجہائے کشتم کوٹ شرف نفاذ یافت کہ حکومت آں بلاد بہ مکند راج مرحمت فرمودیم باید کہ از اطاعت او تخلف نورزید .... با تحف و ہدایای لائق او بدرگاہ والا آورده بشرف آستاں بوسی مشرف گشت۔ و تشریفات شاہانہ و اسپاں بازین زر و کلاه و کمر و آفتاب گیر سرفراز گردید۔ بشوکت تمام مراجعت نمود"

لیکن یہ صرف بارہ سال کا تھا اس لیے جب اپنی راجدھانی کو واپس ہوا تو بعض مفسدوں کے بہکانے سے اپنے ایک عزیز دیوراج کو قتل کر دیا جس کی وجہ سے محمد قلی بہت ناراض ہوا اسکے بعد مکند راج ویدیادر کے بہکانے سے خراج ادا کرنے میں بھی عذر کرنے لگا اور برلاس خاں کو جو کشتم کوٹ میں قطب شاہی رزیڈنٹ تھا قید کر لیا محمد قلی نے اس کی کم عمری کا لحاظ کر کے اس کو سمجھانے کے لیے کئی آدمی روانہ کئے اور بعد کو خود بھی جانا چاہتا تھا لیکن امین الملک نے منع کیا اور خود فوج لے کر چڑھ آیا۔

مکندراج نے امین الملک کی پند و نصیحت کی بھی کوئی پروانہ کی اور آخر کار تمام عمر پریشان رہا۔

بادشاہ نے کشتم کوٹ کے علاقہ کو پوری طرح سے فتح کر کے اپنے ایک امیر ہری راؤ کے سپرد کر دیا۔

شنکر راج بھائی بلندر کا بھتیجا اور مکندراج کا عم زاد بھائی تھا۔ یہ اپنے چچا کے زمانے ہی سے محمد قلی قطب شاہ کے دربار کے عمائدین میں شامل تھا جب کم عمر مکندراج بغاوت پر تُل گیا تو بادشاہ نے اسکے اس چچیرے بھائی کو علی خاں اور مجاہد خاں کے ساتھ ملک امین الملک کے ماتحت روانہ کیا۔ شنکر راج کو محض اس لئے روانہ کیا گیا تھا کہ مکندراج کم از کم اس کے اثر سے بغاوت سے باز آئے۔ لیکن جب شنکر راج نے دیکھا کہ وہ کسی طرح باز نہیں آتا تو اس کے خلاف صف آرا ہوا اور میدانِ کارزار میں اس جانبازی کے ساتھ مکندراج کی فوجوں میں گھس پڑا کہ آخر کار وہ شکست کھا کر بھاگ نکلیں لیکن افسوس ہے کہ خود شنکر راج اس لڑائی میں ۱۰۰۸ھ میں کام آیا۔

ہری چندر یہ بھی بھائی بلندر کا بھتیجا اور غالباً شنکر راج کا حقیقی بھائی تھا۔ اور اسی کے ساتھ محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں منسلک تھا۔ اس نے بھی شنکر راج کے ساتھ مکندراج کے مقابلے میں کارنمایاں انجام دیئے تھے۔ اور اپنے بھائی کے مرنے کے بعد محمد قلی ہی کے دربار میں معزز و مفتخر تھا۔ لیکن ۱۰۱۰ھ میں جب راوت راو ملک امین الملک کے برتاؤ سے ناراض ہو کر قطب شاہی فوج سے نکل گیا اور حکومت کے خلاف بغاوت کی تو اس نے ہری چندر کو بھی بغاوت پر آمادہ کیا۔ اور خفیہ طور پر لکھ بھیجا کہ اگر اس وقت تم میرا ساتھ دو تو میں تمھیں کشتم کوٹ کا راجہ بننے میں مدد دوں گا۔

حکومت کا لالچ بڑا برا ہوتا ہے۔ ہری چند محمد قلی جیسے مہربان بادشاہ کے خلاف راؤت راؤ کے ساتھ
شریک ہو گیا۔ اور عرصہ تک شاہی فوج کا مقابلہ کرتا رہا۔ آخر کار ۱۰۰۳ھ میں جب دھرما راؤ کی
شکایت پر سید حسن سپہ سالار مقرر ہو کر آیا اور زین العابدین واپس بلا لیا گیا تو اس تبدیلی سے فائدہ اٹھا کر
غالباً دھرما راؤ کے اشارے سے ہری چند بہت سے بہادروں کے ساتھ قطب شاہی لشکر میں آملا۔
اور گزشتہ بغاوت کی تلافی کرنے کے لئے یہ رائے دی کہ بھائی بلندر کا استیصال اس طرح ہو سکتا ہے کہ
سرحد پر اور بعض راستوں پر جہاں سے وہ بھاگ سکتا ہے یا جہاں سے اس کو رسد مل سکتی ہے
چند قلعوں کو مستحکم کیا جائے اور بڑی بڑی فوجیں متعین کی جائیں۔ ہری چند کی یہ رائے بڑی
معقول تھی اور اس پر عمل کر کے سید حسن نے تین قلعے مصطفےٰ آباد، شاہ آباد اور محمد آباد بنائے اور ان میں
زبردست فوجیں ملک نائب کی نگرانی میں متعین کیں۔ اس طرح سے باغیوں کی آمد و رفت اور رسد کی فراہمی
مشکل ہو گئی۔ آخر کار قلعہ کشتم کوٹ پر قطب شاہی فوج کا قبضہ ہو گیا اور ہری راؤ کو وہاں کی حکومت سپرد
کر دی گئی۔ اس طرح کشتم کوٹ کی بغاوت کے استیصال اور تین مشہور قطب شاہی قلعوں کی تعمیر میں
ہری چند نے بہت بڑا حصہ لیا۔

رام چندر

پنا پور کا راجہ تھا جو کشتم کوٹ کی سرحد پر ایک چھوٹی سی ریاست تھی
اس نے مکندراج کی مدد کے لئے ۱۰۰۵ھ میں قطب شاہی سلطنت سے لڑائی مول لی۔ جس کی وجہ سے
امین الملک اس کے ملک پر حملہ آور ہوا اور راستے کے پورے جنگل کو آگ لگا دی۔ امین الملک کی فوج کا

اتنا رعب پڑا کہ آخر کار رام چندر نے اطاعت قبول کر لی اور سال بسال خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا اس طرح سے اس کا ملک تباہی سے بچ گیا اور وہ قطب شاہی باجگزار راجاؤں میں شامل ہو کر امن وامان سے زندگی بسر کرنے لگا۔

راوت راؤ

بڑا زبردست ہندو سردار تھا جو اپنی کثیر التعداد پیادہ فوج اور بہادری وجاہ وجلال کی وجہ سے ممتاز تھا۔ اور عرصہ تک محمد قلی قطب شاہ کی فوج کے ساتھ اخلاص اور دولت خواہی کی خدمات انجام دیتا رہا۔ آخر کار سنہ ۱۰۰۹ھ میں میر جملہ امین الملک کے بعض احکام سے ناراض ہو کر رات کے وقت فوج شاہی سے علیحدہ ہو گیا اور ہری چندر کو بھی بغاوت پر آمادہ کر لیا لیکن بہت جلد قطب شاہی فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا۔

کرشنا راج

وسنا دیو کا بھتیجا تھا اور سنہ ۱۰۱۰ھ میں اپنے چچا سے کسی بات پر ناراض ہو کر دہرماراؤ کے اشارے سے میدان جنگ میں قطب شاہی فوج سے آملا اور اس کے بعد جب وسنا دیو کا انتقال ہو گیا تو دہرماراؤ نے اس کو راجہ بنا کر روانہ کیا۔ اس کا حال دہرماراؤ کے تذکرہ میں گزر چکا ہے۔ یہ محمد قلی قطب شاہ کا ایک باجگزار راجہ تھا۔

مذکورہ بالا خاص شخصیتوں کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں اور متعدد برہمن، نائک واڑی مقدم اور ردیوار قوم کے ہندو سردار بھی موجود تھے جن پر اس کو کامل اعتماد تھا اور جو مسلمانوں کے دوش بدوش قطب شاہی سلطنت کے استحکام اور ترقی میں کوشاں رہتے تھے۔

(۴)

ایرانیوں اور اجنبیوں کی نگہداشت و قدر افزائی

بعض مورخوں نے سلطان محمد قلی پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ مذہبی تعصب کی وجہ سے ملک کے سنی باشندوں کے مقابلے میں ہمیشہ ایرانیوں اور غیر ملکیوں کی سرپرستی کیا کرتا تھا۔[1] لیکن یہ بات بالکلیہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اول تو اس کے امراء و عمائدین میں امین الملک، فتح الملک، خداوندہ خاں، خیرات خاں، عبدالکریم، حسن علی، اور انور خاں وغیرہ جیسے بڑے بڑے دکنی اور سنی شامل تھے۔ اور دوسری بات یہ کہ ایرانی نو واردوں کی سرپرستی اور قدر افزائی مذہبی سے زیادہ سیاسی اسباب کا نتیجہ تھی۔ سب سے پہلا اور سب سے اہم سبب تو یہ تھا کہ ہر شخصی حکومت میں بادشاہ اپنی حفاظت اور استحکام کے لئے بالعموم نئے نئے ملازموں کو مامور کرتا ہے، اور بعض وقت قدیم ملازموں کو ہٹانا بھی ضروری سمجھتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ ع

---

[1] مثلاً تاریخ دکن، سلسلۂ آصفیہ حصہ دوم صفحہ ۲۹۴ پر لکھا ہے:۔
"محمد قلی بھی پکا شیعہ تھا اس لئے اس سلطنت میں تمام سرکار دربار میں شیعہ ہی شیعہ امرا تھے۔ اور اس لئے وہ سنی کو ہرگز امورات سلطنت میں دخیل نہیں ہونے دیتے تھے۔ مگر چونکہ شیعہ آدمی اس کثرت سے نہیں مل سکتے تھے کہ جو تمام امورات سلطنت کا بندوبست کر سکیں اس لیئے تمام مالگزاری کے اور نیز متفرق کام ہندوؤں کے ہاتھ میں رہتے تھے۔"
اسی قسم کا خیال تقریباً انہی الفاظ میں تاریخ دربار آصفیہ گلزار دوم صفحہ ۹۱ پر بھی درج ہے۔

ہر کہ آمد عمارتے نو ساخت

نئے ملازموں اور مددگاروں میں بھی باہر سے آئے ہوئے یا غیر ملکی اشخاص کا تقرر اور بھی زیادہ قرینِ مصلحت سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ملک اور اہلِ ملک کی دیرینہ خوبیوں یا خرابیوں سے ناواقف ہوتے ہیں اور جو کوئی ان کی سرپرستی کرتا ہے وہ اس کے دست گرفتہ ہونے کی وجہ سے اسی کی خدمت گزاری کو اپنا فرضِ منصبی سمجھتے ہیں۔ اور اپنے آقا کے کام میں خواہ وہ حق پر ہو یا ناحق اپنی جان تک دینے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

ملک کے موروثی امرا اور قدیم معاشدار اور جاگیردار لوگ جہاں اکثر سلطنت کی قوت ثابت ہوتے ہیں بعض وقت کسی ملک یا بادشاہ کے لئے خطرناک بھی بن جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کی جڑیں ملک میں دور دور تک گڑی ہوتی ہیں اور ان کا اثر و اقتدار جس وقت چاہے بادشاہ کی ذات کے خلاف کام کر سکتا ہے۔ چنانچہ اکثر بادشاہوں کی جانشینی کے مسائل ایسے ہی امرا کی مصلحتوں اور دیگر اغراض کی وجہ سے الجھنوں میں پڑ جاتے ہیں۔ اور یہ لوگ جب کبھی اپنے بادشاہ سے کسی وجہ سے ناراض ہو جاتے ہیں تو اس کے بھائی یا قرابتدار کو تخت کا دعویدار بنا کر بادشاہ کے خلاف سازش کر بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ خود محمد قلی کی زندگی میں ایسا واقعہ دو دفعہ پیش آچکا ہے کہ ملک کے قدیم امرا شاہ عبدالقادر اور شہزادہ خدا بندہ کو اس کے مقابلے میں کھڑا کر کے اس کی زندگی کے لئے خطرہ کا باعث بن گئے تھے۔

اسی وجہ سے ہر ملک کے خود مختار بادشاہ ہمیشہ اجنبیوں کو بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز کر کے انہی سے اپنی حفاظت کا کام لیتے رہے ہیں۔ اور محمد قلی قطب شاہ بھی اسی حکمت عملی پر کاربند تھا۔ بادشاہوں اور وزیروں کی یہی سیاسی چال تھی جس کی بناء پر دکن میں ہمیشہ ملکی اور غیر ملکی جھگڑا پیدا ہوتا رہا۔ ہر بادشاہ یا مقتدر امیر نے نئے نئے اور زیادہ تر غیر ملکی لوگوں کو اپنا مشیر و مددگار بنانے کی کوشش کی اور اس طرح جو لوگ پہلے سے ملک میں موجود تھے وہ ہمیشہ ان نوواردوں سے رشک و حسد اور ان کے خلاف سازشیں کرتے رہے۔ اور اگرچہ بعض وقت وہ اپنی کوششوں میں کامیاب بھی رہے لیکن اکثر ناکام ہونا پڑا اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اور اُن کی اولاد ناقدری اور ذلت کی زندگی گذارتے گذارتے اپنی اکثر اعلیٰ صلاحیتوں کو بھی کھو بیٹھی۔

غرض محمد قلی قطب شاہ بھی ایک مطلق العنان بادشاہ تھا اور اگر اس نے اپنے پیشروؤں کی دیرینہ سنت پر شدت سے عمل کیا تو کوئی تعجب کا مقام نہ تھا۔ رہا شیعوں کی سرپرستی کرنا تو اس پر بھی وہ مجبور تھا کیونکہ اس زمانے میں جتنے لوگ دہلی، آگرہ، بیجاپور کا رخ نہ کر کے گولکنڈہ آتے تھے وہ زیادہ تر شیعہ ہی ہوتے تھے۔ اس لیے کہ محمد قلی کے مذہبی عقائد اور خاص کر حب اہلبیت نبیؐ کا دور دور تک چرچا تھا۔ چنانچہ اس کی زندگی ہی میں، جب کہ وہ حیدرآباد کا شہر بنا اور بسا رہا تھا، احمد نگر میں ایک تاریخ برہان مآثر لکھی جا رہی تھی۔ اس کا مصنف جب محمد قلی کا نام لیتا ہے تو اس کی اسی خصوصیت پر زور دیتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے :-

" عالی حضرت اعظم ہمایون سلیمان ظل سبحانی المؤید بتائید اللہ خادم اہل بیت رسول اللہ

محمد قلی قطب شاہ" صفحہ ۵۹۰

" عالی حضرت سلطنت و حشمت پناہ نصفت و معدلت دستگاہ خادم اہل بیت رسول اللہ

محمد قلی قطب شاہ" صفحہ ۶۲۵

حالانکہ اس کتاب میں دوسرے ہمعصر بادشاہوں خاص کر ابراہیم عادل شاہ ثانی کا نام بھی کئی جگہ بڑے ادب و احترام سے لکھا گیا ہے لیکن ابراہیم کو یا کسی اور بادشاہ کو کسی جگہ خادم اہلبیت رسول اللہ نہیں لکھا گیا۔

اس کے علاوہ محمد قلی کے سنی امراء و عمائدین نے چونکہ دو تین وقت اس کے خلاف بغاوت میں حصہ لیا تھا اس لیے وہ حق بجانب تھا اگر اس کو سنیوں پر کوئی اعتماد باقی نہ رہا اور اس نے عمداً شیعوں اور ایرانیوں کی سرپرستی شروع کر دی تھی۔

ان حالات کے تحت حیدر آباد میں کثرت سے اہل ایران جمع ہو گئے۔ جو لوگ محمد قلی کے عہد سے پہلے ہی یہاں موجود تھے ان میں میر شاہ میر اصفہانی، امیر زنبیل استرابادی، ہندی قلی سلطان، اور اعتبار خاں یزدی بہت بڑے امیر اور عمائدین سلطنت میں شمار کیے جاتے تھے۔

اس کے عہد میں جو ایرانی حیدر آباد آئے ان میں میر مومن استرابادی، میر ضیاء الدین محمد نیشاپوری علی بن عزیز اللہ طباطبا، اور مرزا محمد امین بہت مشہور ہوئے۔ خاص کر میر مومن اور مرزا محمد امین

نے تو وہ رتبہ حاصل کیا کہ شائد ہی کسی بادشاہ کے زمانے میں کسی نووارد کو حاصل ہوا ہو۔ چونکہ ان دونوں کو محمد قلی سے خاص تعلق رہا ہے اس لئے ان سے متعلق چند امور کا یہاں درج کرنا ضروری ہے

میر مومن

استرآباد کے مشاہیر سادات میں سید شرف الدین سماکی کے فرزند اور سید فخر الدین سماکی کے خواہرزادے اور شاگرد تھے۔ موخر الذکر میر غیاث الدین منصور کے کے اعظم تلامذہ میں شمار کیا جاتا تھا اور اسی کے ساتھ میر مومن شاہ طہماسپ کے دربار میں آئے اور شاہزادہ سلطان حیدر مرزا کی تعلیم اور اتالیقی کی خدمت پر مامور ہوئے تھے[1]۔ کچھ عرصہ بعد جب شاہزادہ کا انتقال ہو گیا اور میر صاحب کے مخالفین اور حاسدین نے ان کے خلاف دہریت اور الحاد کا الزام لگا کر ان کو خارج البلد کرنے کی کوشش کی تو وہ خود قزوین سے ۹۸۶ھ میں عراق و عرب کے سفر پر نکل کھڑے ہوئے اور حج و زیارت سے فارغ ہونے کے بعد محرم ۹۸۹ھ میں گولکنڈہ پہنچے۔

چونکہ بڑے عالم و فاضل اور مدبر و دانشمند اور خلیق و منکسر مزاج تھے اس لئے یہاں رفتہ رفتہ ان کی شہرت پھیلنے لگی۔ ان کو درس و تدریس کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ اکثر طلبہ اور علماء ان سے استفادہ کرتے تھے۔ آخر کار پانچ چھ سال کے عرصے میں اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ

---

[1] حضرت میر مومن کے تفصیلی حالات زندگی پر راقم نے ایک علیحدہ مبسوط کتاب لکھ کر شائع کی ہے اس لیے یہاں صرف مختصر اور ضروری باتیں درج ہیں۔

کی وجہ سے محمد قلی قطب شاہ کو اپنا اتنا زیادہ معتقد بنا لیا کہ وہ ان کو اپنی سرکار و دربار میں دخیل کئے بغیر نہ رہا۔ چنانچہ پیشوائے سلطنت جیسی اہم خدمت ان کے سپرد کی یہ عہدہ نائب بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے اور سلطنت میں سب سے بڑا عہدہ سمجھا جاتا تھا۔

میر مومن کے پیشوائے سلطنت بننے کے بعد ہی تاریخ دکن میں دو اہم واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ یعنی شہر حیدرآباد کی بنا اور شہدائے کربلا کے نام کے علم مبارک کی استادگی۔ اور ان دونوں امور میں میر صاحب کی دلچسپی کو بھی دخل تھا۔ اس میں تو کوئی شبہ ہی نہیں کیا جا سکتا کہ محمد قلی نے اپنے عقائد میں جو پختگی پیدا کی اور خادم اہل بیت رسول اللہ کا لقب حاصل کیا اس کا سہرا میر مومن ہی کے سر ہے۔ حیدرآباد میں شیعہ عقائد کی عام طور پر ترویج اور عاشور خانوں اور علموں کا قیام اور دیگر مذہبی مراسم کا آغاز محمد قلی نے ۱۰۰۰ھ کے لگ بھگ کیا تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ امور میر صاحب کے عہدۂ پیشوائی کے اولین ثمرات ہیں۔

اس پیشوائی کے قیام کے بعد دوسرا اہم واقعہ جو پہلے کے ساتھ ساتھ یعنی تقریباً ایک ہی زمانے میں وقوع پذیر ہوا شہر حیدرآباد کی بنا تھا۔ اس وقت محمد قلی نے ایک متمدن اور ترقی یافتہ شہر کا جو نقشہ ڈالا اس کے بنانے میں میر مومن پیشوائے سلطنت کی رائے بھی ضرور شامل ہوگی۔

چار مینار کی وجہ تعمیر میں تعزیہ کو دخل ہو یا نہ ہو اس کا روضۂ حضرت امام رضا کی طرح شہر کے درمیان میں بنایا جانا اور اس کے چاروں طرف بڑی بڑی سڑکوں کی تعمیر حضرت میر مومن ہی کا

شورہ ہو سکتا ہے۔ اس سے زیادہ اہم واقعہ جس میں میر صاحب نے ذاتی دلچسپی لی یہ تھا کہ شہر کے بازاروں، محلوں، مسجدوں، عاشور خانوں اور حماموں کے ساتھ ساتھ اہل شہر کے لئے ایک پاک صاف قبرستان کی جگہ کا تعین بھی پہلے ہی سے کر لیا گیا۔

اس کام کے لئے میر صاحب نے جس مقام کا انتخاب کیا اس میں کونسی خوبیاں پیش نظر تھیں اس کا تفصیلی بیان ہم نے "سوانح میر مومن" میں درج کر دیا ہے اس لئے یہاں اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ انھوں نے اپنے صرفے سے اس قبرستان کو چمنستان کی طرح آراستہ کیا اور اس میں کربلائے معلیٰ سے خاک پاک منگوا کر بچھوائی۔

میر مومن صاحب اگرچہ بظاہر مولوی اور دیندار آدمی تھے لیکن محمد قلی قطب شاہ اور اس کے جانشین سلطان محمد کے عہد میں جملہ امور سلطنت انہی کی رائے اور مشورے سے انجام پاتے تھے۔ چنانچہ ۱۰۱۶ھ میں شہزادی حیات بخشی بیگم کی شادی اور ۱۰۱۱ھ میں مرزا محمد امین میر جملہ کا تقرر انہی کی رائے سے انجام پایا۔ اس زمانے میں بیرون ہند سے جتنے عالم اور قابل لوگ آتے وہ میر صاحب ہی کی سعی و سفارش سے دربار قطب شاہیہ میں باریابی پاتے تھے۔ چنانچہ علامہ محمد ابن خاتون انہی کا شاگرد اور فیضیافتہ تھا جو بعد کو سلطان محمد کے عہد میں ایران کی سفارت پر بھیجا گیا اور سلطان عبداللہ کے عہد میں پیشوائے سلطنت بنایا گیا۔

وہ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ چنانچہ جب ۱۰۰۱ھ میں سلطان محمد قطب شاہ پیدا ہوا تو

انھوں نے حسب ذیل قطعہ تاریخ لکھ کر محمد قلی کے حضور میں پیش کیا تھا ؎

بازعالم ابتدائے کامرانی کردہ است	صد بشیر کامرانی می برد ہر سو خبر
دودمانِ ترکماں را خوش چراغی برفروخت	پرتو شہزادہ بر چرخ می تابد دگر
رونق عزو شرف سلطان محمد زاں کہ ہست	ہر دو عالم یک صدف از بہر آں عالی گہر
خواستم تاریخ آں فرخندہ گوہر عقل گفت	اول کام است و فیروزی و اقبال و ظفر
چوں دعا بہ زیں نمی دانم ازاں می گویمش	سرور عالم شوی در ظلِ اقبال پدر

معلوم ہوتا ہے کہ اس شہزادہ کی تعلیم و تربیت میں میر مومن نے خاص حصہ لیا تھا جبھی تو وہ ایسا زاہد مرتاض اور پاک باز بادشاہ ثابت ہوا۔ میر مومن اس کو بہت چاہتے تھے۔ چنانچہ شہزادی کے ساتھ اس کی شادی انہی کی ایما سے کی گئی اور محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے بعد سلطان محمد کی تخت نشینی کے وقت بھی میر مومن نے ذاتی دلچسپی اور مستعدی سے کام لیا تھا۔ میر صاحب کی بقیہ زندگی سے متعلق تفصیلی معلومات ان کے سوانح حیات میں درج ہیں یہاں تاریخ فرشتہ کا یہ خیال ظاہر کردینا ضروری ہے کہ وہ محمد قلی قطب شاہ کے تذکرے کے آخر میں اس کی تین خوش قسمتیوں کا ذکر کرتا ہے جن میں سب سے پہلی اور سب سے اہم خوش قسمتی فرشتہ کی نظر میں یہی تھی کہ میر مومن جیسا معتمد علیہ اور مختار کل محمد قلی کو ملا تھا جس نے اپنی دانشمندی اور اعلیٰ کردار کی وجہ سے محمد قلی کے دور کو عظیم الشان بنا دیا۔

مرزا محمد امین اصفہانی شہرستانی الاصل تھا۔ اور بقول علی بن طیفور "در فن استیفا دلیاقت بمرتبہ مہارت داشت کہ ہیچ کس از ابنائے روزگار با وے خیال مساوات بر لوح ضمیر نمی توانست نگاشت"[۱] غرض وہ بڑا عالم و فاضل اور صاحب فہم و فراست تھا۔

جس وقت مرزا محمد امین حیدر آباد آیا ہے تو محمد قلی قطب شاہ کا عہد حکومت ہمہ جہتی ترقیوں کے لحاظ سے معراج کمال پر پہنچ چکا تھا۔ اور اس کے میر جملہ ملک امین الملک الف خاں کو بھی انتقال کیے ہوئے دو تین سال گزر چکے تھے۔ یہ عہدہ خالی تھا اور سور یراؤ شائد منصرمانہ طور پر یہ خدمت انجام دے رہا تھا۔ لیکن بقول تاریخ قطب شاہی جیسا کہ چاہیئے مملکت کا انتظام نہیں ہو رہا تھا اور محمد قلی کسی قابل آدمی کی تلاش میں تھا۔

اس موقعہ پر جیسا کہ ہمیشہ ہوتا ہے جملہ اعیان دربار اپنے اپنے دوستوں اور محسنوں کے لیے کوشش کر رہے تھے۔ لیکن میر مومن پیشوائے سلطنت نے مرزا محمد امین کو اس خدمت کے لئے منتخب کیا اور محمد قلی نے یہ سفارش قبول کر کے ۱۰۱۱ھ میں مرزا کو اپنا جملۃ الملک اور وزیر مختار بنالیا۔ اور اس کے لئے ایک ایسا بیش بہا قلمدان وزارت روانہ کیا جو اعلیٰ درجے کے جواہر سے مرصع تھا۔ ایسا قلمدان اس وقت تک کسی بادشاہ نے اپنے وزیر کو عطا نہیں کیا تھا چنانچہ مرزا محمد امین کے بعد بھی یہ قلمدان عرصے تک کسی کو نہ ملا اور آخر کار جب ۱۰۳۸ھ میں سلطان عبداللہ قطب شاہ نے محمد قلی کو شریف الملک کا خطاب دیکر

---

[۱] حدائق السلاطین ورق ۱۸۳ ا۔

سرخیل بنایا تو کمال مہربانی سے یہی قلمدان اس کو عطا کیا تھا۔

مرزا محمد امین کی سالانہ تنخواہ دو لاکھ ہون (یعنی زمانۂ حال کے نو لاکھ روپے) مقرر کی گئی تھی۔

اور اس مقررہ رقم کے علاوہ موقع بموقع بقول تاریخ قطب شاہی :۔

"بانواع تشریفات شاہانہ واسپان بازین زر وفیلان کوہ پیکر معزز و ممتاز گردید"

جن عنایتوں سے مرزا محمد امین کو سرفراز کیا جاتا تھا۔ یہ اتنی بڑی رقمیں اور اعزاز تھا کہ آج ہندوستان کے ویسرائے کو بھی شائد نصیب ہو۔ اس سے محمد قلی کے جاہ و جلال اور شاہانہ فیاضی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

محمد امین نے خدمت پر فائز ہوتے ہی زور و شور کے ساتھ مہمات مملکت کو سرانجام کرنا شروع کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے سوری راؤ برہمن جو عرصہ سے بادشاہ کا منہ چڑھا تھا اس کی تحقیقات کی زد میں آیا اور کثیر رقم اس کے ذمے بقایا نکلی۔ اس طرح کئی ہندو عہدہ داروں کا زور کم ہو گیا اور بڑی بڑی رقمیں وصول ہوئیں۔ وہ بادشاہ کے مزاج میں بڑا دخیل ہو گیا تھا اس کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ ۱۰۰۱ھ میں جب ایک رات چند غیر ملکی اوباشوں نے محل بنات گھاٹ میں جبراً داخل ہو کر جلسہ منایا اور دوسرے روز صبح بادشاہ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے غصہ میں آکر ان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس حکم کی خبر جب اہل حیدرآباد کو ہوئی تو ان کی سالہاسال کی امید برآئی۔ کیونکہ وہ غیر ملکیوں کے اقتدار اور غرور سے تنگ آچکے تھے۔ اب انھوں نے کوتوالی کے ملازموں کے ساتھ مل کر خود بھی غیر ملکیوں کو لوٹنا اور تباہ کرنا شروع کیا یہاں تک کہ سو آدمی قتل کر دیے گئے

اور تمام شہر میں ایک ہنگامہ برپا ہوگیا اس وقت مرزا محمد امین جامدار خانۂ عامرہ میں مصروف کار تھا۔ جب اس کو اس بدامنی کی اطلاع ملی تو فوراً محمد قلی کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ بادشاہ آرام کر رہا تھا اور ملازمین درگاہ نے اس کو بیدار کرنے سے انکار کر دیا۔ مرزا محمد امین نے دیکھا کہ جتنی دیر ہوتی جائے گی اتنا ہی زیادہ کشت و خون ہوگا اس لئے آداب شاہی کے خلاف دروازہ کو زور سے کھٹکھٹایا جس کی آواز سے محمد قلی قطب شاہ بیدار ہوگیا اور وجہ دریافت کی۔ مرزا محمد امین نے بڑی عاجزی کے ساتھ حقیقت حال سے آگاہ کیا اور درخواست کی کہ بادشاہ خود اپنی خوابگاہ کی کھڑکیوں سے بازار کی طرف نظر ڈالے۔ جب محمد قلی نے اس فتنہ و فساد کو دیکھا تو آگ بگولہ ہوگیا۔ چنانچہ علی آقا کوتوال پر عتاب نازل ہوا اور مرزا محمد امین نے اہل شہر کو سخت سزا دلوائی۔ جن جن لوگوں نے غیر ملکیوں کو لوٹنے اور قتل کرنے میں حصہ لیا تھا ان کو ہاتھیوں کے پاؤں سے بندھوا دیا گیا اور بہت سے اہل شہر قتل بھی کرا دیے گئے۔

اس واقعہ کے چند ماہ بعد ۱۰۰۳ھ میں مرزا محمد امین نے محمد قلی قطب شاہ کو اپنے محل میں مدعو کیا۔ اور اس دھوم دھام کے ساتھ دعوت کی کہ تاریخیں اس کے بیان میں خاص طور پر رطب اللسان ہیں اس دعوت کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ مرزا محمد امین وہ تمام تزک و احتشام اور مال و دولت اپنے بادشاہ کو دکھانا چاہتا تھا جو شاہانہ عنایتوں کی وجہ سے اس کو سات سال کے عرصہ میں حاصل ہوئی تھی اس موقعہ پر اس نے اپنے تمام محل کو سات رنگ کے دیبا سے سجایا تھا۔ اور جملہ راستے

عنبر و گلاب و مشک سے خوشبودار بنائے گئے تھے۔

بادشاہ صبح کے وقت جب اس کے محل میں داخل ہوا تو مرزا محمد امین نے زربفت، اطلس مخمل اور مشجر کو پا انداز کر کے اپنی ڈیوڑھی کو رشک گلستانِ ارم بنا دیا۔ بادشاہ کی آمد سے قبل ہی حیدرآباد کے تمام امرا، اعیان دولت، سلاحدار، اور قدیم الخدمت ملازمین وزیراعظم کے محل میں جمع ہو کر اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے انشاپرداز اور شاعروں نے اس مجلس میں بادشاہ کی مدح میں قصیدے اور مضامین نثر پڑھ کر سنائے جن میں وزیر کو اس اعزاز و افتخار پر مبارکباد دی گئی تھی۔ اس کے بعد ماہرین رقص و سرود نے اپنے اپنے کمال فن کے اظہار سے مجلس کو مسرور کیا پھر مرزا محمد امین نے اس سرفرازی کی نذر کے طور پر قسم قسم کی نادر و بیش بہا اشیا بادشاہ کی خدمت میں پیش کیں مثلاً

(۱) تیس[۳۰] عربی نسل کے گھوڑے جن میں سے ہر ایک کی زین اور لگام مرصع تھی۔ (۲) بیس[۲۰] ہاتھی۔ (۳) ایک سونے کا کمربند جس میں ۴۰ جواہر جڑے ہوئے تھے۔ (۴) صاف بلور کا ایک گول آئینہ جس کے اطراف جواہر اور آبدار موتی جڑے ہوئے تھے اور جس کا چوکھٹا سونے کا تھا اور اس میں بھی جواہر لگے ہوئے تھے۔ (۵) قرآن شریف اور دوسری کتابوں کی چودہ خوشخط و مطلا و مذہب جلدیں (۶) دو سو عجیب و غریب سنکری غوری (۷) دو سو[۲۰۰] باریک اور نفیس کشمیری شال (۸) زربفت، مخمل، کمخاب، مشجر، اور اطلس کے چودہ چودہ تھان

(۹) خوشقانی قالینوں کی تیس جوڑیاں (۱۰) تیس عدد نمد کرمانی خوش رنگ و خوش قماش کافی طویل و عریض (۱۱) چند سونے کی کشتیاں جن میں قسم قسم کے جواہر اور شمامہائے عنبر تھے۔

(۱۲) ان کے علاوہ اور بہت سے بری اور بحری تحفے۔

اس عالیشان نذر کے بعد دسترخوان چنا گیا جس پر اتنی قسم کے کھانوں، شربتوں اور میووں کے خوان جمائے گئے کہ مورخوں نے لکھا ہے کہ "بمخیلہ نہ گنجد و بشمار نیاید" یعنی کسی کے قیاس میں بھی نہیں آسکتے تھے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد محمد امین نے جملہ ندیموں، قصہ خوانوں، شاعروں، اور اہل نغمہ کو جو اس مجلس میں موجود تھے تشریفات فاخرہ سے سرفراز کر کے پچاس ہزار ہون انعام عطا کیا۔

اس دعوت کی تفصیل معلوم کرنے کے بعد عہد محمد قلی قطب شاہ کی فراغ بالی اور عیش و کامرانی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ بادشاہ نے اپنے میر جملہ کی پیش کی ہوئی نذر کو پسند کر کے قبول کیا۔ ان اشیا کی قیمت کا اندازہ ایک سو پچاس ہزار ہون بتایا جاتا ہے۔ نذر قبول کر کے جب بادشاہ واپس ہونے لگا تو ازراہ مرحمت اپنے کندھوں سے زرین چادر نکال کر مرزا محمد امین کو عنایت کی یہ انتہا درجے کی سرفرازی سمجھی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ زرنگار خلعت ہائے فاخرہ، پانچ ہاتھی اور پانچ عربی گھوڑے بھی جن کی زین اور لگام مرصع تھی، مرحمت کیے گئے اور آخر کار اظہار پسندیدگی کے طور پر مرزا محمد امین کے پیش کیے ہوئے گھوڑوں میں سے ایک پر سوار ہو کر

محمد قلی قطب شاہ دولت خانۂ عالی کو واپس ہوا۔

مرزا محمد امین نے مہمات سلطنت میں کیا حصہ لیا اور کون کون سے کام انجام دیئے
ان کے ذکر سے تاریخوں کے اوراق خالی ہیں۔ البتہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ جب ۱۰۱۹ھ میں
پرتاب شاہ نے بغاوت کی اور بادشاہ نے اس کے فرو کرنے کے لئے مرزا کو متوجہ کیا تو اس نے
آسیراؤ کو سپہ سالار بنا کر حیدرآباد سے ایک فوج روانہ کی۔ اور اس کے بعد جب معلوم ہوا کہ یہ بغاوت
فرو نہیں ہو رہی ہے تو محمد قلی قطب شاہ کے حکم سے خود مرزا محمد امین حیدرآباد سے باہر نکلا لیکن
وہ بزم آرائی کا جتنا دلدادہ تھا میدان جنگ سے اتنا ہی گریزاں رہتا تھا۔ یہ پہلا اور آخری
موقع تھا کہ وہ لڑائی کے لئے نکلا تھا لیکن اس وقت بھی اس نے جس حزم و احتیاط سے کام لیا اس سے
ثابت ہو گیا کہ وہ اس میدان کا مرد ہی نہ تھا۔ چنانچہ جب وہ حیدرآباد سے نکلا تو پرتاب شاہ
پر حملہ کرنے کی جگہ قطب شاہی حدود پر جا کر ٹھہر گیا۔ آخر کار جب ہمت خاں، زبردست خاں،
خیرات خاں، اعتبار خاں اور امجد الملک وغیرہ جیسے سپہ سالار اپنی فوجوں کے ساتھ اس کی
مدد کے لئے پہنچ گئے اس وقت دستر کے علاقے میں داخل ہو کر چند مقامات پر قبضہ کر لیا لیکن پرتاب شاہ
والئ دستر نے اتنا ستایا کہ مرزا محمد امین اپنی سرحد میں واپس چلا آیا اور بادشاہ کو اطلاع دی۔
محمد قلی ناامید ہونے والا شخص نہ تھا اس نے مالک پرست خاں کو ایک فوج کے ساتھ مرزا کی
مدد کے لئے روانہ کیا لیکن اس اثناء میں جب خود محمد قلی کی طبیعت بے حد ناساز ہو گئی تو مرزا محمد امین

لڑائی کا خیال ترک کر کے حیدرآباد چلا آیا۔ اس کے بعد تو محمد قلی کا انتقال ہی ہو گیا۔ اور سلطان محمد تخت نشین ہوا۔ میر جملہ کی ناکام واپسی اس نوجوان بادشاہ کی ناخوشی کا باعث ہوئی۔ اور اس کے علاوہ نہ معلوم اور کیا اسباب ہوئے[1] کہ مرزا محمد امین خود کو محفوظ نہ پاکر سلطان محمد قطب شاہ کی خدمت میں رخصت کی درخواست پیش کی۔ وہ تو پہلے ہی سے ناراض تھا فوراً درخواست قبول کر لی لیکن اپنی نیک نفسی کی وجہ سے مرزا محمد امین کو اپنے پورے مال و متاع کے ساتھ حیدرآباد سے چلے جانے کی اجازت دے دی بلکہ دس ہزار ہون اور بھی اپنی طرف سے خرچ راہ کے لئے عطا کئے[2]۔ برہان مآثر میں لکھا ہے کہ:۔

"فتورے در مرتبۂ استقلال خود مشاہدہ نمود از روئے حزم و عاقبت اندیشی استعفائے خدمت کردہ استدعائے رخصت مراجعت بوطن مالوف نمود۔ اما از فرط ہمت بلند نظر بمال و منال او نگرویدند"[3]

---

[1] اس کا امکان ہے کہ مرزا محمد امین محمد قلی قطب شاہ کی جانشینی کے مسئلے میں میر مومن کا ہم خیال نہ ہو۔ کیونکہ بادشاہ کی نازک حالت کی خبر سنتے ہی اس کا میدان جنگ چھوڑ کر حیدرآباد چلا آنا اور پھر سلطان محمد کی تخت نشینی میں میر مومن صاحب کا غیر معمولی دلچسپی اور مستعدی سے کام لینا ظاہر کرتا ہے کہ ان کو ضرور کوئی اندیشہ تھا۔ ورنہ ہر تاریخ میں اس واقعہ پر زور نہ دیا جاتا۔ اور ایک بات قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ اس تخت نشینی کے واقعات میں کہیں مرزا محمد امین کا نام نہیں آتا۔

[2] گلزار آصفی صفحہ ۳۰ ۔ [3] حدیقۃ السلاطین ورق ۱۰۸ ا

یہ عجیب بات ہے کہ بالکل اس طرح کا واقعہ سلطان محمد کے پیشرو محمد قلی قطب شاہ کی تخت نشینی کے وقت بھی پیش آیا تھا جب کہ ابراہیم قطب شاہ کا وزیر مختار میر شاہ میر اپنے وطن کو بھجوا دیا گیا تھا۔

محمد امین ربیع الاول ۱۰۲۱ھ میں[1] بہت بڑا خزانہ لے کر نکلا اور سیدھا بیجاپور کا رخ کیا لیکن یہاں ابراہیم عادل شاہ حکمران تھا جس نے اپنی ایک حلیف سلطنت کے معزول میر جملہ کو اپنے یہاں معزز و ممتاز کرنا سیاسی مصلحت کے خلاف سمجھا جس کی وجہ سے مرزا محمد امین کو مجبوراً ایران کا سفر کرنا پڑا۔ وہاں شاہ عباس کی خدمت میں اس نے اپنے حیدرآبادی خزانے میں سے ایک لاکھ روپے کے جواہرات بطور نذر پیش کئے لیکن وہاں [illegible] و منزلت نہ ہو سکی جو محمد قلی جیسا لکھ لٹ بادشاہ ہی کر سکتا تھا۔ آخر کار وہ [illegible] آیا اور ۱۰۳۰ھ میں جہانگیر بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہو کر حیدرآباد سے کمائی ہوئی دولت میں سے پچاس ہزار روپے نذر دیے۔ جہانگیر اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا۔ اور شاہ جہاں کے عہد میں وہ پنجہزاری امیر اور میر بخشی بنا دیا گیا۔ آخر کار ۱۰۴۶ھ میں فالج و لقوہ سے انتقال کیا۔

مرزا محمد امین کو شعر و سخن کا بھی بڑا اچھا ذوق تھا۔ اس کے متعدد شعر حدائق السلاطین میں بطور نمونہ نقل کیے گئے ہیں[2] اس کی طبیعت میں شان و شوکت اور تزک و احتشام کی بڑی

۱؎ گلزار آصفی صفحہ ۳۰ ۲؎ دیکھو ورق ۱۸۴ ب تا ۱۸۷ ا

صلاحیت تھی۔ حیدرآباد کے قیام کے زمانے میں اس نے ندی کے کنارے ایک عالی شان باغ بنایا تھا جو عرصے تک باقی رہا اور اس کے چلے جانے کے بعد شاہی تفریح گاہ اور سلطنت کے بہترین مہمان خانے کے طور پر کام آتا تھا۔ یہ باغ اب تک حیدرآباد میں موجود ہے اور اس میں اب زنانہ ہسپتال یا زچہ خانہ بنا دیا گیا ہے۔ کتاب مآثر دکن میں اس کو سہواً ملک امین الملک الف خاں کا بنایا ہوا قرار دیا گیا ہے[1] تاریخ حدیقۃ السلاطین میں اس باغ کی بڑی تعریف کی گئی ہے چنانچہ ایک جگہ لکھا ہے :

"باغ میرزا محمد امین میر جملۂ ماضی کہ قطعہ ایست از بہشت بریں"[2]

ایک اور جگہ نظام الدین احمد اس باغ کو شہر حیدرآباد کے بہترین مقامات میں سے قرار دیتا ہے وہ کہتا ہے :-

"باغ مرزا محمد امین میر جملۂ ماضی را کہ بہترین مقامات و منازل دار السلطنت است ....."[3]

یہ باغ سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد تک ایسا آراستہ و پیراستہ تھا کہ اس سے بہتر تفریح کا مقام شہر میں کوئی نہ تھا۔ چنانچہ جب شاہ جہاں نے ۱۰۳۷ھ میں شیخ محی الدین پیرزادہ اجین کو ایلچی بنا کر حیدرآباد روانہ کیا تو عبداللہ نے اس کو اسی باغ میں فروکش ہونے کا حکم دیا۔ اور اسی طرح اسکے ایک عرصہ بعد جب ۱۰۴۴ھ میں شاہ ایران کا سفیر امام قلی بیگ

---

[1] دیکھو صفحہ ۱۷

[2] دیکھو صفحہ ۶۲

[3] دیکھو صفحہ ۱۲۳

شاملو حیدرآباد آیا تو پھر عبداللہ قطب شاہ نے اسی باغ کو اپنے اس مہمان کی قیام گاہ بنانے کا
حکم دیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ باغ اور اس کی عمارتیں ایسی اعلیٰ پایہ کی تھیں کہ
جب کبھی کسی بڑی سلطنت کا ایلچی آتا تو اس کو وہیں ٹھہرایا جاتا۔ غرض محمد قلی قطب شاہ
نے اپنے اس ایرانی وزیر اعظم کو جس کثیر مال و دولت سے سرفراز کیا تھا وہ بالکلیہ بیکار نہیں گئی
کیونکہ اس دولت میں سے کچھ نہ کچھ رقم تو اس میر جملہ نے حیدرآباد ہی میں امین باغ کی
تزئین و آرائش میں صرف کی۔ اور اس طرح محمد قلی کے جانشین مدت دراز تک اس باغ سے
مستفید ہوتے رہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس باغ کی بہار اب تک باقی ہے جب کہ خود محمد قلی
قطب شاہ کی نسل بھی دنیا سے نیست و نابود ہو چکی۔

بعض غیر ملکیوں پر عتاب

ایرانیوں اور غیر ملکیوں کی سرپرستی کی ایسی اعلیٰ مثالیں دیکھ کر یہ نہیں سمجھنا
چاہیے کہ محمد قلی قطب شاہ ان کے ساتھ اندھا دھند رعایت کیا کرتا تھا۔ اس نے جہاں ملکیوں
اور سنیوں کے ساتھ ان کی بے وفائیوں کی وجہ سے خراب برتاؤ کیا، ایرانیوں اور غیر ملکیوں
کو بھی اپنی سیاست کے تحت برابر سزا دی۔ وہ صحیح معنوں میں ایک اعلیٰ درجہ کا مدبر اور
سیاست داں تھا اور جس کسی نے اس کی ذات کے خلاف سازش یا اس کی حکمتِ عملی اور اس کے
قانون کی خلاف ورزی کی وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔ سنیوں کی ناقدری یا سنی امرا و عمائد
کو اس کے بھائیوں کے ساتھ مل کر بغاوت کرنے کی پاداش میں جو سزائیں دی گئیں ان کا

تذکرہ تو گزر چکا ہے۔ اس لئے یہاں صرف ایسے چند واقعات کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے جن سے معلوم ہوگا کہ اس نے ایرانیوں اور غیر ملکیوں کے ساتھ ہر وقت مروت اور رعایت کا برتاؤ نہیں کیا۔

اس قسم کے ایک واقعہ کا ذکر ابھی مرزا محمد امین کے بیان میں گزر چکا ہے۔ یعنی جب چند غیر ملکی لوگ اس کے محل بنات گھاٹ میں اجازت کے بغیر داخل ہو کر بے ادبی کے مرتکب ہوئے تو اس نے ان کو سزا دینے کے احکام جاری کئے جن کی بنا پر تقریباً سو ایرانی اور غیر ملکی مار ڈالے گئے اور بہت سے لوگوں کا مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔

دوسرا واقعہ رستم خاں کو بے عزتی کے ساتھ قطب شاہی لشکر سے نکلوا دینے سے متعلق ہے۔ یہ شخص نیا نیا حیدرآباد آیا تھا اور ۱۰۰۳ھ میں جب وینکٹ پتی کے مقابلے کے لئے فوج روانہ کی جا رہی تھی تو اس نے محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں ایسی باتیں بنائیں کہ بادشاہ نے اس کو سپہ سالار بنا دیا لیکن جب لڑائی کے میدان میں وہ مخالفین سے ڈر کر بھاگ نکلا تو محمد قلی نے اس کے چہرے کو رنگ کر اور زنانہ لباس پہنا کر قطب شاہی سرحد سے باہر نکلوا دیا۔

علی بن عزیز اللہ طباطبا بھی ایک اور مشہور ادیب اور مورخ تھا اور نلدرگ کے محاصرے کے وقت ۹۸۸ھ میں ایران سے آکر محمد قلی قطب شاہ کا ملازم ہوا تھا۔ لیکن بعد کو

... گیا واقعہ پیش آیا کہ محمد قلی کی سرپرستی سے محروم ہوگیا اور نظام شاہیوں کی ملازمت اختیار کرلی۔

اس قسم کا سب سے اہم واقعہ امیر شاہ میر کی برطرفی سے متعلق ہے۔ یہ امیر سلطان محمد قطب شاہ کا وزیر مختار اور نہایت وفادار دوست تھا۔ اور محمد قلی قطب شاہ بھی اس کی بہت تعظیم کرتا تھا۔ چنانچہ اس کی تخت نشینی کے بعد جب امیر تلدرگ سے آیا ہے تو بادشاہ ... کے استقبال کے لیے نکلا اور احترام کے خیال سے گھوڑے پر سے اتر گیا۔ بعد کو اس کی لڑکی ... بڑی دھوم دھام سے شادی بھی کی۔ لیکن آخر میں امیر شاہ میر موردِ عتاب ہوا اور اس کو سلطنت سے باہر بھجوا دیا گیا۔ اس کے اسباب وغیرہ آئندہ محمد قلی قطب شاہ کی شادی کے بیان میں درج ہیں۔ یہ شادی بھی محمد قلی کے اعلیٰ تدبر کا پہلا کارنامہ ہے کیونکہ امیر شاہ میر کی لڑکی اصل میں محمد قلی کے بڑے بھائی حسین قلی سے منسوب تھی اور جب بخت و اتفاق سے حسین قلی کی جگہ محمد قلی تخت نشین ہوگیا تو اس نے امیر شاہ میر کو اپنا طرفدار بنا لینے کے لیے خود ہی اس کی لڑکی سے شادی کرلی۔

دکن کی محبت

ایرانیوں اور غیر ملکیوں کے تعلقات کے تذکرے میں اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ سیاسی حالات اور مجبوریوں کو چھوڑ کر باقی تمام معاملات میں محمد قلی قطب شاہ ایک ٹھیٹ دکنی حکمران تھا۔ وہ اور اس کا باپ ابراہیم دونوں دکن میں

پیدا ہوئے تھے اور محمد قلی نے تو پوری طرح دکنی لباس اور وضع قطع اختیار کر لی تھی۔ اگر اس کے والد، چچا اور دادا کی تصویروں سے اس کی تصویر کا مقابلہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اس کا حلیہ اور لباس اس کے پیشروؤں سے کتنا مختلف تھا۔ وہ پہلا قطب شاہی حکمران تھا جس نے ڈاڑھی منڈوائی تھی۔ وہ اہل دکن کی طرح کاندھے پر چادر اوڑھتا تھا اور ایرانی وضع کے کوٹوں، نیچوں اور شملوں کا استعمال چھوڑ کر اپنے ملک کی آب و ہوا کے مطابق ہلکے پھلکے اور مہین کپڑوں کے لباس کی ترویج کی طرف مائل تھا۔

وہ دکن کو اپنا ملک اور وطن سمجھ کر اپنے کلام میں جگہ جگہ اس کا ذکر کرتا ہے۔ اگر ماہ نامے کی روایت صحیح ہے تو اس کی ماں بھاگ رتی ایک تلنگن ہی تھی۔ اور ایسی صورت میں تو دکن اور تلنگانہ سے اس کو جتنی بھی محبت ہوتی کم تھی۔ اگرچہ اس کا تلنگی کلام اب دستیاب نہ ہوا لیکن اس کے اردو اشعار میں چند تلنگی لفظ مثلاً دُررا (آقا) ایم رے ایم (کیا ہے کیا) موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ تلنگی بول چال سے واقف تھا۔ اس لیے متعدد اشعار میں دکن کا ذکر کیا ہے جن میں سے چند یہ ہیں ؎

کالیاں گوریاں سکیاں کوں جگ میں نھیاں سو بسیا ‌ ‌ ‌ کھو نلی سکی کوں دیکھت میں سُدھ بولیا دکھن میں

بھو نیک میا سیتے اپن دیتا قطب کوں سب دکن ‌ ‌ ‌ سیسوں نبی کانت چرن جب لگ ہے تن میانے جیا

سو بارہ اماماں مدد ہے قطب کوں ‌ ‌ ‌ اسی تھے یو سارا دکن ہے متابع

نبی صدقے ترکماں کوں میاتھے   دیتے دکن کی شاہی پنجتن خاص

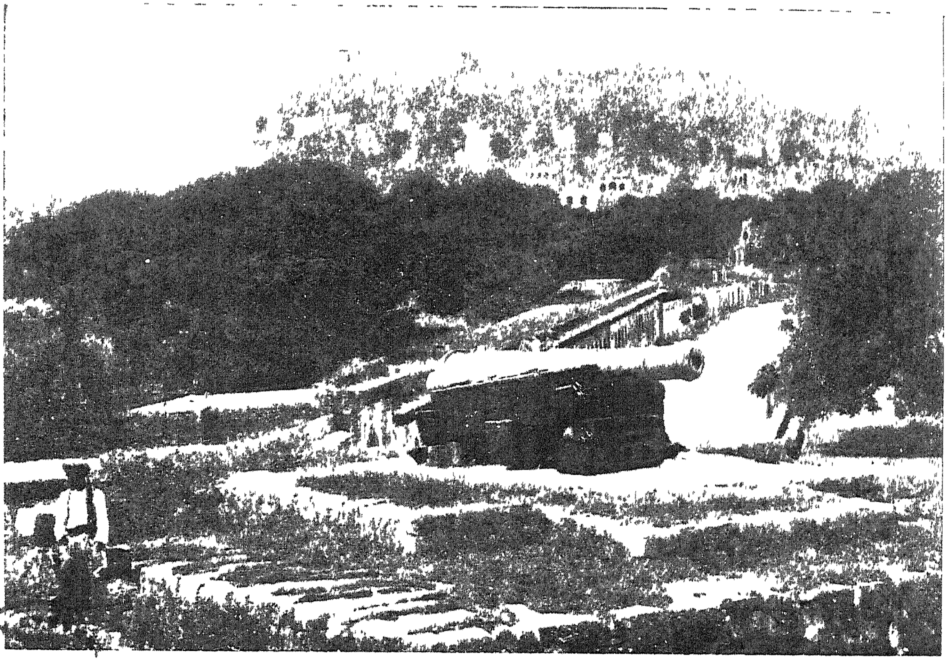
اسی طرح کلیاتِ محمد قلی کی تین نظمیں فتنۂ دکھن (صفحہ ۳۲۱) ۔ ایک تلنگن سے (صفحہ ۳۲۲) اور دکن کی تیلی (صفحہ ۳۲۳) ظاہر کرتی ہیں کہ اس کو اپنے وطن سے کتنی محبت تھی ۔

اسی طرح حیدرآباد کی آبادی اور تہواروں کے ذکر میں یہ واضح کردیا گیا ہے کہ کس طرح وہ اپنے ملک کو آباد اور خوشحال دیکھنا چاہتا تھا ۔ اور اہل ملک کی ترقی اور فارغ البالی کے لیے وہ کیا کیا جتن کرتا تھا اس کا ایک شعر ہے ؎

مرا شہر لوگاں سوں معمور کر   رکھیا جوں توں دریا میں مین یا سمیع

یعنی اے خدا تو میرے شہر کو لوگوں سے اسی طرح معمور کردے جس طرح تو نے دریا میں مچھلیاں بھر دی ہیں ۔





محمد قلی قطب شاہ کے وطن گولکنڈہ کا عام منظر

تاہل اولاد اور وفات



محمد قلی قطب شاہ کی سیاست اور تدبر کے بیان میں اس امر کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ اس نے میر شاہ میر کی دختر سے جو شادی کی وہ اصل میں سیاسی اسباب کی بنا پر تھی۔ اس کی وضاحت کے لئے ضروری ہے کہ پہلے شاہ میر کی اہمیت کا اندازہ لگا لیا جائے۔ اور چونکہ وہ محمد قلی قطب شاہ کا پہلا وزیر مختار یا میر جملہ بھی تھا اس لئے اس کی نسبت محمد قلی کی تاریخ میں تفصیل سے کچھ لکھنا مناسب نہ ہوگا۔

میر شاہ میر طباطبا محمد قلی کا خسر اور پہلا میر جملہ

اس کا اصل نام میر شاہ تقی تھا[1]۔ اور اس کی نسبت اس کے ایک ہمعصر علی ابن عزیز اللہ نے (جو احمد نگر کا مشہور مورخ تھا) لکھا ہے:-

"از مشاہیر فضلائے زماں و معارف ظرفائے دوراں بود"[2]

ایک اور جگہ لکھا ہے:-

"از جملۂ ندما و فضلاء دوراں بہ بلاغت بیان و طلاقتِ لسان امتیاز تمام داشت"[3]

---

[1] حدیقۃ السلاطین جلد اول صفحہ ۸۶ اپر لکھا ہے:- "زبدۂ آل طٰہٰ و یٰسین میر شاہ تقی معروف بہ میر شاہ میر"

[2] برہان ماثر صفحہ ۵۱۴ [3] برہان ماثر صفحہ ۶۷۴۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عالم و فاضل ہونے کے علاوہ اچھا مقرر، ندیم اور ظریف بھی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان ابراہیم نے اس کو اپنا میر جملہ بنا کر اکثر مہمات سلطنت میں اس سے کام لیا تھا۔ علم و فضل اور آداب مجلس کے علاوہ وہ بہادری اور سپہ سالاری میں بھی ممتاز تھا۔ اور ساتھ ہی وفادار ایسا تھا کہ نازک سے نازک موقعوں پر بھی ابراہیم قطب شاہ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ چنانچہ برہان مآثر میں اس کی وفاداری اور رفاقت کا ایک دلچسپ واقعہ درج ہے جس کو مورخ نے شاہ میر ہی کی زبان سے سنا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ ایک وقت جب ابراہیم کی فوج نظام شاہیوں سے شکست کھا کر بھاگ نکلی اور قطب شاہی خیمہ و خرگاہ پر احمد نگر والوں کا قبضہ ہو گیا تو ابراہیم قطب شاہ کو بھی مجبوراً ارادۂ فرار اختیار کرنی پڑی۔ اس وقت شاہ میر کے سوا اور کوئی اس کے ساتھ نہ تھا[1] اور بادشاہ اپنے ملازموں اور دوستوں کی بیوفائی پر بہت تاسف کر رہا تھا۔ اثنائے گفتگو میں اس نے شاہ میر سے کہا:۔

"این گروہ کہ با ما عہد و میثاق را بنقض پیمان و نفاق مبدل ساختند آیا شامت خلف ایمان بر روزگار شاں عائد نخواہد شد؟"

شاہ میر نے دلیری سے جواب دیا:۔

حالا نتیجہ آں بما عائد شدہ۔ زود تر خود را ازیں ورطہ بکنار باید کشید۔ مبادا کہ بوخامت آں گرفتار شویم" (برہان مآثر صفحہ ۴۵۲)

---

[1] چنانچہ شاہ میر کہتا ہے کہ "در روز فرار قطب شاہ از سپاہ ظفر پناہ از جملہ مقربان درگاہ جز من دیگرے با قطب شاہ ہم عنان و ہمراہ نبود" برہان مآثر صفحہ ۴۵۲۔

شاہ میر کی سفارتیں

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد جب نظام شاہ اودگیر میں قیام پذیر ہوا تو ابراہیم قطب شاہ نے میر شاہ میر ہی کو سفیر بنا کر اس کے یہاں روانہ کیا تاکہ آیندہ دونوں سلطنتوں میں صلح واتفاق قایم ہو جائے۔ جب نظام شاہ کو شاہ میر کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ اپنے سرداروں مثلاً چنگیز خاں، خان زماں، جمشید خاں، خداوند خاں، اور بحری خاں وغیرہ کو ساتھ لے کر اپنے لشکر سے باہر آیا اور اس قطب شاہی سفیر سے ملاقات کی۔ آخر کار میر شاہ میر اپنے مقاصد میں کامیاب ہو کر گولکنڈہ واپس ہوا[1]۔

ایک اور دفعہ بھی شاہ میر کو نظام شاہ کی بارگاہ میں سفارت کی خدمت انجام دینی پڑی۔ چنانچہ برہان مآثر میں لکھا ہے کہ جب نظام شاہ بالاپور پہنچا تو ابراہیم قطب شاہ نے شاہ میر کو شاہانہ تحفوں کے ساتھ اس کے یہاں روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ اگر قطب شاہ کی تائید میں نظام شاہ قلعہ بیجاپور پر حملہ کرے گا تو ہر منزل میں پانچ ہزار ہون بطور سفر خرچ کے ادا کئے جائیں گے اور اسی طرح بیجانگر کی طرف سے ساتھ لاکھ ہون نعل بہا کے طور پر دلوائے جائیں گے[2]۔

شاہ میر کی فتوحات

یہ تو سفارت کی خدمات کا ذکر تھا۔ شاہ میر کی بہادری اور سپہ سالاری کے سلسلے میں صرف اس واقعہ کا ذکر کافی ہے کہ جب ابراہیم قطب شاہ قلعہ کونڈبیر فتح کرنے کے لئے شاہ میر کو روانہ کیا تو اس نے حیدری اور حسینی توپوں سے اس قلعہ پر اتنا سخت حملہ کیا کہ فصیل ٹوٹ گئی

---

[1] برہان مآثر صفحہ ۴۷۶۔ [2] برہان مآثر صفحہ ۴۸۳۔

اور اسکے بعد ماہ صفر ۹۸۰ھ میں یہ قلعہ قطب شاہیوں کے قبضہ میں آگیا شاہ میر ملتم راج داماد رام راج کو قید کر کے اپنے ساتھ سلطان ابراہیم قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں لے آیا اور عواطف خسروی سے سرفراز ہوا۔ اس کامیابی کے بعد سلطان ابراہیم نے شاہ میر کو نلدرگ کے محاصرہ کے لئے بھیجا۔ اس وقت اس کے ساتھ دس ہزار جرار سواروں کی فوج روانہ کی گئی تھی[1]۔ اور اس فوج نے شاہ میر کی سرداری میں بڑی دلیری سے دشمن کا مقابلہ کیا چنانچہ نظام شاہی مورخ لکھتا ہے:۔

"دلیران لشکر قطب شاہی درآں روز داد مردی و دلاوری دادہ داستان رستم داستان را منسوخ ساختند۔ و چند مرتبہ حملہ ہائے مردانہ نیز تفرقہ در صفوف سپاہ کینہ خواہ عادل شاہ انداختند[2]"

اسی طرح بیجاپوری فوجیں شکست پر شکست کھانے لگیں تو اب انھوں نے اس امر کی کوشش کی کہ نظام شاہیوں اور قطب شاہیوں میں پھوٹ ڈالدی جائے۔ چنانچہ سید مرتضٰی امیر الامرائے نظام شاہی کو انھوں نے ہموار کر کے قطب شاہی فوج کو دھوکے سے تباہ کرنے کا معاہدہ کرلیا لیکن شاہ میر بھی غافل نہیں تھا۔ اس کو اس خفیہ معاہدے کی اطلاع مل گئی۔ اس نے بھی جوابی کارروائی کی اور فوراً امرائے بیجاپور سے مراسلت شروع کردی اور بہت جلد سید مرتضٰی کی طرف سے ان کے دل میں شبہات پیدا کردیئے۔ اس کے بعد وہ سیدھا سید مرتضٰی کے خیمہ میں پہنچا اور خلوت میں لیجاکر اس معاندانہ معاہدہ کا حال دریافت کیا۔ سید مرتضٰی کو مجبوراً سب باتیں کہنی پڑیں۔

---

[1] برہان ماثر صفحہ ۵۱۴ [2] برہان ماثر صفحہ ۵۱۹

اس وقت شاہ میر ہی کی فراست وتدبر تھا جس نے سید مرتضیٰ کو بیجاپوریوں سے دوبارہ تڑوالیا۔ چنانچہ مورخ لکھتا ہے کہ :۔

"چوں سید شاہ میر بحسن تقریر و لطفِ کلام مشہور و معروف خاص وعام بود سوئے تدبیر دشمناں را بعبارات دلپذیر خاطر نشان میر مرتضیٰ نمودہ وخامت وندامت عاقبت آں را بدلائل وبراہین مبین ومبرہن ساخت تا سید مرتضیٰ از معاہدۂ اعدا پشیمان گشتہ بہ تجدید عہد وپیمان شاہ میر وقطب شاہ پرداخت"[1]

غرض اُدھر میدان جنگ میں شاہ میر ابراہیم قطب شاہ کی حکمت عملی پر کاربند ہو کر نظام شاہیوں کو اپنے موافق رکھنے کی ترکیبیں کر رہا تھا کہ اِدھر گولکنڈہ میں خود ابراہیم قطب شاہ نے میدان ہستی کو خیر باد کہا۔ اور اس کا دوسرا لڑکا محمد قلی تخت نشین کر دیا گیا۔ اگر ابراہیم کے انتقال کے وقت شاہ میر گولکنڈہ میں موجود رہتا تو کیا تعجب کہ ابراہیم کا بڑا فرزند حسین قلی قطب شاہی تخت وتاج کا مالک ہوتا کیونکہ شاہ میر نے اس کو ولی عہد سلطنت سمجھ کر اپنی لڑکی اس سے منسوب کر دی تھی۔

شاہ میر کی گولکنڈہ کو واپسی اور محمد قلی سے ملاقات

بہر حال وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ محمد قلی قطب شاہ نے تخت نشین ہوتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ اپنے باپ کے پرانے رفیقِ کار، وزیر مطلق اور سپہ سالار میر شاہ میر کے یہاں ابراہیم قلی کے انتقال اور اپنی تخت نشینی کی اطلاع

---

[1] برہان مآثر صفحہ ۵۲۵۔

روانہ کی۔ یہ دونوں خبریں اس بوڑھے مدبر اور میر جملہ کے لئے غیر متوقع تھیں۔ وہ بہت پریشان ہوا۔ چنانچہ علی بن عزیز اللہ طباطبا (جو اس کا دوست تھا اور اس واقعہ کے چند روز بعد ہی اسی میدان جنگ میں شاہ میر سے اس کی دوستی ہوئی تھی) لکھتا ہے کہ:۔

"ایں خبر در مقام ناندگام نزدیک قلعہ نلدرگ بہ شاہ میر رسیدہ موجب ازدیاد مواد خوف و ہراسش گردید" (ب-م صفحہ ۵۲۸)

لیکن شاہ میر بڑا عقلمند اور فریس تھا اس لئے سید مرتضیٰ اور دیگر امرائے نظام شاہی سے موافقت و وفاق کا عہد و پیمان لے کر سیدھا گولکنڈہ کا رخ کیا۔ اور اپنی روانگی سے قبل نظام شاہیوں کی طرف سے میرک معین سبزواری اور خواجہ محمد سمنانی کو مراسم تعزیت اور مبارکبادِ جلوس ادا کرنے کے لیے روانہ کر دیا۔ اس سفارت سے شاہ میر کا ایک مقصد یہ بھی ہوگا کہ یہ لوگ نئے بادشاہ کو میدان جنگ میں شاہ میر کی اعلیٰ خدمات سے آگاہ کریں۔ بہرحال ان کے پہنچ جانے کے بعد خود شاہ میر بھی گولکنڈہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ حوالی گولکنڈہ میں پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ نے تمام خیل و سپاہ کے ساتھ باہر نکل کر اس کا استقبال کیا اور قریب پہنچنے کے بعد گھوڑے سے اتر کر پیادہ چلتا ہوا شاہ میر سے بغل گیر ہوا۔ اس کے بعد جب قلعۂ گولکنڈہ میں داخل ہوئے تو خلعت خاص عنایت کر کے جملہ امور سلطنت کا اس کو مختار یعنی میر جملہ بنا دیا[1] اور ہر معاملے میں اس کی رائے و مشورہ پر عمل کرنے لگا۔

---

[1] برہان مآثر صفحات ۲۲۸ و ۲۲۹ - تاریخ قطب شاہی ورق ۲۲۷ ب۔

یہ سب اصل میں محمد قلی کی شاہانہ تدبیر و فراست تھی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ شاہ میر فطرتاً حسین قلی کا طرفدار ہے۔ اور اگر اس وقت وہ ناراض ہو جائے تو اس کی بادشاہت میں خلل ڈال سکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جب شاہ میر نے رائے دی کہ محمد قلی کو بہ نفس نفیس میدان جنگ میں نکلنا چاہیے تو وہ بخوشی گولکنڈہ سے نکل کھڑا ہوا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو گی کہ میدان جنگ میں گولکنڈہ کی بہت بڑی فوج مصروف پیکار تھی اور محمد قلی اپنی اس اہم فوج کی باگ خود اپنے ہی ہاتھ میں لے لینا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس کے باپ کی بھیجی ہوئی یہی فوج اس کی مخالفت اور حسین قلی کی موافقت کے لیے بھی آمادہ کر لی جا سکتی تھی۔

محمد قلی کے محاصرہ نلدرگ اور پھر گولکنڈہ کو واپسی کے حالات پہلے بیان کیے جا چکے ہیں اس سفر میں شاہ میر نے محمد قلی کو اپنا دوست بنانے میں بڑی کامیابی حاصل کی۔ اگرچہ اس کے مخالفین اور خاص کر امرائے بیجاپور نے بہت کوشش کی کہ محمد قلی قطب شاہ اس سے بدظن ہو جائے اور نلدرگ کے محاصرے میں جو ناکامی اور ندامت ہوئی تھی اس کا باعث شاہ میر ہی کو قرار دیا جائے۔

شاہ میر کی دختر سے شادی

گولکنڈہ واپس ہونے کے بعد محمد قلی قطب شاہ نے شاہ میر کے ساتھ اپنے تعلقات اور زیادہ استوار کرنے کے لئے اس کی لڑکی سے جو اصل میں اس کے بڑے بھائی حسین قلی سے منسوب تھی ۹۹۱ھ میں بڑی دھوم دھام سے

شادی رچائی۔ نظام شاہی مورخ لکھتا ہے:۔

"قطب شاہ چوں بمستقر سریر سلطنت خود رسیدہ بر مسند کامرانی تکیہ فرمودہ مخدرہ حجلۂ عصمت سید شاہ میر را کہ نامزد برادر بزرگش بود خطبہ نمودہ طوے بادشاہانہ ترتیب داد۔ والوا مسرت وحضور بر روے آشنا وبیگانہ کشاد" ب۔ م۔ صفحہ ۵۳۵

تاریخ قطب شاہی اور بعد کی تاریخوں میں اس شادی کے تفصیلی واقعات درج ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مہینے تک اس کے جشن منائے گئے۔ اور دعوتیں ہوتی رہیں منجموں نے نیک ساعت دیکھ کر عقد نکاح کی تاریخ اور وقت مقرر کیا۔ جس کی بنا پر اصحاب علم وفضل جمع ہوئے اور مجلس نکاح منعقد ہوئی۔ جشن کے اختتام پر بادشاہ نے شادی کی مسرت میں بڑی دریادلی کے ساتھ اعیان وارکان اور جملہ خدم وحشم کو انعام واکرام سے سرفراز کیا اور مقربان خاص کو شاہانہ خلعتیں اور مناصب ارجمند دیکر ان کے اعزاز میں اضافہ کیا۔

شاہ میر پر عتاب لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس شادی کے بعد بھی محمد قلی کو شاہ میر کے حرکات وسکنات پر اطمینان نہ ہوا۔ وہ اتنا ہوشیار اور پرفریب اور با اقتدار تھا کہ محمد قلی اس سے ہمیشہ چوکنا رہتا۔ یوں بھی امیر شاہ میر کے بہت سے مخالف اور حاسد تھے جو برابر اس کی ٹوہ میں لگے ہوئے تھے۔ اور بادشاہ کو اس سے بدظن کراتے رہتے تھے۔ آخر کار وہ اپنے مقصد میں اتنے کامیاب ہوگئے کہ بقول صاحب برہان مآثر شاہ میر کی طرف سے ایک جعلی خط امرائے عادل شاہی کے نام

لکھ کر محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں پیش کیا مورخ لکھتا ہے۔

"دریں اثنا جمعے از حساد کہ با میر شاہ میر در مقام عناد بودند فرصت یافتہ و تہیج مادۂ فتنہ و فساد سعی نمودند و مکتوب مزور از زبان شاہ میر با امراء سپاہ عادل شاہ محتوی بر ترغیب و تحریص بمحاربہ و اظہار اتفاق غریباں با ایشاں دریں منازعہ ساختہ بنظر قطب شاہ درآوردند۔ تیر تدبیر ارباب فساد و عناد بہدف مراد رسیدہ دیدن آں کتابت موجب تغیر مزاج قطب شاہ بر شاہ میر کہ رکن اعظم آں دولت بود گردید۔ و بر سبیل استعجال بگرفتن آں سید عدیم المثال مثال دادہ شیوۂ تانی و تامل دراں قضیہ عملی درنیاورد" (ب۔م صفحہ ۵۲۶)

افسوس ہے کہ قطب شاہی تاریخ میں اس جعلی خط کے واقعہ کی طرف کوئی اشارہ بھی نہیں کیا گیا۔ چونکہ برہان مآثر کا مصنف میر شاہ میر کا بہت دوست تھا اس لیے اس کے بیان پر پوری طرح بھروسہ کرنا مشکل ہے جب کہ اس امر کا امکان موجود ہے کہ شاہ میر نے محمد قلی کی کسی بات سے ناراض ہو کر اس کے خلاف امرائے عادل شاہی سے ساز باز کرنی چاہی ہو۔ چونکہ وہ اس سے قبل دوسرے حالات میں اسی قسم کی سیاسی چالیں چل چکا تھا اس لیے ممکن ہے کہ اب بھی کوئی ایسی ہی ترکیب کی ہو۔ ورنہ محمد قلی قطب شاہ اپنے خسر او نقتدر میر جملہ کو محض شک و شبہ پر گرفتار کر کے قید نہ کر دیتا۔ اور اگر شاہ میر واقعی بے قصور تھا تو

اس کی گرفتاری کا سبب خود محمد قلی قطب شاہ کی سیاست و تدبر ہوگا۔ یعنی شاید وہ اپنے حریف سلطنت حسین قلی کے قدیم طرفدار کے کھٹکے سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہونا چاہتا تھا۔ بہر حال اس اہم واقعہ کا ذمہ دار بادشاہ اور وزیر دونوں میں سے کوئی ایک ضرور تھا محض حاسدوں کی سازش کی وجہ سے محمد قلی ایسا قدم نہ اٹھاتا۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ برہان مآثر کے بیان کے مطابق شاہ میر کی گرفتاری کی خبر سن کر قطب شاہی فوج بددل ہوگئی اور عادل شاہیوں کے مقابلے میں امیر زنبیل کو تنہا چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی۔ علی بن عزیز اللہ کے بیان سے تو یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ شاہ میر کے زوال میں دکن کے دیرینہ ملکی اور غیر ملکی جھگڑے کو بھی دخل تھا۔ چونکہ شاہ میر زیادہ تر اجنبیوں اور غریبوں (غیر ملکیوں) کی قدر و منزلت کرتا تھا اس لئے اہل ملک کا اس کے خلاف ہوجانا ضروری تھا۔ اور جب ان کی سیاست کی وجہ سے شاہ میر شکست کھا گیا تو قطب شاہی فوج میں جتنے غیر ملکی لوگ تھے وہ سب برخواستہ خاطر ہوگئے کیونکہ شاہ میر کی حکمت عملی کی وجہ سے قطب شاہی فوجیں ایسے ہی لوگوں سے معمور تھیں چنانچہ مورخ کہتا ہے:۔

"چوں خبر گرفتن شاہ میر صافی ضمیر در لشکر منتشر شد تزلزل در اساس صبر و تحمل غریباں کہ روے رزمئہ سپاہ قطب شاہ بودند راہ یافتہ پائے ثبات و قرار شاں از جائے برفت ......چوں اکثر دلیران سپاہ قطب شاہ غریب بودند و از گرفتن میر شاہ میر

پریشان خاطر...... در دفع اعداسعی نه نمودند" (ج-م-۵۳۶)

عجیب بات یہ ہے کہ قطب شاہی تاریخیں میر شاہ میر کے انجام سے متعلق خاموش ہیں البتہ تاریخ فرشتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی نے چند ماہ بعد شاہ میر کو معاف کردیا لیکن ایسے شخص کا گولکنڈہ میں رہنا خطرہ سے خالی نہ تھا۔ اس لئے نوجوان بادشاہ نے حکم دیا کہ ضروری مال واسباب کے ساتھ کشتی میں سوار کر کے شاہ میر کو اصفہان روانہ کردیا جائے جو اس کا وطن تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ شاہ میر سفر کی صعوبت برداشت نہ کرسکا اور کشتی ہی میں بیمار ہو کر انتقال کر گیا۔ فرشتہ کے الفاظ ہیں:۔

"بعد از چند ماہ از سر گناہ او گذشتہ حکم فرمود کے او را در کشتی سوار کردہ باموال واسباب ضروری با صفہان کہ وطن مالوفش بود روانہ سازند و شاہ مرزا در کشتی بیمار شدہ پیش از آنکہ بمنزل مراد رسد فوت شد۔" فرشتہ مطبع نول کشور ۱۸۸۴ء جلد دوم صفحہ ۱۷۲۔

میر شاہ میر کی دختر کا جس سے محمد قلی قطب شاہ نے اس تزک و احتشام کے ساتھ شادی کی تھی اور جو اصل میں اس کی ملکہ تھی کوئی حال معلوم نہ ہوسکا۔ تاریخیں اس بارے میں اتنی ساکت ہیں کہ محمد قلی کی حیات میں اس ملکہ کا عدم وجود برابر معلوم ہوتا ہے ممکن ہے کہ یہ لڑکی بھی شاہ میر کے ساتھ ایران روانہ کردی گئی ہو۔ کیونکہ محمد قلی تو عام روایت کے مطابق ایام شہزادگی ہی سے بھاگ متی پر فریفتہ تھا۔ اور اس کے والد ابراہیم قلی قطب شاہ نے

بڑی کوشش کی تھی کہ اس کا دل اس باکمال رقاصہ کی طرف سے پلٹ جائے اور ان حسین دوشیزاؤں میں سے کسی پر مائل ہو جائے جو نوجوان شہزادہ کا دل بہلانے کی خاطر اس کے محل میں مختلف ممالک سے بلوا کر جمع کر دی گئیں تھیں۔ لیکن محمد قلی تو بقول وجہی اس خیال پر اڑا ہوا تھا کہ ؎

یک ٹھائیں سہیلی مرنا دل دوجے پر نا دہرنا ‌ ‌ ‌ اُس پیو کوں اپنا کرنا اِس پاپی جیو کوں کھوکے

(یعنی اے سہیلی ایک ہی پر مرنا چاہیئے اور دوسرے کو دل نہ دینا۔ کسی طرح اسی محبوب کو اپنا بنا لینا چاہیئے خواہ اس میں اپنے پاپی جی کو کھو دینا ہی کیوں نہ پڑے)

یہ شعر اس غزل کا ہے جو شاعر نے اپنی مشہور مثنوی قطب مشتری میں محمد قلی کی زبان سے بھاگ متی کے فراق میں کہلوائی تھی۔

بھاگ متی یا حیدر محل

غرض بھاگ متی کی موجودگی میں شاہ میر کی دختر کا عروج ناممکن تھا اس لئے یا تو وہ باپ کے ساتھ ایران بھجوا دی گئی تھی یا اگر گولکنڈہ ہی میں رہی تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بہت گمنام زندگی بسر کی۔ کیونکہ اس کی شادی کے پانچ سات سال بعد جب محمد قلی قطب شاہ نے شہر حیدرآباد بسایا تو اس کا نام اپنی اسی قدیم محبوبہ کے نام پر بھاگ نگر رکھا۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس رقاصہ کے ساتھ اس کی محبت چند روزہ نہ تھی۔ بلکہ جب تک وہ زندہ رہی محمد قلی قطب شاہ اس کا

دیوانہ رہا۔ چنانچہ شہر بھاگ نگر کی تعمیر کے چند سال بعد جب اس کو حیدر محل کا خطاب دیا گیا۔
تو اس کی مناسبت سے بھاگ نگر کا نام پہلے حیدر نگر اور پھر شہر حیدر، یا حیدر آباد سے بدل
دیا گیا۔ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے دیوان میں یہ سب نام استعمال کئے ہیں مثلاً

زنن قطبا کے ہیں زبون نہیں کس شہر میں ہول اس   لے کر آؤں جو بکھرا ہوئے اس کا شہر حیدر ہیں

بریاں نظراں تھے اس اسپند آنار و   کہ حیدر نگر آن انداں بھرایا

دوسرے شعر میں صاف ظاہر کر دیا ہے کہ حیدر نگر اس کی خاطر امن و اطمینان سے
معمور کر دیا گیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس محبوب کو نظر لگے اس لئے نظر بد سے بچانے اس پر سے سپند آتار و
اسی طرح ایک اور شعر میں کہتا ہے کہ قطب شاہ نے تیری محبت میں جو شہر آباد کیا ہے
اسی میں وہ قیام پذیر بھی ہے کیونکہ اس کی نظر میں اس شہر سے بہتر اور پر لطف شہر کوئی اور نہیں ہے

نبی صدقے تجھ نیہہ شہر میں ہے قطب   نہیں کوئی شہر اس شہر تھے الذ

محمد قلی قطب شاہ کی تخت نشینی کے بعد بھی بھاگ متی عرصے تک اپنے قدیم مکان ہی میں
قیام پذیر رہی جو ایک چھوٹے سے گاؤں چچلم میں واقع تھا۔ یہ گاؤں اس جگہ آباد تھا جہاں اب
چار مینار، مکہ مسجد، مغلپورہ اور مہاراجہ کشن پرشاد کی ڈیوڑھی واقع ہے اسی گاؤں سے ایک ہزار
سواروں کے جلوس کے ساتھ وہ محمد قلی کے دربار میں شریک ہونے کے لئے گولکنڈہ جایا کرتی تھی۔
چنانچہ اس کے تزک و احتشام کا ذکر بعض تاریخوں میں نظر سے گزرتا ہے اور بہت سی روایتیں زبانی

سننے میں آتی ہیں لیکن افسوس ہے کہ قطب شاہی تاریخیں اس بارے میں بالکل خاموش ہیں۔ البتہ جیسا کہ ہم نے پہلے بھی بیان کیا ہے محمد قلی قطب شاہ نے اپنے کلام میں اس محبوبہ کی طرف بعض جگہ اشارہ کیا ہے۔

بھاگ متی سے ملنے کے لئے خود محمد قلی بھی اس کے مکان کو جایا کرتا تھا اور اس آمد و رفت کے سلسلے میں بھی موضع چچلم کے اطراف و اکناف کا پُر فضا میدان اس کو اتنا بھایا کہ یہاں ایک عالیشان شہر کی تعمیر کا خیال اس کے دل میں پیدا ہوا، اور جب شہر اور محلاتِ شاہی بن گئے تو اس وقت غالباً بھاگ متی بھی "دولت خانۂ عالی" میں منتقل ہو گئی۔ جس کے ایک آدھ سال بعد ہی اس کے بطن سے شہزادی حیات بخشی بیگم پیدا ہوئی۔ اس وقت یا اس سے قبل ہی شاید جلوہ کے وقت بھاگ متی کو حیدر محل کا خطاب دیا گیا ہوگا۔

ان دو شادیوں کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ نے کئی اور حسینوں کے ساتھ شادیاں کیں اور ہر دفعہ دھوم دھام سے جلوہ، مہندی اور دیگر رسوم منا کر لطف اندوز ہوا۔ ان سب کا تذکرہ محمد قلی کی معشوقاؤں اور اس کے رسم و رواج کے بیانات میں کر دیا گیا ہے۔

اولاد

محمد قلی قطب شاہ کو عرصے تک کوئی اولاد نہ ہوئی۔ کسی تاریخ میں اس کی اولاد کی پیدائش یا موت کا تذکرہ نہیں ہے۔ حالانکہ دوسرے بادشاہوں مثلاً ابراہیم قلی قطب شاہ محمد قطب شاہ اور عبداللہ قطب شاہ کے ذکر میں مورخوں نے شہزادوں اور شہزادیوں کی ولادت کا تذکرہ

اور قطعات تاریخی وغیرہ درج کیے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی کو پہلے تو اولاد ہوئی ہی نہیں اور اگر ہوئی بھی تو جلد انتقال کر گئی جس کی وجہ سے خوشی کے جشن منانے اور شاعروں کو مبارکباد پیش کرنے کا موقع نہ ملا۔ اس لئے خود محمد قلی قطب شاہ نے ایک موقعہ پر دعا کی تھی کہ ؎

بار دے میرے جھاڑ کوں یا رب پھول پھل ہوئے تا سبھی گلزار

یہ شعر اس کے دیوان میں موجود ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اے خدا میرے درخت زندگی کو باثمر بنا تاکہ اس کی وجہ سے ملک بارونق ہو جائے۔

عجیب بات یہ ہے کہ حیدرآباد کی تعمیر کے بعد اس کی اکلوتی شہزادی حیات بخشی بیگم پیدا ہوئی تھی لیکن مورخوں نے اس واقعہ کا بھی کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ وہ لڑکی تھی اور دوسرے یہ کہ وہ بھاگ متی کے بطن سے پیدا ہوئی تھی جو اس وقت شاہی رقاصہ تھی اور ابھی حیدرمحل کے خطاب سے سرفراز نہ ہوئی ہوگی۔

لیکن مورخوں کے اس سکوت کے باوجود خود محمد قلی قطب شاہ اپنے کلام میں اس امر کا ثبوت چھوڑ گیا ہے کہ اس کے یہاں کسی وقت ایک سے زیادہ بچے موجود تھے چنانچہ وہ کہتا ہے ؎

راکھو تمہارے چھانوں تل دایم خوشیاں سوں قطب کوں

قطب ہور فرزند قطب کے بندے تمہارے ہیں علیؑ

(یعنی اے علیؑ! قطب شاہ اور اس کے فرزند تمہارے بندے ہیں اس لئے ان کو اپنے سایہ میں خوش و خرم رکھئے۔)

ممکن ہے کہ محمد قلی نے اس شعر میں اپنی دختر حیات بخشی بیگم کے علاوہ اپنے برادر زادہ شہزادہ مرزا محمد سلطان فرزند مرزا محمد امین کو بھی اپنا ہی لڑکا سمجھ کر صیغۂ جمع (یعنی قطب کے فرزند) استعمال کیا ہو۔ یا اس کا بھی امکان ہے کہ جس وقت محمد قلی نے یہ شعر لکھا حیات بخشی بیگم کے علاوہ اور بھی اس کے بچے زندہ ہوں۔

شہزادہ مرزا محمد امین حیدرآباد کی تعمیر کے بعد بروز چہار شنبہ ۲۳ رجب ۱۰۰۱ھ میں پیدا ہوا تھا اور حیات بخشی بیگم اس سے تخمیناً ایک آدہ سال ہی کی چھوٹی ہوگی۔ کیونکہ جب ۱۰۱۲ھ میں ایران کا سفیر حیدرآباد آیا تو اس وقت اس کی عمر دس سال سے کم تھی جب ہی تو شاہ ایران نے اپنے فرزند کے ساتھ شادی کے لئے پیام بھیجا تھا۔ لیکن اس لڑکی کی قسمت میں تو حیدرآباد کی ملکہ بننا اور تین بادشاہوں (یعنی باپ محمد قلی، شوہر سلطان محمد، اور فرزند سلطان عبداللہ) کے زمانے میں حیدرآباد کی سیاست میں دخیل ہونا لکھا تھا۔

حیات بخشی بیگم کی شادی

غرض حیات بخشی بیگم کی شادی ہوئی تو اس کی عمر پندرہ سال سے زیادہ کی نہ تھی۔ کیونکہ وہ ۱۰۰۱ھ کے بعد پیدا ہوئی تھی اور ۱۰۱۶ھ میں شاہزادہ مرزا محمد سلطان کے ساتھ بیاہ دی گئی۔ اس بیاہ کے کچھ سیاسی اسباب بھی تھے جن کا تذکرہ محمد قلی قطب شاہ کے تدبر و سیاست اور سفیر ایران کی آمد کے سلسلے میں کردیا گیا ہے۔

محمد قلی کی زندگی میں خود اس کی شادی کے علاوہ اتنی بڑی تقریب اور کوئی نہیں منائی گئی۔ اس لئے اس وقت اس نے دل کھول کر اپنی شاہانہ فیاضیوں اور شان و شکوہ کا مظاہرہ کیا۔ اس موقع پر وہ جو بھی اہتمام کرتا کم تھا۔ کیونکہ پہلے تو یہ اس کی اکلوتی اولاد کی شادی تھی اور دوسرے اس کے چہیتے بھتیجے کے ساتھ ہو رہی تھی۔ تیسرے یہ کہ اس زمانے میں شاہ ایران کا ایلچی بھی حیدرآباد میں موجود اور اس تقریب میں مدعو تھا جس کو قطب شاہی شان دکھانا ضروری تھا[1]۔ اور چوتھے یہ کہ شادی کے ساتھ ہی مرزا محمد سلطان کو ولیعہد سلطنت بنانا مقصود تھا۔

یہ تقریب ماہ ربیع الاول میں منائی گئی جس کے لئے پہلے ہی سے حکم دے دیا گیا تھا[2] کہ تمام شہر حیدرآباد کی آئین بندی کی جائے اور محلات شاہی کو آراستہ و پیراستہ کر کے محفل نشاط و شادی کے قابل بنایا جائے۔ غرض پوری تیاریاں ہو جانے کے بعد ایک مہینے تک شاہانہ جشن منائے گئے اور محمد قلی قطب شاہ نے اپنے بے انتہا انعام و اکرام سے خاص و عام دونوں کو شادکام کیا۔ بخششوں اور نوازشوں کا اندازہ صرف اس ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ اس جشن میں امراء و اکابر اور سرداروں سلحداران کو تیس ہزار[3] خلعت تقسیم کئے گئے تھے۔

۱؎ بعض تاریخوں میں تو لکھا ہے کہ نظام شاہ، عادل شاہ اور عماد شاہ بھی اس تقریب میں شریک تھے محبوب الزمن جلد دوم صفحہ ۸۰۷۔ ۲؎ تاریخ قطب شاہی ورق ۲۶۴ ب۔

۳؎ بعض تاریخوں میں چالیس ہزار خلعتوں کی تعداد بتائی گئی ہے۔ دربار آصف۔ گلزار دوم صفحہ ۱۹۵۔

جب شادی کی تیاریاں مکمل ہوگئیں تو نجومیوں نے دن تاریخ اور نیک ساعت کا تعین کیا۔ اور علمانے عقد نکاح پڑھایا۔ دلہا اور دلہن پر سے زر و جواہر نثار کئے گئے۔ اس موقع پر شعرا نے مبارک باد کے قصیدے اور تاریخی قطعے بھی پیش کئے تھے جن میں میر کی معین سبزواری کا قطعہ بہت مشہور ہوا جو گزشتہ صفحات میں محمد قلی کے تدبر و سیارت اور میر کی معین کی سفارت کے بیان میں درج کیا جا چکا ہے۔ مبارکبادیوں کے علاوہ امرا نے شہزادے کی خدمت میں ولیعہدی کی نذریں بھی پیش کیں۔

شادی کے بعد بیٹی اور داماد کے رہنے کے لئے محمد قلی قطب شاہ نے ایک عظیم الشان محل[1] کو پہلے ہی سے آراستہ و پیراستہ کرالیا تھا۔ چنانچہ جلوہ کے بعد اس شاہی برات کو اسی محل میں بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ اتارا گیا۔ افسوس ہے کہ مورخ نے اس محل کا نام نہیں لکھا۔ لیکن ہمارے خیال میں یہ محل دولت خانۂ عالی کی جانب جنوب اسی جگہ بنایا گیا تھا جہاں اب "محلہ مٹی کا شیر" اور قدیم قطب شاہی مسجد واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مسجد حیات بخشی بیگم کے محل میں واقع تھی اور جہاں اب ایام عاشورہ میں مٹی کا شیر اور تعزیہ بٹھایا جاتا ہے اسی جگہ اس محل کا عاشور خانہ تھا۔

حیات بخشی بیگم اپنے شوہر کی وفات ۱۰۳۵ھ تک اسی محل میں قیام پذیر رہی۔ اس اثناء میں جب سلطان محمد نے موجودہ سرور نگر کی جانب مشرق ایک عظیم الشان قلعہ سلطان نگر بنانا شروع کیا تو اس ملکہ نے بھی اپنے لئے اس قلعہ سے آگے ایک محل، مسجد، اور شہر حیات نگر یا حیات آباد

[1] حدیقۃ العالم صفحہ ۲۴۷

بنایا تھا جو اب تک موجود ہے۔ اسکے فرزند سلطان عبداللہ کے عہد میں حیات بخشی بیگم کا زیادہ تر

قیام اسی حیات آباد میں رہتا تھا۔ چنانچہ وہیں اس نے عبداللہ قطب شاہ کی موترانشی کی

تقریب بڑی شان و شوکت سے انجام دی تھی۔

عبداللہ قطب شاہ کے آخر عہد میں جب اورنگ زیب نے حیدرآباد پر حملہ کیا تو حیات بخشی بیگم

قلعہ گولکنڈہ کے شاہی محلات میں سے اس خاص محل میں قیام پذیر رہی جو اس احاطہ "محلتان"

کے بالکل اندرونی حصہ میں واقع ہے اور جس کی چھتیں فتح گولکنڈہ کے بعد خزانوں کی تلاش میں

اڑادی گئی تھیں۔ لیکن اس کی دیواروں کے اعلیٰ نقش ونگار اور خوبصورت طاقچے اب بھی

باقی ہیں۔

اورنگ زیب سے صلح کرانے میں حیات بخشی بیگم کا بہت بڑا حصہ ہے چنانچہ وہ

خود اس سے ملنے کے لئے مغلیہ لشکر میں گئی اور شرائط صلح کے طے کرنے میں مردانہ وار گفتگو کی۔

آخر کار ۱۰۷۷ھ میں ۲۸ شعبان شنبہ کے روز محمد قلی قطب شاہ کی اس واحد یادگار نے تقریباً

پچھتر سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اسی کے ساتھ اس کے والد سلطان محمد قلی

کی عظیم الشان سلطنت کا وقار اور شان وشوکت بھی دفن ہوگئی۔ محمد قلی کا اکلوتا نواسہ

سلطان عبداللہ بھی اپنی ماں حیات بخشی بیگم کے انتقال کے صرف پانچ سال بعد ہی ۱۰۸۳ھ

میں اس دنیا سے بغیر اولاد نرینہ چھوڑے کوچ کر گیا۔

حیات بخشی بیگم کے بطن سے غالباً دو ہی بچے پیدا ہوئے ایک عبداللہ قطب شاہ جو محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے تین برس بعد دوشنبہ ۲۰ شوال ۱۰۲۳ھ میں عالم وجود میں آیا اور دوسری خدیجہ سلطان شہر بانو بیگم جو اپنے بھائی کے دو تین سال بعد پیدا ہوئی اور جسکی شادی ۱۰۴۲ھ میں سلطان محمد عادل شاہ والی بیجاپور سے ہوئی۔ خدیجہ سلطان نے بھی اپنی ماں کی طرح طویل عمر پائی۔ یہ بیجاپور میں اپنے فرزند علی عادل شاہ ثانی کے دور میں حاجی بڑے صاحب کے نام سے مشہور و معروف تھی۔

محمد قلی قطب شاہ کی علالت

محمد قلی قطب شاہ کی اولاد کے مختصر سے تذکرے کے ساتھ خود محمد قلی قطب شاہ کا بیان بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اس عظیم الشان فرمانروا کو اپنے آباد اجداد کے مقابلے میں بہت کم عمر ملی تھی۔ اگرچہ دوسری تمام باتوں میں قدرت نے اس کے ساتھ بڑی فیاضی سے کام لیا۔ قلب و دماغ کی جتنی اعلیٰ قوتیں اس کو عطا کی گئی تھیں اس کے کسی پیشرو کو نصیب نہ ہوئیں، مال و دولت، عیش و عشرت، عروج و اقبال، فتح و کامرانی اور امن و اطمینان جتنا اس کو حاصل ہوا کسی قطب شاہی حکمران کو نہ ملا لیکن ایک ہی شخص کو دنیا کے تمام کمالات اور قدرت کے جملہ عطیئے نہیں بخش دیے جا سکتے۔ یہ قانون فطرت کے خلاف ہے۔ اور محمد قلی کی ذات اس سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کی عیش و عشرت کی زندگی نے اس کی صحت پر بُرا اثر ڈالا اور اس کی رندی و بے باکی نے اس کو اپنی صحت کی طرف سے

ہمیشہ لاپرواہ رکھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کثرت عشرت و شراب نوشی کی وجہ سے کمزور ہو گیا۔
اور کمزوری بیماریوں کی میزبان ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کے مقابلے میں
لاغر اور نحیف نظر آتا ہے۔ اگرچہ تاریخیں اس کی بیماریوں کے تذکرے سے خالی ہیں لیکن اس نے
اپنے کلام میں کئی جگہ اپنی علالت کا ذکر کیا ہے اور شفائے کلی نصیب ہونے کیلئے دعائیں کی ہیں۔
کبھی وہ کہتا ہے کہ "اے خدا اپنے نبی کے صدقے میں قطب شاہ پر لطف و کرم کر کے اس کے
دکھ درد کو دور کر اور آرام اور شفا بخش"
ایک وقت وہ یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دے لیتا ہے کہ اے قطب شاہ تجھے کسی اور ذریعہ
سے تو شفا ہوتی نظر نہیں آتی اس لئے تو نبی کے لنگر میں لنگر دار بن جا کیونکہ شاید اسی کے طفیل
میں تجھ کو ایسی شفا حاصل ہو جائے جو دوسرے علاجوں کے ذریعے سے حاصل کی ہوئی ہزاروں
اور لاکھوں شفاؤں کے برابر ہو۔
ایک اور موقع پر وہ حضرت علی کی مدح میں لکھتا ہے کہ اے امیر المومنین تمہارے اوصاف
بیچارے شاعروں کی شاعری کے ذریعے سے کیا ظاہر ہو سکتے ہیں۔ اور میں تو شاعر سے زیادہ تمہارا
بندا ہوں تم اپنے کرم سے میرا علاج کرو۔

محمد قلی کے دیوان میں جو غزل سب سے پہلے درج ہے اس میں بھی اس نے اپنی اسی صحت سے محرومی
کا بڑی حسرت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ یہ غزل حمد باری تعالیٰ میں لکھی گئی ہے اور اس کے ایک شعر سے

معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اپنی صحت سے ایک گونہ مایوسی ہو چکی تھی اور ہر طرح کی کامگاریوں اور خوشیوں کے باوجود
علالت کی وجہ سے وہ اپنی قسمت کو حقیر سمجھنے لگا تھا۔ چنانچہ وہ کہتا ہے ؎

اپن بخت حقیر نہ سمجھے کدہیں دل میں نہ کر غم　　　تجھے دارو ئے صحت سوں شفا جام دیوے گا

یعنی اے محمد قلی تو اپنی اس بدقسمتی کی وجہ سے اپنے دل کو غمزدہ نہ ہونے دے کیونکہ خدا میں
بڑی قدرت ہے وہ ضرور دارو ئے صحت بھر کر تجھ کو شفا کا پیالہ پلائے گا۔

اس کے دوسرے شعر یہ ہیں ؎

صدقے نبی کے قطب کوں اپ لطف و میا تھے　　　دکھ درد بھی دور کر ہور سکھ شفا بخش
نبی لنگر میں لنگر دار ہو کر رہ معانی　　　کہ لنگر داری میں تج کوں ہزاراں لک شفا ہے
شاعراں بیچارے تیرا وصف کہنے کاں سکیں　　　میں بندا عاجز ہوں تم دارو کرو درماں ستی

بیماری کے اسی احساس کی بنا پر وہ بار بار اپنی درازی عمر کی دعا کیا کرتا تھا اس کا کلیات
اس قسم کی دعاؤں سے بھرا پڑا ہے۔ اس نے اپنی متعدد نظموں کے آخری شعر صحت و عمر ہی کی دعا
کے لئے وقف کر دیے ہیں۔ یہاں نمونے کے طور پر صرف چند شعر درج کئے جاتے ہیں ؎

سدا توں راج کر قطبا انند کا ساج کر قطبا　　　نبیؐ کا کاج کر قطبا کہ تج بخشنا ہمارے ہیں
نبیؐ کی دعا تھے قیامت تلک تم　　　گنا دو نبی کے سو مولود لاکھاں
صدقے نبیؐ کے قطبا جم جم خوشی انند سوں　　　لک سال اچھ کہ اس تھے ہے عیش شمع روشن

صدقے نبی کے سورچندر رتنا اچھے گگن | پت ہیت سوں قطب کرو سولاکھ سال عید
نبی صدقے قطب لک برس جی توں | کہ تج تھے پاوے نت جیو دان بکرید
سدا جگ میں جیو شہ کرسکل حوراں کیاں سجدہ | ملک آمین کہہ کہہ رب دعا سوں ہت اچاتے ہیں
قطب شہ کوں میا کر دیا سوں پنجتن دایم | حیات ہور بخت و دولت سوں خضر نمنے چلاتے ہیں
اباد ان کر ملک میرا سو توں | بسا سو توں دے میراں یا سمیع
محمد قطب شہ ہور اس پری کوں | خدایا رکھو جداں لگ ہیں تارے
صدقے نبی اعلی محل میں قطب شہ جم جم اچھو | جب لگ اچھے اسمان پر، چند سور زہرہ مشتری

ان متفرق اشعار کے علاوہ ایک مکمل نظم درازی عمر کے لئے دعا کے طور پر لکھی گئی ہے

جس کا پہلا شعر یہ ہے

سبحان کے بھومان سوں جیو تمیں راجے سدا | جم جم جیو وپت مت سوں آنند خوشیاں گاتے سدا

وفات

آخر وہ روز آ ہی گیا جس کو دور سے دور تر رکھنے کے لئے محمد قلی قطب شاہ دعائیں مانگا کرتا تھا۔ کثرت شراب نوشی کی وجہ سے اس کے جسم کو گھن سا لگ گیا تھا۔ آخر کار ماہ رمضان ۱۰۲۰ھ[1] میں وہ بیمار پڑا۔ اور ڈھائی مہینے تک بخار کا سلسلہ جاری رہا۔ روز بروز اس میں شدت ہوتی گئی[2]۔ بادشاہ کی علالت اور نزاکت مزاج کا حال سن کر اس کے میر جملہ

[1] محبوب الزمن جلد دوم صفحہ ۷۹۶۔

[2] "از سموم حرارت تن بر بستر ناتوانی نہاد" تاریخ ظفرہ صفحہ ۲۱

مرزا محمد امین نے میدان جنگ کا خیال ترک کر کے حیدرآباد کا رخ کیا۔ لیکن محمد قلی تو دنیا ہی کو ترک کر رہا تھا۔ آخری دو روز میں اس کے مرض نے ایسی شدت اختیار کر لی کہ حد درجہ ضعف ہو گیا[1] اور پھر وہ سنبھل نہ سکا۔ غرض ہفتہ کی صبح میں بتاریخ ۱۷ ذیقعدہ ۱۰۲۰ھ[2] اس کی آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہو گئیں اور وہ صرف ۴۹ سال کی عمر میں دنیا اور اس کی عشرتوں اور کامرانیوں کو اپنا سوگوار چھوڑ گیا۔ تمام ملک اس جواں مرگ بادشاہ کا ماتم کرنے لگا کہ ؎

دریغ آں شہنشاہ ہندوستاں — جم تاج بخش و ممالک ستاں

دریغ آں کہ دیگر نہ بیند سپہر — نظیرش در آئینۂ ماہ و مہر (حدیقۃ العالم ص ۲۶۰)

قطعات تاریخی — ماثر دکن میں اس کی وفات کی حسب ذیل تاریخ لکھی ہے۔

محمد رفت چوں از دار فانی — وصال آں شہ دیں سال فیاض

ز قطب فضل و فضل عام جستم — دگر بارہ ز عالی جاہ فیاض[2]

قدیم تاریخوں میں یہ قطعۂ تاریخ درج ہے اور اس میں محمد قلی کے تخلص معانی کی بھی رعایت رکھی گئی ہے ؎

ماہ تمام ملک بزیر نقاب شد — آب حیات خلق دریغا سراب شد

سرو ے ز بوستان معانی فرو شکست — برجے ز آسمانِ مکارم خراب شد[3]

---

[1] "در عرصہ دو روز مرض آنچناں قوی گشت کہ مزاج مبارک بضعف کلی گرائید" حدیقۃ العالم صفحہ ۲۶۰

[2] ماثر دکن صفحہ ۹۱ [3] تاریخ ظفرہ صفحہ ۲۱ و محبوب الزمن جلد دوم صفحہ ۷۸۹ —

علی ابن طیفور نے محمد قلی کی تاریخ وفات اس طرح نکالی تھی ؎

سال تاریخ فوت او جستم	گفت رضواں کہ بادشاہ بہشت[1]

عمر انتقال کے وقت محمد قلی قطب شاہ کی عمر صرف بینتالیس سال دو مہینے کی تھی۔ لیکن تعجب کا مقام ہے کہ اکثر تاریخوں میں اس کی عمر انچاس سال بتائی گئی ہے[2]۔ وہ ۱۴ رمضان ۹۷۳ھ کو پیدا ہوا اور سترہ ذیقعدہ ۱۰۲۰ھ کو وفات پائی۔ ۱۴ رمضان ۹۷۳ھ کو قمری مہینوں کے حساب سے اس لئے بینتالیس سال ختم کئے تھے اڑتالیسویں میں قدم رکھا تھا کہ بیمار پڑ گیا۔ شمسی مہینوں یعنی عیسوی یا فصلی سال کے لحاظ سے تو محمد قلی کی عمر وفات کے وقت اور بھی کم قرار پاتی ہے۔ اسی طرح زمانۂ حکومت بھی اکثر تاریخوں میں غلط ہے یعنی تینتیس سال آٹھ ماہ اور اس کی قبر کے کتبے پر اکتیس سال لکھا گیا ہے۔ حالانکہ محمد قلی نے صرف بتیس سال چھ مہینے اور ۲۶ دن حکومت کی[3]۔

۱؎ حدائق السلاطین ورق ۱۱۴ ب

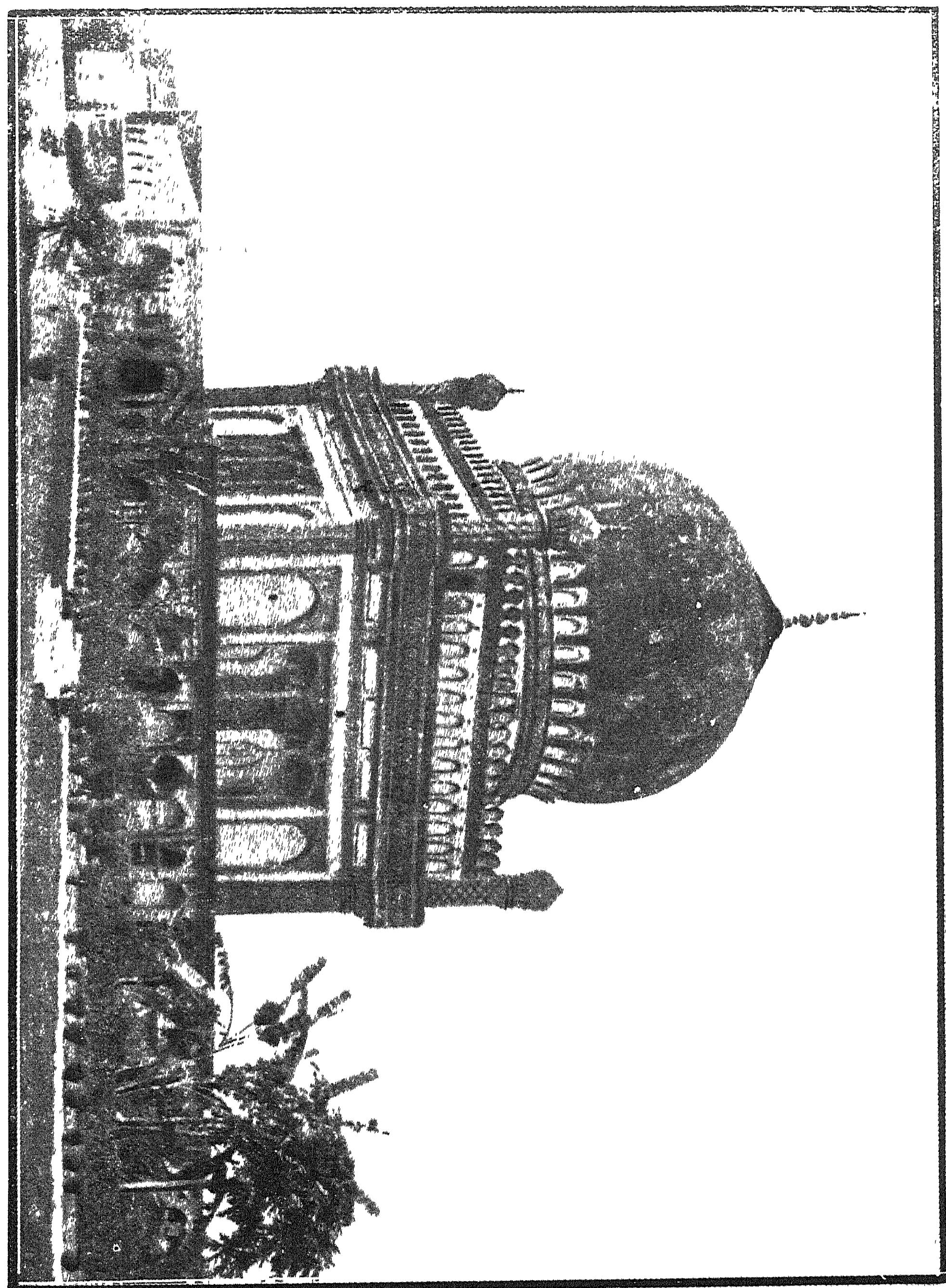
۲؎ تاریخ قطب شاہی (۲) حدیقۃ العالم صفحہ ۲۶۰۔ (۳) تاریخ ظفرہ صفحہ ۲۱۔ (۴) گلزار آصفی ۲۹ (۵) تاریخ دکن حصہ دوم سلسلہ آصفیہ صفحہ ۳۲۲۔ (۶) مآثر دکن صفحہ ۹۱۔

۳؎ کہا جاتا ہے کہ محمد قلی کو شاہی سراپا اور تاج پہنا کر دفن کیا گیا تھا جس کی بنا پر دفینوں اور خزانوں کے بعض شائقین نے تہہ خانے میں اس کی قبر کھولنے کی کوششیں کی تھیں لیکن تعویذ کے نیچے ایسے بڑے بڑے پتھر جمائے گئے ہیں جن کا اپنی جگہ سے حرکت کرنا مشکل ہے۔

محمد قلی کا گنبد

محمد قلی نے شہر حیدرآباد کی سربفلک عمارتوں کے علاوہ اپنے لئے ایک عالیشان گنبد بھی اپنے آباو اجداد کے گنبدوں کے قریب بنوالیا تھا۔ یہ ایک واقعہ ہے کہ جس طرح وہ اپنے خاندان میں سب سے بڑھ کر عظیم المرتبت حکمران تھا اسی طرح اس کا گنبد بھی مقابر سلاطین قطب شاہیہ میں سب سے زیادہ عظیم الشان ہے۔ یہ گنبد جس چبوترے پر واقع ہے وہ زمین سے ۱۳ فٹ ۱۶ انچ بلند ہے۔ اور اس کا ہر ضلع ۲۰۰ فٹ طویل ہے۔ اس چبوترے کے اوپر اور ایک چبوترہ ہے جس کا ہر ضلع ۱۲۶ فٹ ۱۳ انچ طویل ہے۔ اس اوپر کے چبوترے کے درمیان مقبرہ بنایا گیا ہے جس کے بیرونی حصے کا ہر ضلع ۱۷ فٹ ۳ انچ طویل ہے۔ اس کے ستونوں کی بلندی ۲۲ فٹ ہے۔ ماثر دکن میں صفحہ ۹۱ پر اس کی پوری تفصیل درج ہے۔ گنبد میں داخل ہونے کے لئے جنوب و مشرق دونوں طرف دو دروازے ہیں۔ بادشاہ کی اصلی قبر نیچے تہہ خانے میں ہے جہاں تک پہنچنے کے لئے اوپر اور نیچے دونوں طرف سے راستے ہیں۔ دوسرے قطب شاہی بادشاہوں کے تہہ خانے بند ہیں۔ گنبد میں اوپر جو تعویز سنگ سیاہ کا مصفیٰ بنا ہوا ہے اس پر کلمہ آیت الکرسی اور درود شریف کے علاوہ حسب ذیل عبارت کندہ ہے:۔

"اعلحضرت جنت مکانی عرش آشیانی محمد قلی قطب شاہ بن ابراہیم قطب شاہ انار اللہ برہانہما۔"



بتاریخ روز شنبہ ہفتدہم ماہ ذالقعدۃ الحرام سنہ ۱۰۲۰ عشرین و الف ہجری برحمت حق واصل شد۔

سن شریفش چہل و نہ سال و مدت سلطنتش سی و یک سال رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ کاملۃ"

یہ کتبہ محمد قلی کے جانشین سلطان محمد قطب شاہ نے لگوایا ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ اس میں محمد قلی قطب شاہ کی عمر اور مدتِ سلطنت دونوں تاریخی نقطۂ نظر سے غلط ہیں کیونکہ ابراہیم قطب شاہ نے ۲۱ ربیع الثانی ۹۸۸ھ میں انتقال کیا اور محمد قلی تخت نشین ہوا۔ اس طرح ۱۷ ذیقعدہ ۱۰۲۰ھ تک بتیس ۳۲ سال چھ ۶ مہینے چھبیس ۲۶ دن ہوتے ہیں۔

محمد قلی کا گنبد اس قدر بلند ہے کہ دور دور سے نظر آتا ہے۔ اس کا چبوترہ نہایت وسیع اور پر فضا ہے۔ اور دوسرے گنبدوں کی طرح چاروں طرف سے مقبروں اور درختوں سے گھرا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ مشرق کی طرف تو اس سے ملحق کئی فرلانگ تک مسطح میدان واقع ہے جس کی وجہ سے یہ چبوترہ ایک عام تفریح گاہ بن گیا ہے۔ اور کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ سیر و تفریح کرنے والوں کی ٹولیاں وہاں نہ جمع ہوتی ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ محمد قلی کے گنبد پر مقبروں جیسی اُداسی یا بھیانک پن نظر ہی نہیں آتا۔

کہا جاتا ہے کہ جب اورنگ زیب نے قلعہ گولکنڈہ پر حملہ کیا تو اس گنبد پر بھی توپیں

چڑھادی تھیں کیونکہ کافی بلند اور وسیع ہونے کی وجہ سے یہ ایک اچھے مورچہ کا کام دے سکتا تھا
اس گنبد کی توپوں کے گولے جب قلعہ میں پہنچنے لگے تو اہل قلعہ نے بھی ان کا جواب دیا مگر جب
محمد قلی کے آخری نام لیوا ابوالحسن تاناشاہ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے گنبد کو نشانہ بنانے
سے منع کر دیا اور کہا کہ ہم جن کی سلطنت کو بچانے کی کوشش کر رہے ہیں ان کے گنبد کو کیونکر
مسمار کر سکتے ہیں۔ یہ روایت صحیح ہو یا نہ ہو اتنا ضرور ہے کہ گنبدِ محمد قلی کے اس پہلو پر جو قلعہ
گولکنڈہ کے مقابل ہے شکست و ریخت کے چند نشانات اب تک پائے جاتے ہیں۔

جب تک قطب شاہی سلطنت باقی رہی محمد قلی کا عرس دھوم دھام سے ہوتا رہا اسکی
قبر کے اطراف روزانہ متعدد حفاظ تلاوت قرآن مجید میں مصروف رہتے تھے۔ قبر پر اطلسی چادر
اور پھول چڑھائے جاتے تھے۔ زربفت کا شاہی شامیانہ طلائی ڈنڈوں پر تانا جاتا تھا۔
روشنی کا ایک عالیشان جھاڑ درمیان میں اور اس کے اطراف کئی چراغ دن رات روشن
رہتے۔ بادشاہ کی کتابیں رحلوں پر رکھی رہتیں جن میں سے اکثر قرآن اور تفسیر اور دیگر مذہبی
موضوعوں سے متعلق تھیں۔ گنبد میں چاروں طرف قیمتی قالینوں کا فرش ہوتا۔ اور اوپر کلس پر
زرین ہلال لگا ہوا تھا جو بادشاہ کے گنبد کی علامت تھی۔[1]

---

[1] گولکنڈہ کے شاہی مقبروں کے تفصیلی حالات مشہور فرانسیسی سیاح موسیو تھیونوتے اپنے سفرنامے میں
لکھے ہیں۔ یہ سیاح محمد قلی کی وفات کے پچپن سال بعد حیدرآباد آیا تھا۔ اس سفرنامہ کا ترجمہ سلسلہ آصفیہ
کی جلد دوم کے طور پر شمس العلما سید علی بلگرامی کی نگرانی میں کیا گیا اور ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا تھا۔

اگرچہ یہ رونق اور اہتمام اب باقی نہیں رہا لیکن گولکنڈہ کے اطراف و اکناف کے گاؤں کے اکثر لوگ زیادہ تر عورتیں ہر سال خاص خاص دنوں میں محمد قلی قطب شاہ کے مقبرے کی زیارت کو جوق در جوق آتے ہیں۔ اور ملیدہ اور جلیبیاں اپنے ساتھ لاکر یہاں فاتحہ دلواتے اور تقسیم کرتے ہیں۔ اس طرح تلنگانہ کے اس مشہور ہیرو، بھاگ متی کے سچے عاشق، اور دکن کے بین قومی تمدن کے بانی کی یاد اب تک تلنگانہ کے غریبوں کے دل میں باقی ہے۔

محمد قلی کی نیکیاں

دنیا کا یہ عجیب دستور ہے کہ کسی کی وفات کے تذکرے کے ساتھ ہی اس کی خوبیاں یاد آجاتی ہیں۔ محمد قلی قطب شاہ کے بیان کے خاتمے پر بھی تمام مورخوں نے اس کی نیکیوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور چونکہ ان میں سے بعض کا ذکر ہمارے گزشتہ عنوانات کے تحت نہ آسکا تھا اس لیے ہم بھی یہاں قدیم مورخوں کی تقلید پر مجبور ہیں۔

محمد قلی کی سب سے اہم نیکی اس کی فیاضی اور داد و دہش تھی۔ اس نے اپنی زندگی میں سب سے زیادہ رقم عمارتوں کی تعمیر میں صرف کی۔ چنانچہ ناظر الملک میر ابوطالب جو اس کے دربار کا خاص انجنیر تھا محمد قلی قطب شاہ کی عمارتوں کے اخراجات ستر لاکھ ہون بتاتا ہے جو عہد حاضر کے تقریباً پانچ کروڑ روپیوں کے برابر ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ کی ان تعمیری دلچسپیوں کی وجہ سے رعایا کا وہ طبقہ کتنا خوش حال نہ ہو گیا ہو گا جو مزدور پیشہ تھا۔

ہر سال محرم میں محمد قلی قطب شاہ لنگر ائمہ اثنا عشر کے سلسلے میں ساٹھ[6] ہزار ہون خرچ کرتا تھا۔

یہ کثیر رقم مجاوروں اور خادموں کے وظائف اور ایام عاشورہ کے پکوان میں صرف ہوتی تھی۔ ہزارہا غریب اور مفلس لوگ محرم میں خوشحال ہوجاتے اور سال بھر کی مصیبتوں اور تکلیفوں کو بھول جاتے تھے۔ اس طرح اس نے اپنے دورِ حکومت میں صرف محرم کے لنگر میں ایک کروڑ چونتیس لاکھ چالیس ہزار روپے صرف کئے۔ مذکورہ رقم کے علاوہ ایام عاشورہ کے ختم پر مستحقوں اور مسکینوں میں زرِ عاشوری کے نام سے ہر سال بارہ ہزار ہون تقسیم کردیے جاتے تھے۔ گویا محمد قلی نے زرِ عاشوری کے طور پر چھبیس لاکھ اٹھائیس ہزار روپے غریبوں اور مستحقوں کو عنایت کیے۔

تعمیر محرم کے اخراجات کے علاوہ ہر سال ایک لاکھ ہون عید میلاد النبی کے جشن میں بارہ روز کے اندر صرف ہوتے تھے۔ اس عید کے اہتمام اور شان و شوکت کا بیان گزر چکا ہے۔ محمد قلی نے اپنے عہد حکومت میں عید میلاد النبی کے انعامات، طعام اور خوشبو وغیرہ کے سلسلے میں مبلغ دو کروڑ چوبیس لاکھ روپے خرچ کئے۔ اور اس کے علاوہ اتنی ہی رقم خیرات اور صدقے کے طور پر مسکینوں اور مستحقوں کو عنایت کی جاتی تھی۔

اس طرح گیارہ کروڑ روپے کا حساب تو تاریخوں میں صاف طور پر درج ہے۔ اس رقم کے علاوہ محمد قلی نے موقع بموقع جو انعامات عطا کئے یا خیرات دی اس کا کوئی اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا یہ معلوم ہے کہ وہ متعامات مقدسہ (مثلاً مکہ، مدینہ، نجف، کربلا، مشہد اور دیگر شہروں) کے غربا اور مجاوروں کے لئے التزام کے ساتھ ہر سال کپڑے اور نقد روپیہ روانہ کیا کرتا تھا۔

خود شہر حیدرآباد میں کوئی حاجتمند ایسا نہ تھا جو محمد قلی کی بارگاہ میں پہنچتا اور بے نیل ومرام واپس ہوتا۔ رعایا میں جس کسی کے یہاں شادی اور ختنہ کی تقریب منائی جاتی اگر وہ بادشاہ کو اس کی اطلاع کراتا تو فوراً انعام واکرام سے سرفراز ہوتا۔ بیرون مملکت سے جو لوگ حیدرآباد آتے ان کو وطن واپس جانے کے لئے کافی رقمیں دیجاتیں اور حسب حیثیت خلعت سے سرفراز کیا جاتا۔

محمد قلی کے عہد میں محصول اجناس کے طور پر دو لاکھ ہون یعنی چودہ لاکھ روپے سالانہ وصول ہوا کرتا تھا اور برہمن اس رقم کی وصولی میں رعایا کے ساتھ بڑی سختی سے پیش آتے تھے اس لئے تخت نشینی کے بعد چند ہی سال کے اندر محمد قلی نے یہ محصول معاف کر دیا اور رعایا برہمنوں کے ظلم وستم سے محفوظ ہو گئی۔ اس طرح محمد قلی کی دریا دلی اور رعایا پروری نے حکومت کو تقریباً چار کروڑ روپے کی آمدنی سے محروم کر دیا۔

ایک اور خصوصیت یہ بیان کی جاتی ہے کہ محمد قلی نے اپنی تمام زندگی میں کسی کے قتل کا حکم نہیں دیا۔ اور اگر کبھی کوئی ایسا مقدمہ پیش بھی ہوا تو اس کو دار القضا کے سپرد کر دیا تا کہ احکام شرع کے موافق وہاں سے تصفیہ کر دیا جائے۔

محمد قلی کے دسترخوان کی بھی بڑی شہرت تھی اور کہا جاتا ہے کہ ہر وقت ایک ہزار
آدمی اس کے دسترخوان پر موجود ہوتے اور کسی کو روک ٹوک نہ تھی چنانچہ اکثر مسافر
اور سیاح اس شاہی دسترخوان سے فیض یاب ہوتے تھے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے قلب و دماغ کی غیر معمولی
خوبیوں کی وجہ سے تاریخ عالم میں اپنے لئے ایک خاص جگہ پیدا کر لی ہے۔



کلیاتِ اردو



محمد قلی قطب شاہ اپنے بعد جو عظیم الشان یادگاریں چھوڑ گیا ان میں سب سے زیادہ اہم اور پائیدار اس کا اردو کلام ہے۔ اس کی بنائی ہوئی پتھر چونے اور اینٹ کی اکثر عمارتیں صفحۂ ہستی سے نابود ہو گئیں۔ صرف حیدر آباد کا چار مینار، جلوخانہ عالی کی چار کمانیں، بادشاہی عاشور خانہ، دار الشفا، اور محمد قلی کا گنبد دستبردِ ایام سے بچ گئے۔ لیکن نہ معلوم ان کی عمر بھی اب کتنی رہ گئی ہے اس کا صرف ایک ہی کارنامہ ایسا ہے جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا اور ہر جگہ کے اہل علم اس سے مستفید ہو سکیں گے اور وہ اس کا کلیات ہے۔

یہ گنجینۂ ادب بھی عرصہ تک علم و فضل کے خاص خاص خزانوں ہی میں محفوظ رہا لیکن یہ ایسی چیز نہ تھی کہ ہمیشہ چھپی رہتی۔ اردو ادب کی متوالی آنکھیں ہر وقت اس کی تلاش میں رہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ جس کو یہ متاع بیش بہا ہاتھ لگی اس نے اس کو ایسا عزیز رکھا کہ دوسروں کی پرچھائیاں بھی پڑنے نہ دیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ کلیات عوام کی نظروں سے اتنا اوجھل ہو گیا کہ ہر شخص اس کے متعلق عجیب عجیب قیاس آرائی کرنے لگا کسی نے اس کو

برج بھاشا زبان کا کلام قرار دیا اور کوئی اس کو محمد قلی کے سوا کسی اور شاعر معانی کا کلام سمجھتا رہا حالانکہ وہ ٹھیٹ اردو کلام ہے اور خود محمد قلی قطب شاہ کا نتیجہ قلم۔ کیونکہ قطب کے علاوہ محمد قلی کے کئی اور تخلص بھی تھے جن میں معانی سب سے زیادہ اس نے استعمال کیا ہے۔

محمد قلی کا اردو کلام اس کی زندگی میں اور اس کے بعد بھی ہمیشہ مقبول رہا۔ لوگوں کو اس کی نظمیں زبانی یاد تھیں اور اب بھی دیہاتی عورتیں مختلف تقریبوں میں اس کے اشعار گاتی ہیں اس کے علاوہ اس کے کلیات کی کئی نقلیں بھی کی گئی تھیں جو بعد کو ہندوستان کے

کلیات کے نسخے

مختلف حصوں میں منتشر ہو گئیں چنانچہ اس وقت تک کلیاتِ محمد قلی کے آٹھ نسخوں کا پتہ چل سکا ہے۔

۱۔ نسخہ کتب خانہ شاہانِ اودھ لکھنو

۲۔ " " ٹیپو سلطان میسور

۳۔ " " ایشیاٹک سوسائٹی بنگال

۴۔ " " آصفیہ حیدرآباد

۵۔ " " نواب سالار جنگ بہادر حیدرآباد

۶۔ " " " " " " "

۷۔ ایک قدیم نسخے کے مختلف اوراق " "

۸۔ نسخۂ کتب خانہ آقا حیدر حسن صاحب

ان میں سے موخر الذکر چار نسخے مصنف کے زیر استعمال رہے ہیں۔ ان آٹھوں

نسخوں کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ نسخہ کتب خانہ شاہانِ اودھ

اس کتب خانہ کی فہرست اسپرنگر نے مرتب کی تھی جو ۱۸۵۴ء میں شایع ہوئی اس سے

معلوم ہوتا ہے کہ شاہان اودھ کو جو نسخہ دستیاب ہوا تھا وہ جملہ نیر اسو آٹھ صفحات پر مشتمل تھا۔

جس میں فی صفحہ ۱۴ سطریں تھیں۔ اور جس کی ترتیب حسب ذیل تھی۔

۱۔ مثنویاں ۳۳۶ صفحات۔ فی صفحہ ۱۴ بیتیں۔ جملہ چار ہزار چھ سو چوالیس بیتیں۔

آغاز صفت کوں دکھوں اس یکتائے سبحان کا کہ ناطق اپے جن ہے قرآن کا
خود جو

۲۔ قصیدے۔ ترجیع بند اور مرثیئے۔ ۱۰۰ صفحات

آغاز ع جو بسم اللہ کر مطلع کہیا ہے ذات اس یکتا

۳۔ غزلیں ۸۶۰ صفحات

۴۔ رباعیاں ۱۲ صفحات

آغاز ع دلا منگ خدا کن کہ خدا کام دوے گا۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلیات نامکمل تھا۔ کیونکہ

ا۔ اس میں زیادہ سے زیادہ ۱۸۱۳۲ اشعر ہوں گے بشرطیکہ فی سطر ایک شعر درج ہو۔
حالانکہ سلطان محمد قلی قطب شاہ مرتب کلیاتِ محمد قلی نے پچاس ہزار شعر جمع کئے تھے۔

ب۔ کتب خانہ آصفیہ میں جو دیوان موجود تھا وہ اٹھارہ سو صفحات پر مشتمل تھا۔

۳۔ نسخہ کتب خانہ ٹیپو سلطان

اس کتب خانہ کی فہرست اسٹوارٹ نے مرتب کی تھی۔ یہ نسخہ زوال ٹیپو سلطان کے بعد ایسٹ انڈیا آفس کو منتقل کر دیا گیا۔ اس کے متعلق گارساں دتاسی نے اپنی "تاریخ زبان و ادب ہندوستانی و ہندوی" جلد اول صفحہ ۳۹۸ مطبوعہ ۱۸۷۰ء) میں لکھا ہے کہ یہ ایک ضخیم خوبصورت جلد ہے جو سلطان محمد قطب شاہ کے لیے ۱۰۲۲ھ میں لکھی گئی ہے اس کی ترتیب حسب ذیل ہے

۳۳۶ صفحات مثنویوں کے (۱۴ ابیات فی صفحہ)

۱۰۰ صفحات قصیدوں، ترجیع بندوں، اور مرثیوں کے

۸۶۰ صفحات غزلوں کے

۱۲ صفحات رباعیوں کے

معلوم ہوتا ہے کہ ٹیپو سلطان کا نسخہ اور شاہان اودھ کا نسخہ دونوں بالکل ایک دوسرے کی نقل تھے۔ اور یہ ممکن ہے کہ خود سلطان محمد نے ۱۰۲۲ھ تک جو کچھ کلام جمع کیا تھا اس کے کئی نسخے نقل کرائے تھے تاکہ اپنے چچا کا کلام تلف نہ ہونے پائے۔ لیکن ان نسخوں کی ترتیب کے بعد

وہ خاموش نہ رہا بلکہ اور کلام جمع کرتا رہا یہاں تک کہ ۱۰۲۵ھ میں ایک مکمل کلیات جمع کر کے اپنے خطبہ کے ساتھ مرتب کر لیا جس کا ذکر آگے آئے گا۔

۳۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کا نسخہ

اس نسخے کا ذکر اسپرنگر کے کٹلاگ مذکورۂ بالا میں ملتا ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ ایشیاٹک سوسائٹی میں اس کلیات کا نمبر ۲۱ ہے اور یہ نہایت عالیشان نسخہ ہے جو مصنف کے جانشین کے لئے ۱۰۲۲ھ میں لکھا گیا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی تفصیل نہیں لکھی۔

ممکن ہے کہ یہ نسخہ بھی متذکرۂ بالا تین نسخوں کے مطابق ہو افسوس ہے کہ اس کے متعلق اور کوئی علم نہ ہو سکا۔

۴۔ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد

اس نسخہ پر مولوی عبدالحق صاحب نے ایک تفصیلی مضمون رسالہ اردو بابت ۱۹۲۲ء میں لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اٹھارہ سو صفحوں پر مشتمل تھا اور اس پر خود سلطان محمد قطب شاہ کے دستخط تھے۔ یہی نسخہ اس وقت مکمل ترین سمجھا جا سکتا ہے۔ افسوس ہے کہ یہ اب کتب خانہ آصفیہ میں موجود نہیں ہے۔ اس کے متعلق مولوی عبدالحق صاحب کی تحریر سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:۔

"یہ کلیات ایک نہایت قابل قدر اور نادر نسخہ ہے۔ بڑی تقطیع اور اعلیٰ درجہ کے قدیم کاغذ پر

بخط نسخ بہت خوشخط لکھا ہوا ہے۔ کتاب بہت ضخیم ہے۔ تقریباً اٹھارہ سو صفحے ہونگے۔ اسے محمد قلی قطب شاہ کے جانشین اور بھتیجے محمد قطب شاہ نے بڑے اہتمام اور خلوص سے ترتیب دیا ہے۔ یہ نسخہ شاہی کتب خانہ کا ہے اور سرورق پر خود محمد قطب شاہ کے قلم کی لکھی ہوئی تحریر ہے...... ورق کے سرے پر جو عبارت لکھی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ نسخہ خاص کتب خانۂ شاہی کا ہے ان دو عبارتوں کے درمیان محمد قطب شاہ کی مہر ہے۔ مہر کی تحریر پڑھنا ذرا مشکل ہے...... کتابت کا سنہ خود قطب شاہ نے اپنی تحریر میں سنہ ۱۰۲۵ھ بتایا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب اورنگ زیب نے حیدرآباد فتح کیا تو شاہی کتب خانے سے بعض کتابیں دوسرے مال غنیمت کے ساتھ دلی چلی گئیں اور وہاں کے شاہی کتب خانہ میں داخل ہوگئیں۔ اور جب دلی پر آفت آئی اور وہاں کا کتب خانہ برباد و غارت ہوا تو یہ کتاب پھرتے پھراتے کلکتہ پہنچی اور کلکتہ سے آخر پھر اپنے اصل مقام یعنی حیدرآباد پہنچ گئی........

کلیات کے شروع میں سلطان محمد قلی قطب شاہ کے بھتیجے اور جانشین سلطان محمد قطب شاہ نے ایک منظوم دیباچہ لکھا ہے۔ اس دیباچے میں اول اس نے یہ بتایا ہے کہ ان نظموں کو کس ترتیب سے درج کیا گیا ہے یعنی اول مثنویاں، پھر قصیدے، اسکے بعد ترجیع بند، ترجیع بند کے بعد فارسی مرثیے، اس کے بعد دکنی مرثیے، دکنی مرثیوں کے بعد فارسی غزلیں، فارسی غزلوں کے بعد دکنی غزلیں، اور سب سے آخر میں رباعیات"

رسالۂ اردو بابتہ ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۲ء

۵۔ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر

اس کتب خانے میں جو نسخے ہیں ان میں پہلا نہایت قدیم اور شاہی مصور و مطلا نسخہ ہے اور خود سلطان محمد قلی قطب شاہ کی زندگی میں غالباً اسی کے حکم سے لکھا گیا تھا۔ اس کے سرلوح پر لکھا ہے:۔

دیوان اعلحضرت سلیمانی خلد اللہ ملکہٗ

اس کے علاوہ جگہ جگہ لکھا ہے:۔

ولہٗ ایضاً مدظلہ العالی

اس لحاظ سے یہ نسخہ دوسرے تمام نسخوں سے زیادہ قدیم معتبر اور اہم ہے۔ لیکن یہ بھی مکمل نہیں ہے۔ چند ردیفیں اس میں شامل نہیں ہیں اور جلد بندی کے وقت اس کے صفحوں کو آگے پیچھے کرکے بغیر کسی ترتیب کے جلد بنادی گئی ہے۔ چونکہ صفحوں پر نمبروں کا اندراج نہ تھا اس لئے بے ترتیبی پیدا ہو گئی زیادہ افسوس اس امر کا ہے کہ سلسلہ کے بعض صفحات کا پتہ نہیں چلتا معلوم ہوتا ہے کہ درمیان سے تقریباً ہر ردیف کے چند ورق جلد بندی کے وقت چھوٹ گئے۔

اس دیوان میں سلطان محمد قلی نے اکثر جگہ معانی اور صرف چند جگہ قطب یا قطب شہ وغیرہ تخلص استعمال کیا ہے۔ چونکہ معانی تخلص سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ شائد دوسرا شاعر ہو اس لئے یہاں یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ معانی اور قطب ایک ہی شاعر کا تخلص تھا۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ کا ابتدائی تخلص معانی تھا۔ بعد کو اس نے قطب یا قطب شہ تخلص کو ترجیح دی۔ اس لئے اس زیر نظر دیوان کی ترتیب کے بعد جو دیوان مرتب ہوئے ان میں ہر جگہ معانی کو نکال کر قطب شہ لکھ دیا گیا ہے۔ اس تبدیلی اور اس کی نوعیت کی بحث اس کتب خانہ کے دوسرے دیوان کے سلسلے میں پیش نظر ہوگی۔

معانی ایک بادشاہ ہی کا تخلص تھا اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اکثر جگہ اس تخلص کے ساتھ بادشاہت اور لوازم شاہی کا ذکر کرتا ہے مثلاً ذیل کے شعر ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ جم عیش سوں کر راج سکل جگ میں معانی — کیتا ہے ترے دشمناں کا کام خدا تلخ

۲۔ پیوستہ باد با تو معانی عروس عیش — قلقل کی صوت بجتی ہے مجلس شہانہ کر

۳۔ اے معانی تیرے رازاں تھے ہوئے آگاہ سب — تاج تور کھ سر اپر اوہے اماماں کا نشاں

۴۔ ہزار شکر الٰہی کا کرتا ہوں ہر دم — دمامے فتح کے بجتے معانی شاہ نشاں

۵۔ کہیا تمھاری سیوا معانی کی دولت ہے — کہئے کہ تم بھی سیوا برابر شہا کرو

۶۔ فلک قلاب سوں باندھیا ہے سیڑی — معانی تو دسے شاہ یگانہ

معانی نے بعض جگہ اپنے نام محمد قلی کی طرف بھی اپنے مقطعوں میں اشارہ کر دیا ہے مثلاً ذیل کے مقطعے ملاحظہ ہوں۔ (واضح ہو کہ محمد قلی کے لفظی معنی غلام محمد کے ہوتے ہیں)

۱۔ تم معانی کے گناہاں کا رقم کرتے ہیں کیوں — کی میں محمد ناؤں تھے دو توں جہاں میں لیا جگیا

۲۔ معانی تج کوں محمد غلامی ہے شاہی | توں غم نہ کر کہ مناجات میں نجات صریح
۳۔ معانی شکر خدا کر نہ کر توں غم ہرگز | نبیؐ کے نانو تھے آتا تجھے خوشی کا سراغ
۴۔ یے سرفرازی بس ہے دو جگ منے معانی | تج سیس پر لکھا ہے اسم محمدؐ اللہ
۵۔ تج تخلص ہے معانی معنی کے گنج سوں بھریا | تو محمدؐ میم تھے پایا دو عالم کا سریر

معانی نے اپنے قصیدوں میں جہاں کافی وضاحت کی گنجائش ہوتی ہے، اپنی بادشاہت اپنے نام اور اپنے تخلص کو مختلف شعروں میں واضح کر دیا ہے۔ مثلاً عید قرباں کے قصیدے کے حسب ذیل تین شعر قابل ذکر ہیں :۔

تج محمد نانوں تھے سہتا ہے تاج احمدی | دو بزرگی دیکھ پک پڑتا ہے خاقاں عید کا
بخت و دولت تخت چو پھر چوک جوڑ ہے ہے سدا | اس خوشی سے رات دن گرچے سوا یواں عید کا
اس قصیدے پر معانی عید جم قربان ہے | نیں کیا ہے آج لگ یوں کوئی درافشاں عید کا

اسی طرح ایک اور قصیدے کے حسب ذیل شعر بھی قابل مطالعہ ہیں جن میں پہلے قطب شہ کا تخلص استعمال کرتا ہے اور آخر یعنی مقطع میں معانی کا :۔

نظر ہے مصطفیٰ ہور مرتضیٰ کا قطب شہ اوپر | کہ دشمن کی پشانی پر لکھے حرف پشیمانی
انوں کے دشمناں اوپر ازل سے لعن واجب ہے | اگر ہوئے سمرقندی بخارائی و ملتانی
نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشیا ہے توں تج کوں | معانی شعر تیرا ہے کہ یا ہے شعر خاقانی

اب چند ایسے شعر پیش کئے جاتے ہیں جن میں محمد قلی نے اپنے نام یا لفظ قطب کے ساتھ لفظ معانی کی قریب ترین شکلیں استعمال کی ہیں مثلاً:۔

اب پوچھے گا قطبِ معنی حال کیوں — قبلہ کوں اس کام میں میخانہ کیتا

ہر مکس میں مست ہر یک دھات ہے — قطبِ معنا مست از روزِ الست

مج محمدؐ ناؤں ہے معنی سو بولیا راستی — آؤ خوش یا ناؤ خوش ہے نام میر آفتاب

آخر میں ہم ایسے مقطعے پیش کر دیتے ہیں جن میں معانی اور قطب دونوں تخلص ساتھ ساتھ استعمال کئے گئے ہیں مثلاً:۔

[illegible]ے قطبِ معانی کہ تیرا قطب خطاب ہے — کر شکر خدا پر کہ قرار ہے سو ستارا

فلک سارے سکل تارے اپن رغبت سوں واں ہیں سب — سدا قطب سعادت کا معانی تج دیا ہے اب

سب دہرنہ کہہ تو قطب معانی کہ عاشق ہوں — اپے حال نیر الطور سوں فریاد کرنہ ہے

[illegible] ورد ہے دعا کا کوٹ چوگرد ہے — معانی قطب تجہ بر د ہے علیؑ کا حب حصاری ہے

قطب زماں معانی بس کر بڈی کی کہانی — شیطان کی ہے نانی آپس کوں آپ جالی

معانی قطب شہ کس دہرنہ کہہ رمز نہاں ہیو کا — کہ ہے جو سرِ مجلس کا سو سچلا حور دستاب

اس تمام بحث کے بعد اب کسی شبہ کی گنجایش باقی نہیں رہتی کہ معانی محمد قلی قطب شاہ ہی کا تخلص تھا اور یہ دیوان محمد قلی کا ابتدائی دیوان ہے۔

اس دیوان میں زیادہ تر غزلیں اور مختصر قصیدے درج ہیں جو غزلوں کی شکل میں ردیف وار درج ہیں۔ مثنویاں، ترجیع بند مرثیے اس میں شامل نہیں ہیں۔ یہ [illegible] دیوان ہے۔ کلیات نہیں ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ کلیات بادشاہ کی زندگی میں مرتب ہی نہ ہوا ہو چونکہ یہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کا قدیم ترین دیوان ہے اور خود مصنف کی زندگی میں لکھا گیا ہے اس لئے ہم نے اس کو کلیات کے مقدمے میں یا خود کلیات میں [illegible] قدیم یا حرف ق سے ظاہر کیا ہے اس میں ۲۴۹ غزلیں، قصیدے اور قطعے درج ہیں اور جملہ تعداد اشعار ۱۹۱۸ ہے۔ یہ دیوان مطلا و مذہب اور مصور ہونے کی وجہ سے بھی [illegible] اہمیت رکھتا ہے۔

اس دیوان کی تاریخی اہمیت کے پیش نظر ہم اس کی ردیف وار تفصیل اصل ترتیب کے ساتھ معہ قافیہ و ردیف یہاں درج کرتے ہیں۔ (نوٹ صرف پہلے شعر یا مطلع کے قافیے اور ردیفیں درج ہیں)

(۱) ۳۶ غزلیں وغیرہ ۳۳۶ اشعار	پایا ۔ بجایا	آسے نا ۔ پاسے نا
شتاب تاب تھا ۔ آفتاب تھا	آیا ۔ پایا	پائیا ۔ چھائیا
کام دیوے گا ۔ جام دیوے گا	کنعاں غم نہ کھا ۔ گلستاں غم نہ کھا	پیارا ۔ ادھارا
پیارا ۔ ہمارا	جا ہی کرن سکتا ۔ شاہی کرن سکتا	ٹھارا ۔ نثارا

لگیا ۔ گیا

ویایا ۔ پایا

موتین پیا ۔ روتین پیا

دوا ۔ شفا

وفا ۔ جفا

کنارا ۔ ہمارا

خدادیتا ۔ نوادیتا

پیالا ۔ دالا

سیوا ۔ نیوا

سلطاں عید ۔ ساماں عید کا

عید کا ۔ امید کا

آیا ۔ سنایا

جاں عید کا ۔ گلستاں عید کا

بن عید کا ۔ دھن عید کا

خوشی کا ۔ عسلی کا

چال کیوں؟ ۔ مے خانہ کیتا
(ناقص الاول)

جام لیا ۔ مدام لیا

صبا ۔ بلا

کرتوں؟ ۔ سہایا (ناقص الاول)

یار جانی کا ۔ راز نہانی کا

ستاب تھا ۔ آفتاب تھا

جگت سارا ۔ شر فدارا

یکبارا ۔ ٹھارا

عالم کا ۔ آدم کا

افسانہ کیتا ۔ دیوانہ کیتا

ب

(۱۰ غزلیں وغیرہ ۔ ۱۷۸ اشعار)

کیا ہے اب ۔ ساقیا ہے اب

آئے طالب ۔ ولاے طالب

زرد و شتاب ۔ ہور و شتاب

جواب ۔ حجاب

بن میں عجب ۔ گلشن میں عجب

آب ۔ شراب

مستجاب ۔ ثواب

نقاب ۔ باب

شراب ۔ کباب

شراب آلوداب ۔ شاب آلوداب

ت

(۱۶ غزلیں وغیرہ ۱۳۵ اشعار)

دولت ۔ بولت

کام دیت ۔ جام دیت

کجن مست پری مست ۔ گلگن مست پری مست

مست ۔ پرست

لیایا لبنت ۔ آیا لبنت

بہشت ۔ کنشت

پرست - دست

مست - بدست

ہات - بھلات

صحبت - قدرت

شکایت - حکایت

رات - بات

کھلیا بسنت - چھڑکیا بسنت

بات - کھلات

ث

(۸ غزلیں وغیرہ - ۵۶ اشعار)

بتخانہ ہے باعث - میخانہ ہے باعث

کیا حوادث - ہیا حوادث

اچھو وارث - سنو وارث

حارث - وارث

مے غیاث - لے غیاث

مدام بحث - کلام بحث

کھولو حدیث - بولو حدیث

کام عبث - دام عبث

ج

(۹ غزلیں وغیرہ - ۶۷ اشعار)

تا بوج - نا بوج

آج - حاج

آج - تاج

جاناں کا احتیاج - رضواں کا احتیاج

آج - کاج

خیال تج - خال تج

بالاں کج - ہلالاں کج

دکھو رنج - نکو رنج

رنج - گنج

چ

(۲ غزلیں - ۱۵ اشعار)

کچ - رچ

ناچ - پاچ

ح

(۸ غزلیں وغیرہ ۵۵ اشعار)

مباح - نجاح

سوا صبح - دعا صبح

صحیح - قبیح

بات صحیح - مات صریح

صبوح - نصوح

دعائے قدح - برائے قدح

سمن مجروح - تن مجروح

جیا روح - دوا روح

خ

(۵ غزلیں وغیرہ ۳۶ اشعار)

روے فرخ ۔ موے فرخ
شاخ ۔ سنگلاخ
ڈلناگستاخ ۔ ہمناگستاخ
دہن تلخ ۔ سخن تلخ
نواتلخ ۔ حیاتلخ

د

(۱۱ غزلیں ۔ ۹۱ اشعار)

انند ۔ بلند
کلہ قند ۔ بند بند
ہلال عید ۔ وصال عید
آیاجیوں نواچند ۔ لگایاجیوں نواچند
سنایاعیدبکرید ۔ آیاعیدبکرید
فریاد ۔ آزاد
بنیاد ۔ فریاد
فریاد ۔ داد
فریاد ۔ افتاد
پدید ۔ عید
ورد بیورد

ر

(۲۳ غزلیں وغیرہ ۔ ۴۰ اشعار)

منورکر ۔ درکر
غدیر ۔ کبیر
یار ۔ دار
یار ۔ دلدار
پرور ۔ سرور
پرکار ۔ یکبار
منور ۔ بھر
اہیر ۔ کبیر
نظر ۔ خبر
اپ کر ۔ زرکر
سنگاراں کر ۔ دھاراں کر
پیکر ۔ گھر
بار ۔ زار
باہر ۔ ذاکر
غدیر صغیر
نوبہار ۔ اختیار
نظر ۔ قمر
خانہ کر ۔ بہانہ کر
پیک آیابھار ۔ جیک آیابھار
ڈر ۔ گھر
نور ۔ سنپور
آرام پر ۔ جام پر
پورکر ۔ دورکر

ز

(۱۴ غزلیں وغیرہ ۔ ۲۷ اشعار)

جانی ہنوز - پہچانی ہنوز
خیز - گلریز
درباز - نماز
جاوداں ہم عید و ہم نوروز - عیاں ہم
عید و ہم نوروز

س

(۳ غزلیں - ۱۶ اشعار)
پاس - الیاس
کہنا ہوس - سننا ہوس

ش

(۱ غزل - ۱۹ اشعار)
سرکش - ترکش

ص

(۱ غزل - ۷ شعر)
خاص - اخلاص

غ

(۱ غزل - ۹ شعر)
داغ - باغ

م

(۶۱ غزلیں وغیرہ - ۵۱ شعر)
بھگاو دوتم - ہگاو دوتم
نام - کام
کام - جام
کرم - علم
نام - صیام
دام - نام

ن

(۲۷ غزلیں وغیرہ - ۲۱۴ شعر)
دورتوں - فغفورتوں
آب سوں - شباب سوں

بستاں - دستاں
غمخورکوں - انورکوں
جاں سو کرتے ہیں - فرماں سو کرتے ہیں
ہندوستاں کوں - ناداں کوں
شکرستاں سوں - راساں سوں
روں روں - گرووں
بے دیں - آبیں
ارغواں - جواں
چمن - یوں
رتن - جتن
کماں - دستاں
نہالاں سوں - جاناں سوں
نین - سمن
خار اچھیں - سرشار اچھیں
نوراں سیتیں - حوراں سیتیں

لیایا بسنت بکریدسوں ۔ بھایا بسنت بکریدسوں

خوشیاں ستیں ۔ نوراں ستیں

بھوماں سوں ۔ پرماں سوں

خوشیاں سبھی اس عید میں

نھاٹیاں سبھی اس عید میں

پلاتی منیج کوں ۔ سہاتی منیج کوں

ناداں سوں ۔ تاناں سوں

گاویں ۔ بجاویں

عشرت کیتے ہیں ۔ صحبت کیتے ہیں

ادھار سوں ۔ نادار سوں

اپنے میں ۔ چپنے میں

و

(۹ غزلیں وغیرہ ۔ ۱۶۷ اشعار)

پیریری عجائب سوں ۔ تیری عجائب سوں

نوجواں کرو ۔ جاں کرو

محبوب دکھو ۔ خوب دکھو

بو ۔ مو

کو ۔ تو

سناؤ ۔ پلاؤ

خوشیاں کرو ۔ مہماں کرو

کھاؤ ۔ بجاؤ

گاؤ ۔ بجاؤ

ہ

(۱۰ غزلیں وغیرہ ۔ ۷۷ اشعار)

چہرہ ۔ ہردہ

ناہ ۔ گاہ

اللہ ۔ پناہ

آگاہ ۔ گمراہ

دلخواہ ۔ سحرگاہ

آشیانہ ۔ خانہ

نگاہ ۔ درگاہ

آیا برس گانٹھ ۔ لیایا برس گانٹھ

آیا برس گانٹھ ۔ پایا برس گانٹھ

آیا برس گانٹھ ۔ سہایا برس گانٹھ

ی

(۶۰ غزلیں وغیرہ ۔ ۳۴۴ اشعار)

نکلے ۔ سکلے

بہاری ہے ۔ ساری ہے

کنعاں تھے ۔ بستاں تھے

راتی ۔ مہانی

میزبانی ۔ شہانی

ٹھکتی کھڑی ۔ ہٹکتی کھڑی

بھرانی ۔ پھرانی

آئی ۔ پلائی

کھلائی ۔ جھلائی

ملے ۔ کھلے	بھایا دسے ۔ سہایا دسے	جام پی نے ۔ مدام پی لے
لے ۔ برے	کنکھری ۔ گگسری	ناشاد کرتہ ہے ۔ بیداد کرتہ ہے
گاتی ہے ۔ سہاتی ہے	ساری ۔ سنگاری	سنگاون جو نا اچھے ۔ انگاون جو نا اچھے
کھڑی ۔ زرزری	باندے ۔ باندے	یار خوش ندیسے ۔ جھار خوش ندیسے
آنپا سر نجھے ۔ جھمکا ئیا سر نجھے	مومناں کا عید ہے ۔ دوستاں کا عید ہے	نیکادسے ۔ نیکادسے
نین پتلی ۔ یون پتلی	آوے ۔ دکھاوے	گلالی ۔ لالی
گری تھے ۔ کری تھے	لیایا ہے ۔ آیا ہے	جھلتے ۔ کھلتے
پری ۔ استری	ہمارے ۔ تمارے	دوری ہے ۔ صبوری ہے
بھیری ۔ گوری	تماری ۔ واری	علم پکڑے ۔ حشم پکڑے
قطب شہ سوں مل رہی ہے اے کوئی	آتی اہے رے ۔ بھاتی آہے رہے	تیری ۔ دیری
بھید ہے ۔ خورشید ہے	دکھاتی جگاتی	بدمنے ۔ پدمنے
پلاتی ہے ۔ دکھاتی ہے	بناتی اہے ۔ لکھاتی اہے	نگاری لگی دسے ۔ سنگاری لگی دسے
ساجے ۔ باجے	بھاوے ۔ جاوے	خاقانی مجھے ۔ سلطانی مجھے
کھول ساجے ۔ مدن کے باجے	شوانی ۔ تہانی	مدعا ہے ۔ روا ہے
دیپائے ۔ پلائے	بہالے جائے ۔ جالے جائے	قمر ہے ۔ ثمر ہے

کھلاتے ۔ پلاتے	دور کر ساقی ۔ پرنور کر ساقی	سات ہے ۔ دھات ہے
نور تھے ۔ پور تھے	دھن کے ۔ من کے	بہانے جائے ۔ جانے جائے

اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس قدیم ترین دیوان میں حروف ذ ۔ ض ۔ ط
ظ ۔ ع ۔ ف ۔ ق ۔ ک ۔ گ اور ل کی ردیفوں میں غزلیں موجود نہیں ہیں ۔ یہ نہیں معلوم
ہوسکتا کہ ان ردیفوں میں بادشاہ نے اس وقت تک غزلیں لکھی [illegible] غزلیں
درج تھیں اور بعد کو جلد سازی کے وقت تلف ہوگئیں ۔

کتب خانہ نواب سالارجنگ بہادر کا دوسرا نسخہ

نواب سالارجنگ بہادر کے کتب خانہ کا دوسرا نسخہ بھی شاہی ہے اور بادشاہ کی
وفات کے بعد مرتب ہوا ہے اور بہت ممکن ہے کہ سلطان محمد قطب شاہ نے ۱۰۲۲ھ
میں جو نسخے مرتب کرائے (اور جو ٹیپو سلطان کے اور دیگر کتب خانوں میں موجود تھے)
ان کے ساتھ کا ہو ۔ یہ ناقص الاول ہے اس لئے مثنویاں طویل قصیدے اور ترجیع بند
اس میں شامل نہیں ہیں البتہ رباعیات مکمل حالت میں موجود ہیں ۔ ہمارے مرتب کردہ
کلیات میں جن جن نظموں کے آخر میں ج لکھا ہے وہ اسی دیوان سے ماخوذ ہیں اور جو غزلیں
قدیم دیوان میں نہ مل سکیں وہ اسی سے حاصل ہوئی ہیں ۔ چونکہ اس میں قدیم دیوان کے مرتب
ہونے کے بعد کا کلام بھی درج ہے اور مصنف کے جانشین نے اس کو مرتب کیا ہے اس لئے

ہم نے اس کو مقدمہ میں یا کلیات میں نسخہ جدید یا حرف ج سے یاد کیا ہے۔

نسخۂ قدیم اور نسخۂ جدید کا نمایاں فرق یہ ہے کہ پہلے میں شاعر کا تخلص اکثر معانی درج ہے اور دوسرے میں اکثر قطب شاہ۔ اس وجہ سے ابتدا میں یہ خیال ہوا کہ شاید پہلا سلطان محمد قلی کا کلام ہے اور دوسرا سلطان محمد قطب شاہ کا لیکن بعد میں تحقیق سے پتہ چلا کہ دونوں کلام ایک ہی مصنف کے ہیں۔ کیونکہ نہ صرف متعدد نظمیں اور غزلیں دونوں میں مشترک ملیں بلکہ جن مقطعوں میں پہلے دیوان میں معانی درج ہے انہی میں دوسرے دیوان میں قطب شاہ لکھا گیا ہے مثلاً صرف چند مقطعوں کے مصرعے نمونے کے طور پر لکھے جاتے ہیں۔

قدیم دیوان	جدید دیوان
معانی سب شہاں میں ہے شہنشاہی خدا کا	قطب شہ سب شہاں میں ہے شہنشاہی خدا کا
معانی شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست	قطب شہ شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست
پیا کا حسن معانی ہے جگ میں جیوں اقتار	پیا کا حسن قطب شہ ہے جگ میں جیوں اقتار
اے معانی توں چھپا کر کاہے پیتا ہے شراب	اے قطب شہ توں چھپا کر کاہے پیتا ہے شراب
معانی ترا زرگری کوئی نہ بوجھیں	قطب شہ ترا زرگری کوئی نہ بوجھیں
شکر ایزد کر معانی رات دن آنند سوں	شکر ایزد کر قطب شہ رات دن آنند سوں
معانی رہا ترک کر عیش سوں اچہ	قطب شہ رہا ترک کر خوش اچھیں جم

معلوم ہوتا ہے کہ خود سلطان محمد قلی نے آخر کو معانی کی جگہ قطب شہ تخلص کو ترجیح دی تھی اس لئے پہلا دیوان مرتب ہونے کے بعد جو کچھ لکھا وہ اسی تخلص سے لکھا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی وفات کے بعد سلطان محمد نے اس کا کلام مرتب کرتے وقت ہر جگہ سے معانی نکال کر قطب شہ ڈالدیا ہو۔

یہاں یہ امر بھی واضح ہو جانا چاہیئے کہ سلطان محمد قلی بعض وقت دونوں تخلص استعمال کرتا تھا جس کی مثالیں گزشتہ نسخے کے تذکرے میں لکھی جا چکی ہیں ایسے اشعار جن میں دونوں تخلص استعمال کیے گئے ہیں اس نسخہ میں بعینہ موجود ہیں۔

معانی تخلص کے علاوہ سلطان محمد قلی ایک اور تخلص ترکمان بھی لکھا کرتا تھا اور سلطان محمد قطب شاہ نے ترتیب کلیات کے وقت جہاں لفظ معانی کو قطب شاہ سے بدل دیا ترکمان کے تخلص کو بھی متروک کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ قدیم دیوان میں ایک شعر ہے

جا نقتے دارو سکیاں درد کا   نیہہ دوا ہو سے ترکماں ان کے دست

یہ شعر اس دیوان میں بھی موجود ہے لیکن اس میں لفظ ترکماں موجود نہیں ہے بلکہ مصرعہ ثانی کو یوں بدل دیا گیا ہے ع   نیہہ دوا ہے سے نہ ہر گز ان کے دست

دیوان کے ان دونوں نسخوں کے مشترک کلام میں اگرچہ زیادہ اختلاف نہیں ہے تاہم بعض جگہ کافی فرق پیدا ہو گیا ہے۔ ذیل میں ایک غزل درج کی جاتی ہے جس کے اختلاف بطور نمونہ کام دیکھتے ہیں

ہم نے کلیات کی ترتیب کے وقت ان اختلافات کو انضباط کے ساتھ حاشیوں پر یا الفاظ کے نیچے ہی ظاہر کر دیا ہے۔ اس لئے یہاں صرف یہ ایک غزل کافی ہے:۔

قدیم دیوان	جدید دیوان
تج شہر کا سو کیا ہے پری بول منج کوں نام	بعینہ
احرام اس کا باندھوں لگا ہور پکڑوں گا صیام	
جن نام و ننگ نا بو مجھے دو گن دکھیان کا	جن نام و ننگ نا بو مجھے وو کاں دکیان کا
کن نا بوجھے سو عقل انوں کا سبھی ہے خام	جے نا بوجھے سو عقل انوں کا سبھی ہے خام
ایسا پلا شراب کہ سب دل تھے جائے دھوئے	بعینہ
وو نقش کار قوم کریں میرے دل مدام	وہ نقش کا نگار کریں میرے دل مدام
انگار رہ خاک یاد کیا تج تو جیو دیا	بعینہ
جب تجھے دیکھیا ہوں تو تجھے کیا ہوں تجھے سلام	جیو دیکھ اس پہ بھیجیا ہوں توں آپنا سلام

(اس کے بعد دو شعر بعینہ دونوں نسخوں میں درج ہیں)

قدیم دیوان	جدید دیوان
دوڑا یا ہے عقل جتا اتنا دوڑیا	دوڑا یا ہے عقل جتا اتنا دوڑیا
دوڑائے نا تو بھی دیوے دشنام میرا کام	بعینہ
اے پند گو معاقی کو کیا پند کہتے ہیں	اے پند گو قطب شہ کوں کیا پند کہتے ہیں
اس کام باج آپ پہ کیا ہے سبھی حرام	بعینہ

اس سلسلے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تبدیلی خود سلطان محمد قلی نے بعد کو اپنے کلام میں پیدا کی یا اس کے بعد اس کے جانشین اور مرتب دیوان سلطان محمد قطب شاہ نے اپنے چچا کے کلام پر نظر ثانی کی۔ چند مثالیں ایسی ہیں جن سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ شائد سلطان محمد نے بعض لفظ بدل دئے ہوں۔ چونکہ وہ چچا کے مقابلے میں زیادہ پابند مذہب اور متقی تھا اور عیش و عشرت

کی طرف مائل نہ تھا اس لئے ممکن ہے ذیل کے مصرعہ میں عیش کو خوشی سے بدل دیا ہے۔

ع معانی ریا ترک کر عیش سوں اچھ کا نسخہ جدید ع قطب شہ ریا ترک کر خوشی اچھیں جم

بعض اشعار میں تبدیلی کی وجہ سے شعر میں کسی نہ کسی طرح کی خوبی پیدا ہو گئی ہے اس قسم کی چند مثالیں درج ذیل ہیں :۔

قدیم دیوان	جدید دیوان
(۱) عاشقاں کے شعر تھے جگ نگ اٹھے	عاشقاں کے شعر جگ میں جگ جگے
میری آہ کا آگ جیوں ہے آفتاب	ان اساساں روشنی ہے آفتاب
(یعنی عاشقوں کے شعر سے چمک اٹھے	(یعنی عاشقوں کے شعر دنیا میں ہمیشہ
کیونکہ میری آہ کی آگ آفتاب کی طرح ہے)	رہتے ہیں اور ان کی آہوں سے آفتاب کو روشنی ملتی ہے)
(۲) نظر تج یہ ہے کیا تماشہ کا حاجت	نظر تج یہ ہے کیا تماشہ کا حاجت
نہیں سبز خط آگے چنپا کا حاجت	نہیں سبز خط انگے خضر اکا حاجت
(۳) طبیباں کریں منج کوں بالی سوں دارو	طبیباں کریں تس کوں بالی سوں دارو
کہ بالی ہیں ہو ہت ہے بالا کا حاجت	کہ اس بالی کوں نہیں ہے بالا کا حاجت
(۴) ہمن مدعا مدعی نہ بوجھے کچھ	ہمن مدعا مدعی نہ بوجھے کچھ
نکو بحث کرنیں ہے اعدا کا حاجت	نکو بحث کرنیں ہے غوغا کا حاجت

یہ کہا جا چکا ہے کہ ابتدا میں خیال تھا کہ یہ دیوان محمد قطب شاہ کا ہوگا نہ کہ محمد قلی کا اور اسی خیال سے نمائش یوم ولی میں اس کو سلطان محمد کے دیوان کے نام سے پیش کیا گیا اور مطبوعہ فہرست مخطوطات نمائش ولی میں بھی وہ اسی نام سے درج ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔

مندرجہ بالا دلائل کے علاوہ ایک اور دلیل بھی ہے جس کی وجہ سے یہ دیوان محمد قلی ہی کا ثابت ہوتا ہے۔ قلی کے معنی غلام کے ہیں۔ اور محمد قلی سے مراد غلام محمد۔ چنانچہ سلطان محمد قلی نے اپنی اس غلامی پر ہر جگہ فخر کیا ہے۔ اور اپنے اشعار میں صاف صاف محمد قلی لکھنے کی جگہ "غلام محمد" یا محمد کا غلام لکھا ہے۔ اگر یہ دیوان سلطان محمد قطب شاہ کا ہوتا تو وہ اس لفظ غلام پر اتنا زور نہ دیتا کیونکہ اس کا نام محمد سلطان مرزا تھا اور لقب سلطان محمد قطب شاہ۔ اس طرح سے اس کے نام یا لقب کو قلی یا غلام کے لفظ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ خاندان قطب شاہیہ کا پہلا بادشاہ ہے جس نے اپنے نام کے آگے قلی کا استعمال نہیں کیا حالانکہ اس کے جملہ پیش روؤں نے اس کا التزام کیا تھا۔ مثلاً محمد قلی، ابراہیم قلی، سبحان قلی، جمشید قلی اور سلطان قلی۔ سلطان محمد قطب شاہ نے اپنے لقب کے ساتھ لفظ قلی اس لئے استعمال نہیں کیا ہوگا کہ

۱۔ اس کے باپ کا نام محمد امین (ابن ابراہیم قلی قطب شاہ) تھا نہ کہ امین قلی

۲۔ وہ تخت نشینی کے بعد بھی اپنے پیش روؤں کی طرح اپنے نام محمد یا سلطان کے آگے قلی کا لفظ نہیں بڑھا سکتا تھا کیونکہ خود اس کے پیش رو کا نام محمد قلی تھا اور سلطان قلی بانی سلطنت کا نام تھا۔ اور ممکن ہے کہ التباس سے بچنے اور اپنی انفرادیت قایم رکھنے کے لئے اس نے ان دونوں سے علحدہ لقب اختیار کیا ہو۔ یا چونکہ اس کی والدہ سیدہ تھیں اس لئے خود کو اپنے پیش روؤں سے ممیز کرنے اور اپنے سے ایک نیا سلسلہ شروع کرنے کی خاطر اس نے خود کو بغیر لفظ قلی کے

التزام کے مشہور کیا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد دونوں بادشاہوں (عبداللہ قطب شاہ اور ابوالحسن قطب شاہ) نے بھی قلی کا لفظ استعمال نہیں کیا۔

غرض یہ دیوان محمد قلی ہی کا ہے کیونکہ اس میں جگہ جگہ لفظ قلی کی مناسبت سے محمدؐ کی غلامی پر زور دیا گیا ہے نیز ایک شعر میں شاعر نے اپنا پورا نام بھی لکھ دیا ہے یعنے ؎

سدا ہے داس محمد قلی محمدؐ کا　　　علیؑ کی مہر ستی سکھ انند پائے آج

۷۔ سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں ایک قدیم نسخے کے مختلف اوراق

کلیات محمد قلی پر کام کرنے کے اثنا میں نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانے میں کلیات محمد قلی کے چند اوراق داخل ہوئے جو پہلے دو دیوانوں سے بالکل مختلف تقطیع کے کسی قدیم مطلا و مذہب نسخے کے منتشر اوراق معلوم ہوتے ہیں۔ ان سے چند نئی غزلیں اور مرثیے دستیاب ہوئے اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی کے دیوان کی کئی نقلیں کی گئیں تھیں جو اب تک موجود ہیں۔

۸۔ کتب خانہ آغا حیدر حسن صاحب۔

یہ نسخہ حال کا نقل کیا ہوا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر ہی کے پہلے دیوان کی نقل ہے۔ میں آغا صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اپنا نسخہ عرصے تک میرے استعمال کے لئے وقف کر دیا تھا۔

———— ❁ ————

کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

پہلا حصّہ

نظمیں

نظموں کی تفصیلی فہرست

(۲۲۰ نظمیں اور ۱۶۳۹ اشعار)

(۱) حمد (۵ نظمیں۔ ۱۳۵ اشعار)

(۲) نعت (۵ نظمیں۔ ۴۳ اشعار)

نوٹ۔ ج سے مراد دیوان جدید اور ق سے مراد دیوان قدیم ہے۔

(۳) **منقبت** (۶ نظمیں - ۴۰ اشعار)

(۴) **مدح حضرت بی بی فاطمہؓ** (۲ نظمیں - ۱۴ اشعار)

(۵) **شاعر کا مذہب** (۲ نظمیں - ۱۰ اشعار)

(۶) عید میلاد نبی (۶ نظمیں ۴۵ اشعار)

(۷) عید بعثت نبی (۵ نظمیں ۔ ۳۷ اشعار)

(۸) شب معراج (ایک نظم ۔ ۵ شعر)

(۹) عید سوری (۵ نظمیں - ۳۵ اشعار)

(۱۰) عید مولود علی (۹ نظمیں - ۶۶ اشعار)

(۱۱) عیدِ غدیر (۸ نظمیں ۔ ۶۲ شعر)

(۱۲) شب برات (۱۰ نظمیں ۔ ۷۷ اشعار)

(۱۳) ہلال عید و عید رمضاں (۱۱ نظمیں ۔ ۸۹ اشعار)

(۱۴) بقر عید (۹ نظمیں ۔ ۶۸ اشعار)

(۱۵) نوروز (۳ نظمیں ۔ ۲۱ شعر)

(۱۶) بسنت (۷ نظمیں - ۵۲ اشعار)

(۱۷) دوسری عیدیں (۴ نظمیں - ۲۸ اشعار)

(۱۸) سالگرہ (۱۰ نظمیں - ۸۶ اشعار)

(۱۹) جلوہ اور دیگر رسوم (۸ نظمیں - ۵۲ اشعار)

(۲۰) لوازمات شاہی (۶ نظمیں۔ ۵۲ اشعار)

(۲۲) کھیل (۳ نظمیں۔ ۱۸ اشعار)

(۲۳) محلات شاہی (۶ نظمیں ۵۸ اشعار)

(۲۴) بارہ پیاریاں (۳۸ نظمیں۔ ۲۶۱ اشعار)

(۲۵) دوسری پیاریاں (۱۰ نظمیں۔ ۷۴ اشعار)

(۲۶) ناز (۹ نظمیں ۶۶ اشعار)

(۲۷) نیاز (۶ نظمیں ۴۸ اشعار)

(۲۸) افسانہ محبت (۷ نظمیں ۵۱ اشعار)

(۲۹) متفرق۔ (۴ نظمیں۔ ۲۳ اشعار)

حمد

چندر سور تیرے نور تھے، نس دن کوں نورانی کیا
چاند سورج سے رات

تیری صفت کن کر سکے، توں آپی میرا ہے جیا
کون تو آپ ہی روح

تج نام منج آرام ہے، منج جیو سوں تج نام ہے
تیرا (تجھ) میرا (مجھ) روح تیرا

سب جگ کوں تجھ سوں کام ہے، تج نام جپ مالا ہوا
دنیا سے تیرا

تج یاد میں جگ موہیا، ہے جگ اُپر تیرا میا
تیری دنیا فریفتہ ہے محبت

جو جگ منگے سو توں دیا، توں ہی جگت کا ہے دیا
دنیا مانگے تو

جیتا ہوں تیری آس تھے، آیا ہے رحم آکاس تھے
سے سے

جے کچ منگوں تج پاس تھے، سو ہے سو منج کوں توں دیا
جو کچھ مانگوں تجھ سے مجھے تو

بہوت تِک میا سیتے اپن، دیتا قطب کوں سب دُکھن
بہت ہی محبت سے خود ہی

سیسوں نبی کا نت چرن، جب لگ ہے تن ماہنے جیا
سر پر ہمیشہ قدم تک جسم میں روح

(ق)

(۲)

بندا ہوں گنہ گار خدا میرا گنہ بخش — تج لطف کیرا فیض خدا منج کوں سدا بخش

(بندہ — تیرے کا مجھ کو)

تج لطف تھے موجود ہوا جیو سبھی ہیں — اپ رحم کے نوراں سوں مرے دل کوں جلا بخش

(تیرے سے روح سے — اپنے سے)

دھریا ہے دو جگ پر توں میا عام ولیکن — اپ مہر کے آدہار سوں منج فیض خدا بخش

(دھرا عالم محبت — اپنے سے مجھے)

منج جیو کے پھل بن کوں کر اپ شوق سوں تازہ — منج نین کے درپن کوں اپس مکھ تھے صفا بخش

(میرے دل پھول بن کو اپنے سے — میری آنکھ آئینہ کو اپنے چہرہ سے)

یک جیب سوں کرتا ہوں تجے شکر ہزاراں — ۱۰ — بھی شکر کرن منج کوں تو توفیق نوا بخش

(ایک زبان سے تیرے — پھر کرنے کے لئے مجھے ہی)

منج بخت کے تارے کوں سدا رکھ توں جھلکتا — منج عیش کے سورج کوں سو دن دن توں ضیا بخش

(کو تو — میرے روز بروز تو)

صدقے نبی کے قطب کوں اپ لطف میا تھے — دکھ درد سبھی دور کر ہور سکھ شفا بخش

(میرے اپنے محبت سے — اور آرام (ج))

(۳)

کیا موجود اپنے جود تھے منج جان غمخور کوں — دیا ہے جوت اپنے نور تھے مو طلع الانور کوں

(سے میری — روشنی سے میری)

نہ دکھلاؤں کسی جوہر فرد شاں کوں مرا جوہر — دیا حق روشنی سب جوہراں میں میرے جوہر کوں

خضر ہور چشمہ حیواں ہمیں ہور نیہہ سائیں کا
اور ہم اور عشق
سو مکھ تھے روشنی پایا خبر کر شاہ خاور کوں
رخ سے

اچھوں..... اچھوں ہیں پاٹ تیرا لطف منج بس ہے
رہوں مجھے
لکھیا تج ناؤں منج تر پر ہزاراں شکر داور کوں
لکھا تیرا نام میرے

کیا تج نیہہ کا بارا منجے چوندھر سو سب حیراں
تیرے عشق کی ہوا مجھے چاروں طرف
ہمیں سجدہ کریں دایم ہمارے من کے منبر کوں
ہم دل

کھلیا ہے سب پھلاں میں آج سرتھے ایک پھل تازا
کھلا پھولوں پھر سے پھول
طرہ اس پھول کا گندکر رکھیں اب زیب افسر کوں
گوندھ

گیا سب پھول کا نوبت سو اب اس پھول نوبت ہے
سدا رکھ آپ..... یارب تو اس سرو صنوبر کوں

صرافاں بیٹھے ہیں صرافی سو اب نیہہ کی دوکاں
عشق
ہوے ہیں جال کے پیکے سو دھن تج حسن کے زر کوں ۲۰
پیسے حسین تیرے سونے

معانی کے سو میلے کپڑے نا دیکھو کہ عاشق ہے
نہ
سو کپڑے کاڑ کر دیکھو کہ پکڑیا ہے تمن ور کوں
نکال پکڑا تمہارے (ق)

(۴)

تہیں جگ کا سامیا یا حفیظ
تو ہی دنیا
تہیں جگ کوں سرجائیا یا حفیظ
تو ہی نے دنیا کو پیدا کیا

جو کوئی ہیں درماندے اُن کوں سدا
کو
تہیں کرنے ھارا دیا یا حفیظ
تو ہی والا کرم

ترے دوست کے باٹ کی گرد تھے
راہ سے
دے منج نین کوں توتیا یا حفیظ
میری آنکھ کو سرمہ

جدہاں لگ اہے جیو منج تن منے	جلا منج کوں یا حیا یا حفیظ
جب تک ہے روح میرے جسم میں	تجھے
بہوتیک دردمند ہوں منج کھلا	ترے لطف کا مومیا یا حفیظ
مجھے بہت ہی	
جکچ حال تھا سو کھیا ہوں تجے	کھیا مان میر کھیا یا حفیظ
جو کچھ تجھے	کہا کہا
نبیؐ علیؑ قطب بندے پہ جم	لیا دھر میا ہر میا یا حفیظ
ہمیشہ	لا محبت (ج)

(۵)

مناجات میرا تو سن یا سمیع	منجے خوش توں رکھ رات دن یا سمیع
	مجھے تو
بھلا کر بھلا منج سوں جو ہوے گا ۳۰	برا کر برا منج سوں جن یا سمیع
مجھ سے	مجھ سے
مرے دوستاں کوں توں نت دے جنت	مرے دشمناں کوں اگن یا سمیع
تو ہمیشہ	کو آگ
آبادان کر ملک میرا سو توں	بسا سو توں دے میرا سن یا سمیع
سکل تخت پر میرا یوں تخت کر	انگوٹی پہ جوں ہے نگین یا سمیع
سب کے اسطرح	انگوٹھی جسطرح
مرا شہر لوگاں سوں معمور کر	رکھیا جوں توں دریا میں من یا سمیع
لوگوں سے	رکھا جسطرح تو نے
مُرادات کا جم ترنگ سار قطب	اوسے سار ہت دے عنین یا سمیع
مرادوں ہمیشہ گھوڑا کی طرح	ہاتھ باگ (ج)

نَعتْ

تج مکھ اُجنت کے جوت تھے عالم دنیھارا ہوا
تیرے مُکھ جوت ہے روشنی سے روشن

تج دین تھے اسلام لے مومن جگت سارا ہوا
تیرے سے عالم

یک لک اسی پیغمبراں اُپجے جگت میانے ولے
ایک لاکھ پیدا ہوئے دنیا میں لیکن

تج پر نبوت ہے ختم سب تجھ توں ہی پیارا ہوا
تجھ سے

انبر ترنگ، زیں چند نو اچایک سرنگ تس بیجلی
آسمان گھوڑا چاند نیا اسکی بجلی

سورج کرن پرچم دسے غاشا بدل کا راہوا
نظر آئے بادل

توں ڈر کھلا ہے نرملا پاکھر ستارے جھمکنے

مہور سہی فتراک جوں توں سوں پھراں ہارا ہوا

دھرتی سُرنگیں فرش کی چوندھر سمد جوں حوض ہے
زمین چاروں طرف سمندر مثل

۴۰ چھپّر پلنگ سات آسماں پنکھا سو تج بارا ہوا
تیرا ہوا

جنت کتے تر جگ جس سو یک چمن تج باغ کا
کہتے ہیں عالم تیرے

کرسی عرش تج گھر انگن ہور لامکاں ٹھارا ہوا
تیرا صحن اور مقام

بہوتیک نبی کے چاؤ سوں کیتی کنڈری بھاؤ سوں
بہت ہی سے کرتی سے

سو تس کنڈوری لون میں سمدر ست کھارا ہوا
اس نمک تئیں سمندر

باتاں گھریاں نرملیاں واریا جو تیرے ناؤں پر
سی پاک وصاف نچھاور کیا نام

سو جائے کر آسماں پر ہر یک بچن تارا ہوا
جاکر

صدقے نبی جم راج کر قطبِ زماں آنند سوں
ہمیشہ امن چین سے

قدرت تھے کہکش آئے کر دنیاں کے سوآرا ہوا
کیطرف سے کہکشاں اکر دشمنوں کیلئے

(ج)

(۴)

اسم محمدؐ سے تجے اہے، جگ میں سو خاقانی مجھے

سے ہے دنیا

بندہ نبی کا جسم رہے، سہتی ہے سلطانی مجھے

ہمیشہ ہے زیب دیتی

شاہاں غروری ٹھاؤں تھے، کرتے ہیں اپنی دھاؤں تھے

سے جگہ سے

مستی مری تج ناؤں تھے، کہتی ہیں دیوانی مجھے

تیرے نام سے کرتی

سب جگ بھلے ہیں گیان میں، میں نا بھلوں لاہان میں

عالم بھول گئے عقل

لکھئے ازل بھوبان میں، ہے رازِ پنہانی مجھے

اس ناؤں کی بڑپن جھلک، جُج سربلندی تا فلک

نام مجھے

آکہیں سدا سارے ملک، تو یوسفِ ثانی مجھے

اسلئے تب

کیا ڈر مجھے فرعون کا، ہور سامری افسون کا

اور

موسیٰ عصا زیتون کا، ہے تیغِ ربّانی مجھے

بارا جو ہے شبطان میں، سنجر نے قطبا کان میں

۵۰

امید کے گلدان میں، بارا ہے رحمانی مجھے

شاہاں منے بھومان تھے، کرتا بڑائی حیان تھے
میں بہت سے
سے

اپڑیا علیؑ کے دان تھے، تشریف شاہانی مجھے
حاصل ہوا عنایت سے خلعت
(ق)

(۳)

چاند سورج روشنی پایا تمارے نور تھے
تمہارے سے

آب کوثر کوں شرف تھڈی کے پانی پور تھے
آب ذقن
سے

دل پرم جیپنے تھے دیتا گل صبا کو وصال
محبت کی یاد سے

کیا رضا ہے منج کوں آون یا نہ آؤں دور تھے
مجھ کو

نج نین کی تاب تھے کہہ طور جل سرمہ ہوا
تیری آنکھ سے کوہ

کیوں کمر باندھے بچارا دل تمارے گھور تھے
گھورنا

مکھ تجلی دیکھیا بیداری یا سپنے منے
رخ کی دیکھا سونے میں

نیر نہہ کا منج پلا تیرے ادھر سمدور تھے
آب عشق مجھے ہونٹ کے سمندر سے

کن طرے کا باس اب باد صبا ہت بھیج منج
کان کے خوشبو کے ہاتھ سے میرے پاس

اس دماغ باورے کوں باس دے مسرور تھے
دیوانے

جم مراداں جام ساقی بھرا چھونت بزم ہیں
ہمیشہ ہمیشہ

نامراداں کوں مراد جام دے اُس جور تھے
سے

دل دریا میں غم کی موجاں آوتی ہیں فوج فوج — عشق کے تختے اوپر کیا ڈر ہے طوفاں دور تھے
آتی — کے سے

کب رکھلے گا مدعا کا پھول دل گلزار میں — ناز جیغے سوں مرے دل کوں ڈگاتی دور تھے
کی کلغی سے — سے

عاشقاں تج باٹ میں بسمل ہوئے ہیں بیشمار ۶۰ — عاشق بیچارہ کوں رکھو پیار کے دستور تھے
تیری راہ — سے

اے صبا توں قول لیا تب ہو ویگا دلکوں قرار — حق پرستی منج رقیباں نا بوجھیں اب زور تھے
میری نہ سمجھیں مکر سے

دور ہوں فرسنگ در فرسنگ تیرے وصل تھے — میرے دل کا خیال تیرے شیوے بن تا دور تھے
سے — سے

توں سلیمان ثانی ہے تج برج فیروزی و فتح — مشتری پایا شرف تیری نظر منظور تھے
سے

اے معانی رات دن نام محمد ورد کر — تج دعا با مدعا ہے رتبۂ منصور تھے
تیری — سے
(ق)

(۴)

دیا بندہ کوں حق نبی کا خطاب — حکم دے، دیا نور جوں ماہتاب
مثل

نبی نانو لے کر کسی تھے نہ ڈر — توں رسٹری ہمن دے دندیا کوں سو تاب
نام سے — تو رسی کی طرح دشمنوں کو

حقیقی پیا سوں مجازی سینتیں — جو نسبت کرے گا تو پاوے عطاب
سے کے ساتھ — عتاب

نہ بھاوے منجے پیو بن ہور کچ
پسند آئے مجھے پیا کے بغیر اور کچھ

میں تیری ہوں چیری منجے آپ راب
غلام مجھ سے خود کام لے

نہیں پیم میں کوئی شہنشہ مثال
محبت

صحی مالنے یہ بات کوں شیخ و شاب
صحیح اس

پھرے پیم میداں میں وو شہسوار
محبت کے وہ

سہیلیاں سبھی چو ہیں اس کا رکاب

نبیؐ صدقے ہے تر کماں واس امام
غلام

ہوا و جگت تب سوال و جواب
عالم

(ج)

(۵)

خدا منج مہر سوں آپی نبی صدقے کیا رافع
مجھے سے خود ہی کے

منجے تخت سلیماں جوں وہی آپی دیا رافع
مجھے کی طرح خود ہی

یقیں کر دل میں مانیا ہوں خدا جکوں اپے بیا
مانا خود

وو ہرگز زیر ہوسے نا کیا جس کوں خدا رافع
سکے نہ وہ

جو کوئی دل میں محبت دھر کر رہیا ہے ایماں کا

سو اُس کا ہت پکڑ کر آپ کرتے مصطفیٰ رافع
ہاتھ خود

جو کوئی اُن کی محبت سوں غلام اُن کے کوایا ہے
کہلایا

مدد اُس مصطفےٰ ہے ہور رہے گا وو صدا رافع
مددگار　　(سب؟)　　وہ

نبیؐ کا ایک محبت تھا سو بس کر باٹ پڑتا تھا

بزاں کر آپی کیتے ہیں (سب؟) اس کوں ہنما رافع
بعد ازاں　خود ہی کرتے

کیتک لوگاں سو ہنستے تھے انو کی یک محبت پر
کتنے ایک　　ان

کیتک دل کوں حضوراں کے سو نشہ دولت ہوا رافع
کتنے ایک

محب اُن کے جو کوئی ہیں اُن کوں کچھ ڈر نئیں ہے اے قطبا
کچھ نہیں

اوسے ہم دین و دنیا میں کیا ہے مرتضےٰ رافع

(ج)



مَنْقَبَت

کہنتے ولیاں ہیں شاہ جس سو شہ ہمارے ہیں علیؑ
ولیوں جنکو

پیارے نبیؐ کے جیو کے سوا او پیارے ہیں علیؑ
دل وہ

سورج ولایت کھن کے ہور صاحب سو دنیا دین کے
آسمان اور

جگ کے سنگار ہور عرش کے اپ گو سنوارے ہیں علیؑ
آرائش اور خود

شیر خدا تم ہیں لکر بر حق تمنا مان کر
کہکر سمجھ کر تمکو

سارے نلک تمنا اُپر جیواں سوں وارے ہیں علیؑ
تم پر دل سے

کر لئے تمن مولود کی مہمانی سب رضوانیاں
تمہارے

سب لا مکاں کیرے مکاں سر تھے سنوارے ہیں علیؑ
کے رے پھر سے

جب تھے ہوا جگ میں تمارا نور پرگٹ چو رخت
سے دنیا تمہارا ظاہر چاروں طرف

تب تھے سپت گھن جوت پاکر جھلکن ہارے ہیں علیؑ
سے سات آسمان روشنی جھلکنے والے

۸۰

دیپے من اُن کا جوں گگن دیپے سورج جگتاب سوں

چمکے دل سطح آسمان چمکے سے

جے کوئی تمنارا روپ جو من ہیں چتارے ہیں علیؑ

جو تمہارا دل منقش کرلئے

راکھو تمناری چھانو تل دایم خوشیاں سوں قطب کوں

رکھو تمہاری کے تلے سے

قطب ہور فرزند قطب کے بندے تمارے ہیں علیؑ

اور تمہارے

(ج)

(۲)

آدھار دے آدھار اب، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ

سہارا تجھ

منجکوں سنبھالنہار اب، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ

مجھ کوں سنبھالنے والا تیرے بغیر

سب جگ گدا سلطان توں، تو انبراں کا بھان توں

عالم آسمانوں سورج تو

میرا سو پشتیوان توں، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ

پشتیبان تو تیرے بغیر

سورج ہے درپن ترا، انبر صحن انگن ترا

سورج آئینہ آسمان

گھر لامکاں مسکن ترا، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ

تیرے بغیر

نس دن جیوں تج وصل کر، شاہاں ہیں منج سلطان کر
رات — زندہ رہوں تیرا — مجھے

مشکل مرا آسان کر، تج بن نہیں کوئی یا علی[۴]
تیرے بغیر

کھا نشتراں دل رگ منے، جلتے خوارج اگ منے
(دکی) میں — میں

۹۰

منج کوں سو دونو جگ منے، تج بن نہیں کوئی یا علی[۴]
میرے لئے — عالم میں

اپ پیار تھے اب جم مجے، غم تھے سو کر بے غم مجے
اپنے — سے — ہمیشہ مجھے — سے — مجھے

توں ہیں مدد ہر دم مجے، تج بن نہیں کوئی یا علی[۴]
تو — ہی — مجھے

بندا قطب شہ داس ہیں، بخشش منگوں تج پاس ہیں
غلام — تیرے

پکڑیا ہوں تیری آس ہیں، تج بن نہیں کوئی یا علی[۴]
پکڑا — تیرے بغیر

(۳)

دو جگ کوں جیو دینے سکے حضرت علی سلطان توں
عالم کو زندگی دے سکتا ہے

یک ہات برسے ذوالفقار، یک ہات برسے دان توں
ہاتھ — کرم

کہکش ڈنڈے سورج علم، آسمان اُس کی چھانو سم
کہکشاں ڈنڈا کے برابر
چودہ بہون نج حکم تل جم کرر کا پردھان توں
تیرے
جیو بات سمجن ہار توں، اوتار نور توں ....
دل کی سمجھنے والا
یک ٹھار نہ ہر ٹھار توں، ترلوک کا ایمان توں
جگہ جگہ تینوں عالم
توں سائیں گنونتا مرا، بر لیا سبھی چنتا مرا
خواہش لا
سُن سیو کا کنتھا مرا، سُبحان تھے سُبحان توں
کہانی
حضرت نبی وشٹی کرے، دل قطب نت تج سوں دھرے
نظر ہمیشہ تجھ پر رکھتا ہے
نس دن ترا سیوا کرے، حق گیان کا سو کھان توں
رات کی عقل کان (ج)

(۴)

جیو میا لے سرو قد کھینچا تمارا یا امیر
دل میں تمہارا
ہات میرے سیں پر رکھ کر کرو سب میں گنبھیر
ہاتھ سر گہرا

تم ہمن ہیں قول کیاں باتاں ہویاں تھیاں رات سب

ہم کی ہوی تھیں

رات کیاں باتاں صبا نیں ہیں تمیں روشن ضمیر

کی صبح نہیں تم

بیکس و ناکس ہوں ہیں کس سے کروں پیرت کی بات

محبت

۱۰۰

میرے روں روں خط کوں پڑتا ہے تمارا دل ویر

پڑھتا تمہارا

میں چرا کا نیں بندا، بندہ ہوں تیرے نیہہ کا

نہیں عشق

طالباں میں تم کرو منجکوں حکومت کا وزیر

مجھے

جو کہ کیا دیکھے کہ بائے لعل ادھر پر دانت دنگ

ڈالے ہونٹ

نکلے ہیں یک کھان تھے یاقوت و نیلم بے نظیر

کان سے

تج دیا کرتار جگ میں گوہراں کا کھان سب

تجھے خالق

تو ہوے ہیں سب شہاں روئے زمیں کے تو اسیر

تج تخلص ہے معانی معنی کے گنج سوں بھریا

تیرے سے بھرا ہوا

تو محمد میم تھے پایا دو عالم کا سریر

تیرا کے لیے سے

(ق)

(۵)

دنیا و دین کا حق سنگار یا علیؑ توں
آرائش
سب اولیا کے من کا اسرار یا علیؑ توں
تو

سورج توں تو انبر کا دیوا سو دین گھر کا
تو آسمان (کے) چراغ
پیارا سو پیغمبر کا سچ یار یا علیؑ توں
سچا

سب جگ میں نا نو تیرا ہے یہ چھپا نو تیرا
عالم نام
ہر ٹھانو ٹھانو تیرا اوتار یا علیؑ توں

غلماں بشر جمادے قربان تج پہ سارے
تجھ
سب مدعا ہمارے بر آر یا علیؑ توں
لا

آدھار سا تو گگن کا جیون توں تربہون کا
سہارا آسمان زندگی تو تینوں عالم
جیم پیار ذو المنن کا لینہار یا علیؑ توں
ہمیشہ لینے والا

برحق ولی توں رب کا صاحب سچا ہے سب کا

تو

معراج کی سو شب کا جھلکا یا علیؑ توں ۱۱۰

قطبا گت پایا ہے مولود آج تیرا

گوایا

عشرت انند دے اُن نت آیا یا علیؑ توں

ہمیشہ اوپر (ج)

(۶)

ہے ایراں کا شہنشہ دو جہاں ہیں یا الٰہ

ہور قبلہ میں نہ جانوں منج کوں ہے تیرا پناہ

دوسرا مجھے

میرے دل ہیں بات نیں کچ بات تج بن اے پیا

نہیں کچھ تیرے بغیر

منج اوپر سٹ مہر سوں اپ روشنی کا ٹک نگاہ

مجھ پر ڈال سے اپنی ذرا

ہیں غلامِ حیدرِ کرار کر سب جانتے

بادشاہاں کر غروری سو دیکھیں گے ہوں گے کاہ

غرور سے

دشمن ار منج پر کرے گا دشمنی کی جب نظر
(اگر؟) مجھ
مرتضیٰ کے کھرگ تھے گھر بار اس ہو گا تباہ
تلوار سے (کا)
دھو گناہاں اپنے مصحف کے تلاوت سیتی تو
سے
تج خلاصی تب کرے حضرت دعائے صبحگاہ
تیری کے لئے (کی)
چیر تر نگ مغروری کا جولان دے میدان میں
چڑھ کر گھوڑا
دیکھو ٹک چو پھر کہ بیٹھے ہیں تمہارے داد خواہ
ذرا چاروں طرف
گر کریں گے عدل یک ساعت تمیں بر حکم شرع
تم
بے حساب ارزانی ہو دے گا تمیں کوں بخت و جاہ
تم
سب معانی کے گناہاں بخش اپنے لطف سوں
سے
تیرے در بن مدعا کا در نہیں اے بادشاہ
کے بغیر

(ق)

مدح حضرت بی بی فاطمہؑ

(۱)

ازل تھے بی بی فاطمہ بھاگ ساجے — کہ جلوے د ماے عرش میانے باجے ۱۲۰
سے (دُکھے) — بیں بجے

سُہاگاں کا گل سر ازل تھے بندے ہیں — کہ داؤنی کا پھندنا او باہاں پہ ساجے
گلسر سے باندھے — ان بازووں پر

بی بی فاطمہؓ تائیں اسمان منجے — کہ ناداں گگن کے تو لکھ سال گاجے
کے لئے — آواز لاکھ

اُچائے عرش چو کی بی بی کے تائیں — کہ حضرت بی بیؓ ہیں بیبیاں سیس تاجے
اُٹھائے لئے — بیبیوں کے سرتاج

بی بیؓ ناؤں پر سب ہی قربان ہیں — جگت کے شہاں ہیں توں کر راج راجے
کے نام — عالم بادشاہوں اے راجہ

بی بیؓ فاطمہؓ عرش کے تاج ہیں — اُنن نور تھے حور جنت کی لاجے
اُن کے سے شرمائے

قطب شہ نبیؐ داس نن پن تھے ہے
کا غلام بچپن سے

نوا و ناؤں کے دھاک تھے دندے بھاجے
اس نام رعب سے دشمن بھاگئے

(۳)

گرد گھر بند سب گگھرے گھر کرنے انند میزبانی
فاطمہ بی بی دیئے تشریف مج جم جم تہانی
خلعت مجھے

بخت اُنوں کے ہیں بڑے الحمد للہ شکر کر
ان
چاک ناہوئے تیوں اسپند کرے ہند شانی
نہ اس لئے

قدرتی پھولاں کا سہرا باندے ہیں تج سیس اوپر
باندھے تیرے سر پر
دیکھ مالیاں ہات جوڑے نیں ہیں اپھل بوستانی
دیکھکر ہاتھ کہ نہیں یہ پھول

چاند سورج کے حمائل قرص سہتے ہیں نورانی
۱۳۰ مادے منڈپ چھت تاریاں سوں ہے سچلا آسمانی
تاروں سے سچا

عاشقاں مل عاشقی سوں سب نوے غمزے دکھاویں
سے نئے
ساقیاں پھراؤ تم مجلس منے مے ارغوانی
میں

پاتراں تو ناؤ کے غمزے دکھاویں گھنگرو میں
طوائف
تال دھاری گاونا مند ھکاری شادمانی

بادشاہاں کرتے ہیں اپ مال اُپر جگ میں بڑائی
اپنے پر

مج محمدؐ نانوں تھے ہے تاج و دولت خسروانی
مجھے کے نام سے

شاعر کا مذہب

دو جگ منے منج کوں اہے کرتار معاذ
میں مجھے ہے خالق

بندا ہوں اُسی کا وہی ہر ٹھار معاذ
جگہ

امت ہوں محمدؐ کا کروں شکر خدا

تو ہے منجے جسم احمد مختار معاذ
اسلئے مجھے ہمیشہ

پایا ہوں ملک کوٹ اُنن پیار تھے میں
قلعہ ان کے سے

منج کوں ہے سدا حیدرؑ کرار معاذ
میرے لیے

پنجتنؑ کا منجے داس کیا پیار تھے حق
مجھے غلام سے

پنجتنؑ ہیں ازل تھے منجے ہر بار معاذ
سے میرے لئے

اللہ محمدؐ علیؑ ہور بارہ امام
اور

یو سب آہیں قطب کے سو آپار معاذ
یہ ہیں اوپر

(۲)

محمد دین قایم ہے ہندو بھاراں بھگاوو تم

سیاہی کفر کی بھانو اجالا جگ مگاوو تم

اجالے دین میں فوجاں جو آویں داٹ کر غم کی

حملہ کر کے

۱۴۰

توحیدا کی کٹاریاں سوں ہیاں ان کا چراوو تم

سے دل چیر دو

پیئے جے ساقی کوثر کے ہت تھے جام کوثر کا

جو ہاتھ سے

سدا حضرت کیسر ایر مال شاہاں میں گواوو تم

کھلے ہیں بخت دروازے نبی کے داس پن تھے منج

غلامی سے میرے لئے

محباں دوستاں سارے طبل نصرت بجاوو تم

محمد کی غلامی مج اہے سب دیس ارزانی

مجھے ہے دن

گھرے گھر پاتراں نٹوے انداں سوں نچاوو تم

طوائف خوشی سے



فرشتے سرگ ساتوں کوں ستاریاں سوں سنوارے ہیں
جنت ساتوں ستاروں سے سنوارے

شہ دنیا و دیں کے تئیں عرش کرسی سنگارے ہیں
لئے

مگر مولود ہے شہ کا عرش اوپر طبل کاجے
شاید

مراداں پاؤنے سارے جگت ہاتاں پسارے ہیں
پانے کے لئے ہاتھ پھیلائے

خوشیاں تھے جگ سماتے نیں سو اپنے پیرہن میانے
سے نہیں میں

ترہ جگ آپنا تن من شہنشہ پر نسارے ہیں
تین نثار کئے

محمد قطب شہ غازی کرے مولود بھو چھند سوں
سے بہت

تو اس کی عمر و دولت تیں دعا صف صف ہو ٹھارے ہیں
کے لئے

ملک ہور جن نسب کرتے دعا شہ کا صدق سیتے
سے اور

دنیا ہور دین میں ایسا سو شہ نیں کر پکارے ہیں
نہیں ہے اور

صدق ...... کاری آپ اچا پانا تو دو جگ میں
بلند کیا نام
طبق نوراں کے لیے حوراں سو تشتہ پر تھے نثارے ہیں

نبی صدقے گنایا ہے ترکماں آج میسز وانی
میزبانی
علی صدقے سے دو جگ میں بلند اس کے تیارے ہیں

۱۵۰

(ج)

(۲)

درود لاک اس نبی پر جو نرنجن رب کے پیارے ہیں
درود ؛ لاکھ
جو فیروزی ہماڑیاں تو جنن کے تمیں سنگارے ہیں
(نو آسمان) جن کی خاطر
اَتن دن مولود آئے خوش خبر قاسی لیو پائے خوش
اُن کے
پھرا مولود گنائے خوش جنت آتو سنوارے ہیں
گائے
آٹھوں
فلک سرپائی مخمل کے ملک درزیاں سو تاواں لے

شفق کی گوٹ لالہ سے منڈپ نوری ...... ہیں

چندر غواص ہو آیا، گگن سمندر بھیتر دھایا
چاند آسمان سمندر میں

نبیؐ پر وارنے لیایا، ڈھلک موتیاں سو تارے ہیں
لایا

سُرج افشان گر ہو کر، نبیؐ مندھر دواراں پر
سورج کے مکان کے دروازوں

زر افشانی کیا یکسر، سو جگ میں جھلکارے ہیں

جنت حوراں ہویاں یک ول، نبیؐ مندھر چوندھر مل
ہوئیں کے یہاں چاروں طرف سے جمع ہو کر

سُگند بالاں سوں اپنے کھول کہ جھاڑ انگن نگارے ہیں
خوشبودار بالوں سے کھول کر جھاڑ کر صحن کو سنوارے ہیں

بھرے جھاڑاں جو ہارے ہو پتاں پاچے طبق لے بھر

سو بھر شبنم جواہر سو نبیؐ کے دار ٹھارے ہیں
دروازہ پر رکھے

جگت سب جگمگایا بھی، خوشیاں کا غل اُچایا بھی
عالم پھر اٹھایا پھر

اُجالا دین پایا بھی، تو بھانگے کفر اندھارے ہیں
پھر

سدا توں راج کر قطبا، انند کا ساج کر قطبا

نبیؐ کا کلج کر قطبا، کہ تج بخشا نہارے ہیں
تقریب تجھے بخشانے والے

(ج)

(۳)

خلایق اس دنیا خاطر کیا پیدا جگت سارا — یقیں یا نو سکل دن میں یہی دن ہی شرف دارا ۱۶۰

عالم — دن کی — سب — شرف رکھنے والا

اسی مولود کی خاطر سکل کا فر فتا کیتا — ازل دن تھے نبیؐ کا نور کیتا عرش پر ٹھارا

کرتا — سب — سے — کرتا — مقام

تولد کی خبر سُن کر طبل باجے عرش اوپر — حلے نوری بہشتیاں تئیں پنہائے خوب چوسارا

لباس — کو — پہنائے — چاروں طرف

صفت ونکی امت ہم تم زباں آکہن سکیے تا جگ — فلک بھیں کیے دو پارہ ہوئیں تو بھی ہی جو کہ دشوارا

کہہ سکے — ورنہ عالم — زمین — ہوں

ان کی

دیا میراں دو عالم کا اپن ہت میں جگت سارا میں — کیا راز نہاں ظاہر ہوا حسن معمارا

اپنے ہاتھ

گنہگاراں چھڑاون ہار کا مولود اس دن ہے — فقیر و شاہ سب مل کر دو دکھ عرض یکبارا

محمد قطب تج متک لکھے ہیں داسن پیغمبر — تو شاہاں کے تاریاں میں تمن نورہے سورج سارا

تیری پیشانی پر — غلام — تمہارا — سورج کے مانند

(ق)

(۴)

حضرتِ نبیؐ مولود ہی سر تھے نوی لیایا انند — تو اس مبارک دیس تھے ترلوک سب پایا انند

پھر ازسرِ نو — نئی — لایا — دن سے — عالم — عیش

گھر گھر بدھاوا کاج ہی بھو ساج سوں دن آج کے — سب جگ اُپر بادل ہو کر چوندیر تھے چھایا انند

بہت سجاوٹ سے — عالم پر — چاروں طرف سے — عیش

خوش ہو خوشی ہنستی اہے ہور عیش متوالا ہوا　　عشرت لگیاں ات ناچنے آلا ب جب گایا انند
اور سے　　لگا

جیسے انند منگتے انتے اس تھے آلے لاک لاک　　۱۷۰　　کرتار اپنے پیار تھے ہمناں کوں دکھلایا انند
مانگتے تھے سے لاکھ لاکھ　　خالق سے ہم کو خوشی

جھاڑاں چمن کے آج مست جھولیاں سو جھلتے ہور　　لالے کے پیالے بھر مگر مدبا و پیلایا انند
مست　　شراب ہوا پلایا

مقصود کے غنچے مرے مولود تھے پھل پھل ہوئے　　امید کی بربانت کا جھڑ پر سو جھولایا انند
سے پھول پھول

قسمت کرنہارا اپن جس دیس تھے قسمت کیا　　اس دیس تھے اے قطب شہ تقسیم تج آیا انند
بنانے والا خود ہی دن سے　　(دن سے　　حصہ میں تیرے (ج)

(۵)

نبی مولود خوشیاں تھے ہوی دل کی بہاراں خوش
سے
عشق خوشیاں و شادی تھے ہوے ہیں روزگاراں خوش
کی سے
مبارک منج اچھو اے عید ہور مولودِ پیغمبر
مجھے ہو یہ اور
ملے ہیں قطب سوں بارہ اماماں ہور نگاراں خوش
سے اور
کریں عیداں خوشیاں عشرت ولے اس عید سم نا ویں
کے مقابل نہ آویں
علی مستی کے جولاں تھے ہوئے ہیں شہسواراں خوش
سے

عشق کی سرفرازی اُس کے گیسوئیں تھے پنچا ہے
سے
تو اس کے ہانٹھ تھے اُپجے محبت کے نگاراں خوش
سے نکلے
تجھے .... چاند کہوں یا کیا کہوں تج کوں
تجھ
ہمن دل تخت پر بیٹھا ہے نت نت روزگاراں خوش
ہمارے کے
جو کوئی تج یاد عشقاں سوں رکھے سر سجدہ یک چت سوں
تیری دل سے
اُسے دو توں جگت میا لے سرا ہے افتخاراں خوش
میں
عشق کی آرسی اوپر غباراں کد نکو یا رب
کبھی نہوں
اوسی کی آرزو تھے دام میں ہیں گلعذاراں خوش

180
سے
عشق مولود میں پیالے دیو د شرطاں سوں بھر بھر کر
سے
پلا منج یاد کی مستی نہیں ہے منج خماراں خوش
مجھے
ملے میں خوب عیدؐ ہور خوب باز ہور خوب پیرت منج
اور محبت
ہمن میانے انن میا لنے پرت کی ہے لہاراں خوش مجھ
ہم میں ان میں محبت لہراں

خدا کا چھانوں ہے منج پر تو منج ہے فر یزدانی
سایہ مجھ
نبیؐ صدقے قطب اگے رکھیں سر کامگاراں خوش
کے آگے
(ج)

(۶)

گناسے نبیؐ کے جو مولود انداں — ہمایوں محمد قطب شہ ترکماں
گوائے خوشی سے
سنوارے جگت سب جنت جوں چرت سوں — نگارے سو بازار قصراں محلاں
جنت کی طرح سے
سنگار آویں حوراں نمن ہر طرف تھے — مرصع میں ڈب سر تھے پگ لوری ناراں
(سر کے) حوروں کی طرح سے ڈوب سر سے پا تک
منڈپ تل ہوا کے سو ہاوے نقے آویں — پرم مدلی لک چھند سوں شاہ پریاں
شامیانہ کے نیچے سے تحت کی شراب لاکھ
سو دھن جو بناں رت کیچن گراں جوں — سو چک ویسی کچ دیکھ ہو ویں جگ کے جیراں
نازنین کے (گڑھ) کیطرح ذرا پستاں دیکھکر
سو ہنس کویلاں جیو کریں تحفہ اپنے — سو ہنس لکھ ہنسلیاں کے دیکھ چھند بنداں
دل غشوہ و ناز
تخت پر جو شہ بیس راے جگت سب — دیکھت چنز سر مائی شہ کا جوں آسماں ۱۹۰
بیٹھ کر دیکھ کر مثل
دھریں سب ذکی وقت میں شہ کوں سر نہیں — ہرے لال برداں کے ہر یک ملوکاں
زمین پر

جب آئے ملوکاں سوں مجلس بھرا دیں — کھڑے ہوئیں دو دست جوڑ ہت بند راجاں

باد شاہوں سے — دونوں طرف — ہاتھ

بدخشی لعل حوض خالے میں بھر کر — اچھت جوں جوں جام و شیشے بھی رخشاں

عجب نہیں جو مے نانوس کر دھلے کھم — لیے پیالے اوچ پیالے مے پیتے مستاں

کا نام — بہت

دیکھن شہ بزم کی تماشا رواں ہو — ملک لک لک افلاک تھے آویں شاداں

دیکھنے کیلئے — وہ — لاکھ لاکھ

دیکھت شہ کی عشرت دعا کر کویں تب — گزرات دن قطب شہ نت انداں

دیکھکر — کہویں — بسر کرو — ہمیشہ چین سے

نبی کے دیا تھے قیامت تلگ تم — گنا دو نبی کے سو مولود لاکھاں

کرم سے — گواؤ — لاکھوں

(ق)

عید بعثت نبی

(۱)

خوشیاں کرو موالیاں مبعث رسول آیا
بہو دھات انند سوں ہیتیاں سنگات لیایا

اول برات روزی روز عید ہے فیروز
اس بعد عید قربان جس تھے دو جگ اکھا یا

شاہاں ہیں رتبہ عالی قطب شہ ہے موالی
مبعث رسول اعالی چھند بند سوں کنایا

اس شاہ کی سو دراں دنیا و دیں کوں رجھا
خوانِ خلیلی احساں اپ عہد میں کھلایا

اللہ رضا سوں جگ میں سو ہیں تو انداں
غم کا نشاں کہیں کوئی جینا ڈھونڈ یانہ پایا

مبعوث کی خوشیاں تھے حوراں کئے جو خوشیاں
جنت کی خوشبویاں تھے دو جگ مگ مگایا

صدقے نبیؐ تر کماں ہم راج کرتوں عیشاں
شاہ علی ابنِ تھے منگ تج شہی ولایا

(۲)

آیا ہے وقت سر تھے مبعوثِ مصطفےٰ کا
پایا ہے نور ادک بھی عالم سکل خدا کا

چھایا ہے حق کی رحمت کے چھاؤں دو جہاں میں
بھایا ہی دو جہاں کوں سو چھانو حق عطا کا

لیائے ہیں وحی جبرئیل حق کے حبیب کن تب	اقرار کہ توں ہے خاتم سالم سو انبیا کا
کے پاس	جملہ
پیغمبری تخت پر بیسے ہیں جب پیمبر	تب پگ لگے نو انبر اس شمس و الضحیٰ کا
بیٹھے	قدم آسمان
عالم ہوا ہے خرم فردوس باغ کی سم	من جیو سدا ہے بے غم اب شاہ ہور گدا کا
برابر	دل روح اور
انبر ہوا منور درپن نمن ہوا دھر ۲۱۰	ہوے سور چند کے سر پر تارا ہر اک سما کا
آسمان آئینے کے مانند زمانہ	سورج چاند
قطبا بندا ہے تیرا دو جگ میں یا محمدؐ	دایم نظر رکھ اس پر اپنا ادک دیا کا
بندہ	زیادہ کرم

(ج)

(۳)

مصطفےٰ ابعث خوشیاں کے عید کا ہے دیس آج
دن

صدقے حضرت شیعہ کرتے ہیں گھرے گھر عیش کاج
کے

حق رضا سیتی خبر لے آئیا ہے جبرئیل
کی سے آیا

سب نبیاں کے میانے دیئے ہیں تمن تیں آج راج
درمیان تمہیں

عرش پایا ہے تمن پنج گوھراں تھے روشنی
تمہارے سے

نیں فرشتیاں کوں رضا صلوات بھیجیں تمنے باج
کو اجازت کہ تمہارے علاوہ

پیار سوں حضرتؐ کہیے بیٹھو اخی کر جبرئیل
(سے) (کہہ کر)

تب کہے خدمت تمن کرنے تھے پاؤں گا رواج
(تمہاری) (سے)

مسجداں کوں باند کر بت خانہ کے سب بت تڑا
(کو) (بنا کر) (توڑ کر)

مصطفےٰ ہور مرتضےٰ کے بانگ تھے پایا دیں رواج
(اور) (اذاں) (سے)

جبرئیل لے آئے سواپ دوستاں کو کیے خبر
(اپنے) (کہے)

جے قبولے نور پائے، ناقبولاں مکھ سو واج
(جو)

دن ازل تھے مرتضےٰ کو کیتے ہیں نائب تمن
(روزِ ازل) (سے) (کرتے) (تمہارے)

ذوالفقار اب کافراں کو مار کر لیو خراج
(سے)

نا سکے جبریل کچ کہنے تمارے وصف کوں
(نہ) (کچھ) (تمہارے) (کو)

بندہ خدمت میں چو کیا کر سب بندیاں میں پکڑیا لاج
(چوک کیا (بھول گیا)) (بندوں) (شرمندہ ہوا)

دو جہاں میں حق حبیب اپنا تمیں مانیا
(تم) (کو) (مانا)

قطب شہ مسکین کو دیو ہت پکڑ شاہاں میں تاج
(ہاتھ پکڑ کر)

(ج)

(۴)

نبی مبعوث بھی آکر کیا ہے سب جہاں روشن

پھر

ہوا اس دن کے نوراں تھے مکاں ہور لامکاں روشن

اور سے

عجب دن ہور گھڑی ہے اے نہیں ہی کوئی دن اس سم

کے برابر یہ اور

کہ اس دن تھے گگن پر سور مکھ ہے ہر زماں روشن

سورج کا چہرہ آسمان کی وجہ سے

ہوا ہے آشکارا دین و ایماں آج کے دن تھے

سے

کیا ہے فیض اس دن کا سکل امت کا جاں روشن

سب

نبیؐ کے نور تھے روشن ہوئے ہیں عرش ہور کرسی

اور سے

انن نوراں تھے ہیں چند سور تارے آسماں روشن

سورج چاند سے ان کے

ہمارے ہیں نبیؐ سرتاج سارے انبیا کے تو

تب

نین اس نور تھے کیتے ہیں سب پیغمبراں روشن

آنکھیں سے کرتے

نبی مبعث جو کوئی کیتا ہے یک چت ہور یک دل سوں
کرنا (مناتا) یکسوئی اور سے
سو اُس کے دل اوپر ہوتا ہے طٰہٰ کا بیاں روشن

نبی صدقے کہیا ہے قطب مبعث کا غزل رنگیں
کہا
کہ اُس کی تازگی ہور روشنی تھے ہے جہاں روشن
اور سے
(ج)

(۵)

کہے خوش خبر خوشی سوں اچھی کھول اَدھر خوشی کے
سے ہونٹ
کہ ہے مبعث آج دن کرنے کے دو اچھّر خوشی کے
حرف
سبھیں انبیاں میں تم سر اہے تاج سروری کر
سب ہی تمہاری تعریف کئے پہنا کر
خوشی سات آملایک تانے سر چھتر خوشی کے
کے ساتھ پر
جو خبر خوشی کی پرگٹ ہوئی جب تھے دو جگت تو
سے ظاہر
ملک، اچھریاں، بشر دل بسے دل نگر خوشی کے
پریاں

۲۳۰

کریں شوق انند دو جگ خوشی عیش عشرتاں سوں
عیش عالم

نبیؐ کے محبت نگر یں بند کر سو گھر خوشی کے
بنا کر

بلی جائے کرد یکھا ئیں عنبر یں بلا دھوویں کے

چھند بند سوں بھید اپنے کر سات انبر خوشی کے
آسمان

جب یہ خوشی کنایا حضرت رسولؐ کی ہیں
کرایا

پھرتیاں سو واں سکیاں جو لہے لک قمر خوشی کے
پھرتی ہیں

بھو شوق سیتی آ کر رٹ دشٹ تن یک اوپر
بہت سے ڈال نظر

روشن کئے خوشی سوں قطبا نصر خوشی کے
سے

(ج)

شب معراج

شاہ مرداں و محمد ہیں ہمارے سرتاج
خدا یا تاں حبیب اپنے سوں کیا شب معراج

چاند ہور سور اُنن نور تھے پیدا ہوئے
اور سورج اُنکے سے
دین ہور دنیا انن اسلام تھے پایا رواج
اور انکے سے

قدرت حق دیکھو اُن ہیں و سبھی نیچ و نگت
(؟)
خدا اُن دونوں کوں دیتا ہے دو عالم کا راج

یک کرامت انو کا نیں کسی پیغمبر میں
ان نہیں
سب نبیاں میانے ہمارے ہی نبی سُنہتے سراج
نبیوں میں زیب دیتے

سد ا بارہ اماماں میرے نگہ دار اہیں
ہیں
ہوا ہوں اُن کی غلامی تھے قطب راج دھراج
سے شاہنشاہ (ح)

عبید سوری

سب ہی عیداں میں اُتم عید سوا عید سوری ہے
بڑھکر یہ

نبیؐ صحت جو پائے عید میں او عید پوری ہے ۲۴۰
وہ

ملایک دور فرماتے حوراں غلماں منگل گاتے

خوشی کیتے ہیں ساتو آسماں جب تے جو نوری ہے
کرتے ساتوں سے

اِے دن کا بھید اُن بوجھے گا جس کا دل اہے روشن
اس وہ سمجھے ہے

کہ اس دن کی خوشی ہور عیش میں لذت حضوری ہے
اور

نبیؐ ہور مرتضیٰؑ کے نور تھے پایا چند ا جھمکن
اور سے روشنی

تو اُس کوں سب تاریاں میں کلا چودہ سنپوری ہے

بہوت آنند ہور عشرت خوشیاں ترلوک دو جگ کیاں
بہت چین اور مخلوق عالم کی

اہیں اس عید کے جوتی منے جھلکار طوری ہے
جھلک میں

سہیلیاں سب اپس سنگار کر ہور ہار ہتھیاں لیا

دو دیا آپس میں اور زیب تن اسطح

بہوت سنجاں ملے یک ٹھار اُن کا رنگ نوری ہے

بہت

محمد مصطفیٰ صدقے محمد قطب شہ ساجن

کہ گھر میں نت محمد کی سو جنتیاں کا سدوری ہے

(ح)

(۲)

عید سوری سرس سوروں سنگار آیاں سکیاں بھی

پھر

سنتوس او ک اس عید تے پھر پایاں سکیاں بھی

سے

پھر

جوبن پوریاں سینے کے طبق تھنے میں بھر

سونے

کی

موتیاں جالیاں سرپوشاں سوں ڈھانپ لیایاں سکیاں بھی

موتیوں کی جالی کے سرپوش ڈھانپ کر لائی ہیں پھر

رُت جوانی میں آپی کہ مدن پیالے مستاں ہو

موسم

چک پھند سوں جگ جیو کوں اُلجھایاں سکیاں بھی

عالم کے دل کو پھر

موتیاں نو رتن ہار سوں چنچل ساک کلی کھال

۳۵۰

اپ روپ چندر سور تھے جھلکایاں سکیاں بھی
اپنے چاند سورج سے پھر

صدقے نبی کے قطب کے چھند ایک بچن سن

لک دھات سوں ہر تل میں سو پل آیاں سکیاں بھی
لاکھ طرح سے لمحہ پھر

(۳)

نبی کی عید سوری آمند رج سور سوراں کے
مکان میرے آفتاب آفتاباں

دیکھائے عیش کے کھن پر سماں سورج تھے نوراں کے
آسمان سے

بھرن بن چھندوں سوں رنس دن نیلوں میں ہیر کنکالاں میں
عشوہ دل سے رات

سمو کر سور بہر چند نہ حمالے من سروراں کے
عشق چاند

سوطا سک سور کالیکر چلیاں چندر مکھیاں لٹکت
سورج چلی مہ آفتاب ناز سے

زمیں پر دیکھ حیراں ہو ملکن جیو ملکے حوراں کے

محمدؐ مصطفےٰ بیٹھے شفا پا پنجتن سو خوش
صفا کے تخت پر لیا پا امیں خلعت حضوراں کے
لایا
سلاماں سات لکھ لیا پا خضر بیبے محمدؐ تیں
لایا کیلئے
دنیا میں رہ سلامت کر ذکر لایا شکوراں کے
رہو
محمدؐ کی جیتیا نبکی کئے خوشیاں محمدؐ جب
قلی قطب شاہ
فلک سن دھرت پر تارے اتارے کاتے سوراں کے
زمین
طنبورکے مشتری جوزا کے ڈنڈے سنبلاں کوں لا
تو زہرہ چنگ لے ناچیں سو جھن جھن پر طنبوراں کے
تنک ہور مطبخی پوریاں تلیا چند سور کے چھند سوں
تلا
انند ول آشفق شعلے متلے دے گھن تنوراں کے
آسمان
محمدؐ صدقے قطبا کی غزل سوری کی پوری سن
سکیاں متاں ہویاں یوں جوں شراباں پی غیوراں کے

(۴)

عید سوری انند لیایا ہے — جگت اب نور سوں نہایا ہے
(لایا) (پہنایا)

نیہہ پون سیتی عیش کی کلیاں — دل کے چمناں منے کھلایا ہے
(ہوائے عشق سے) (میں)

مد برت کا سکیاں رنگیلیاں کوں — عید ساقی ہو کر پلایا ہے
(شرابِ عشق)

شہ کی مجلس میں مطبخی ہو فلک — رنگ رنگ سیتی خواں چلایا ہے
(سے)

نیر پیونے پیالے بھر بھر کر — شیعیاں کوں خضر پلایا ہے
(پانی پینے کے لئے)

زہرہ اس عید کی امنگاں سوں — شہ کے گن آسماں پہ گایا ہے

حق نبی صدقے قطب شہ کوں سدا — عید تھے عیش ادک لایا ہے
(سے) (زیادہ)

(۵)

خوشیاں سوں آج جاں تاں سب جہاں معمور دستا ہے
(سے) (جہاں تہاں) (نظر آتا)

نبیؐ کی عید سوری کی کلا میں نور دستا ہے

گھرے گھر آج دن گاجاں پہ کاجان ہوتے ہیں خوش

کہ یو دن سب دناں میانے اد کہ منصور دستا ہے
میں زیادہ نظر آتا ہے

ہزاراں شکر ہے جو آج دن پنجتن کے صدقے تھے

ہر یک مومن کے من کے میانے بہتا سور دستا ہے
سے دل میں سوبچ

انبر سُنھرے ہیں قدسی جوڑ چندر سور کیاں پوریاں
آسمان

رچے نعمت تھے قدرت کے سو چوندھر نور دستا ہے
سے چاروں طرف

شرق تھے غرب تک حوراں ملک رضوان نوری سب
سے

صفاں کر مل کے بیٹھے سو اُجالا دُور دستا ہے

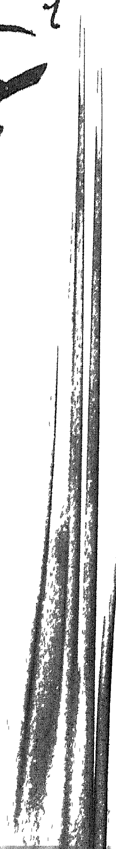
جدھر دیکھے تدھر ساتو انبر ہور ساتو دھرتی
ساتوں آسمان اور ساتوں اقلیمیں

سبھی کا آج دل بھرپور جوں سمدور دستا ہے
سمند

نبیؐ صدقے قطب جم کاج کرتا ہے کہ پنجتن کے

سکل شاہاں کا سو سرتاج ہو مشہور دستا ہے
سب


عید مولود علی
علیه الصلوة والسلام



مومناں خوشیاں کرو ہے آج دن مولود کا — مرتضیٰ بارہ اماماں عید ہے معبود کا

مصطفےٰ ہور مرتضیٰ اس دن میں کیتے ہیں ظہور — جن کرے یہ عید ہے وو طالعِ مسعود کا

کرتے اور جو وہ

جب وو ابرِ رحمت اس جگ پر ہوا ہے فیض بار — شیعیاں کے تیں اتھا وہ دن مگر بہبود کا

عالم لئے تھا

جب نبوت کا علم پیدا ہوا تب بت جھڑے — طاقِ کسریٰ تب نشاں لیتا عدم مفقود کا

امید تھا

فارس کے آگن بجھا جب میگِ رحمت برسیا — سرگ بن کیتا جگت کے تیں اگن نمرود کا

آگ میگھ برسا جنت کا بن کرتا عالم کو آگ

چاردہ معصوم کے ہیں اس جتے تھے نبیؐ ۲۸۰ — پیشوا حضرت نبیؐ کا تھا سو تن داؤد کا

غلام

جب نبیؐ صدقے ہوا ہے اس قنبر کا قطب — دو جگت میں ہیں ترکماں عاقبت محمود کا

غلام نو عالم (ر ج)

(۲)

حضرت علیؑ مولود تھے سب مومناں کا عید ہے

سے

یاراں خوشیاں گھر گھر کرو اے دوستاں کا عید ہے

یہ

حضرت علیؑ مولود کن علماں منگیں بھیکاں سبھی

عالماں مانگے

سب علم ہیں فضل اس تو فاضلاں کا عید ہے

سارے نبیاں مولود پر ہے عزت اس مولود کوں

شیعہ منگیں اس فیض کوں تو شیعیاں کا عید ہے

حضرت تولد تھے شرف پایا ہے کعبہ جگ منے

ے میں

سجدا کرو دل سیں سوں اے طاہراں کا عید ہے

اور سر سے یہ

منکر جو کوئی ہوتا اہے اس عید کے مولود تھے

سے

جنت میں نیں ہے ٹھاوں اس آطالباں کا عید ہے

نہیں جگہ یہ

نوروز ہور سورج شرف پاویں حمل کے برج میں

اور

گایں ہیں زہرہ مشتری کی صالحاں کا عید ہے

صدقے مولود کے نین میں جب دیا ہے منج خدا

مجھے

حضرت محباں ہیں سدا قطب زماں کا عید ہے

کے

(۳)

موالیاں شیعیاں خوش ہو یہ دن سرجن ہے حیدر کا

پیدائش

کہ وہ حیدرؑ کیا جس کوں خدا وارث پیمبر کا

علیؑ مولود دن جھلکار جگ میں جب ہوا پرگٹ

کے کا ظاہر

۲۹۰ تو اس جھلکار تھے چھپیا جھلک خورشید خاور کا

سے چھپ گیا

علیؑ جس دن تھے سرجے ہیں سو اس دن تھے طراوت پا

سے پیدا ہوئے سے

ہوا گلشن ادک تازہ سراسر چرخ اخضر کا

زیادہ

چھڑاونہار دو جگ کے اہیں سچ مرتضیٰؑ میرے

چھڑانے والے ہیں

انن کا ورد جس دل میں سو کیا ڈر اس کوں محشر کا

ان

علیؑ جس رات گئے معراج ملکر مصطفیٰؐ ستے

کے ساتھ

تو ان پگ تل کیا روح الامیں فرش آپ شہپر کا

ان کے زیر قدم اپنے

نبیؐ ہور آل کے صدقے علیؑ کا داس ہے قطبا
اور　غلام
تو جگ میں پائیا تِتنا سو جم خاقاں سکندر کا
پایا　ہوتی
(ج)

(۴)

سیتی اماماں مولود آیا　دو جگ کے من کوں اے مولود بھایا
سے　دل　کو
بدھاوے پر بدھاوے لائے خوشیاں　سرج چند شمع سوں مجلس سُہایا
سورج　چاند کی شمع　سے　کو زیب دیا
سنوارے پھل نہالاں رنگ رنگاں　مگر ویکنٹھ بن پھل بار آیا
پھول　رنگا رنگ　جنت　پھول
صدر سند رسنگارے جڑت سیتے　سو نرمل گوہراں سوں جگجگایا
جڑاو　سے　صاف
سہیلیاں سب سنگاریاں سات ہور نو　سجن کے من کو وہ سنگار بھایا
اور　وہ
سبھا آئین بندی سوں سنواریا　۳۰۰　(کرم خوردہ)
سنوارا
نبی کا داس ہے یک چت سوں قطبا

(ج)

(۵)

دمیا صبح صادق تمن روئے فرخ — خوشی کے درود اں بھیجو سوئے فرخ
چمکا تمھارا

تولد ہوئے آج کے دن امام — دیے جیوں نوا چند ابروئے فرخ
چمکے مثل نئے چاند کے

میں اپ دین چھوڑ پکڑیا اس دین کا مارگ — نپاتے اجھوں ہو کوں ہندوئے فرخ
اپنا چھوڑ کر پکڑا راستہ — اب تک مجھ

کھولے عنبریں بال جب کر کے کنگھی — کہ صلوات بھیجو او گیسوئے فرخ
اس

ہوا سحر باطل سبھی ساحراں کا — فسوں پڑتے ہیں نین جادوئے فرخ
پڑھتے آنکھیں

نہ آوے اتر ہم کوں تج مے تھی ساقی — چڑی مست ہم سر میں او بوئے فرخ
تیری سے — چڑھی ہمارے وہ

ہمن میل باندھے تمن میل سیتی — اسی تھے ہمن میل ہے سوئے فرخ
ہم تمھارے — اسی لیے ہمارا میلان

نہیں لیتے ہیں مشک تاتار کوئی — کہ آتا اہے باس اس موئے فرخ

رقیباں بڑائی تمن تم اچھو نت
تمھاری تمھیں تک ہے ہمیشہ
۳۱۰
دیا حق معانی کے تئیں خوئے فرخ

(ق)

(۶)

مولود علیؑ آوے فلک پر تھے ملک سوں
تو آکہ نورانی کرے جگ پنے جھلک سوں

پیالا ہے چند رپھولاں ستارے ہیں ازل کے
پھرتے ہیں ملک ہات لے طبقاں کے فلک سوں

لے نانوں علیؑ کا کرے مولود قطب شہ
خشیاں وانداں کرے یک لک و دو لک سوں

جم جے توں قطب شہ کی تجے شاہ مدد ہے
لک ملک سکے لینے اشارت کے ملک سوں

تج دھاک کا پروا ہے یو دوجن انکھیاں
جو بھیری کوں جم راکھنے نکاری فلک سوں

مشرق تھے جو مغرب لگوں سلطانی ہے شہ کی
کہتا ہے سگن سانچ جو سُن جو سے پیلک سوں

قطبا کی جو بخشش کا کریں سم کتنے سن کر
کاں ہو سکے سم دھنگری سو خار او ملک سوں

(ج)

(۷)

مرتضیٰ مولود آیا ہے بہت نوراں سیتی
جبرئیل نے وارنے طبقاں لیا حوراں سیتی

کعبہ میں ہوئے تولد مرتضیٰ ست شیر خدا
کوئی نبی نا پایا اسے حرمت اتے چاواں سیتی

مصطفیٰ آئے علیؑ کوں دیکھنے کہے فاطمہ ۳۲۰ پنجہ گستاخی سوں سٹتے ہیں بہت ناداں ستی
سے ڈالتے

تب کہے حضرت نکریں منج سوں ایسے کام کد گر کریں گے تو کریں گے کفر کے شاہاں ستی
نہ کر سکیں مجھ سے کبھی

دین قوت پائیا ان کے تولد تھے نکٹ منج کوں کیا ڈر ہے کہو کفار کے کاماں ستی
سے مجھے سے

ان کے نوراں تھے ہی میرے نین میانے روشنی شہ کے بندیاں میں رہیا ہوں بندہ ہو قرباں ستی
سے آنکھ میں بندوں رہا

کافراں کا سب غروری بھاگتا اس عہد میں مہربانی مل کنا او دوستاں خوشیاں ستی
کرو

شاعراں بیچارے تیرا وصف کہنے کاں سکیں میں بندا عاجز ہوں تم دارو کرو درماں ستی
کہاں

قطب شہ ہے منج غلاماں میں غلام کمترین دیو میرا ہت پکڑ چلوا سکل شاہاں ستی
تیرے ہاتھ سب (ق)

(۸)

عرش حق کا لگیا جھلکن ادک مولود حیدرؑ تھے
لگا جھلکنے زیادہ

گگن ہور دھرت پائے ہیں جھلک انت سور چندر تھے
آسماں اور زمین زیادہ سورج چاند سے

جگت جنت تھے خوش آیا ہے نعمت آج قدرت سوں
دنیا سے

لگیا ہے نور کا برسن برسنے سانوں انبر تھے
لگا بارش آسماں سے

ملک ساتوں فلک تھے آج آئے طواف کرنے تئیں
سے کے لیے

جو حق کا نور اتر آیا ہے کعبے میں عرش پر تھے
سے

تجلی موتناں کے سو دلاں اس دن تھے یوں پائے
سے

کہ پاوے صبح صادق روشنی جوں سورا نور تھے
جس طرح سورج سے

سکل نبیاں سوں باطن تھے علیؑ بن مصطفےٰؐ سوں حق
سب سے

کیا ظاہر جو دو جگ تائیں نپٹ ان دو نور رہبر تھے
کے لیے

علیؑ بن کن نبیؐ کا جانشیں ہے جو علے کوں حق

نبیؐ کا جانشیں کر پیار سوں بھیجا اپس گھر تھے
اپنے سے

ہزاراں رحمت ہے تج پر جو حیدر کا دھرا یا دامن
تجھ

قطب شہ دو تو جگ میں سروری ہے تج دسرور تھے
تجھے اس

۳۲۰

(د ج)

(۹)

مولود خوشیاں آئیاں، مولود کی خوشیاں کرو
آئی ہیں
خوشیاں کے ناداں باجتے اس کوں منجے ہماں کرو
آواز　بجتے
میرے پاس

چوندھیر گرچے سب خوشیاں ہور باس ہے ٹھار کا
چاروں طرف　اور
رنگاں میں رنگ باکر کیتے رنگاں ستے ناداں کرو

جھلکے گلالی گال میں او مہ نویلا چھند کا
وہ
منج دل کے تیں اس دل اپر سب مل کے اب قرباں کرو
میرے

اس نور کے اوتار کو میں رات دن سیوا کروں
نبیؐ و علیؑ دولت ستے دم دم سبھی ایماں کرو
سے

نانگی نمازاں ناد اب سب نار کو بسرائیا
او ناد بھریا کن منے دشمن اپر بھاراں کرو
وہ آواز　کان میں

اب تال منڈل عیش سوں مولود کا گرجاو تم
سے

ساتو سُراں کے ناد سوں داؤد کا الحاں کرو
ساتوں

صدقے نبیؐ کے قطب شہ جم جم کرو مولود تم

۳۴۰

حیدرؑ کی برکت تھے سدا سب جگ اپر فرماں کرو
سے

(ق)

(❖)

غزلیں
عقیدت

موالیاں سب کرو خوشیاں کہ آیا دن خلافت کا

خلافت دے رسول آپی بیاں کیتے شرافت کا

آپ ہی کرتے

سنوارے سب ملایک اونٹ زیناں سوں منبر انبر

کی سیڑھی سے اسمان

دیئے ہیں واد پیغمبر منبر پر چڑ فصاحت کا

چڑھ کر

کہے من کنت مولا مرتضیٰ کوں شاہ دو جگ کے

بیاں کیتے فصاحت بات رتبا سب بلاغت کا

کرتے کے ساتھ رتبہ

کنائے ہیں ملک منگل عرش پر کا جتے منڈل

کرائے یا گوائے

غدیر خم ہے یہ دن گم شاہ ولایت کا

جہاں لگ ہے جگت سب عید کرتے اس شہ دیں کا

تک

کیا افضل سو شہ تب سب میں دے فیض عنایت کا

نبیؐ کوں حق کہیا یادِ علیؑ نادِ علیؑ سوں کر
کہا

علیؑ مظہر امولک ہے رتن میری سو قدرت کا
بے بہا

نبیؐ صدقے علیؑ کا منقبت قطبِ زماں کہیا
کہا

کہ ہے دنیا و دیں میں اے نشاں منجکوں سعادت کا
یہ میرے لئے (ج)

(۳)

عیداں کا عید پھر کر آئیا خُمِ غدیر
آیا
دو جہاں سب روشنی پایا ہوا اس عید کبیر

ایہ قرآں نازل جیوں ہوا حضرت کے تئیں
جس طرح
مرتضیٰ ہیں پس وہ جگ میں جیوں ہمناں بےنظیر
مثل

انبیا ہور اولیا میں حق کیا تمنا بڑا ۳۵۰
اور
پیچ تمیں داماد پیغمبر ہیں علام الخبیر
تم ہی

مصطفےٰ کے امر پر سر تمیں دھر آیا چندا
تم کو — زمین پر دھرنے — چاند
مرتضےٰ فرماں سو پھر کر آئیا مہر منیر
آیا

دین و دنیا دونی میں حضرت تے قایم تا ابد
سے
دو جہاں کی حکمتاں میں ہے تمیں روشن ضمیر
تم ہی

کلِ عالم سب تمن خدمت کوں باندھے ہیں کمر
تمہارے
منج بندے بیچارہ کوں باندھو کمر ہو دستگیر
مجھ

ازازل تجھے ہے غلام مصطفےٰ او قطب زماں
منج غلام کمتریں کوں دست پکڑ دیا امیر
(ق)

(۳)

عید آیا انند سوں یاراں مبارکی کا
خوشیاں سوں دوستاں کوں، غم سب خوارجی کا

پھول بھاگ سب پھلے ہیں دند سو کھ جلے
کلیاں انند کھلے ہیں ہے رت یوں سکی کا

شادیاں سکل کلاؤ خوشبوی کدم کلاؤ
چو دھیر عود جلاؤ دھدکار ہر مکی کا

پیالا ادھر چکا نا ساجن وقت پلانا
لالن کوں سیج لیانا ہی وقت خوشی کا

ٹیلا سو تج پیشانی ات بھاگ کی نشانی
کن موتی ہے نورانی زہرا و مشتری کا

بالی تو چھند بھری ہے یا حور یا پری ہے ۳۶۰
بھو روپ سندری ہے دھرتی ہے تن نیکا

صدقے نبی ملاوے تل تل قطب رجھاوے
ات چھند بندی سہاوے بنتا بیا میں اس بی کا
(ق)

(۴)

سب کر مل کر مبارکباد دی عیدِ غدیر
اس خوشی انگے سبھی خوشیاں دسیں دایم صغیر

مومناں کوں شادی ہور خوشیاں کا آتا ہے خبر

تو خوشی کے بحر کوں پھر آئیا.......... کبیر

میز بانی عید کا جگ ہیں گناو و عیش سوں

ہے

مطرباں لا کر گوا وُراگ ہور لاؤ عبیر

اور

بھائی پن کے صیغے پڑتے مومناں اس عید ہیں

تو لکھے سُنّے کے پانی سوں عطار د خوش دبیر

ساری عیداں کا خوشی سنپور ہے اس عید تھے

سے

تو اسی عیداں ہیں دستا ہے بڑائی بے نظیر

نظر آتا

مومناں اس عید تھے پائے ہیں جنت کا پون

ہوا

سے

جن شرف اس عید کا پایا سو او ہے جگ ہیں پیر

باجتے اس عید کے طبلاں سرگ سا تو منے

جنت میں

چاند سورج تو ہوئے ہیں دو جگت میانے منیر

میں

تس دنا بن کوئی دن ناہیں دعا منگنے کنیں
ان دونوں کے بغیر — کے لئے

مرتضیٰ تیں مصطفےٰ ہیں عید میں دیتے سریر
کو

مدح کیتے مرتضیٰ کے تائیں پیغمبر اہیں
کرتے — لئے

تو ہوا حضرت کی برکت دین و ایماں جگ منیں ہیر
خود — ۳۷۰

رکھ منجے حضرت کے صدقے یا الٰہی امن ہیں
مجھے

ہور رکھو ایماں درست دو جگ میں ہو منج نصیر
اور

مدح کیتا کون کہ آپ کی مدح کوں پایاں نہیں
کرتا — کہوں

گرد اُنو کی نعل کا سرما کریں شاہ و وزیر
اُن

کر دعا تو یوں بھیج صلواتاں محمد پر سدا
تو

اس صلوات تھے ہوگا تجھے فتح کبیر
سے

ہے محمد قطب شہ بارہ اماماں کا غلام

ییں جو عاجز داس تیرا یا علی منج دستگیر — (ق)

(۵)

خلافت دے نبیؐ کہے یوں کہ منج بعد از سو حیدرؑ ہے

میرے

سکل مومن مسلماناں کوں دو جگ میں سو رہبر ہے

سب

خلافت حق تھے آیا آج مہراں سوں علیؑ کے تئیں

سے لئے

سو سات اسمان عرش کرسی کہ نو کھن کا جو منبر ہے

آسمان

علیؑ سے کفر بھنجن تھے تو تھا بنیاد دین کا پایا

سے اسلئے تھا

علےؑ سو دین رکھنہارا محمدؐ دین کا گھر ہے

ولیاں سب ایک چت ہو کر رہے سب معتقد ہو کر

دل

کہے سب تس کے اوپر ولایت کا سو چھتّر ہے

سر

ہوا پرگٹ جدہاں تیتھے دنیا ہور دین قدرت سوں

ظاہر جب سے اور سے

سکل ایچت میں توں فاضل نہ کوئی تیرے برابر ہے

سب

عطارد مدح لکھیا ہے سو کہکشن کلک سوں تیری
لکھا

سو آسماں کے ورق اوپر بدل ریکھاں سو سطر ہے
بادل کی لکیروں سے		۳۸۰

نبیؐ صدقے قطبؔ شہ نے علیؑ کا پکڑیا ہے دامن

کہ او منج کوں جہاں ہور سب ٹھار رہبر ہے		(ج)
وہ مجھے		اور		جگہ

(۶)

خم غدیر دن تھے دو جگ ہوا نورانی
سے
عالم سکل ہوا ہے جوں بہشت جاودانی
اب

سب دیس تھے بڑا ہے یو دیس کا مراتب
سے		یہ دن
پہنچا ہے آج کے دن تھے عیش کامرانی
سے

حق تھے نبیؐ علیؑ کوں اپ جانشیں کئے آج
دن		نکلا
تب مومناں خوشیاں سوں کسوت کئے شہانی

بیٹھے علیؑ تخت پر دن آج حق حکم تھے
سے		اپنا
پائے ہیں شیعیاں سب اس دن تھی زندگانی
سے

ایتا بڑا مراتب تب عرش کوں دیا حق
کے		اتنا
لکھیا علیؑ کے پگ تل جب عرش اپ پشانی
سے

جو کوئی کریگا اس دن ول جان سو عیش عشرت
قدم کے نیچے		اپنی
دو جگ میں عیش انند ہے کرنے کا اس نشانی

حق کی نظر تھے قطبا تیرا بڑا ہے رتبا
سے
صدقے نبیؐ علیؑ ہے تج باعث ہو ربانی (ج)
تیرا

(۷)

سب جگ کرے آنند کہ عیدِ غدیر ہے — عیداں منے یو عید بڑا ات گھنبر ہے
میں یہ گہرا

روشن ہوا ہے دین دنیا آج کی دینا — دو جگ اُپر امیر سو حضرت امیرؑ ہے ۳۹۰
دن

تج سیو..... سماں سدا دصیان سوں پھرے — تج دھاک تھے زمین سو یک ٹھار ٹھیر ہے
تیری سے جگہ

سلطان دین ہور دنیا کا علیؑ سچا — ترلوک لوگ اس کے سو گھر کا فقیر ہے
اور تینوں عالم

تلوا ہوا ہے سور بدل کا پکڑ سپیر — کہکش نیر لے ہات چند خوب اہیر ہے
سورج بادل کہکشاں چاند

سب شیعیاں کوں آج خوشیاں پر خوشیاں اہیں — سب خاجیاں کوں آج دلاں میانے تیر ہے

صدقے نبیؐ کے دو نو جہاں میانے یا علیؑ
قطبا بندے کمینے کا توں دستگیر ہے (ج)
تو

(۸)

خوشیاں سوں آج کے دن ہل ملک چوندھر تھے سارے بھی
سے چاروں طرف سے پھر

کرن عیدِ غدیر رات چپاؤ محلاں ہل سنگارے بھی
کرنے پھر

مقرب فرشتے چار وربی کن تھے علیؑ کے تئیں
کے پاس سے

لے آئے دیدبے سیتی ولایت کے پھرارے بھی
سے

کرن رشت علیؑ شاہِ ولایت کا سوہر ٹھارا
جگہ

کھڑے قطّار کر رضواں اَستت کرنہارے بھی

جنت کے حور ہور غلمان کر سب کسوتاں نوری
اور

علیؑ کے چرن دیکھے کر علیؑ کے دار ٹھارے بھی
دروازہ پر ٹھہرے قدم

ستیت گھن پھر نہارے سو دھرے چوندھیر تھے ہنر ہیں
سات آسمان پھر نیوا کے چاروں طرف سے سرزمین پر

۴۰۰

ہوئے ہل سب علیؑ پر تھے فدا چند سور تارے بھی
سے چاند سورج بھی

علیؑ شیرِ خدا کا چھانو اچھو کر جم اُپر سر پر

رہے ہمیشہ

ملک پیغمبراں پیراں دعا کرہت پیارے بھی

ہاتھ پھر

نبیؐ صدقے قطب عید غدیر آنند سوں کرتا دیکھ

سکل ہاتف سو رحمت تجھ کو قطبا کر پکارے بھی

سب پھر

(ج)



شب برات

(۱)

خدا کے کرم سیتے شبرات آیا — خوشیاں کا اُجالا جگت میں دکھایا

سے شب برات — دنیا

براتاں لیکر آیا ساریاں میں خوش ہو — خوشیاں عشرتاں سوں کہ جگ جگ جگایا

لے کر سب — کے ساتھ دنیا جگ جگ کرنا

اماماں میا ہے محمد قطب پر — نبی ہور علی کے دیا سوں سُہایا

محبت — اور کرم سے پھلا پھولا

خوشیاں عشرتاں ذوق دایم سو نت نت — شہا کے مندر ٹھٹمایاں بجایا

بارگاہ میں

خدا قطب شہ کوں شہنشاہ کرکر — سو سارے جگت میں دوائی پھرایا

دُہائی ڈھنڈوری

محمد قطب شہ کے سارے دندیاں کوں — سونا بود کر کر جگت تھے گنوایا

کو دشمنوں — سے گم کیا

نبی صدقے امرت سر قطب شہ کوں — سو ساقی کوثر پیالے پلایا

کو آب حیات کی شراب

(ج)

(۲)

جو شبرات اِت جھلک سوں جگ میں آیا — ۱۰۴ تو سب جگ اس جھلک تھے جگ جگایا

سے شب برات — سے

شرف شبرات تھے سب رات پائے — شرف سب رات تے شبرات پایا

سے — سے

گگن درپن نمن جھمکن لگیا رات　　رین روشن سورج بن دن گنوایا
آسمان آئینہ کے مانند روشن ہوگیا　　رات　　سورج بغیر

اَجنت اس رین کے ات لاج سیتے　　کدھیں آپ مکھ رین ہیں نیں دکھایا
رات　　سے　　کبھی اپنا رخ رات نہیں

رین ظلمات میں جوں خضر کا نیر　　ہے مہتاباں کی تاباں کا سمایا
رات کی　　مثل　　پانی

سورج چند تارپھل بازیاں تھے رہی دھرت　　انبر گلشن تھے روشن جھلک پایا
سورج چاند پھولبازی سے زمین　　آسمان سے

تجلی یوں دیا حق قطب شہ کوں
کہ نس کوں دن تھے روشن کر دپایا (ج)
رات　　سے زیادہ　　کرکے چمکایا

(۳)

سلکھن رات شب رات آبراتیاں لیائی ساریاں کی
مبارک　　لائی سب

لکھیا خوش عیش انند عشرت سو روزے کھاریاں کی
کھانے والوں

محمد فتح کیتے ہیں احد جھگڑا علی سوں مل
کرتے　　کا　　کو ساتھ لے کر

تو تن کے کھرگ اُجالیاں تھے گئی بھگ فوج اندھاریاں کی
اُن　　تلوار کے　　سے　　بھاگ

دہن پستے نین شکر اودھر بند گھر یکے نازک

آنکھ ہونٹ

کہ جوں غنچہ حسن نمن باریک ہے خوبے مکھ پہ ناریاں کی

مثل کے مانند

کجل نیناں سہیلیاں کے سو پڑیا پیام ہاداماں

کاجل

تھوڑی ہے سیب دنداں تجھار لباں میں چاریاں کی

دانت

برن اسمانی پاتیاں تس منے ڈالاں پیالاں کے

جسم اس ہیں

جھلکی کندن کی یوں دستی کہ جوں جھیلی ہے تابیاں کی

نظر آتی خوشہ

سورج مشعل چندر جوتاں ستارے جو نگہ گلریزاں

مشعل

دیپائی تنکوں مکھ پیشانی خوبیاں آکنواریاں کی

چھلکائی چہرہ کا عرق

یو حاجب ہور کھڑی بازی تلی پھل جگ میں پرگٹ سو

یہ اور ظاہر

جو ابرو ہور جوبن مکٹ تھے پنچے گلعذاریاں کی

سے

رنجھل پیالے جو بھریاں کے کمل ہاتاں میں لے سکیاں

اور کنول ہاتھوں ہیروں

گرن جھنجن ادھرے سوں خماراں سب خماریاں کی

توڑنے ہونٹ کی سے

جو سر تھے پگ لگوں موتیاں ہیں دیپ ہور جو ہر بانا ریاں
سے پاؤں تک جھمکتی اور
سبھیں تو ہے نبی صدقے قطب صاحب جہاریاں کی
(ج)

(۴)

سُہاگن رات شبرات آسجن گھر آئے بھی سر تھے
پھر از سر نو
جھلک جوتاں کے ابرن تن چڑا جھلکائے بھی سر تھے
پھر از سر نو
چند سورج اُنن دو نوں بچاریاں کا وُہا دن لج
چاند وہ
ادِک جھلکار کے چند سور لا کھاں لیائے بھی سر تھے
زیادہ روشنی چاند سورج لائے پھر از سر نو
عجب کیا ہے جو دھرتی آج مارے لاف اسماں پر
زمین
کہ دھرتی کوں نچھل اسمان کر جھلکائے بھی سر تھے
پھر از سر نو
سکیاں جی سکھ بدھاوا جو اپس ہوناں کہ منگتیاں تھیاں
خود کو مانگتی تھیں
اُنن کے من کے چنیتے تیو پچ سُکھ دُکھ لائے بھی سر تھے
اُن دل آرام

جگت سارا برس دن تھے جو تھا مشتاق درسن کا

سو درسن دیکھلا میرے جگت ریجھائے بھی سر تھے

دید / سے / دکھلا

سجن کے پھول سے تن کوں لٹا پٹ ہوا انند ول سوں

عروسانی سو یا ساں ہیں اوک ھھکائے بھی سر تھے

نبی صدقے قطب ہو کے سوں کر سنبھوگ بھاگوں تھل

قطب کی داس ہوں سج کر اپس کہوائے بھی سر تھے

۴۳۰

غلام خود کو پھر از سر نو (ج)

(۵)

مبارک کا خبر شبرات لیکر آ بیا سر تھے

پھر سے

کہ میرے بخت کا طالع سورج جھمکا بیا سر تھے

پھر سے

اُجالا عید کا لاجے سکی مکھ روشنی آنگے

شرمائے (مکھ) (کی) کے آگے

انند کا نور منج پر چیتر نمنے چھائیا سر تھے

مجھ کی طرح پھر سے

دنیا آر دس انند بالیاں سوں عشرت مے پلاتی ہے
عروس
سہیلاں شاہ کا الحاں سوں زہرہ گائیا سرتھے
نغمہ پھر سے

دکھائی عیش شبرات آکے اپنے حسن جھلکاراں
جیون کا جوت جگ کے جیو میں اپجائیا سرتھے
زندگی نور دنیا پیدا کیا

پیاریاں شاہ کیاں مل عید کا سنگار کیتاں ہیں
کی کرتی
ایکیں تے ایک کا سنگار شہ کوں بھائیا سرتھے
ایک سے زیادہ ایک کا پسند آیا پھر سے

پیاری من منے کھلئی انند کے بھید چاواں سوں
دل میں کھل گئی
کہ اپ جو بن چمن میں باس خوش مہکائیا سرتھے
اپنے خوشبو مہکائی پھر سے

نبی صدقے قطب کوں جم اچھو لک عید ارزانی
کو ہمیشہ رہے لاکھ
کہ عیسیٰ کا دعا سکھ پھول باساں لائیا سرتھے (ق)
کے کی خوشبو لایا پھر سے

———(°)———

(۶)

کہہ طور نور اُجالا شبرات اب دپائے ۔۔ ۴۴۰ ۔۔ آب حیات منج کوں اپ ہت خضر پلائے

کے کا چمکائے ۔۔ مجھے اپنے ہاتھ سے

شبرات اب برابر لیایا خوشی براتاں ۔۔ قطبا برات لیکر نس دن انند گنوائے

لایا ۔۔ رات کرائے

ہے سرو قد ہوائی پھلبازی ناگ پھلڑی ۔۔ مہتاب پیلہ لائے رنگ سورا دھر چڑائے

سورج ٹوٹ پڑ

نس کیس میانے کیوڑے دستے ہیں بھر کے جیوں ۔۔ تالاں پھٹاک ناواں آنند گگن گجائے

رات جیسے بالوں میں نظر آتے بھنورے کی طرح

چوٹی کا پھندنا ہے طاؤس کا تلا جیوں ۔۔ حاجب ہوائی سینتیں اپنا دورائی پھرائے

کے ذریعہ سے اپنی مالکی کا اعلان کرے

کھوپی کے پھل لڑیاں ہیں جیوں ٹوکریاں کے جھیلے ۔۔ منج شمع مجلس اوپر او شمع کوں ہولائے

میری اس

صدقے نبی قطب شہ پایا بڑی پیاری ۔۔ پیالہ پلا پیاریاں پیاروں سینتیں پلائے

کے

(ق)

(۷)

شب برات خوشی شادی سوں کیا روشن ۔۔ موالیاں کا ہوا جیو کا دیا روشن

سے ۔۔ دل چراغ

شب برات روزی کا برات پھر لیایا ۔۔ پیا کا مکھ کا عرق دیکھ مے پیا روشن

لایا

شب برات دکھاوے برس کوں یک نس جوت　　بھنواں ہلال تھے نس دن ہے مو جیا روشن

چندر جوتاں کا اجالا پڑیا ہے گگناں میں　　۴۷۰.　　نین ہوائی تھے ہوتا ہے سب ہوا روشن

نکی کے جھاڑ تے جھڑتے اہیں دھوئیں کے پھول　　پیا بچن کے پھلاں آنگے نہیں سدا روشن

دندیاں کے سینے پھوٹیں یو زمین جیوں پھانکاں　　خدا معانی کوں فتح و ظفر دیا روشن

(ق)

(۸)

شب رات آگیا ہے سب جگ کتے تائیں روشن

جوں نور موسوی تھے روشن ہوا ہے ایمن

جھلگاؤ آپ مکھ کا دکھلاک عاشقاں کے

نیناں کے تئیں کیا ہے اس نور سیتے گلشن

خوباں کے زلف سیتے نسبت ہے اس رین کوں

تو اس کوں سوہتا ہے سب تن پہ نور ابھرن

اُس کے سوتاب تھے ہے مہتاب کا اُجالا
سے

اُس جوت تھے ہے روشن چندر جوتاں درپن
سے

جھڑتے ہیں پھول گل ریز اس کی ہنسی تھے
سے

تو چند سُرج تارے اُس تائیں کھولے دامن
اسلئے چاند سورج کے لئے

اس عید کے ہوس تھے دھرتی اہے ہوائی
سے زمین

نیہہ کا ہوا اپس ہیں تو دے ہوا کوں تن من
محبت

صدقے نبی کے قطبا جم جم خوشی انند سوں
سے

لک سال اچھے کہ اُس تھے ہے عیش شمع روشن (ج)
لاکھ اہے سے (ک) (ی)

(۹)

مکھ جوت سوں چندر کھیاں شبرات کوں جھمکائے ہیں
رخ کی جھلک سے مہردیاں ۴۶۰

چندر، سورج، تارے دیکھت لن جھلک کوں جھلکائے ہیں
چاند رات کی

ہر یک دھن ہر یک گُل دھن، پہن نو رتن کے ابرہن
ایک عورت پہن لباس

پی مد مدن جھلکا بدن، شہ پگ چمن کوں آئے ہیں
شراب قدم

مکھ مہتاب کے رنگ آپ کوں، افتاب جوں ات تاب سوں
رُخ

دکھلائے کر مہتاب کوں، تے تاب کر پگلائے ہیں

سو دھن لٹک کے جب جھلک، دو نو الک کے سو مہک
حسین زلفوں

جھلیا فلک پر تھے ملک، بے سُد ہو لک لک آئے ہیں
سے لاکھ لاکھ کی تعداد میں

چھاتی اُپر چھاتی سندر، لٹ سیام بھر کُچ تس بھتر
زلف

جیانے مگر کالے ابر، ڈونگر پہ چڑنے آئے ہیں
قلعہ

مہتاب دھن رخسار ہے، گلریز گل کا ہار ہے
عورت کا

ڈو بھوں سو حاجب یار ہے، ہیکس پہ یک چل آئے ہیں

قطب زماں حکم رواں، یک جا و داں رہے یو جہاں
ایک پر

امن و اماں سوں کر علیؑ جو تھے حکم یوں لائے ہیں
کے تحت یہ

(ج) جیو (صفا) اسطرح

(۱۰)

عشق شبرات سر تھے دھن کری رے — نین مہتاب سیتے دن کری رے

(بیں بھر سے عورت — آنکھ کے سے)

عجب اس دھن کے مکھ پر ہے تجلی — ہلالاں تن رتن روشن کری رے

ہوایاں سو کے بنگڑیاں چکراں جوں — گھڑیاں بازیاں سو اپ جوبن کری رے

(خط سرمہ جیسے — اپنا)

نین مستی کے گلریزاں سو بھر کر — نلی طاوس نچک چومن کری رے ۷۰ہ

پھلی ناسک جھلکنے تھے ہے شبرات — دھرت کوں آج نین جوں گھن کری رے

(ناک کی سے — زمین کو جو آج کی رات مثل آسمان)

لڑاں موتیاں کیاں تج ہننے کیاں جھیلاں — تو جھیلاں تھے جگت درپن کری رے

(کی — سے دنیا کو آئینہ)

ترے پگ دیکھ دھرتی کھلبلی دھن — گگن کوں پگ منے پینجن کری رے

(قدم زمین اے حسین — آسمان کو قدم میں)

نشانی گال تج مشرق و مغرب — بنداں خوے تارکی سر پر کری رے

(تیرے — بوند پسینے کے)

ترا صورت عطارد کیا لکھے گا — تو قدرت سیتے تن ابرن کری رے

(سے جسم پر لباس)

عشق کے نوبہار کی توں کلی ہے — پھلاں امریت کے جوبن کری رے

(میوۂ آب حیات)

خدا بن کس نہیں ڈرتی ہے کھینولی   تو ساریاں میں نڈر کی من کری رے

کسے بغیر کسی سے

جلچ کہنے کا تھا سو میں تو کہیا   دو تن کی بات کی جتن کری رے

جو کچھ

بغیر

نبی صدقے قطب شہ کوں بھولا کر

دیوانہ بنا کر

تو سب ناریاں میں اپ جتن کری رے

حسینوں   اپنے لئے محفوظ کرلی   (ج)



ہلالِ عید

و

عیدِ رمضان

جگ کتنے آج گھن پر دیکھے ہلال ساقی ۴۸۰ سونئیں ہلال میرے مہہ کی مثال ساقی

عالم (مخلوق) آسمان

چھک جائیں دیکھ شفق رنگ ریشم سو بیچ رقعہ پڑیا ہے گھن پہ پر کر منج نہال ساقی

پڑا آسمان مجھے

نوری ورق پہ لکیا خمّار حسن خط تجہ انگور کی کنواری سوں دے وصال ساقی

میرا تیرا

یک ماہ تھے مرا دل لالونیاں گگن کوں ڈھنڈ تو چند پیالا پایا ابتال ساقی

آسمان سے ڈھونڈھ نئے چاند کا اب

تم تھال انبر شفق رنگ کے اوڑ آپ بغل تھے دیتا صرے ثریا دیکھ جج اتال ساقی

آسمان اپنے سے مجھے اب

بھر بھر پیالے بھر بھر دوراں پہ دور کر کر مے سوں ملا کہ دیتا لب کا زلال ساقی

سے

گالاں جو گل رخاں کے لالاں کرن کوں چوندھر پھرتا لیکر کمل میں پیالا گلال ساقی

کرنے کو چاروں طرف

نابات شیر خرما پستے شکر ادھر دھر کیوں روزے رکھنے سکیاں کر کر بٹول ساقی

ہونٹ میں رکھ کر

سن ہنس کہیاں کہ سوراں چاندا یہ روزے ہیں یہ جو پوچھتا ہے مے دے سٹ بو خیال ساقی

کہیں سورج چاند ڈال

مے شرع میں منا ہے کر محتسب نہ کے توں دے بوسے لب نمک سوں کر مے حلال ساقی

منع کہے اسلئے

صدقے نبی علی کے ہے مست الست تجھ قطبا　۹۰　تس پر پیا تو مے لب بہاں اب سنبھال ساقی
اسکے علاوہ　شراب لب　(ج)

(۲)

چندا عین عیدی بشارت دکھایا　بھنواں سینتی ساقی اشارت دکھایا
چاند　سے
ادھر کی مد کی گھر کوں کُلف تھا سو مکڑا　سو کنجی کیلی کھل دل عمارت دکھایا
ہونٹ شراب قفل　کو نجی کھولکر
چھپی تھی سو یک ماہ مد کی چھبیلی　مشاطا ہو عید انگارت دکھایا
ایک مہینہ تک شراب
صراحی سرو سرو سانی چھنداں سوں　پیالے رتن موج آرت دکھایا

کروں سیو یک چت سوں مد پیر کا میں　کہ میخانہ کا منج اجارت دکھایا
دل سے پیر مغاں　مجھے اجارہ
محمد نبی فیض تھے عید آکر　محمد قطب کوں صدارت دکھایا
سے　(ج)

(۳)

آیا ہے عید کا چند پھر چرخ بام ساقی　لیایا ہے آج کی نس خوشیاں پیام ساقی
چاند　لایا　رات
مد عیش تھے پیا ہے رات روشنی دیا ہے　بالا سو خم کیا ہے لے توں سلام ساقی
پر
سے

بھر عیش کی پیالی وے منجکوں تو آلی
مجھے
دن تیس کے ہلالی لیا سر بکام ساقی

عشرت منجے دلا اب جوں خضر جم جلا اب
مجھے مثل ہمیشہ
پیالے مدن پلا اب آیا ہنگام ساقی ۵۰۰
شراب کے

متوال سب ملے ہیں جوں پھل چمن کھلے ہیں
متوالے
اپ من منے ہلے ہیں بھر بھر دے جام ساقی
اپنے دل میں

دل لبد زاہداں کے صوفی و عابداں کے
مائل
لے حرقے طاعتاں کے دے مدن تو وام ساقی
شراب

پیالے پیتے پلاتے بھر بھر صراحیاں لیاتے
لاتے
مدپی ہوے ہیں ماتے متاں تمام ساقی
مدہوش

کھلے ہیں پھل چمن سب رنگیں ہوے ہیں تن سب
کھلے پھول
مدجام دے ہمن سب بھر بھر مدام ساقی
ہم

قطبا کوں اب خدا تھے صدقے سو مصطفےٰ تھے
سے
اپ پیار مرتضیٰ تھے انپڑیا انام ساقی
سے حاصل ہوا انعام (ج)

(۴)

نھنا بالا نوا ناز کر آیا جیوں نوا چند
چھوٹا نیا جس طرح نیا
چند اکھے بھنواں ریکھ لگایا جیوں نوا چند
مثل ماہ نو

نکھار یکھ اپر سیام بدل یوں گھن چھائے
آسمان پر
سبھی لوگ نچھاد یکھنے نسپایا جیوں نوا چند
مثل

خدایا توں نکھار یکھ چند ادشٹ دکھا موج
نظر
یہی روز کھلادں گا دیسپایا جیوں نوا چند
چمکایا

انچل چیر چھنالال تلیں مکھ پہ چندر و دیکھو — بدل کوں لے میں جھل مل ہو سہایا جیوں نواچند

ہوا رات اندھاری ہیں نچھل پچ جوت جگت مانے — ۵۱۰ کہیں لوگ دیکھو دیکھو او آیا جیوں نواچند

انم لوگ چڑن سیں لگاویں سپر کہت چند — سویں پاؤں پڑ پیا ریکھ دکھایا جیوں نواچند

معانی سو نکھار یکھ ہوا قبلہ ہما تو کو — اماماں کی دعائیں میں پایا جیوں نواچند

(ق)

۵

رُس عید جلوہ گر ہو گئے دن صیام ساقی — نو چند سے ساغراں میں بھرے مدام ساقی

زُہد ریا تھے بھو دن بدنام ہو رہیا ہوں — پیالے پلا پرم کے کر نیک نام ساقی

مستی تھے اپ صراحی کرتی تھی سرکشی نت — کرتی ہے جام کوں اب ہر دم سلام ساقی

تین۳ دیس کی خماری توڑن کے تائیں مجکو — کم کم نہ کر توں دم دم بھر بھر دے جام ساقی

صدقے نبی قطب کوں انپڑیا ہے طہورا

کوثر تھے ساغر انپڑا صدقے امام ساقی

(ج)

(۶)

ابرو کا اُتم رکھیے سو عیدی کا نشر ہے | او چند دکھت مُنج میں غلامی کا نشر ہے
عیدی کا سُدھا کرا دیا کرنہ کہو کوئی | او صوم تجلی کی گھرے ٹھر ہیں خبر ہے

سورج کا پیالا سجن ہت میں اہے بھر ۵۲۰ | کد بھی تو نہی ناہیں کون سیر اثر ہے
یا خضر قدح ہے سجن ہت کا پیالا | یا دست کی تاثیر یا عیسیٰ سا بشر ہے

شربت کے طبق دور نہ مجلس میں پھراو | تج جام منے پھو کی نظر نخے سرا بھر ہے
عیدی کے دمامے طبلاں بجتے جگت میں | پیچن گھنگرو ناو کے گرجن سوا نیر ہے

تج خیال ہمن دل میں سُنے جب تھی جیا سو | او نقش ہمن دل کے نین جیو میں بصر ہے
بازاں ہیں تمارے سو تنہا باز ہوا ہوں | اب باز ہمن ناؤں تپو چھیں کی نشر ہے

لے دیں کوں سناؤ نکو کوئی رمز پرت کا | عالم منے وو جوک لقا مردک خر ہے

---

۱ ن وتم - ۲ ن وو - ۳ ن مجہ - ۴ ن وو - ۵ ن مجہ - ۶ ن تجہ - ۷ ن جیا - ۸ ن ہمن - ۹ ن تپو چھیں -

شوال کا چند آیا مبارک سوں قطب شہ آنند کا سرا ہو کہ خوشیاں کی خبر ہے
چاند شراب (ق-ج)

(۷)

انبر سمدور میں بنسی نوا چند کا سٹایا عید
آسمان کے سمندر نئے چاند

سو عشرت ہور انند منیاں پکڑ بے حد لیایا عید
اور ہیں نہ ؟ لایا

گگن کا ہے محل بن تھام ہور بن طاق بندے کر
آسمان بے ستون اور بے باندھے

نوا چند ر و جر کا طاق بندے سو بندھایا عید
نیا چاند

سکل متاں دیکھت تس کوں شکر کا سجدہ کرناکر
سب دیکھکر اس

نوا چند کا نوا محراب اسماں پر دکھایا عید ۵۳۰
نئے چاند نیا

گگن گج کا نوا چند دانت ہے تس کج اپر چڑکر
آسمان ہاتھی نیا چاند اوپر چڑھکر

خوشیاں کے فوج سوں شہ گھر منے مہمانی آیا عید
کے ساتھ میں

نا متانی

جو خمخانہ کوں موندیا تھا روزیاں کے قفل کر ساقی
بند کیا روزہ

نوا چند کُنجی سوں خمخانے کوں پھر تھے کھلایا عید
نئے چاند کی کُنجی سے پھر سے

رجھانے شاہ کے من کوں انند ہو عیش کے راگا
دل اور

نوا چند رکا چنگ لے چنگ میں چھند سوں بجایا عید
نئے چاند

جنت بن میں کھلیں جوں پھل کلیاں رحمت کے شبنم تھے
کے باغ جسطرح پھول کی کلیاں سے

سکیاں گل لاگ ادھر کلیاں کوں مد سوں تیوں کھلایا عید
گلے لگ کر ہونٹ کی کلیوں کو شراب سے

نبی صدقے قطب کے دشمناں کوں کاٹنے گھنس جوں
گھانس کیطرح

نوا چند کا بلی خنجر پکڑ کر ہت میں آیا عید
نئے چاند کا ہاتھ (ج)

(۸)

خورشید مکھ اُپر دسے ابرو ہلالِ عید
رخ پر نظر آئے

اُس ابرواں کوں سجدہ کیا ہے وصالِ عید
ان کو

خرم خوشیاں سوں شیشوے کی سیو بابھری پری

ساقی پلا پیالہ کہ آیا ہلالِ عید

تج خندہ کا شکر دے منجے شیر خرمے میں
شربت پلا ادھر سینے کھلیا کلال عید

لیایا شراب گھر تھے پون عید کا خبر
چنڈری کی کستوتاں کر آیا ہے لال عید

طرے کے لال تاریاں تھے چوتا شراب لال ۵۴۔
جوبن بھٹی چڑاؤ کہ پایا ز لال عید

بوسیاں کے منج پیترا ہوں اس ہونٹ باغ میں
پھولاں پھلاں سو پنچا ہے اتم نہال عید

رستم نہ کھینچ سکے ترے بھنو کماں کوں
پلکاں کے تیراں سینتی پھنکایا اچھال عید

مکھ پر نگت چڑا نے رکٹ کا لگت منے
تو حسن بھار میں سہے سو کے کا ڈھال عید

ما جبین وچیں جیا رے چھنداں چیں تھے ہار یے
تج ہار کے کندن تھے سو لیایا ہی مال عید

ستارے ازل تھے منج یہ گگن رنگ کا چھتر
پیاریاں پریاں سو ماوے اپرا ورمال عید

صدقے نبی کے سورج چند رتا اچھے گگن
بیت مبیت سوں قطب کر دن سو لا کال عید

---

(۹)

ساقی، ہو عید آیا دیکھ خیال موہنیاں کے
مے لیایا کر نے نیناں متوال موہنیاں کے
لایا　　آنکھیں متوالی

شیر خرما، قند، بداماں، پستے، جیواں ملا کر
صنعت سوں کیتا صانع لب لال موہنیاں کے
کے ساتھ کرتا

ڈھل کانوں تھے گُلالی گالاں پہ لال لالی
لینگے چھنداں سوں موتیاں اتھ دھال موہنیاں کے
سے　　سے

کیوں رشک میں نہ آویں دیکھ عاشقاں رقیباں
ہو جُھلتے جوبناں پر کنٹھ مال موہنیاں کے
ہار

لکھ لکھ الک سرک سٹ دیکھلائے فن سوں تل تل
لاکھ　　زلف میں پیچ شکن ڈالکر
تو سنہرے خیال پنکھی دیکھ خال موہنیاں کے
گرفتار ہوں　　کے پرندہ

سولہ سنگار کر سب جب لٹکتیاں سو ہریاں
ناز سے چلتی ہیں
سن نادر بیچ آئے جھلخال موہنیاں کے
آواز

جگ میں چلیں لٹکتے ات چاتورائی سوں سو
چاتری شوخی
کبکاں ہنساں گیندان سکھ چال موہنیاں کے
سیکھ کر

صدقے نبیؐ کے قطبا مے لال لال پیالے

بھر پیو لئے پیالے کر لال موہنیاں کے (ج)
پیا

(۱۰)

عید سوی لیایا خوشیاں انند اس انندان سوں کریں خوباں انند
لایا
رنگ بھریاں کسوت کیاں بہو رنگ رنگ کرتے ہیں تس رنگ تھے متاں انند
بہت سے
دیتے ہیں ساقی عروساں چھند کے عاشقاں کوں نقل ادا دھراں انند
سے
سرو نمنے باغ و بستاں میں سکیاں جب ڈلیں چھب سوں کریں چمناں انند
کی طرح وہ ہونٹ
سے

شاہ کے مکھ سور تھے پایاں ہیں سب چند تھے جوں تارے تیوں تاریاں انند
رخ آفتاب جیسے سے چاند سے جسطرح اسطرح

تج سہاتا ہے سدا اے خوان عید ۵۶۰ تیری عیدی تھے کریں شاہاں انند
تجھے زیب دیتا سے

قطب شہ دایم علیؑ کا داس ہے

جم کریں شہ عید تھے عیداں انند
ہمیشہ سے (ج)

(۱۱)

روزیاں کا عید آیا ہے بہو چاؤ ہور بہومان سوں
روزوں بہت اور بہت

ساقی پلا مد عیش کا اپ حسن کے پرمان سوں
شراب اپنے

منج تائیں مد کا شیر بس ہور اُس ہیں خرما ہونٹ کا
میرے لئے شراب اور

نا بات اپ بوسے کا دے اے شہ پری انت گیان سوں
اپنے

مدخانہ عشرت کا کھلیا بہتا ہوں آنند کا
شراب ہوا

خوش بھید ہے مل پیوناں مد جیو کے جانان سوں
پینا شراب دل

سکیاں سنگاریاں ہیں اپس پیو عشق کے رنگاں سیتیں
خود کو پیا
اُس کے بڑے ہیں بھاگ جس کوں شہ منگے دل جان سوں
سے

عید آ کے لکھ جھمکایا اب چونپ دل میں لائیا
لایا
سنگار میں اپجائیا ناریاں ہلیاں سو جان سوں

ملی ہیں
گن عید کا گاتیاں سکیاں پیو وپیکیاں راتیاں سکیاں
گاتی ہیں کی
سائیں کے من بھاتیاں سکیاں ماتیاں ہیں پیو کے دھیان سوں
دل
صدقے نبی کے قطب شہ کوں عید سکھ دن ادن اچھے
کا رہے
جب لگ چندا ہور سور ہے ہے عیش جگ فرمان سوں
چاند اور سورج میرے سے (ق)

عید غدیر

(۱)

خبر بکرید خوشیاں سیتیں میرے تائیں لیایا ہے

خوشیوں کے ساتھ لئے لایا

خوشیاں اوپر تھے قربانی ہو لے بکرید آیا ہے

سے

اے مجلس عید دیکھت عیش ہور خوشیاں سیتیں دایم

یہ کی دیکھکر اور سے

انداں راگ کوں آلاپ کر بہو گن سنایا ہے

۵۷۰

بہت

گلالی پھول منج مجلس تھے رنگ پا کر سہاتے ہیں

میری سے

کہ ساقی اپ نین پیالے سوں مد دے منج رجھایا ہے

اپنی آنکھ کے سے شراب دیکر مجھے

سہیلیاں اپ سنواریاں ہیں پرم کسوت کے رنگاں سوں

خود کو جامہ محبت سے

کہ بکرید آکے سب جگ میں طبل عشرت بجایا ہے

سکیاں منج متی کیاں ماتیاں عشق کا کھیل منج سہتا

مجھے زیب دیتا میری کی ماتی

جگت اے عشق کوں دیکھت اچنبھا ہو لبھایا ہے

اس

منجے چوندھر انداں ہور خوشیاں کا گرجنا سُہے
مجھے چاروں طرف اور

تو مستی عید کا سر پگ پہ رکھ مومن منایا ہے
قدم میرے دل کو

نبیؐ صدقے قطبؔ شہ کوں سُہے جم عید مستانہ
زیب دے ہمیشہ

کہ میرے سیس اُپر دایم چھتر شاہی سہایا ہے
سر (ق)

(۲)

خوشی خبراں سنایا عید بکرید	کہ قرباں ہونے آیا عید بکرید
کی	
کھٹکتا مرغ دل کے بوستاں میں	طرب مطرب کوں لیایا عید بکرید
	لایا
نگہ غمزیاں سوں کھینچا منج کوں ساقی	اپن سُد بُد گنوایا عید بکرید
کے غمزوں سے مجھے	اپنا
خدایا کعبۂ مقصود دکھلا	دلیل رہ دکھایا عید بکرید
نہ کر غصہ شکایت عشق تنہہ بن ۵۸۰	خُرم دکھ میں نیایا عید بکرید
کی راہ	
جکوئی ہے عشق میں ثابت قدم او	پرت میں اس رُجھایا عید بکرید
جو کوئی وہ	عشق اُسے

معانی کے بچن شہ تھے لے گل
سخن کے
ہر اک گل تھے سہایا عید بکرید
سے
(ق)

(۳)

ہویدا ابھی ہوا جوں جان بکرید — کیا سب جگ کوں آبادان بکرید
دنیا کو
جنے شہ کے وندیا تھے جگ میں سکوں — کیا ہے شاہ پر قربان بکرید
جنت میکی سوالواں نعمتاں سوں — کیا تازہ جگت کا جان بکرید
ہوا بھر پور جگ کا نین ہور من — بچھایا ہر طرف لو خوان بکرید
خبر لیایا کہ حق شہ کوں دلایا — حیات و بخت جاویدان بکرید
بھرائے بزم ساقیاں مد مدن سوں — کہ ہے مستان کا مہمان بکرید
نبی صدقے قطب لک برس جی تو
کہ تج تھے پاوے نت جیوان بکرید
(ج)

(۴)

اُٹھم بکرید آیا جگ ہوا خوش اپنے من میانے

دل میں

گھرے گھر عید ہووے آج سارے ترِبھون میانے ۵۹۰

ہر گھر میں تینوں عالم میں

سکل غلماں ہور حوراں ملک اس عید سوں خوش ہو

سب اور سے

بھرائے آج دن مجلس خوشیاں کی سرگ بن میانے

جنت کے چمن میں

چندر بھر پھول تاریاں کی رنگیلی اوڑلے چادر

چاند

لگا سینے کنک عنبر لگا ڈُلنے کوں کھن میانے

آسمان میں

کرن زرتار کی پیرن سورج پن دور دھلکا کر

شعاعوں کی پیرہن پہن کر

ادک جھلکار سوں نکلیا جھلک نوری برن میانے

خوب منور ہو کر نکلا جسم میں

سہیلیاں آج یوں سنہ کیاں رنگی کسوت میں سہیلیاں ہیں

کی

کہ یا رنگ رنگ کھلے ہیں پھول چمناں کے چمن میانے

کے میں

اَلالیاں سوں جوانی کے تُول شہ سوں رلیاں آنے
نے بادشاہ کیساتھ عیش کرنے کیلئے
کرے جو الک چھند بند تل تل تین کے یک سین میانے
ہر لمحہ کے لئے

مدن کا مے پلا شہ کوں چمن کی چپا کنی دے دے
دے دے کر لذت بوسہ
ادک متوال کرشہ کوں کیاں خوش مے مدن میانے

پون عشرت سہاوا ہو لطافت شاہ کا دیکھت
دیکھکر
ہوا ہے یہ
ملک حوراں چند سورج رہے کم ہو اپن میانے
چاند
نبی صدقے قطب شہ کوں دعا پنجتن کی ہے دایم
تو نت آنند سوں کرتا ہے شاہی سب دکھن میانے
ہمیشہ اطمینان سے بیدار (ج)

(۵)

شہا بکرید ہے سالم و دیر بجن تج پہ قرباں ہے
تجھ پر سے
دھرت خوش دل گگن خوشحال جگ سب شاد و خنداں ہے
زمین آسمان عالم

توں ابراہیم کا فرزند تجے تج دوستاں سوں مل

تو　ابراہیم قلی قطب شاہ　تجھے اور تیرے　کے ساتھ

جو اسمٰعیل کوں خوف پیار سوں دایم نگہ واں ہے

۶۰۰

سے

علیؑ کا باگ توں تج جھل جھلاٹ ہور ڈھاک ڈر تھے

شیر　تو　تیری جلال یا رعب　اور　سے

گگن کے باگ کوں تج پر کیا مریخ قرباں ہے

آسمان　شیر (اسد) کو　تجھ پر سے

خدا تج کوں دیا عیدی یو ہندستان سالم کوں

تجھ　یہ

تو دن پر دن قیامت لگ ملک تیرا اباداں ہے

روز بہ روز　تک

جکوئی تج سات یک چت نہیں سو دشمن ہے محمدؐ کا

جو کوئی　تیرے ساتھ　دل

جو دشمن ہے محمدؐ کا سدا خوار ہور پریشاں ہے

اور

توں موسیٰؑ تج کھڑگ موسیٰؑ عصا تج مکھ ید بیضا

تو　تیری تلوار　کا　تیرا چہرہ

توں عیسیٰؑ تج ترنگ ہے سورج ہور اسمان میداں ہے

تیرا گھوڑا　تو　سورج　اور

ہے جم داودی الحاں تج بزم میں تج بزم میں جم جم (؟)

(داود سے؟)　تیری

انداں پر انداں پر انداں پر انداں ہے

دیا حق تج حکم تل سب پری ہور دیو وحش و طیر
تیرے کے تلے اور

سو جن ہور انس عنصر چار و سا چا توں سلیماں ہے
اور سچا تو

سٹیا تیرا کھرگ دشمن پہ پر تو تور گت میانے
ڈالے تلوار خون میں

ہوا دشمن کا تن سب جوں عقیق ہور لعل مرجاں ہے
مثل اور

دعا کرتے اُسے سب جگ جکوئی تیرا دعاگو ہے
جو کوئی

ثنا کرتے اُسے عالم جکوئی تیرا ثنا خواں ہے
جو کوئی

نبی صدقے خوشی گھر گھر انند ہی ٹھار ٹھار اے قطب
اطمینان جگہ جگہ

ترے گھر میں ہزاراں سال لگ بکرید مہماں ہے
تک (ج)

۹

دن آج کی بکرید کا سب جگ میں رجحان ہے

۹۱۰

گھر گھر خوشیاں عیشاں انند مہمان پر مہمان ہے

ریگاں بدل سیخاں سہیں تارے ٹکے لذت بھرے
باول
کڑدل چند اسورج اگن گا نور سو اسمان ہے
چاند　آگ

بادل سے سُفرے کے اُپر جوڑے جنت کیاں نعمتاں
کی
سو اس کندوری کوں دیکھت ترلوک سب حیران ہے
دیکھنے یا دیکھ کر

یو عید قربانی اپے قرباں ہوی سہیلیاں اُپر
خود
تو اس سبب اس عید کوں سب جگ میں اپتا مان ہے
اتنا

یا موہنیاں سنگار کر پھرتیاں لٹکنتاں دھرت پر
پھرتی ہیں　لٹک کیساتھ　زمین
یا گگن اُپر تارے سہیں یا کھیلیاں بستان ہے
آسمان　زیب دیں

کوئی گاتی کوئی آلاپتی کوئی ہنستی کوئی ناچتی
کوئی پیتی کوئی پیلاتی کوئی سرخش کوئی متان ہے

صدقے نبی کے قطب کوں قایم اچھو شاہی انند
رہے
جب لگ دریا میں نیر ہور انبر اُپر چند بھان ہے　(ج)
تک　پانی اور اسمان　چاند سورج

(۷)

سنگار کر اضحیٰ اچھلے سو نور انواراں بھرے

پھل سور طوا کن لگا تر جگ میں جھلکاراں بھرے

سورج

خوش عید عشرت شہ کے گھر لیایے دیکھ اس شہ ہت لیکر

ہاتھ میں لائے

لا گل گلے لا مشک عنبر جو بھیر مہکاراں بھرے

مے لب توں لیدا ہے میں لئے بوسے تجھل بھانے میں لے

تیرا

مدپیالے میخانے میں لئے چو طرف میخواراں بھرے

شراب

چندر مکھیاں پی جام اول تا ہے لبیاں نقلاں بدل

مہ رخاں

مست ہو پھریاں یوں نشہ اگل سوراں کے جو بہاراں بھرے

۶۳۰

کے سامنے سورجوں جس طرح

تو قطب گھن زرکش ہو کر طبلے سورج رکھ چرخ پر

آسمان

کرناں سے تاراں کھینچ کر ساریاں میں زرتاراں بھرے

شعاعوں ساڑیوں

پیو سات یکیاں ہو اپے جیو سات قرباں ہو اپے
پیا کے ساتھ خود جی کے ساتھ خود

تسلیم کر اسمٰعیل اپے تو رحم گلے ہاراں بھرے
خود

حضرت نبیؐ صدقے تھے بلٔ یا قطب کیتا یو غزل
سے لکھتا یہ

آنند سوں سن لا عید گلٔ کے پر گھر یاراں بھرے
(ہ) (ج)

(۸)

بکر ید عید آیا صلوات بر محمدؐ
آنند علم اُچایا صلوات بر محمدؐ
خوشی کا بلند کیا

جیکچ مراد میرا دل میں جو تھی خدا تھے
جو کچھ سے
دو ہی مراد پایا صلوات بر محمدؐ
وہ

بارہ امام پنج تن کا مہر جسم ہُما ہو
منج سیس چھانو چھایا صلوات بر محمدؐ
میرے سر

میری خوشیاں کی بیلاں گھن منڈوے چڑو کر
آسمان چڑھیں کرکے
جبریل ورد لایا صلوات بر محمدؐ

یک دھیان ایک چت سوں دل ہور جیو میرا
دل سے اور روح
حیدر رسولؐ صدق لایا صلوات بر محمدؐ
سے

دندیاں کی ذات کوں سٹ یک ڈھیر یو ہی بکر ید
دشمنوں ایک طرح
دُکھ آگ میں بھونا یا صلوات بر محمدؐ
دُکھ کی بھنایا

صدقے نبی کے قطب شاہاں محل ہاتے

میں

عشرت پکڑ بسایا صلوات بر محمد

(ج)

(۹)

عشرت کے پھولاں کا یوں لیایا بسنت بکر ید سوں

کے ساتھ

لایا

سب رنگ بھریاں کے من کے تئیں بھایا بسنت بکر ید سوں

دل کے لئے

اس باس کی جھلکار سوں آیا بہار اس جگ منے

میں

سے

آنند پھل جگ باغ اوپر چھایا بسنت بکر ید سوں

کے پھول

کے

سب بن ہرے انبر منے پھولاں تارے کھل رہے

آسمان کی طرح

تاروں کی طرح

زہرہ سوں منگل ساز کر گایا بسنت بکر ید سوں

کھلتی کلیاں کے ہونٹ ہلتے ہیں جو نازک بھید سوں

سے

کرنے صفت شہ کھیل کا آیا بسنت بکر ید سوں

کے لئے

کے

سُندریکیاں پر رنگ شہ میلے تو آنکھ تل یوں دسے
آنکھ کی تل اسطرح نظر آتی ہے
سورج ستاریاں پر کرن بایا بسنت بکرید سوں

عشرت بدل امرت پھوئی چھڑکیا ہماری بزم میا
کے بادل آبحیات کی پھوار چھڑکا
منج دل چمن میں سکھ برگ لایا بسنت بکرید سوں

میرے
یک ٹھار مل آئے بسنت بکرید حضرتؔ دِشٹ تھے
جگہ کی نظر سے
قطبِ زماں آنند سکھ پایا بسنت بکرید سوں

(ق)

——— (❊) ———



(۱)

نورانی نوروز نوراں سوں آیا — حمل حسب جالاں لحضرت تھے دھایا

ج جگا تے جو جگ میں دھبل کا زہم جھم — چمن جوگ چند زمن جاگ بجایا

م مدہر مدمستی میا سوں منوہر — ملن من کی مجلس میں مُنہر منڈایا

ک کدم کر سو کستور کُنکم کلاکر — کنٹی کویلاں کا مناگن گوایا

ہ ہوا ہے ہوا ہر طرف ہر جنس کا — ہوس سوں ہری بن ہزاراں ہلایا

س سہیلیاں سوں ہاتاں میں ہاتاں سہایا — سہیاں صف تارے ثریا سہایا

ق قرب سوں قطب شاہ قدرت قدر سوں — قضا قوس تھے قاف تا قاف پایا

(ج)

(۲)

نوا نوروز نورنگ جوں کلیاں کھلایا ہے

بنداناریاں کوں کُھل جھمریاں کمل کنچو کیاں ملایا ہے

سُترنگ پھل پیالے شبنم سوں دھولاے بھر گلالی رس
خوش رنگ کے پھول — دھلا

سبز رنگی نہالاں نورنگیاں ہت دے پلایا ہے
ہاتھ میں دیکر

ویسے چ نیالاں پھل تلاں تاریاں کی نرگس پہ
[illegible]

پریم نے پرملاں دے تن کوں جیواں دے جلایا ہے
روح دیکر

ترو تازے طراوت سوں کمل گلال ناریاں کوں
سے

ہنداون تاں فتی ہر بیے اُپر پھولاں پھیلایا ہے

بھونر پھولاں کے بچھڑی ہیں کالا چوں کے کوئل ہو
مثل

ہری ڈالاں اُپر پھر پھر سندر پُھل کر جلایا ہے

چلانے تھے بھنور کے بھیرتے سرود ہمن کر کہ

کلیاں مکھ موڑیاں سوں پھر خدا ایکچا ہلایا ہے [illegible]

کچھیاں کونلیاں کو اتریاں ناریاں کلیاں کوں نوروز آیا
کیسی — نئی — نمودار — ناری (عورت) کلیاں

محمد صدقے قطبا کوں انداں سوں ملایا ہے
(ج)

(۳)

سر تھے نوروز بشارت لے خوشیاں سوں گھر آوے
پھر سے ‌‌ ‌ کی ‌ اس طرح
تو حمل برج میں اپنا سو شرف عزم دکھاوے

مو اُمیداں کے انند پھول چمن من میں کھلے ہیں
میری ‌ دل
گھنگرداں بال پیالے منے مدبھر کے پلاوے
میں

سبز صورت سو سبز باغ میں سُہنتی گگن انچل سوں
آسمان کے
کوکلاں ناد سوں چوندھر کھنچنی پیاری نچاوے
کوئلوں کی طرح ‌ کنچنی کسبن

چنگ کرتا ہے پیالے و صراحی کوں سلاماں
روم تاراں سیتیں مطرب اپے چنگ چنگ بجاوے
سے ‌ خود

سرو قد ساقی جو بنیاد کرے ناچن کی
ناچنے
پریاں حوراں سیتیں ملکر سری راگاں سیتیں گاوے
سے ‌ سے

آئی مشاطہ نگارن ہو نگاری پری تائیں

میری کے لیے

قدرت اس ہونٹ مٹھائی تو نبات اُس کیاں کھلاوے

نبیؐ صدقے قطبؐ ایسی کرے نوروز رنگیلی

آبِ کوثر خدا حضرتؑ کے ہتوں منج کوں پلاوے

ہاتھوں سے مجھ



بنتُ

(۱)

بسنت کھیلیں عشق کی آ پیارا | تمیں ہیں چاند میں ہوں جیوں تارا

نچھل کندن کے تاراں انگ چھونا ۶۶۰ | بندی ہوں چھند بندسوں کر سنگارا

بسنت کھیلیں ہمن ہور ساجنا یوں | کہ اسماں رنگ شفق پایا ہے سارا

شفق رنگ چھینے ہیں تارے رگٹ جوں | سورج کرناں من ز زتار ز تارا

پیا پگ پر ملا کر لیائی پیاری | بسنت کھیلی ہوا رنگ رنگ سنگارا

جوبن کے حوض خانے رنگ من بھر | سورو ماروم چرکیاں لائے دھارا

بھسکی چولی ہیں بھیٹن نیس نشانی | عجب سورج ہیں ہے کیوں تس کوں ٹھارا

بسنت و نت جھد سو کندن گال اوپر | پھولایا آگ کیسر کی بہارا

نبی صدقے بسنت کھیلیا قطب شہ

رنگیلا ہو رہیا ترلوک سارا

(ج)

(۲)

پیارے بسنت کا ہوا آیا — سکیاں تن مشک زعفراں لائیا
آئی — لائی

(کرم خوردہ) — کہ جوندھر ہر یار نگ ہوا چھائیا
چاروں طرف ہرا کی

— کہ جیو اُس تھے جیون کا رس پائیا (ج)

(۳)
سے

(کرم خوردہ) — کہ کویل پرم ناد اپنا سنایا
محبت کا نغمہ

— سرس مور آواز جگ کوں رجھایا

گلالی رنگاں کے برن بہو جنس سوں — چھبیلیاں رنگیلیاں کے قد پر سہایا
بہت طریقہ سے

نبی صدقے اے قطب شہ اس بسنت میں — رتن میگھ برسن عجائب دکھایا
موتی کی بارش برسکر (ج)

(۴)

بسنت آیا سکی جوں لال گالا — کسم چولا ________

پپیہا گاو متا ہے میٹھے بیناں — مدھر رس دے ادھر پھل کا پیالا
ہونٹ پھول جیسے

پیاری ہور پیا ہت میں سٹ ہت لیے — سرون میں نہد میں گل پھول مالا

(اور) (ہاتھ) (ہاتھ)

کنٹھی کویل سرس ناداں سناوے — تنن تن تنن تن تن تن تلا لا

(نغمے)

گرج بادل نچھے دادر گیت گاوے — کویل کوکے سو پھل بن کے نیالا

(سے) (پھولیں)

سدا بسوا کرین ایسی گسائیں — دلدر دور کر کرتا نہالا ۶۸۰

(نحوست) (نہال)

نبی صدقے ہوا قطبا ترا جیت — وندیاں سینے میں سلتا دکھ بھالا

(دشمنوں)

(ج)

(۵)

پیاری کے مکھ میانے کھیلیا بسنت — پھولاں حوض تھی چڑ کے چھڑکیا بسنت

(میں) (سے)

بسنت باس چن چن کے چنری باندھے — جو ابھر کے لہراں سوں آیا بسنت

جوین حوض ہیں نو رتن رنگ بھرے — بسنت راگ گاؤ سہایا بسنت

رنگا نید میانک بندے گلسری — گلے گل لڑاں سوں دکھایا بسنت

نوی بالی کو تلی کدم میں بھیجے — پرت پیالے بھر بھر پلایا بسنت

(محبت کے)

بسنت کی خماری نین میں بھری — ہنڈولے نین دل ڈلایا بسنت

نبی صدقے میں ہوں محمد غلام — نوی رت ہیتی رت ملایا بسنت

(ق)

(۶)

او منگاں سوں بسنت آیا نورانی — کریاں کسوت سکیاں سب آزرسانی
امنگوں کے ساتھ

کرتی ہیں — عروسی

بسنت کے پھل کھلے ہیں اپ رنگیلے — ۶۶۰ — ہوا حیران دیکھ اُس تائیں مانی

پھول — کو

کنول کے جھولے سُنتے ہیں او مکھ پر — کہ جو پھل پر ڈلے بھونرا سو گیانی
ہیں — پھول

جڑت چرکیاں سوں شہ پہلے بسنت جب — پلاوے نیہہ مد تب شہ کی میانی

کو یک کویل بسنت کے راگ گائی — کہ پائی ہے اِسے رت میں سکھ نشانی
اس — سکھ کی

ہوا آکر صفا پھل بن کوں تیوں دے — کہ دکھ او نقش ہوئے حیران مانی
دیکھ کر وہ

نبی صدقے قطب شہ تا امن جم جم
کے لئے
سُہاویں رنگ بھرے حُسناں سُہانی

(ج)

(۷)

شاہ کے مندر سعادت کا خبر لیایا بسنت

لایا

نین پتلیاں کے چمن میں پھول پھل لیایا بسنت

سبز سارے نورتن کسوت کئے ہیں رنگ رنگ

سرو میناں میں سو شبنم کا سرا پایا بسنت

شراب

سارے پھولاں تئیں بسنت کا پھول مہانی کیا

کو

گل پیالہ ہو کے خدمت تائیں چت لایا بسنت

کے لئے

جوت مانک سوں بسنت کے گل کھلے عالم منے

میں

پھل بسنت تھے سب فلک پر لال رنگ چھایا بسنت

پھول

سے

سور کا رنج میں بسنت کا رنگ جھلکتا نور سوں

ہور چندر کے حوض میں چندن سوں مہکایا بسنت

اور چاند

ترنیاں چتر کہ ترنگ نکلیاں بسنت کے ڈھنگ سوں

پھول ہر اک کھل کے اب باساں سیتیں گایا بسنت

جھین چنری پر نگٹ تاریاں کاکر آئے انگن

چپر کتارے کے تئیں انبر کماں لیایا بسنت

سر تھے انچل ڈھال کر بیج پر پلو کریوں سٹے
سے

بجلی چتر کے ہات لے نھاڈی تو رنگ پایا بسنت

چترکیاں کے نیر بند تھے سب فلک پکڑیا ہے رنگ
بوند سے

اس گہر ابراں کے رنگ تھے موتی برسایا بسنت
سے

موتیاں یاقوت گھر گھر یوں دھک انباراں بھرے

ہر گدا مسکیں کوں خاقاں سہم کا دکھلایا بسنت
برابر

شکر ایزد کر معانی رات دن آنند سوں

تیرے مندر میں خوشیاں آنند سوں آیا بسنت

(ج۔ق)

ن۱ اس گہر ابراں نتارے موتی برسایا بسنت
ن۲ سکھ
ن۳ قطب شہ

دُوسری عیدیں

پوریوں کی عید

درشنی ہو آئی ہے پوریاں کی عید
درشن دلانے والی
شہ درس دیکھنت ہوی حوریاں کی عید
کا درشن

شاہ درس سیتی گمتیاں کامیناں
کے درشن سے عیش کرتی ہیں
دید پر ہے دید منظوریاں کی عید

شاہ کے مکھ سور سوں ہر دم حضور
رخِ آفتاب سے
نت نویلیاں ناریاں نوریاں کی عید

وصل کعبہ کر پھریں سب آس پاس
شہ کی بھیٹن سوں ہے منتوریاں کی عید

ناریاں جگ پر چمن دے شہ کرو
لعل ادھر پیالیاں سوں مخموریاں کی عید

لعل خوباں بنب جب اُماں جو پائے
بوسہ
تب تھے ہوی جگ میں کندوریاں کی عید
ہونٹ ۔ سے

مصطفےٰ ہور مرتضےٰ کی دشٹ تھے
اور ۔ نظر سے
قطب شہ تھے ناریاں گوریاں کی عید
سے

(ج)

اتبار (اتوار) عید



قرباں ہونے شہ اُپر آئی اہے اتبار عید
عشرت کیے پردے لیا رچ گھنتر سو شہ کے دار عید

گھر گھر خوشی ہور عیش کا پنجر ہوا بھو دات ہاں سوں
ہے آج جگ خوشحال سب ہوئی ہے بہار ٹھار عید

امید کیے سب ملک کا سلطان ہے توں تو تجے
مطرب انند عشرت ندیم خط داس ہے ہور یار عید

مد شوق کیے پیالے پینے مستیاں کوں سب تاں کر
دے نقل بلبل ذوق کا یک دل سوں یو خمار عید

قد بیاں سبھیں اسماں کیے مہماں ہو شہ گھر آئے ہیں
جگ میں اچنبا ہور ہیا دستے ہی یو اوتار عید

بندے ہو کر بندگی سیتی پائی بڑائی جگ منے
پکڑے ہے نس دن شاہ کا یک چت سیتی دربار عید

صدقے نبی کے قطب کوں لیا لے کر اپنا کرے
عشرت انند کے چھند سوں یو چھند بھری چونار عید

۷۲۰		(ج)

سکھ بلاس کی عید

سدا ہوے شہ بزم میں نہہ انند — کہ دولت ہے اس شاہ کا بھو بلند

عشق کا — بہت

سنوارے گگن سے رنگیلے محل — رتن جوت جھلکے کہ یا سور چند

جیسے جو — سورج چاند

سجن کے جشن میں سورج سے جھگت — دکھاویں عجب ویسے یوں چھند بند

نظر آئے

سبھی ساز بجتے ہیں گن بھید سوں — پچنتے ہیں اس سار تے جیو کے چھند

سے — نکلتے — دل — سے

گرجتے ہیں اس دھن تھی ساتوں گگن — جگت رقص کرتا نین کچ گزند

سے آسمان — کچھ

نہیں بزم اس ساز کا ہور کہیں — نظر نا لگے تیوں سٹو اگ سپند

طرح — نہ — اس طرح ڈالو آگ میں

نبی صدقے قطبا کرے سکھ بلاس

کہ دایم اچھو عید کی تیوں انند

رہے — اسی طرح — (ج)

عید



عیداں کیاں ہیں خوشیاں سب ہی اس عید میں — سالاں کے غم بھاگیاں سب ہی اس عید میں

کی — سالہا سال بھاگ گئے

فتح و ظفر ہور عیش ہے اس دن منے — نوراں کی ہیں کلیاں سب ہی اس عید میں

اور — میں

ایسی خوشیاں پر لکھ گھر نیواز ماں ۲۰۷، روشن ہوا ایماں سب ہی اس عید میں

لاکھ

چند اسورج لیتے جھلک اس دور میں — پائے شرف پرجاں سب ہی اس عید میں

چاند — رعایا

جھاڑ سوکیاں کوں لگے پھل عید تھے — گوہر بھرے پیپیاں سب ہی اس عید میں

سوکھے ہوئے — کی وجہ سے

اس دیس میں کوئی غم نشاں پاتا نہیں — رقصاں کرو ذوقاں سب ہی اس عید میں

دیس — ذوق سے

قطب زماں کے سب گناہاں بخش اللہ

پکڑیا علیؔ داماں سب ہی اس عید میں

(ق)



(۱)

خدا کی نظر تھے برس گانٹھ آیا — کریم کے کرم تھے برس گانٹھ آیا

محمد کے میم تھے مدد مانگ کریں — علی عین عادل علم کوں اُچایا

الف آسماں آسماں گیر بندکر — حسن ہور حسین حسن جاجت لایا

قمر قاف قبے اوپر جگ جگایا — پرم پی کا پیالا پیا منج پلایا

گلاں گاف گل گوند سہرا سنوارے — حمائل سو ہے حمد کا حق نہ پایا

تو ہی سنتی کا ہانس منج گل نہ باکر — نبی ہاتھ نا بات نیکا چکایا

صدق صاد کا صبح صادق صفا سوں — قریب قطب کوں قاف قاسم کھلایا

(۲)

نبی کی دعا تھے برس گانٹھ آیا — خوشیاں کی خبر کے دمامے بجایا

پیالہ ہوں ہیں حضرت کے ہت آب کوثر — تو شاہاں اُپر مجہ کلس کر بنایا

مرا قطب تاراں ہے تاریاں ہیں جھل (ہنجل) — تو مجہ پر فلک رنگ کا چتر چھایا

۱۔ سلطنت گولکنڈہ کا شاہی رنگ نیلگوں تھا۔

فلک دور نمنے سو منڈپ اُچا کر
جڑت سب تارے سوں اُس پر جڑایا
مانند

کلس دستے تھاناں اُپر چند سوج
دو جھلکار نوراں سیتی جھک جھکایا
دکھائی دیتے ستونوں پر چاند
وہ
سے جھک جھک کرنا چمکنا

سورج چند اپے تال ہو کر بجیں نت
منڈل ہو فلک ٹم ٹمایاں بجایا
چاند

کرے مشتری رقص مجہ بزم میں نت
برس گانٹھ میں زہرہ کلیاں گایا
گرہ

کلیاں عشق کی مجہ ہیئے میں کھلا کر
پھولاں غم کے دل بوستاں تھے گنوایا
سے

ہر گلستاں تازہ اُس تھے ہوا ہے
مجہ اُس باغ تھے میوہ دم دم کھلایا ۵۰
دل
سے

دندے دشمناں کوں سو یک جا ملا کر
سو اسپند کے پاتراں کر نچایا
سے
کو

خدایا معانی کی امید بر لیا
لا
کہ جیوں بانت کے مینہو تھے جگ سب اکھایا
مینہہ سے دنیا (ق)

(۳)

خدا کی رضا سوں برس گانٹھ آیا
سہس شکر کر توں برس گانٹھ پایا
سے گرہ ہزار تو گرہ

دعائے اماماں تھے مجہ راج قائم — خدا زندگانی کا پانی پلایا
سے میرا — آب حیات

نبیؐ کا دعا ہے منڈپ سیس اوپر — اماماں دعا سوں طنابان بندھایا
سر — سے کی

گل مصطفے اسیتی سیرا گندھا کر — مجہ اس گل کا سیرا حمایل پہنایا
سے سہرا — پہنایا

دعائے علیؑ تھے سراجی چڑھا کر — اپن سایہ سوں سایہ بان مجہ پہ چھایا
سے — اپنے مجھ پر

ہر یک روم کی جیب سوں شکر کرتوں — کہ تجہ بھاگ تارا شرف سوں نپایا
رواں زباں سے — تیری قسمت

معانی محمدؐ پہ صلواۃ کرتوں — کہ توں داس پن تھے جگت میں سہایا
غلام سے — (ق)

(۴)

نبیؐ ناؤں تھے پھر برس گانٹھ آیا — ۶۰ تو بے فتح خبراں شہاں کوں سنایا
نام سے — نئی کی کو سنایا

نبیؐ کی غلامی تھے ہے تاج تج سر — شہاں تاج پر تاج تیرا سو ہایا
تیرے سے — سہایا

پھولاں کے منڈپ ہور گانڈے کے تھانباں — کہ ساتوں سہیلیاں سوں منڈپ اچایا
پھولوں گنا — اٹھایا

گلالی پھولاں کا بندے سر کوں سہرا کھم — او پھولاں جڑت قرص حمایل نہایا
باندھے — وہ پہنایا

قطب تارہ دکھلائے قبلہ کی باٹ — لے ہے بس شرف قبلہ جاگ کوں دکھایا

قطب تارہ قطبا فلک کا کلس ہے — سبھی تاریاں میں نکٹ ہو دپایا

چھتر کا کلس سو رکیلی نوا چند — سو اس کا جھلم نور جگ کوں جگایا

کلس کا ہے جھلکار دو جگ کا سورا — فلک آپ منڈپ ہو حوراں نچایا

سورج چاند تارے پھر کھول کھولا — فلک تال مندل گرج کر بجایا

خرچ زہرہ کے پھول ہور پان کا — عطارد کے لکھنے میں ہرگز نہ آیا

گلالی کلیاں کھلیاں دل باغ میں — کہ باقی پھولاں کی رتاں کوں گنوایا

تمن آرزو تھے ہے دل باغ ہریا — اناراں و گل تار منج ہت و لایا

کیا دشمناں کی نظر چاک چاک — کہ جیوں چاک گاڑی کے نمنے پھرایا

خدایا قطب شہ کوں رکھ اپ پناہ

برس گانٹھ تج یاد سیتیں گنایا

(ق - ج)

حاشیائی حواشی: کو ۔ ہے ۔ چمکا ۔ نیا چاند ۔ اور ۔ کھلیں ۔ تمہاری ۔ ہے ۔ ہرا ۔ وہ گلنار ۔ میرے ہاتھ ۔ مانند ۔ اپنے ۔ سے

(۵)

حبیب حق تھے برس گانٹھ دیس آئے آج　　علی کے مہر تھے مجلس سو کچ کچائے آج

رحیم انبر کوں تتاریاں سینتے سنواریا سو　　منڈپ پھولاں کا محمد کے ہیر اچائے آج

سو لکھناں سو سلکھن گھڑیاں ہیں امرت بھر　　سہیلیاں جھباڑ خضر نیر سو پلائے آج

جو سہرا ہیم محمد کا سر چڑا ہیرے　　علی کی لے کی حمائل منجے پنائے آج

سنے کے صدر او پر پھول گیند جوبن کے　　ہزار چھند بنداں سوں سکیاں رچائے آج

صراحی سنبلہ ہور مشتری کا لے پیالا　　سہیل ساقی ہو منج مد پلانے دھائے آج

فلک طبق میں ملک نقل بھر ستاریاں کا　　چکھاونے منجے آنند سات لیائے آج

سو لال گال طبق میں سکیاں عل نہہ بھر　　سو شہ سجان کوں بہو چھند سوں لیا کھلائے آج

گگن طبق میں سورج چاند کے سو کالسے دھر　　کہ زعفران و مشک رنگ رنگ بھرائے آج

نجھل ہل کا جھلک سنتے جو جگ میں یو دیسے　　کہ ملے چاند سورج بھر کے جوت پائے آج

فلک بدل کے منڈل کر ملک سور چند نال　　نچا ستار سکیاں منج کوں جم پر بچھائے آج

بادل　سورج　　مجھے

ندی رو ماولی موتیاں کی آرتی بھر کر　　سو زہرہ مشتری کے ہت پلا دلائے آج

کی　　ہاتھ سے

سدا ہے داس محمد قلی محمد کا　　علی کے مہر سینتی سک انند پائے آج

سے

نبی کے صدقے قطب منگ مدد علی کن تھے　　سو میز بانی برس گانٹھ لکہ گنائے آج

کے پاس سے　　لاکھ

(ج)

(۶)

گھڑی امرت منے ساعت سلکھن دیکھ اختر سوں

میں　مبارک

گنائے ہیں ملک شہ کا برس گانٹھ آج مہنر سوں

محلاں میں ہر یکس جا دیا خوش زیب و زینت لیا

ہر ایک　　لا

چتارا ہو عطارد آ چتر ہر یک بچتر سمندر سوں

مصور　　تصور اتار

کریں مل رقص آ حوراں ہر یک ترل چند رسوراں

چاند　سورج

جھلکتے ہر طرف نوراں سو تن ابھرن کے جوہر سوں

سو مل آ مشتری زہرا جو لیکر چنگ نوچند کا
نئے چاند
اُتر گھن تھے امنگ سوں آ جماویں راگ گنبد سر سوں
آسمان سے سے

سو دیکھ حیران ہو سارے گگن کے سب رہن ہارے
رہنے والے آسمان
اپس سُد کھو کہ بیچارے بچھارے نین عنبر سوں
اپنا کے آنکھ

مہکتی ڈور پر مل بھر زمیں اسمان سب یک سر

دماغ ہور جگت کے تر عنبر ہور مشک عبہر سوں
تینوں عالم اور
علیؑ اثنا عشر سوں مل دعا کر قطب شہ تج تیں
تیرے لئے
گرہ باندے بسا سو کا نبی کے اسم اچھر سوں
ڈالے کے حرف
(ج)

(۷)

ملایک عرش پر شتہ کیاں برس گانٹھاں گناتے ہیں
کی
سماں سا تو محل میانے بدل فرشاں بچھاتے ہیں
ساتوں میں بادل کے

کرم کر پنجتن بارہ اماماں چہاردہ معصوم

برس لکہ کی برس گانٹھ آج اپ چاواں سوں پاتے ہیں
اپنے

سدا جگ میں جیو و شہ کر سکل حوراں کیاں سجدہ
زندہ رہو سب

ملک آمین کہہ کہہ سب دعا سوں ہت اُچاتے ہیں
کے لئے ہاتھ اُٹھاتے

مکٹ مصحف کے تارے ہور ہے خوباں کے مکھ پر کی

برس گانٹھاں کی گانٹھاں ہو دو جگ میانے سہاتے ہیں
میں

سورج چند آئے مہماں ہو کہ مہمانی ہوتی شہ گھر
چاند

خوشیاں سوں ناچتیاں بجلیاں بدل عشرت کے چھاتے ہیں
بادل

ابھالاں میل کر آنے لگے چھنداں سوں چو ندھر تھے
بادل مل ساتھ چاروں طرف سے

کہ یا انبر کے بیٹے کوں ملایک مشک لاتے ہیں
آسمان

قطب شہ کوں مبارک کر دیا سوں پنجتن دایم
کے ساتھ نعمت سے

حیات ہور بخت دولت سوں خضر نمنے جلاتے ہیں
کرم
اور سے کی طرح

زندہ

(۸)

خدا ہور مصطفے کی دشٹ سوں آیا برس گانٹھ
برا سو برس گانٹھاں کا خبر لیا یا برس گانٹھ

بڑائی چوودہ اماماں ناؤں سوں منج پہ بندو سیرا
نبی دولت تھے عالم کوں مرجا یا برس گانٹھ

سہیلیاں مل گلالی گل حمائل منج پناوو
حمایل قرص چندر.... دکھلایا برس گانٹھ

او چائی پھول منڈپ پیار سو پیاریں نویلیاں
دعا پھولاں کی خوشی ہور سوہایا برس گانٹھ

بجاتے دن وناں تم تم بلاتے گاوتے چھند سوں
خوشیوں پاتراں انجل کوں بچایا برس گانٹھ

محبت آرتی یوں وارتے جیوں ڈھال
سو موتی ڈھال دریا کاں جھمکایا برس گانٹھ

جداں لگ سور ہے کرنوں بس گانٹھاں انندسوں
شہاں میانے محمد قطب لیکھایا برس گانٹھ

(ق)

(۹)

خدا کی رضا سیتی آیا برس گانٹھ
سعادت ستارہ دکھایا برس گانٹھ

جو امرت گھڑی دکھ دمامے بجائے
تو جھتر سیتیں پاں ولایا برس گانٹھ ۸۱۰

مکٹ موتی منجا بندی مانگھ سیتی — جگے جگ نباتاں بنٹا یا برس گانٹھ

باندے

سورج میگھ انبر کنکریاں کے جھیلے — چندر کے تہالاں سو چھایا برس گانٹھ

امو لے نین میں رمل مول راکھے — او شیریں کی شیریں دلا یا برس گانٹھ

نبی کا غلام ہے محمد قطب شہ — خبر لاکھ سالاں لیایا برس گانٹھ

لایا

(ق)

(۱۰)

نبی کی غلامی تھے آیا برس گانٹھ — سہاگن سکیاں میں سہایا برس گانٹھ

سے

جوبن کے طبل مل بجاوو تو یایاں — سبد تال بر ونگ بجایا برس گانٹھ

رنبھا پاتراں ناچتے بر دبارہ — .... ماراں نبایا برس گانٹھ

نین چھند درپن میں دیکھنے نشاں — تواب چھند پیالا پلایا برس گانٹھ

ہٹوں سوں نھنی لی ہے ہت میں صراحی — گگن کے گھنے گھن گتایا برس گانٹھ

صد سے

نبی داس نن پن تھی ہے قطب شہ — شہاں میانے شہ کر لکھایا برس گانٹھ

سے میں

(ق)

جَلْوَہ

اور

دیگر رُسُوم

پرم پیاری کا جلوہ گاو سارے ۔۔۔ اسے چند سور سوں پیاں سنگارے
(چاند سورج سے)

سہاگاں بھاگ کھل منک کھلے ہیں ۔۔۔ سہیلیاں آرتی تارے نوارے
(سہاگ کے ۔ ٹیکے پھول پیشانی پر)

رچا وو تخت جلوے کا خوشی سوں ۔۔۔ کہ چوندھر چوک موتیاں سوں سنوارے
(کیسا تھا ۔ چاروں طرف ۔ موتیوں سے)

چڑا وو تیل اب سا تو سہاگاں ۔۔۔ شتا طے ہتھکے زہرہ ہت نگارے
(ساتوں ۔ ہاتھوں کو)

پلا شربت وو دو ہاتاں میں بیڑے ۔۔۔ ہمدا وو ساریاں موتیاں کنارے
(ہاتھوں ۔ بندھاؤ)

محمد قطب شہ ہور اس پری کوں ۔۔۔ خدا یار کھ جداں لگ میں تارے
(اور ۔ جب تک)

(ق)

(۲)

بنے ہور بنی کوں پلاوو سدا ۔۔۔ سو عاشق و معشوق ملاوو سدا
(اور ۔ (پکاروں؟))

نین میں دھرو سامیں کے دھیان کوں ۔۔۔ پرم کے ہنڈولے جھلاوو سدا
(آنکھ ۔ محبت)

مری نین پتلی سدا نیر میں ۔۔۔ مہا جل موں میں کھلاوو سدا
(آنکھ)

سو بالی کی چونڈی گندی چاؤ سوں　۸۳۰　نشاطہ عشق ہت کھلاو سدا

حسین کمسن　گوندھی گئی　کیبا تھ　کے ہاتھ سے

ملی کونلی پیاری پیارے سیتی　اپس میں اپے سب ہلاو سدا

کمسن　کیباتھ　اپنے　آپ

مجازی پیالا سو کیا کام آئے　پرم مد حقیقی پلاو سدا

محبت کی مے

نبی صدقے قطبا نویلیاں سوں نت　وقت اپنا نس دن بلاو سدا

نئی　رات دن　(ج)

(۳)

میں تیرے کاج جلوے راگ پایا　تو کارن چونپ سوں سہرا گندایا

انند کے موتی مانک تخت سنگار　گلے میں ہانس عشرت کا پنایا

ہنسلی　وہ پہنایا

رنگیلی مہیندی ہت ہور پانو لاکر　کندن کلیاں کے ہاران خوش گندایا

ہاتھ اور پیر　لگا کر

سہیلیاں (ئے) سا تو گل کنٹھ مال بایاں　پیالے عیش کے سب کوں پلایا

گلے میں　ڈالیں

نبی صدقے قطب نت سدریاں سوں

ہمیشہ

بدھاوا رات دن منگل گوایا

(ج)

(۴)

پیاری کا جلوہ ہمن من میں گاے | عشق سینی جیو پاتراں کوں نچاے

جوبن جو کی او پرم چو میوہ دل کا | او پد من کوں ٹیلا کرا چند لگاے

طنبورا و کنگری میں اپ از گاکر | دو تن ہت سوں پیالے میں مد کوں پلاے

سنے کے طبق میں جوبن پھول گیندا | اس او پر دو کجلے بھونر خوش سہاوے

سرو قد صراحی جوبن اس کا پیالا | انچل ابر میں جھمک بجلیاں دکھاوے

بھواں خم سوں مج پانوں پڑ کر سکے سو | نین مستی سینی پیالا پلاے

قطب پنجتن کا غلامی قبولیا | تو اس عشق انگوٹی میں چند سورلاے

(حاشیہ: ہم — کے ساتھ، کیے — وہ — اپنا — رقیب، ہاتھ سے، شراب — سونے — میرے — آنکھ کی، سے — قبولا — انگوٹھی، چاند اور سورج ڈالے (ج))

۸۴۰

(۵)

.... ناقص الاول .... | ....

رچے جب عشق نوری میں سار دل کا | نین پھانسی سب کر موہن من رجھاوے

(حاشیہ: آنکھ کی — دل)

رکھے جب کجل آپنے نین میانے — تو سوکیاں کے پاوے چھنداں سوں بچاوے

کاجل آنکھ میں — خط سرمہ

جو آوے سورج نمنے سنگار سوں — تو ہر بال تھے راگ نیہہ کا او چاوے

کی طرح — سے عشق اٹھائے

جو اوڑے ہے جلوے کا چادر صفا سوں ۸۵ سو دھن کے گلے ہانس سہرا (؟) سہاوے

حسین ہنسلی

کنگی کوں بہت ناز سینتی پکڑ کر — عشق شیریں خسرو کوں چھند بند دکھاوے

سے

نبی صدقے او ناری قطبا سوں میلی

ملی

وہ

کہ جس کے سو بھاوا جگت من کوں بھاوے

عالم کے دل (ج)

(۶)

بھاگتی بھاگاں کا جلوا کاڑو تم — اس سہاگاں کے سیج بچاؤ تم

منجے پھولاں میرے دل میانے سے — عشق چوکی پر چڑا بلاؤ تم

کے پھول — کے

نور تن منج عشق سے جیو کا ... — موتیاں لہراں کے تم بچاؤ تم

بھل ہنسی ہاراں گلی آنند ہے — جلوے کا شربت پلا سمجاؤ تم

بھول

دن ڈنا گرجے جو بن بادل نمن — کنگناں جھلکار منج سناؤ تم

کی طرح — کنگن کی — مجھے

رات کی بے خوابی میں پایا رتن — خوشیاں پاناں کے طبق بھر لیاؤ تم

بے — پان — بھر کر لاؤ

قطب شہ بھاگی نوے مندر چلو

خوش قسمت نئے

نھنّی بالی تال سوں نچاؤ تم

کو — کے ساتھ نچاؤ (؟) — (ج)



مہندی

(۷)

امرت گھڑی گھڑی میں خوشیاں طبل بجائے
آبحیات

قطب زماں کتے تائیں بھوگن سینتی پلائے ۸۶۰
کو بہت کے ساتھ

دیتے ہیں بارگہ او جس رنگ ہے سہاتا
وہ

اوہاں ناتوں لے نبیؐ کا سورج شمع لگائے
نام کی شمع

صدراں میں زرنگارے تارے جڑے کندن اس

منتے کے سرو جھاڑاں زیبائی سوں سہاوے
سونے کے ساتھ

زہرہ نمن محافے روشن ہیں اس انگن میں
کی طرح

یا سور کی ہیں کرناں جوتاں سوں سر اوچائے
سورج اٹھائے

سو رنگ رنگیلی مہندی بہو رنگ سوں کلا کر
خوشرنگ بہت سے ملا کر
کیتیک چاواں سینی شہ پانوں کوں لگائے
کتنے ایک کے ساتھ

سب پیارے ملکے پیاروں کوں جا میں شہ پہ بل بل

سب سندریاں سوں لکھیاں رنگ رس سوں نچائے

صدقے نبی قطب شہ نائیں سہے اے خوشیاں
کو زیب دیں یہ
جو اس خوشی انند تھے سب جگ کے تیں ریجھائے
سے کو

(ج)



کنٹھ مال

(مالا)

(۸)

تیر دھیٹ شوخی سوں آکر کھڑی جب — سو او چیٹ نظر میری اس پڑی تب

نویلی پیرت لاکے ہے ٹھیر نین منج — سکی ملنے تیں پیو کوں جاتی قرن اب

قرار نہیں مجھے — کے لئے پیا

پیاری ہے نازک کلی جوں چنپے کی — تو ریشم تھے آلے ہیں بالاں کے اس کھب

جسطرح — سے اعلے

دو رخسار اس کے ہیں رنگیں گلالاں — او چلنے کوں دیکھ ہنس دربائی ہوے سب ۸۷۰

اسکے

او مکھ پاک نرمل ہے سورج کے نمنے — چنپے کی کلی جوں سہے تاسکا چھب

وہ مانند — زیب ناک کے

نین سائیں کے دیکھ کملاوے نرگس — ادھر ہیں رسیلے کہ نابات کے چھب

آنکھ کمھلائے — ہونٹ نبات

نبی صدقے کنٹھ مال جب پہن آئی

پہن کر

قطب کنٹھ لاکر چومیا اس کے دو لب

(ج) چوما

شاهنامه

کسوتِ زریں

کسوت مکلل زرزری شہ آج سنگارے اہیں
لباس پُرتکلف زریں پہنکر بادشاہ نے آج آرائش کی ہے

گوہر سوتن مکھ نور کے چوندھیر جھلکارے اہیں
چاروں طرف ہیں

خوباں جتے دنیا منے، خدمت کریں شہ کے کنے
جتنے ہیں پاس

یوسف صورت نازک نھنے، چو بھر کھڑے سارے اہیں
کم عمر

کہکشں دندے جوڑے رتن، سورج کلس کنچن برن،
لباس

زرتار کیاں ڈوریاں کرن، ٹھوے سو جوں تارے اہیں
کی شعاع مثل ہیں

تارے وو فاضل سور تھے، جھمکے اُنن کے نور تھے،
سے سورج سے وہ

دیکھ سب ملا یک دور تھے حیران بیچارے اہیں
سے

بجلیاں کے ٹکڑے کرمیں دھر لے دھاکے چھند بند کر
(دکن۔ کان ؟)

کولا تنٹ کھیلے سر بسر کیا شوخ مہ پارے اہیں

سجے کے ویس یوں تن سنگ جوں کاڑ جیا ٹھونک (؟)

خط سر　نظر نہیں اسطرح آنکھ کے قریب　(ہوں بھوجنگ)

چنگیاں میں ڈورے لال رنگ شعلے سوں نچھارے اہیں

چنگاریاں

بُند مہندی کے ہاتاں منے، گل لال جوں پاتاں منے

بوند　ہاتھوں میں　پتوں میں

موتی جھڑیں باتاں منے، جھل تھے سمند کھارے اہیں　۸۸۰

باتوں میں رشک سے سمندر

توڑے کُلاٹی لاگ کے، ات روپ ونت بھو بھاگ کے

قلابازی کرکے　بہت

پتلی کمر کج پاگ کے، جگ من بھولا نہارے اہیں

دل بُھلانے واری

سب مست کج گنبھیر جوں، قدر است دھرتے نیر جوں

(گج، ہاتھی؟) گہرے　کی طرح

آہستگی میں نیر جوں، بیگی منے بارے اہیں

پانی کی طرح　تیزی　میں　ہوا

ہوتا انند خوشحال سب، نٹ گاتے ناٹک سال سب

بجتے طنبورے تال سب، منڈل کے دھمکارے اہیں

چنچل چتر بُدونت فنی لک لک ملک جس درستی

درشن کرنیوالے　جھکے

سو قطب شہ پیو بھوگنی جگ جیو کے پیارے اہیں　(ج)

شاہیِ ہاتھی

(۲)

خدا کا ہست بہت ہور جھرتا — دندے دشمن کے سر پر پاؤ دھرتا
(ہاتھی، اور — دشمن، پاؤں)

انکس اس سیں پر قدرت تو اچند — کہ سنڈ پھانسے میں دشمن نت سنپڑتا
(سر، نیا چاند — سونڈ، ہمیشہ گرفتار ہوتا)

فلک کے دور ہیں دو کھانٹہ نیرے — سینیا دنت سوں درجن سینچ کرتا
(دشمن)

اند و جھلکار سورج نادبجلی — کہوں اس کا گگن نمنے پچھڑتا
(کہوں؟، آسمان، مانند)

ترے حملے کوں ڈونگر تاب کیوں لیائے — کہ اس گرجن تھے بادل گرج دھرتا
(قلعہ، لائے — سے)

ہتی سنکھ جو کوئی درجن جو آوے ۸۹۰ — سو ہیبت تھے دندے تن من ہدرتا
(ہاتھی مقابل، دشمن — سے دشمن کا، لرزتا)

نبی صدقے چڑے قطبا سکھ آساں
(سواری کر)
سو کنجر قطب شہ ہت جگ سنوزتا

تقسیمِ اوقات

(۳)

پہلی گھڑی سانتی کے مہ موتیاں سینتی نھانے پری
نہانے

دُسری گھڑی عشق چادر اوڑے ہے او استری
وہ عورت
دوسری (میں)

تِسری گھڑی باندھے پرم کی کلسری اپ کنٹھ میں
تیسری اپنے گلے

چوتھی گھڑی چوکاں پچے پیلاتی منج مدحیدری
پلاتی مجھے

پانچویں گھڑی پانچوں رنگاں اگنا و پکڑی تان سوں

چھٹی گھڑی چھاتی اُپر باساں سُنگاتی عنبری

ساتویں گھڑی ساتو سکیاں ملکر بتداوو چیر منج
مجھے

اٹھویں گھڑی چھنداں سینتیں اوڑے پون کا چادری
سے

گھڑیاں گھڑیاں ناگن کے ہیں گنتا ہوا ب پہلا پہر

نہ شمار کرکے

کنولی کے کیاں ہیں جھکے باس سوں پھل کپوڑی

پھول بالوں

دُہری پہر دو پہری پھل اپ کن منے بائی سکی

دوسری پھول اپنے کان میں لگائی

اے مد منجے کیا کام آوے مد پلا دو کوثری

مجھے یہ

تیسرا پہر اللہ محمد ہور علیؑ کا ہے پہر

تیسرا اور

خوشیاں کا پیالہ ناد بجتا ہے غلام قنبری

چوتھے پہر آ کر ملے قطب زماں سوں پدمنی

سے

صدقے نبیؐ قطب زماں ہر اس زماں کا انوری

عشقاں کی آتش تھے کدھیں یک تل نہ بیچوں معنیاں

سے کبھی لمحہ

۹۰۰

کافر کے مکھ اوپر بندیا ہوں چھند سیتیں عنصری

باندھا

(ق - ج)

راگ

(۴)

مُکٹ راگاں پیاری آپ راگے راگ گاتی ہے

مُکھارے راگ گاتی مکھ لہراں سوں سُہاتی ہے

صباحی راگ گا کر منج صبا کے تخت بیلاوو
مجھے بٹھاؤ

دھناسیری گا کے دھن منج کوں سرنگ پیالا پلاتی ہے
عورت خوشرنگ

مرے سنگ مل نچاتی سُنگے گاتی سنکھرابھرن

سِرے راگاں جو گاتی اِستری توں منج کوں بھاتی ہے
اسلئے مجھ کو

الاپے گا نرا گنرا کماں بھوں کا چڑائی ہے

عشق کی آگ ہیں ابرو کماں کو شی سکاتی ہے

کہ گوری راگ جو گاوے تو گوریاں کا ملک جیتا

سو سارنگ نینی سب رنگ میں سب رنگاں سوں سہاتی ہے

سبھی راگاں کے گل پھل ہار پایا ہے سو ملہارا

گلے میں پھول کا ہار ڈالا

جو گاوے رام کیری رام کر را واں تر جھاتی ہے

سبھی راگاں محمد قطب شہ کوں جم سہائے تھے

(ج) نبی دولت شعر میرا شکر نمنے جگاتی ہے

کے مانند

راج ترانہ

(۵)

سبحان کے بھومان سوں جیو تمیں راجے سدا
زندہ رہو اے راجہ
جم جم جیو پت میت سوں آنند خوبیاں کاجے سدا

حضرت نبیؐ کا ناوں لے سب مجلس آرائی کرو
نام
حضرت کے ناوں سوں (؟) مہمانی شہ ساجے سدا

منجالہے اسمان ہور تارے جڑے اسکوں جڑت
ہے اور
اسکے کلس سورج چندر دو جگ میں بیراجے سدا
۹۱۰
بارہ اماماں ناوں سوں اسکے طناباں باندے خش
کے نام سے خوش
اسکی شیریں میٹھائی تھے خسرو شکر لاجے سدا
سے شرمائے

ل فاطمہ کے داس کوں سکیاں چپڑاو تیل تھم

یاقوت موتیاں کے طبق اُس آرتی چھاجے سدا

ساقی پیالا پیم کا بھر بھر پلا عیشاں کے تئیں

نٹوا ہو ناچے مشتری ہت زہر چنگ باجے سدا

ہاتھ زُہرہ

حق کے کرم سوں جم جیو قطبا تمیں پت بیت سول

تم

صدقے نبی دولت بخت جم راج کر راجے سدا (ج)



ترانۂ عیش

(۱)

دُکھ درد گیا عیش کے دن آئے کرو کام
رنگ لعل گلابی چوے اس مکھ تھے پیو جام
ٹپکے سے

جلتا سو شمے بزم طرب میں نکو لیا وو
شمع
مے سُوُر کے انگے ہوے سب دیوے سو گمنام
سورج مقابل چراغ

عشاق کوں پیو یاد سوں مے پینا رہا ہے
اُس مکھ کے عرق باج روا نہیں منجے آشام

عطار توں مجمر میں کِتا بادیگا عنبر
تو کتنا ڈالیگا
منج جیو کے مجمر میں سدا باس ہے فرجام
میرے دل

شکر فروشاں کرتے کِت نرخ شکر کا
کتنا
نِرمول شکر کا لذتاں پایہ ہمن کا م
پایا

مکھہ آیت تفسیر میں الجھے علماں سب
پھنس گئے عالماں
۹۲۰
عشاق سوں الجھے ہیں ترے لٹ کے سر کے دام
پھنسے　　زلف جیسے

تج حسن خزینا سو مرے دل میں کیا ٹھاول
تیرے
گنجور رکھن ہار کہیا تیں تھے منج آبام
کہا　مجھے　سے

تج بندگی تھے سب ہی بندیا ہیں سو بڑا ہوں
سے
کیا بوجھے منجے جگ میں کہ مشہور مرا نام

نا بوجھیں عشق پنتھ سو کاں پاوینگے اس انت
کہاں　انتہا
ہے طوق گلے قاف کہ قلاب سو جیوںؔ لام

ن جوں۔

مو بات سو جا دارو غہ[1] سوں کیا کہینگے کوئی

میری

او بات کوں سب جانتے ہیں خاص میں ہور عام

وہ اور

دو دیس میں جانے کہ کریں عیش معانی[2]

دن

دکھ بھان پیو وے کہ نہیں جگ کوں سرانجام

(ج۔ق)

ن[1] داروقہ۔ ن[2] قطب شہ۔



کھیل

چوگان

سائیں کھیلے نیہہ سوں چوگان خوش — پیو تھے بن کر دیے میدان خوش

سے · تجھے

ہات چوگاں سیتی جوبن گیند کر — کھیلو اپ پکیاں سوں تم سلطان خوش

اپنی

حسن سوں نیہہ کا ترنگ چڑ کر پھراو — تج تھے پایا او ترنگ پریان خوش

تجھ سے

سینہ ناریاں کا ہے میداں اسکے حال — دو جوبن ہیں کھیلو تم چوگان خوش

ہر طرف رنگاں سیتی کھیلے ہیں پھول — ۹۲۰ — کھیلو چوگاں اکہ ہے بستان خوش

سے

چھند زوروں سینے جینتو نل منے — سو ہنا ہے تم .... خوش

سجتا · جینتو لمحہ

اب نبیؐ صدقے قطب شہ شوق سوں

پیار سوں لیایا ہے اپ جہان خوش

لایا · اپنا

(ع)

پھوکڑی پھو

(۳)

سکی تال دے منج ٹٹکنتی کھڑی
کہ ڈھان ڈھکنی کھل کر ٹھٹکنتی کھڑی
کھیل

مجھے
جو ڈھان ڈھکنی کیے کھل کھیلین آئی دھن
کھیل کھیلنے
نہ یک پھوکڑی پھو کھیل مسکنتی کھڑی
سیکھ کر

خوی کے بنداں تھنے تجھے زر زی چیر
پسینہ بوندوں سے
جیوں ابراں میں بجلی جھمکنتی کھڑی
جسطرح بادلوں

سہیلیاں کے گوندنے تھے چن گاس باندھے
گوندھنے سے
او شہ چرکیاں سینتیں بچکنتی کھڑی
سے

سکی کن گنواری بوجھی اس کا تال
وہ
او چھند بند دھکارن لٹکنتی کھڑی

سینتی حقہ بھر بھر نہ بوجھیں سو عشق
وہ
جو بوجھیں ایس اپ لچکنتی کھڑی
خود ہی

محمد شہ ہے اس زمانہ کا شاعر
نبی صدقے اس نیہہ ٹھمکنتی کھڑی
اسکی محبت میں

(ق)

کھڈی

(۳)

ناقص الاول

عجب کھڈی ہے دو جگ میں کہ اس کھڈی کی دولت تھے
اپن دل کے انداں کے کریں جگ سروراں کھڈی

منڈپ دے عیش کی مجلس بھر اعیشاں کی کرتے ہیں
گھر کھافاں میں ہور جوتی دُراں بیچ سمدُراں کھڈی

جتنے جیواں ہیں عالم کے وتے جیوداں پا سر تھے
اُمنگاں سوں کریں اپنے دلاں کمر تج گھراں کھڈی

ملایک سب دعا کرتے صدق سوں ہات اُچا تل تل
محمد کی قطب شہ ہر براں کرتے براں کھڈی

۹۴۰

(ج)

برسات اور سرما

اس عنوان کے تحت وہ نظمیں جمع کردی گئی ہیں جنمیں برسات کی
بہاروں اس کے آغاز اور برسات کے موسم میں دربار اور محلات کی
مصروفیتوں کے مرقعے پیش کرنیکے علاوہ دوسرے موسموں کی
طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ آخری نظم موسم سرما پر ہے

روت آیا کلیاں کا ہوا راج — ہری ڈال سر پھولاں کے تاج

رت موسم

مینھوں بُند کا لیوہت پیالا — رُت ناریاں ساجیں اکس تھے یک ساج

مینھ کے بوند بانٹتے ہیں — انگیہ سے

تن تھنڈت لرزت جوبن گرجت — پیا مکھ دیکھت کنچکی کس تے بکسے آج

ٹھنڈ سے لرزتا ہے گرجتا ہے

ناری مکھ جھمکے جیسے بجلی — انچل باوک میں سبھے اُس لاج

کیس پھول دیسے تارے اسمان — اس زمانے کی پری پدمنی آئے آج

بال نظر آئے جیسے

چوندیر گرجت ہور مینھوں برست — عشق کے چمنے چمن موراں کا ہے راج

چاروں طرف گرجتا ہے اور مینھ برستا ہے — ہر چمن میں

حضرت مصطفےٰ کے صدقے آیا برش کالا ۹۵۰ قطب شہ عشق کرو دن رین راج

برشگال

(ج)

(۲)

مرگ سلطانی تارہ جگ میں آیا پھر کر آج — رُکھ سکل سر سبز ہو کر سر تھے کھلئے لعل تاج

سے — درخت سب پھر سے کھلے

لال رنگ کھیلیا ہی مکھ پر لال کے لعل بدخش — تو سُرج اس رنگ تھی ہرات جاوے لاج لاج

کھیلا چہرہ — سُورج سے شرم

میرے اللہ سرد کوں رکھو توں سدا اپے سوں ‌ ‌ ‌ بارِ رحماں! آب کوثر سیتے دے اُس کوں رواج

سے ‌ کو ‌ تو ‌ ‌ ‌ سے ‌ کو

تیرے مکھ پر جو سروی فرِ منور دِستا ‌ ‌ ‌ توں ہی ترکستاں کے شاہاں دیوے تج کوں خراج

چمکتا ‌ ‌ ‌ تب ہی ‌ دیتے ‌ تجھے

تج کھرگ تھے تیغ رستم بست ہی عالم منے ‌ ‌ ‌ رستماں ہیں تجکوں گنتے ہیں شجاعت کا سراج

تیری تلوار سے ‌ میں ‌ ‌ ‌ تجھے

وو کھرگ جھلکار[1] بجلی ہو کے جھمکے گگن منے ‌ ‌ ‌ کڑکڑا ابر کڑکیا ہے سب ہی دشمن کوں تراج

وہ تلوار ‌ آسمان میں

بھنوں کماناں نا چڑا اپ لوچناں کے گوشہ سوں ‌ ‌ ‌ کیونکہ تج شاہی کی دِشٹی تل دِسیں دوجے دو راج

کمان ابرو ‌ نہ چڑھا اپنی آنکھوں سے ‌ ‌ ‌ تیری ‌ نظر نیچے نظر آئیں

آسمانی دور کا چوگاں لے چڑیے شہ ترنگ ‌ ‌ ‌ دور چوگاں ہیں جو ہلچے گیند تیوں ہلچے ہیں راج

پھنسے ‌ جوں

اے معانی[2] توں دعا تھے ہور رہیا تھا نا امید ‌ ‌ ‌ تج دعا یا مدعا ہے کر محمد نمنے راج

تو ‌ سے ‌ ہو چکا ‌ ‌ ‌ (ق۔ج) تیری ‌ کی طرح

(۳)

پلا ساقی مے ہور خوشی سیتی ناچ ‌ ۹۶۰ ‌ ہوا سبزہ و خرم ہوا جیسا پاچ

سے ‌ اور

تمن شوق کا نین تھے مینہہ چوے ‌ ‌ ‌ اے باتاں نہیں جھوٹ تم دیکھو ساچ

تمہارے ‌ آنکھ ‌ سے ‌ مینھ ‌ برسے ‌ ‌ ‌ یہ ‌ سچی

ل[1] جھلکے۔ ل[2] قطب شہ۔

کہو داکھ جھاڑاں کوں میرا سلام — تمن آرزو دل ہوا شیشہ کا چ

انگور کے — کو — تمہاری

خوشی شادی سیتیں ہمن بزم میں — صراحیاں اُپر ساقی پیالاں کوں راچ

سے — ہماری — کے اوپر

کھلیا مدعا پھول مُج باغ میں — نکو آدو تن سامنے مو بچاچ

کھلا — کا — میرے — نہ — غیر — میرے

جلاؤ سپند تا نہ لاگے نظر — دو تن آگ میں تم پکا و کلماچ

لگے — غیر کو

معانی علیؑ دم تھے خوش ہے ہوا — کہو مطرباں کوں بجاو کلماچ

کے — سے — سے — (ق)

(۴)

سہیلی بنے نیلی رت میں شوانی — گھٹا چھائے انبر نگار رنگ نہانی

آسمان پر

سُہے سب انچل دھونو جیوں گگن پر — ہرگ میں ہرگنیاں کی کسوت سُہانی

سر پر — جیسے آسمان

پیاری کے خوی بند مشاطا نگارے — بھواں کج سہیں پو جیوں اسماں سمانی

جسطرح

عشق کے بنے بن سو پک ناد گاوے ۷۰ — پپیہا کے بولاں سوں پیو پیو فغانی

چمن ناد سوں تال دارو بجاوے — جوبن کی پکھاوج بجاوے سمانی

سے

گلالی ہیں گلاں پیالے بھاری | نویلی نوی کونپلیاں تھے جوانی
نبی صدقے ایسے مرگ سال نت نت | علی کی دعا تھے چھتر آسمانی

(ق)

(۵)

انداں سیتے بھی آیا مرگ سال | دنداں پامال عزیزاں ہوئے خوشحال
کنارے آسماں کے نیں شفق رنگ | دنداں مارے گئے اچھلیا رگت لال
فلک نیں گڑگڑاتا مست ہے ہت | دشمن کے درجناں کوں کرنے پامال
اُنن کے دفع میں کچھ نیں مجے کام | کہ آپی سب چھپے اُس سبت پاتال
کماں قوسِ قزح دینے ملک کوں | دنداں مارن کوں لاجوڑ کے تس بھال
ظفر شہ پائے کر سب درجناں پر | خوشی سوں گاوے زہرہ فتح بہ حال

نبی صدقے نکو کر غم توں قطبا
علی ہور آل دایم تیرے کھوال

(۶)

مرگ سال آئیا پھر تھے مرگ نینی سنگاراں کر

آیا پھر سے اے آہو چشم

جڑت مانک بہوٹیاں لعل موتیاں لیک دھاراں کر

بدل جو رے میں کیوں رے پھنکڑ باں جھمکا و بجلیاں جیو

بادل

چھپا کھونپے میں پھل تارے بدل کیے اندھکاراں کر

پھول بادل اندھیرا

رسیلے کنٹھ سوں آلاپ اب کوئیل کے کہکارے

گلے سے کوکو

پپیہے ناد سوں مد پیونت کدنا خماراں کر

پپیہے کی آواز سے شراب پی ہمیشہ کبھی نہ

ہریا شیشا ہریا پیالہ ہریا کسوت ہریا جوبن

ہرا ہرا ہرا ہرا

ہریا جوانی ہریالی میں ندیاں موتیاں کے ہاراں کر

ہرا

نجھل مکھ نیر پوراں میں مچھیاں لوچن ترا جنچل

مچھلیاں آنکھوں کی

جو بن گج گرجنے او پریشاں بادل کے بھاراں کر

ہاتھی زلفیں

ہوا اپناد کھا کر چونپ سوں کر ساز لہارا

رجھالے شاہ کوں پیاری بجا کر جیو کے تاراں کر

محمد قطب شہ کے کنٹھ لگ نس دن لگے جھڑ جیوں
گلے　رات　جھڑی کی طرح

(ق)　دو جیں ات بھوک گرمی تھے پسینے کی بند ماراں کر
سے　پسینہ کے بوند

(۷)

سہیلیاں مرگ سال آیا ہوا سوں　گرجنا اس کا سہتا ہے اداسوں
سے　زیب دیتا　سے

مشک ہور زعفراں عنبر کلا کر　سکیاں تن کوں لگاو بہو صفا سوں
اور　ملا کر　بہت　سے

چوا چندن اگر پر مل سہاوے　۹۹۰　سجن مجلس میں ہر رنگ ہے بہا سوں
(اگر)　کی　سے

طبق پھل بان کی پیاریاں بھراویں　سنواریں چولی اپ تن پر صفا سوں
پھول (پان)　اپنے　سے

پیا اپ من کی پیاری سوں ہی یک چت　پلاوے نیہہ کا پیالا وفا سوں
اپنے دل　سے　یکدل　محبت

گواور اگ برسانت اس ہوا ہیں　سکیاں پیو کوں منالیاوو میاسوں
گا　برسات　لاو محبت سے

نبی صدقے مرگ آیا انداں کرو قطب نماں اپنے پیاسوں
عیش کے ساتھ (ج)

(۸)

مرگ آئیا مرگنیاں اب مرگ کوں مناؤ
آیا ہے

مرگ ایسے پیالے میانے لعل تھے بھر پلاؤ
میں ہونٹ سے

جھاڑاں کوں پھول ہور پھل سہتے ہیں جیوں جواہر
مثل اور

صدراں زمردی رنگ ہر اک محل چھاؤ
میں

دستیاں جھڑاں میہوں کیاں موتیاں لڑاں کے تئے
نظر آتی ہیں جھڑیاں بارش کی موتیوں کی لڑیوں کی طرح

اس موتیاں کا سہرا گند کر منجے بندھاؤ
گوندھ کر مجھے باندھو

رنگ بر بہوٹی کسوت کریاں ہیں پاتراں سب

آن کاس کے کنارے بجلیاں کا رت جگاؤ
آکاس رتجگا کرو؟

بر رنگ نمنے بادل بر رنگ ہو دکھایا
کے مانند

شہنائی دار و اِن کا دو جگ کوں سناؤ

برسانت کے پھلاں کا بھید یا ہے باس روں روں
پھولاں اتر گیا
۱۰۰۰

دھپ کالے پھول باساں اب من تھے گنواو
دھوپ کالے کے پھولوں کی خوشبو سے

اے قطب شہ محمد خبراں خوشی کی آیاں
آئی ہیں

(ق) ہم فتح میزبانی ات مرگ ہیں گناو

(۹)

گرجتا دیکھ مرگ چوندھر تھے فوجاں کر ملیاں بالیاں
چاروں طرف سے فوجوں کی طرح جمع ہو کر ملیں دوشیزہ لڑکیاں

مکلل ہو لگیاں جھمکانے بھی جیوں بجلیاں بالیاں
لگیں مثل بجلیوں کے

بکھایاں پھوی سوں چولے سب ۔۔۔۔ کے بسن ہنڈولے سب
بیٹھ

لگیاں کھانے کوں جھولے سب نو بلیاں چھپلیاں بالیاں
نئی شوخ

متیاں ہو مد کے پیالیاں سوں نین غمزیاں کے چالیاں سوں
مست شراب پیالوں سے آنکھیں غمزوں کے چالوں سے

جوانی کے الالیاں سوں کریں مل مل رلیاں بالیاں
ترنگوں سے کرتی ہیں مل مل کر عیش

کھسا جوبن کسن میں تھے مدن اُبلا کہ تن میں تھے
چولی سے یا کہ شراب سے

کھلاتیاں ہیں نین میں تھے چھبیلیاں پو تلبیاں بالیاں
سے پتلیاں

پہن ابھرن جگ مگیں چھن چھن گلے شہ کے لگیں چھن چھن
پہن کر چمک دکھلائیں ہر لحظہ

چلن میں ڈگمگیں چھن چھن ہویاں ہیں باولیاں بالیاں
رفتار ہوئی ہیں پھر دیوانی

بکس تھے ایک ہیں جوتی دیکھت پھول ہیں جگت کوتی
ایک سے زیادہ چمک والی دیکھکر

خجل ہوئیں ڈھال کے موتی ڈھلیں جب چلبلیاں بالیاں

نبیؐ صدقے قطب ساتاں ہیں مل دیس ہور راتاں
ساتھ دن اور رات

(ج) لوین سکھ اپنے من بھاتا چھنداں سوں نرملیاں بالیاں
سے پاک صاف

(۱۰)

گرجا ہے میگھ پھر تھے تازہ ہوا ہے بستاں
پھر سے

پھولاں کی باس پایا بلبل ہزار دستاں
خوشبو

اے خوش خبر صبا توں لے جا جواں قداں کن
کے پاس ۱۰۱۰
چمناں کی آرزو میں بیٹھے ہیں مے پرستاں

وہ نونہال پھولاں ہے جام خوے سو باوہ
پسینہ
نرگس اپس پلک سوں جھاڑو کرے شبستاں

اپنے
مکھ نور پر دسے یوں مج خط عنبری او
نظر آئے مجھے وہ
جیوں سور اُپر ہے بادل ریحان سوں گلستاں
جسطرح سورج پر

جاہل سو دیں گنواں کر، ہم دین پر سو ہنستا
اپ دیں خبر نہ بوجے کرتا لوگاں سوں دستاں

اپنے
کی
دستور عشق کے تھے باہر توں پگ نراکھیں
سے قدم نہ رکھے
ڈر ہے اگر رکھیگا تجھ دور خار رستاں

بے ہوش میرے دل کوں میٹھے ادھر جلائے
ہونٹ
گلزار ہے عجب او دو لعل شکرستاں

وہ

مجھ عشق کے گداکوں اورنگ شاہی دیتا

سب عاشقاں مجھ انگھے ہیں طفل جیوں دبستاں

میرے سامنے

روزی ہوا معانی ستیج عیش کا پیالا

تجھے

(ق) بھر بیے ہیں ہر طرف تو جم شوق کے خمستاں

تب ہی

(۱۱)

گر جیا مِرگ خوشیاں سوں سنگارو آؤ سکیاں

سے آرائش کرو

پڑتا ہے میگھ پھوی پھوی چولی بھگاؤ سکیاں

قطرہ قطرہ

عطار باؤ بن میں پھولاں کے کھول طبلے

مہکار آچا ئیا ہے پھر بن میں دھاؤ سکیاں

اٹھایا

جوں لال پھول ڈالیاں پڑتیوں ڈنڈاں پہ اپنے

۱۰۲۰　　باز و بنداں کے سر تھے پھند نے بھلاؤ سکیاں

پھر سے

اسمان ہور زمیں سب یک رنگ ہو سہاتا

اور

ہے آج عیش کا دن ملہار گاؤ سکیاں

کر کسوت احمری سب سر پا تو لک مکلل

سر سے پا تک

سورج شفق میں جیوں تیوں ہر یک دپاؤ سکیاں

چمکو

یاقوت ادھر پیالیاں میں بھر کے مے محبت

ہونٹ

شاہِ نول محمد تیں بھی پلاؤ سکیاں

نٹویاں کوں نین پتلیاں کی مد پلا منتی کر

نئے کو پھر

شہ کے مندر انگن میں نٹ سوں نچاؤ سکیاں (ج)

مست

مکان کے

(۱۲)

مرگ جھینے کوں ملا لے ملکاں مل گگناں میں

ملائک

سمد موتیاں کے جو برسائے سو بھرئے انگناں میں

سمندر

دھرت بند چیر جو اہر چولی رنگ پاچ کر انگ پر

پر بہوٹیاں لعلاں سوں اترے ہیں بہناں میں

کی   کے ساتھ

کوکے چوندھر تھے میوراں ہر بن چو طرفاں دیکھ

چاروں طرف سے موراں

نیکھی رنگا رنگی نغمیں کر بن مست ہو چمناں میں

نغمے

ہرے صحرا ہیں نہوے لالی گلالاں تھوے بن میں

شبنمی نتیل سوں شمعاں جیوں زمرد لگناں میں

موہنیاں تانے طراوت سوں سر نگ انگ رنگ کی بری

خوش رنگ جسم

بھونے بند چھند سوں لٹکتیاں جھبناں لے جوبناں میں

امرت اوصاف تجل سات ہے ظلمات سوں بھیٹن

۲۰۳۰

یا تجلی دو بدلاں سیام ہے جوبن کے کھناں میں

وہ (سیاہ بادل)

دیکھ عجب چھند دو نین مچ ہے حیراں ہو کہے بول

وہ

چو اہے کیوں لگناں آپ سوں کنچک کسناں میں

کرنے نظارا سے پیا کے پیالیاں بھرتے سہیلیاں

پیو

سبک بہار نیو نرگس سے تن تن نیمناں میں

بارش

نہوے مشکیں بھنوراں وو جو وطن کر رہیں پھل میں

پھول وہ

نرمل آچھے ہیں تلاں وو سمناں سے ذقناں میں

اُن

سر تھے پگ لگ جو سمبل ہو زرینے منے سکیاں

سر سے پاؤں تک میں

من ہرن ناچ لیدیاں گھنگرو ہور پینجناں میں

اور

خوش نبیؐ ہور علیؑ کے صدقے غزل مرگ کی کہیا

اور

سو قطب نور سوں جم ترے کہ جوں سورج کرناں میں

(ج)

(۱۳)

سالاں بسال مرگاں آنند سوں کجاؤ

سے

جو بن طبل خوشیاں سوں نت نت تمیں بجاؤ

سے ہمیشہ تم

تج تن کے جلوے میانے جلوے کے راگ سہنتے
میں

رجنی کے ہنت پیالا مے سب کنے تمیں لجاؤ
ہاتھ کو

چنری جو چن کے باندھے او چیرا اس کوں سہتا
وہ

بتیس ۳۲ برن سازوں اب تن اپر سجاؤ

اپ کھونپ میں گندے ہی کیوڑے کے پھول چھب سوں
اپنے بالوں گوندھے

چھند سوں پیالا ہتیلی نا ریاں کنے تمیں لجاؤ
سے

صدقے نبی کے عیداں جلوا تمن سہاوے
زیب دے تم کو

(ق) ۱۰۴۰ قطب زماں کے تائیں تحفہ تمیں لجاؤ
لئے تم لے جاؤ

(۱۴)

مرگ رحمت کا گرج انبر پہ عنبر رنگ ابھالاں کے

ملا بر سیاحیات ہور خضر جوں ون جالے جھالاں کے
اور

مہے پر برسیں جوں باراں انی سم مہنگ کے دھاراں

ملک لے ہت ہو نیزداراں چلے نیلوں میں ڈھالاں کے

ہاتھ
سُرج شہ پیٹ سوں ٹھمکیں سہیلیاں چاند جوں جھمکیں

سوکھن درپن میں پڑ جھمکیں نہ جل عکساں روماں لاں کے

.... ناقص الآخر .... (صفحات غائب ہیں) ....

(بج)



مولود نبی اور بارش

(۱۵)

نبیؐ مولود میں آیا مرگ سال — دنیا ہیں میں حظ پایا مرگ سال
(ہتیں ہے)

بدل کے منڈپاں چوندھر اُچا کر — مندل بجلیاں کے گرجایا مرگ سال
(بادل — چاروں طرف اٹھا کر)

زمیں تازی ہو ہنستی ہے خوشیاں سوں — عجائب کچ ہو چھایا مرگ سال
(سے)

فرش ہری پہ موتیاں کے بچھانے — اپے فراش ہو دھایا مرگ سال
(خود)

جہاں ہیں خلق کوں یک ڈھیر تھنے — کرو کر عیش فرمایا مرگ سال
(سب — سے)

انت آچھے میگ کا گلاب لیا کر — سنے پر جگ کے چھڑکایا مرگ سال
(سینہ — چھڑکایا)

قطب مولود کرتا دیکھ منگ سو — نبیؐ سہیلا اپے گایا مرگ سال
(سے) ۱۰۵۰

تھنڈکالا

(۱۶)

ہوا آئی ہے لے کے بھی تھنڈ کالا　　پیا بن ستنا تا مدن بالے بالا
ستاتا

پھر
رہن نا سکے من پیا باج دیکھے　　ہووے تن کوں سکھ جب ملے پیو بالا
رہ نہ سکے دل کو بغیر

اے سیتل ہوا منج گمے تا پیا بن　　مگر پیو کنٹھ لا کرے منج نہالا
مجھے گزرے　　گلے لگا مجھے نہال

سجن مکھ شمعے باج اوجالا نہ بھاوے　　بھلایا ہے منج جیو کوں او اجالا
کی شمع کے بغیر　　میرے دل کو وہ

جو رات آوے چندنی کی منجکوں ستاوے　　کہ چندنا منجے نیں نین سوز لالا
چاندنی مجھے　　میرے لیئے چاندنی نہیں بلکہ چشم سوز لال

مرے من کا بھاتا ہے لالن سوں ملنا　　منجے بھاتے ہیں پیو ہت کنٹھ مالا
خواہش سے　　مجھے کے ہاتھ

نبی صدقے قطبا انداں سوں ملکر

اپس سائیں سوں پیوے جم مد پیالا

(ج)

محلاتِ شاہی

خداداد محل



خداداد محل کوں محمد سنوارے — تو اُس میں جنت کے نگاراں نگارے
(کو، محمد قلی قطب شاہ — معشوق)

بلندی محل کا ہے اسمان جیسا — سورج چاند تارے سو اُس تھے سنگارے
(سے زینت پائے)

نہ اِس جگ میں دیکھے کوئی ایسے محل کوں ۱۰۶۰ مگر دھرت پر قدسیاں لیا کے ٹھارے
(شاید، زمین، لاکر، رکھے)

جوں آٹو بہشت نمنے آٹو تھے اُس — خضر چشمے بہتے ہیں تس میں سدا رے
(جس طرح آٹھوں، کی طرح آٹھوں، چھے — دیکھو، جس)

جگت کوں جیاتاں بخشنے کے تائیں — جوں عیسیٰ کے دم تس میں بہتے ہیں بارے
(لئے — مثل، ایسے ہیں)

سُرج چاند پیالیاں منے امریت بھرو — بدخشی لعل سم کئے رُخسارے
(سے، سورج، میں آبحیات — کے مقابل)

اُن مکھ میں لب عقیق یمن جوں — سو مکھڑا سہیل ہو کئے تابش سٹبارے
(کی طرح — ڈالا)

پون تھے ہیں نازک سو پانی تھے پتلیاں — مرگ اچھریاں پاتراں سورسارے
(اُن کے چہرے، ہوا سے، سے — جنت کی حوریں، سورج)

فلک تھے جو زہرہ زمیں پر سو آکر　　　نچا کر بجایا چنگاں کے دھکارے

سے　　　چنگوں

دکھاویں ادنت ہست نین سوں تو کر بے　　　فلک کھول کھڑکیاں ملک لک نظارے

دکھائیں　ہاتھ　　　کی

رنگ اسمانی چینڑیاں ہتھیلیاں سو بند کر　　　سورج لکھ کرن جھلکے تن کے کنارے

اُن

بھواں آسمانی کماں مس غلول اس　　　دو تن کے جیواں کے سو ہدفاں اتارے

نبی صدقے بارا اماماں کرم تھے　　۱۰۷۰　　کرو عیش جم بارہ پیاریاں سوں پیارے

کے　　سے　　　کے ساتھ

خدا کی رضا ہور محمد نظر تھے

سے　　کی　اور

علی پیار سوں قطب کو ثر پیارے

سے

(ج)

سجّن محل

(۲)

ساجنی سجّن محل میں ساج کر چھنداں سو آئی

جان جانی ہو کے جاں کا پیالا سو منجکوں پلائی

مجھے

سر میں چڑیا ہے اثر سر تھے کئے ہیں مُجہ خبر سُد

مجھے بھر چڑھا پھر سے

نین خماراں کا بھٹی ناز سوں سر تھے چڑائی

سے پھر سے چڑھائی

کیس میانے پھول تارے چاند سورج گُندے

بال میں

پھول کیساں تھے دوجا آسمان سچلا منج دکھائی

بال سے دوسرا سچا مجھے

بھنواں میانے روس باکر گہتی پیالا پیو مُنج کوں

بھوں میں گرہ ڈالکر مجھ

نین ادھر کے نُقل سنتی مُج کھلائی ہے ملائی

سے مجھے

گال گلالی اوپر طرا پھولاں کا گُند دھری ہے
گونٹ کر
گال بر کان نازک ہے اُن کا ہوا ہوں بیں کھلائی

نورتن ہاراں کے پھانسے کر گلے میں بائی ہے اپ
ڈالی اپنے
ستو ہزاراں بجلیاں انچل چمک میں پہنچائی

قطب شہ توں اس سکی کا کیوں بیان کر نے سکے گا
تو
نبیؐ صدقے گرد گر ہو سب سکیاں کوں مل نچائی (ق)



اعلیٰ محل

(۳)

اعلا محل اعلاد سے اعلا خوبیاں مُہتر گھڑی
نظر آئے

اعلاسکی اعلاد سے جوبن کھڑی دوداں بھری
نظر آئے

انگ جوت کے چند نور پر کنچک دسے بادل نمن
جسم کی جھلک　چاند　نظر آئے　کی طرح

تارے تگٹ پھولاں سُہیں باندی ہے ساری زرزری　۱۰۸۰
زیب دیں　باندھی

جب سیس پر ڈھالے پلو چند نا چھتر تا پی سکی
سر

اے ساز کرشمہ سوں ملی تب یوں دسے جیوں شہ پری
سے　ایسی نظر آئے جیسے

تج بل کڑی کے لعل ہیں سب مملکت کا مول ہے
تیرے

تیری ہنسی کے بھید تھے چھپیا ہے سحرِ سامری
سے

تج مکھ کی لالی تھے دیپے سورج کی لالی بھاگ سوں
سے چمکے

تاریخ بہو دیکھیا نہ کس تاریخ ایسی استری
بہت دیکھا عورت

مانک ادھر کے چشمے تھے شربت بنجتا جیو کا
ہونٹ سے پیدا ہوتا زندگی

اس نیر میں پیاسے اچھیں پاشہ اچھو یا لشکری
پانی کے ہیں ہو

صدقے نبیؐ اعلیٰ محل میں قطبؔ جم جم اچھو
ہمیشہ رہیں

جب لگ اچھیں اسمان پر چند، سور، زہرہ، مشتری
رہیں چاند، سورج

(ق)



حیدر محل

(۴)

حیدر محل میں دایم حیدر کا جلوہ گاؤ
عرش آسماں دھرت پر نصرت طبل بجاؤ
زمیں کے

لیا سیم ساق ساقی منج بزم میں صراحی
لا میری
پیالے کی جوت میانے سائیں صورت دکھاؤ
کی میں

سورج طبق سے گالاں میں مے نقل دھر تم
پیاری پرت کے ہاراں پیاری کے گل میں باؤ
کی گلے ڈالو

نہ کے نہالاں میانے کنچک کے باد کہ دیو
زہرہ و مشتری سوں پاتر رُنبھا نچاؤ

مہتر گھڑیاں سوں ہاویں سینے اوپر کچوپیا
شہادیں ۲۰۹۰
تابات دو دیتی امرت گھڑیاں بھراؤ

پدمنیاں چنیتاں مل شرروپ پر پھلیاں ہیں
ان ہات قول بیڑا دیکر سکیاں اچاؤ

صدقے نبی قطب شہ جلوے کئے تخت بیٹھے
حوراں پریاں سہیلیاں مل آرتی دکھاؤ

(ق)



محل کوہِ طور

(۵)

کہہ طور پر سدا ہے سبحان کا اُجالا
تو خلق سرمہ کرتی رحمان کا اُجالا

اس طور کا سو ٹھارا مانند ہشت بہشت ہے
اس نور تل چھپیا ہے اسمان کا اُجالا

اس محل کوں سو دیکھت بھک پیاس سب کا جاوے
جا نو جھلکتا واں شہ مردان کا اُجالا

بارا بروج پر ہے بارا امام دشٹی
تو اس اپر جھلکتا ایمان کا اُجالا

ہر اک کنگورا اُس کا جام جہاں نما ہے
ہے ہر منار پر شہ کنعان کا اُجالا

یا قطب سات کھم کا یا تخت ہے سلیماں
جو جگ پہ ہور واں اس فرمان کا اُجالا

انگن ہے اس محل کا جوں آرسی سکندر
دِستا ہے تس پہ توراں ایران کا اُجالا

چند سور اُنو بچارے بیتاب ہووین دیکھت
اس محل کے نورانی میدان کا اُجالا ... ۲۱۰۰

ساتو سو ملک میانے مانند نہیں ہے اُس کا　　　اُس آنگے تار نمنے ہے بھان کا اُجالا

ساتوں　میں　　　آگے　مانند　سورج

قدرت تھے سور چند سوں بنیاد اس محل کا　　　سب کھان پر جھلکتا اُس کھان کا اُجالا

سے سورج چاند سے

اس محل کے کنگورے لاگے ہیں عرش پگ کوں　　　جگ قبلہ ہو کے دستا اس ٹھان کا اُجالا

لگے　کے قدم کو　　　نظر آیا　جگہ

ساتو سو خسرواں کی پیشیاں دیا خدا منج　　　جم جھلکے تس میں بیٹیاں جانان کا اُجالا؛

مجھے　ساتوں

ہر شہ نشیں میں ہر دن ہر برج پر حکم سوں　　　ہر شہ پری سوں مجلس جاں خان کا اُجالا

قطبا نبی کے صدقے آنند کر اس محل میں

بستا ہے اس میں شبیر یزدان کا اُجالا

(ج)



قطب مندر

(۶)

سُلکھن سعد ساعت سوں سُورج چند اختراں خوشیاں
سے سورج چاند
قطب مندر میں کینے مِل دیکھ امرت منتراں خوشیاں
کرتے
ملایک نور درسن کے، محلاں باند درپن کے
دیکھت تاں فرش رتن کے کیئے نوانبراں خوشیاں
آسمان
سکیاں چند سار رتاں میں پیالے مدپی باتاں میں
چاند کی طرح شراب کے
کریں صریاں سوں ہاتاں میں پیالے گوہراں خوشیاں
صراحیاں سے ہاتھوں
نین جھلکار جاکھن پڑ دیکھت ہنستے سرگ بن پڑ
باغ جنت
سوتن کے نورتن تن پر کریں جو ہراں خوشیاں

۲۱۱۰

خوشیاں عیشاں انداں سب سُگھڑ گنیاں کس یہ چھنداں سب

رہیا ہو پستہ خنداں سب بھرا نرجگ گھراں خوشیاں

نکل کھن تھے گہر تل تل محل یاقوت مرجاں ل

آسمان سے

کریں کھن سات ہو یکدل دُراں سوں سمدراں خوشیاں

موتیوں سے سمندر آسمان

سہیلیاں جب بچن بولیں تجھل نرمل رتن رولیں

پنکھی جیواں کے مرغولیں دکھیت کھولیں پراں خوشیاں

دیکھ کر دلوں

سکیاں چُن بندکل بنیاں بجاتیاں امرتیاں بیناں

بین بجاتی ہیں

اُمنگ سوں باج ارت بینیاں سہج ہوں جنتراں خوشیاں

سورج سے

نبی صدقے قطب جکی غزل صد ہور دو دیس کی

اور دن

کھباوے گرہ کن اس کی تو سن ہوئیں کن سراں خوشیاں

کہباوے کر کان میں ر ج ،


پارہ ۱۲

۱

نھنی

نھنی سر تھے اپ کو سنواری عجائب — مشاطہ پری ہو نگاری عجائب

(پھر سے — خود — عجیب طرح)

نویلی کہ قد سم سرو کد نہ ہووے — کہ نو کھنڈ منے ہے پیاری عجائب

(کے — کے برابر — کبھی — آسمان میں)

مدن پھول کی رنگ ساڑی بندی ہے — سہے اس کی موتیاں کناری عجائب

(کے — باندھی — زیب دیتے ہیں — موتیوں کی)

تمن یاد کی مستی منج کوں چڑی ہے — نین من میں کھلتی خماری عجائب

(تمہاری — مجھ کو — چڑھی — (چشم دل))

نبی صدقے قطبا ریجھانے کے تائیں — بجاتا ہے تانا و تاری عجائب

(لئے) ۲۱۴۰ (ج)

(۲)

پرم موتی چوایا ہوں سکیاں گند و خوشیاں سیتیں

(کے — ٹپکایا — گوندھو — سے)

کہ مکھ روپاں کے جھلکارے جھمکتے ہیں نوراں سیتیں

عشق کا داؤ منج سوں کھیلتی ہے او نھنی پیاری
مجھ سے وہ

چندا مکھ پر نوے چنداں دکھاتی ہے نواں سیتیں
نئے

کہوں تج بھیس کے باساں کہ یا تج بھید کی کہنی
تیرے کہانی

کہ تج باساں کے مہکارے مہکتے عشق جاں سیتیں
تیری خوشبو

مہکتا باس تج تن یوں کہ مہکے سانت کا مہ جیوں
تیرے

پرم کی بات کرتا ہوں پرم کے عاشقاں سیتیں

ترے نیناں کی جھمکن ہیں سُہاوے بھید کاجل کا

لگے نا چاک ڈو تن کا نین کے منتراں سیتیں

محمد بال پن تھے ہے محمدؐ کے غلاماں میں
محمد قلی بچپن سے

تو جیتا داؤ میں پنتھاں سوں سارے سنیاں سیتیں

(ق)

(۳)

ہنستی ہے کھلتی ڈُلتی پیالا پلاتی منج کوں
میری مستی تیری مستی جو کھن سہاتی منج کوں

نوی ہنسی نوے غمزے پیاری نوے دکھاتی
جلوے کے راگ گا کر پھر پھر پلاتی منج کوں

ہنس ہنس کے مکھ سوں مکھڑے کے پھل بچھاتی
عشقوں پیالا نازوں پیو کر ڈلاتی منج کوں

بولے جو بول مسکاتی بولنے میں
یک یک پیالا دے کر نس دن گماتی منج کوں

۲۱۳۰

چکاچکا کہ انچل لیتی ہے مور چھب سوں
زلفاں کے پینگ میانے نہہ سوں پنگاتی منج کوں
میں

مستی بوتی نھنی اپ تن اُپر چڑائی
اپنے
اے بوتی میں رُپے کا چند ادکھاتی منج کوں
یہ روپیہ چاند

خاقانی و نظامی کا قطب شہ ہے شاگرد
(ق) شہنامے کی کہانیاں سرتھے سناتی منج کوں
پھر سے

(۴)

نازک نھنی بالی محبت میں سو نا جانے ہنوز
لوچن کجل جھمکیں ولے بارے نہ پہچانے ہنوز
کاجل
نہہ پر سو من دھرتے نہیں شیشے سرا بھرتے نہیں
میں شراب
پیالی میں مد کرتے نہیں مج عرض نا مانے ہنوز

امید مج تیرا اہے تج قول کوں سیرا اہے
معشوق توں میرا اہے جانے نہ دل لانے ہنوز

نھن پن کے کھیل مولاں نہیں، امرت ادھر تولاں نہیں

مکھ صاف نیں بولاں نہیں، اپ نرخ نا جانے ہنوز

اپنا

قطب زماں کوں جان توں، نہہ کے بچن میں آن توں

(ق) وے عشق کیرے دان توں کینا اپس تانے ہنوز

کرتا

(۵)

دوڑ کر لاج سوں انچل وو نھنی لٹکی چمن

اُس نھنی ڈال اوپر کیوں لگیا ہے سیو یوں

سو کا سوں کرمیں جو غصہ د ناز کی بات

۲۱۴۰

جب ہونٹاں تھے جھڑے پھولی جیو منگے اسکوں مگن

نیہہ نہالاں میں لگیا یک جھاڑ کوں خوش پھل رتن

باغ کا ہے او سرو مانی خدا رکھ اُس جتن

او بہشتی باس سوں کھیلئے ہیں پھل سب جگ منے

اس

اس کی باساں کن نپاسے سب خطا ہور سب ختن

کوئی نہ پاسکے

جب کتاں کے بھید گندالسے ہی نٹ نٹ کارسوں

او ہنکاراں ناؤ سُن کر گرگڑاتے سب پتن

وہ

عشق کے طبلاں بجے دایم بہشتی عدن میں

بھید اولے کر دکھاتے ہیں آرت اپنے نین

تیرے مکھ تھے پائے ہیں سب خوبرویاں روشنی

سے

جوہراں کیا کم تجھے دستے ہیں تج مکھ پر لچھن

چندنی میں جب چھند سوں لٹکے تو چند جائے چھپ

چاند

آرتی ہوتے تج اوپر آتے ہیں تارے گگن

میں نجانوں کیسے نوراں تھے ہوئی تو آفریں

سب نکھی چھوڑے ہیں تیرے جوت تھے اپنا وطن

سے

منج اوپر کا ہے چڑاتی ہیں بھنواں کا تم کماں
غمزے کے ناوک سوں دیوا اپنے ہونٹاں کا چمن

اے معانی ختم کر ہے تیرا گوہر بہو بہا
(ق) مصطفٰے و مرتضٰے منج کوں کمر باندے کسن



۲
سانولی

مری سانولی من کی پیاری دیسے ۔ ۲۱۵ کہ رنگ روپ میں کونلی ناری دیسے

نظر آئے دل
سُہے سب سہیلیاں میں بالی عجب سرو قد ناری اوتاری دیسے

سکیاں میں ڈولے نیہہ بازی سوں جب اومکھ جوت تھے چند کی خواری دیسے

اس کے سے چاند
توں سب میں اُتم ناری تج سم نہیں کویل تیری بولاں سے ہاری دیسے

تیرے مقابل سے
تیری چال نیکی سبھی من کوں بھائے سکیاں میں توں جوں پُھل بھاری دیسے

پھول
بہوت رنگ سوں آپ رنگیاں سکیاں ولے کاں ترے رنگ کی ناری دیسے

کہاں
نبیؐ صدقے قطبا پیاری سدا
سہیلیاں میں زیبا تماری دیسے
تمہاری

(۲)

پیا سانولا من ہمارا ابھلایا ۔ نزاکت عجب سبز رنگ میں دکھایا

دل

__________ ۔ تو اپ حسن سورج سوں جگ کوں دپایا

اپنے کے سے

__________ ۔ کہ تاریاں میں اُس جوت سیتی سہایا

چمک سے

رنگیلی دھڑی اُس اُپریوں سہاوے ۔ ۲۱۶۰ کہ اپ رنگ سوں جگ نگیلیاں رجھایا

اسکے ہونٹ کی اس طرح اپنے سے

چنچل سیتی رلیاں کیا آج سب نس ۔ انند مطرباں سوں خوشی سوں گنوایا

رات کے ساتھ

ہنسے اُس کنول مکھ تھے جھڑتے ہیں موتی ۔ تو اُس شاب موتی سوں جگ جگمگایا

سے

نبیؐ صدقے قطبا سوں مل مدسجن جب ۔ پیئے اپ خوشیاں سوں توکل بانہ بایا

(ج) گلے میں ہاتھ ڈالا

(۳)

نھنی سانولی پر کیا ہوں نظر ۔ خبر سب گنوا کر ہوا بے خبر

نین چلبلائی سوں کرتی ہے ناز ۔ ہمن روں روں بھیدیا ہی اس کا اثر

ہنسا جب کرے ناز وو چنچل سیتیں — دسن جوت منج کوں دسیں جوں قمر
وہ سے — دانت کی چمک نظر آئیں

ترا قد سرو نکلے جب چھند سوں — اڑے کھونپے کا تج اپر تب چنور
تیرے

سو دھن کسوتاں کر جو آئی انگن — اجالا و دِکسوت تھے پایا انبر
اُس سے آسمان

موتی رنگ کا نمتینی پہنے توں — دِسے منج نظر تل ہنستی سندر
نیمتنی پہنے — نظر آئے

معانی نزاکت ترا سب بجھیا

۲۱۷۰
توں اس کوں کھپے کا چکا دو شکر (ق)



۳
کنولی

لے کھڑی کنولی پیاری اپنے ہت میانے پیالا

ہاتھ میں

لے چھکتی ہے جھلکنی میں پَوَن جیون ہرن والا

ہوا

عشق باساں کے سو پھانسے پاک کھینچے آپ وصن

آپ

کیں میانے پھل جڑی چوٹی منے دو تا و بالا

بالی میں میں

کونلی مکھ پر پھول جڑائی ہے یوں نوراں تیتی

سے

عشق کے فر لکھے ہیں پوچھو تم اِن ناداں کالا

عشق بتاں تجھے لگے ہے میرے نین میانے قراری

سے میں

نین لذت منج چکھا کر میرے تن میں کرا وجالا

آنکھ مجھے

کھنچتی کھنچاتی کھڑی ہے پیاری اپنی کھنچ منتیں

سے

انچل او جھل تھے نچاتی ہے نین پتلیاں کا چالا

سے آنکھ

نورتن روشن ہوئے ہیں اُس کے انگ کے رنگ ستی

سے جسم

چاند سورج کے حمایل بائے ہیں گلے کنٹھ مالا

ڈالے

ہے محمد قطب شہ بندہ علیؑ کا کمتریں

(ق) تو ازل تھے اوڑتے ہیں منج سر پہ اسمانی رومالا

سے

(۲)

تج قد دیکھ سرواں ہا کے گئے ہیں بن میں

تیرا (کر)

تج قد سہاوتا ہے جنت کرے چمن میں

تیرا

پلکاں نمد تلے کر راکھیا ہوں میں تلکے تیں

رکھا

جو پوتلی وہندی ٹکہ آئے منج نین میں

میری آنکھ پتلی وہ

د۲و لب ترے رنگیلے یاقوت کوں دیئے رنگ

۲۱۸۰

لے بھبک رنگ عقیقاں رنگیں ہوئے یمن میں

خلوت میں گمتے شہ جب ڈبتا ہے چاند گھن پر

گزارتے ڈوبتا آسمان

چھپ جائے سورنس میں نکلے جو شہ انگن میں

سورج رات صحن

باریک تج کمر دیکھ باریک ہوا ہوں جو بال

تیری (دکر)

ویسا نہیں ہے کوئی تار ایک پیرہن میں

کالیاں گوریاں سکیاں کوں جگ میں جو تھیاں سو بسریاں

تھیں بھول گیا

کھونلی سکی کوں دیکھت میں سُدھ بھولیا دھن میں

کوتلی دیکھ کر سُدہ بھول گیا

(ج)

(۳)

اُتم پیاری نظر بازی منجے تج سوں کھڑی ہے

مجھے تیرے ساتھ

نظر بازی کوں مج سوں نظر رکھ جب کھڑی ہے

میرے ساتھ

کندن رنگ پُتلی کونلی ہور سروپ ویوں نولی

اور

سُلکھن سندری آلی لچھن دیداں پری ہے

گالی نین ہیں تیری سمد پور موج مارے

سمندر پورا

سُرج سے گال پر دنت نورتن انک چڑی ہے

دانت سورج

یہو رنگ رنگ بالے بال ہے تج میں چنچل انہت

بہت

سُہے تج راج ناریاں کا کہ توں کونت پری ہے

کرنگ نینی سہیلی توں میرے جیو کی پیاری

محمد قطب شہ سلطاں سوں مل ہل ہت چڑی ہے (ج)

ہاتھ لگی

(۴)

تازگی تھے تازہ چنچل آئی میرے بر منے — بیل کوں لے سبز آنچل پھول جیقہ پر منے

کونلی پیاری سہیلی باڑی ڈاوساری داوسولی — نین تاری رنگ دھاری مدھماری سر منے ۲۱۹۰

نیہہ دھن کا نار ٹھن کا پاؤں جھنکا یوں سہے — آس من کا عیش تن کا ذوق کن کا ہر منے

دوتی گاری دُکھ تے کاری ہوک گھاتی کرتی ہے — لاک چاڑی لوج باڑی مج کوں آڑی در منے

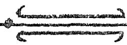
ہوکر؟ بجھ

اے معانی تیری مانی سب ہیں سیانی نا رہے — بھید جانی نہ پچھانی تخت رانی گھر منے

(ق)

۱۴

پیاری



سکیاں ہجا منا لیا و پیاری کوں آج — کہ سب چھند بھریاں کا اہے سیس تاج

لاؤ — ہے سر کا

کہو یوں کہ مندر کوں بہو زیب سوں — سنوارے ولے نا گمے تج باج

بہت — کے ساتھ — نہ بسر ہو تیرے بغیر

مدن آسنتا ہے گر گیاں کوں — کرو دادا ہیں آ تمارا ہے راج

خود ہی آکر تمہارا

عجائب ہے کسوت تمن حسن کی — کہ اس تھے سُہاتا ہے عشوباں کا ساج

تمہارے — سے

توں خوباں کا ہے روپ ہیں پادشاہ — تو لیائے ہیں سب تیرے تیں نیہہ خراج

لائے — لئے عشق کا

تمن مکھ کا نور جب دیکھوں ہیں — او دیک چھن منجے سو برس کا ہے کاج

تمہارے — وہ — لمحہ

نبی صدقے قطبا تھے مجلس سدا

۲۲۰۰

سُہاتا ہے جوں حسن سوں ملک لاج (ج)

(۲)

پیاری نگر نوں سجن سوں منم　جو جاگی جوانی تو پھر ہو گی خم

یقیں جان جگ میں آیا تے ہے　کہ گوہر پھٹے پر ہوتا مول کم

جوانی و جوبن ہے سب پاؤنا　کہ تجھ تھے ہووے عیش سائیں کوں جم

میا آپ سائیں کا رکھ اپنے دل　کہ تج تھے ہووے عیش سائیں کوں جم (مکرر)

چھنداں سیتی سنگار کر آی دھن　سہے مکھ اپر خوی کہ جوں پھل پہ نم

پنواتے ہیں سکیاں بی اپ حسن کوں　او چائے ہیں خوباں میں اپنا علم

نبیؐ صدقے قطبا ہے تج نیہہ تھے　سہے سب بتاں میں توں اس کا صنم

(ج)

(۳)

خوشی دولت گھڑی باجے پلاؤ ہلپو ناداں سوں

عشق کی دا ونی لیاؤ بجاؤ عیش تاشاں سوں

لاؤ　(تاشہ)

ترازو عشق جو کھی ہے پیاری آنکھہ انکھہ سیتیں
عشق کے ڈاو یک یک کھیلتی ہے ڈاؤ ڈاواں سوں

کہو الحمد للہ میری پیاری ہے پیاری
عشق کا شرط لکھے ہیں شرط سوں تیرے ناواں سوں ۲۲۱۰
نام

عشق گوہر چڑائی ہے اپس کی دو اونی میانے
خود میں
اپس کی بانہ پر پھندنا بندی ہے بھاو بھاواں سوں
اپنے بازو باندھی

عشق کی باتاں ہیں منج کوں عشق کی کہنی سناؤ تم
مجھے کہانی
پری پرمیانے ہلبجیا ہے مرا دل نہہ پریاں سوں
پھنسا

عشق ہور عاشقی کا جلوا گاؤ عشق سوں سارے
اور سے
نہنیتا ناچنے گاتے بجاتے سبد تالاں سوں

پلاتی مد بھرا پیالا مرے تیں مدبھری پیاری
(ق) محمد قطب ہت کنگن بندھی ہے لاکھ چاواں سوں
کے ہاتھ میں

(۴)

پیاری تو بول مارے تُج بول نیں بینتیارا

تیرے کو نہیں

دستا ہے بول تیرا ہر ایک جوں کنارا

نظر آتا ہے

چوٹی تیری سوناگ ہے ہور زہر اس میں کڑوا

اور

او گھر کھیلاں میں دستی توں سا چلی سنپارا

نظر آتی تو سچی

وہ

پھر پھر بھنور کے نمنے تُج باس ہوں تو لیوں

مانند تجھ

اس باس میں نہیں ہے نرگس کا خُمارا

دیکھ دیکھ کر صندل کوں لانا مشک کی لانا

تو تن کی باس آتا سچلا جبا سنبارا

پینی ہے کاج کی کاج اچھری بندی سو ہت میں

پہنی باندھی ہاتھ

کیا جانیں پاچ ہور کاچ او ہندوی گنوارا

اور وہ

تج بول میں نمک نیں، تیرے ادھر میں رس نیں

تیرے ہونٹ نہیں میں

تیرے کنک میں کس نیں، ہور چوٹی ہے اندھارا

اور

ایسے رتن رسن سوں دریا تھے قطب کاڑے

زبان سے نکالے

دو جگ میں اس کوں دائم ہے مرتضا ادھارا (رج)

(۵)

پیاری تیرے بچھڑے تھے رین منج نیند آوے نا

بچھڑنے کی وجہ سے رات مجھے

توں قدرت کی گھڑی تج بن گھڑی بیر موبھاوے نا

تیرے بغیر مجھے نہیں بھاتی

رین دن کوچ جانے نا جو کوئی جیو عاشق ہے تیرا

رات دن کچھ جی سے

لگیا ہے یاد یوں تیرا کہ بھئی کچ یاد آوے نا

کچھ

پرت تیرے کوں لقماں بھی سکے نا دارو دینے کوں

محبت نہ سکے

صحت کیوں ہووے عاشق تیں جو لب شربت چکاوے نا

کے تئیں

سہی تج رات کا یک رات منج سنورات ہو دستا
نظر آتا
واقعی تیری
کنا کس سیج رہتا ہیں جو توں سیج اپ بلاوے نا
کہہ نا
اپنے
تری اس آنچ تھے دل ہے جیسا ابلوج کا کلا
سے
کہ جوں نابات توں گھٹ ہی اپس کوں پگلاوے نا
نبات
تری باتاں تری دھاتاں تری ریتاں اہے بہو دھات
ریت رسم
دیتی جیکچ توں گالیاں دے بوسی دلاوے نا
جو کچھ
بوسے؟
نبیؐ صدقے عشق باتاں خدا تج تیں دیا خانا
نہیں
کی
(ج) تجے قدرت یتا ہے جو قطب کوں سمجاوے نا
مجھکو
اتنا



۵

گوری



سُہاتا ہے مکھ حسن گوری کا شاب　　او مکھ چند پہ چند کیاں میں لاجوں نقاب

او قد سرو نیں ہے کندن کا نہال　　جھمکتا ہے تو اُس تھے سورج کا تاب

توں رنگ رس کی باغ کی ہے کلی　　تو چوتا ہے جیون کا تج مکھ تھے آب

رسالے او دھر ہیں ترے مدھ بھرے　　سو کرتے ہیں عشاق دل کوں کباب

کہوں زلف یا تازہ سُنبل سُہی　　او مکھ پھول پر جوں کہ چند پر سحاب

تری چال مدمست تھے لاجیں گج　　نہیں اُن میں اے بھید ہور اشتاب

نبیؐ صدقے قطبا سوں گوری ملی
تو گل بانہ دے اُس سوں پیوے شراب

(ج)

(۲)

عشق کی پتلی ہے گوری رنگیلی — چتر ناریاں میں دسنی ہے چھبیلی
(نظر آتی)

سہیں تج پدمنیاں کے روپ بزماں — کہ ہے چندر مکھیاں میں توں رسیلی

(زیب دیں تجھے)
بنے سولہ سنگاراں تیرے انگ تھے — کہ سب خوباں میں توں دستی گہیلی

(جسم سے) (نظر آتی)
برستا ہیں تیرے نور جلوا — نہ دیکھی تجھ سی کوئی سندر سہیلی

نبی صدقے قطب شہ سوں او پیاری

(سے)
پرا او حسن کا کر آکے میلی ۲۲۴۰
(ملی)

(ج)

(۳)

عشق کی پتلی توں میرے دل کھڑی — تجے نیہہ کے پر لگے اے پری
سہے ناز نیہہ پتلی کوں نیہہ کا — عشق سونے میں منج اُپر جت جھری
عشق کوپ سوں کھینچ باندی کمر — جوبن پیالا لے ہات میانے کھڑی
پرم کی سہیلیاں کرو ہم سوں بات — پرم باغ میں سُہتی کسوت پری
تنے تن ترے رنگ بھرے پھول ہیں — توں سیورائی ہوناں منے ہی کھڑی
عشق صحبتاں میں پیا لا پلا — تری نیہہ بھٹی کی مستی چڑی
نبی صدقے قطبا کوں گوری ملی — لِلاٹ اُس کا ہے سورج و مشتری

(ق)

۶

چھبیلی

چھبیلی سوں لگیا ہے من ہمارا — کہ اُس بن نہیں ہمن یک تل قرارا

کے ساتھ لگا — تجھ بغیر ہم کو

صبوری کوں نہیں ہے ٹھار دل میں — صبوری کیوں کرے سُو کر نہارا

جگہ — کرنے والا

الک پھانسی سوں پنکھی جیو پکڑنے — دکھائی گال اوپر تل کا چارا ۲۲۵۰

زلف — پرندۂ دل

بسے من میں سو اسکے خیال نس دن — نہیں اس خیال بن منج من میں ٹھارا

رات — میرے

نین بہری چھوڑی سُرمے ڈوری سوں — کرے چنچل پنکھی دل کوں شکارا

خط سرمہ کی — بحری — کو

میا کرنا کرے معشوق اپے ہو — کہو نا کیا کرے عاشق بچارا

محبت — خود

نبیؐ صدقے قطب عاشق ہے تیرا

سدا مل اچھ نہو یک تل بی نیارا

رہ — بھی

(ج)

۷

لالا

ہلیا من تو بالا سکی سن مو لالا — برہ تھے موجالا بلی بالی با لا

میرا لال — فراق سے میرا

.....بن بن ہی آلا موکر متوالا — منگے میر اخیا لا صراحی پیالا

مجھے — مانگے خیال

نرختا.....چولا منجے باج ڈھولا — ہولہے اَبولا مراسائیں بالا

اَدھر کا پیالا دے ہونٹاں ہوالا — توں کر پھول مالا تو تن جاوے جھالا

ہونٹ

مومن تو سوں چھولیا گیا من سوں تولیا — برہ راز کھولیا توں داپے وصالا

میرا دل تجھ سے — اپنا وصال

میں گاوں بلّا بلے من تلّلا ۔۲۲۶۰ ہوا من اللہ ایں آگلے لا

دل — اللہ — (گلا)؟

نبیؐ صدقے قطبا تو من سیج بسلا — بُلا لیا بھولا لیا نوار و ملا لا

بھُلا — ملال — (ج)

(۲)

عشق میں مست متوالی ہوں لالا — توں اپ ادھراں تھی منجکوں دینا پیالا

اپنے ہونٹوں سے مجھ کوں

سرا کے سر نہیں اور س سرس ہے — اُدھر رنگ میں حیات آب لالا
(شراب، وہ، ہونٹ)

بھٹی جوبن جوانی بھٹنی سوں — مو دل میخانہ پیالا دیو گلالا
(میرے دل کے میخانہ کو)

خماری سن کا ہے منج دینا بوسا — چمن گالاں میں ہے دنت پھل گلالا
(دانت)

یوں ماتی پیالے نین کیتی — تیرے ڈھلنے تھے ہوے میں متوالا
(جوانی کی مت، کری، سے)

ترے روساں تھی ہوتی رات کالی — ترے ہنسنے تھے ہوتا دیس اُجالا
(سے، سے، دن)

نبیؐ صدقے رہے تج عشق میانے — قطب سوں کیا پرت دیو کنٹھ مالا
(تیرے، میں، سے، عشق)

(ج)

(۳)

پیالا لیو میرے آچھے لالا — کہ او پیالا ہی سورج بھی زوالا
(لال، وہ، زوال)

نجاوو پھر کہ آو میرے مندر — کہ پکڑیا ہے تمہارا منج خیالا
(۲۲۷۰، نجاو، مجھے، خیال)

سنگاتی ہیں تمیں میرے جوبن کے — لگو چھاتی کہ جاوے دل ملالا
((جوبن ؟)، کا ملال)

ہوی ہوں ہیں تمارے نیہہ کی ماتی — کہ دیتا ہے وُ نہ منج کوں اُلالا
(عشق، وہ نیہ)

سجن تج عشق کے دھوپاں میں پیاسی | ہوی ہوں منج پلا تج لب زلالا
تیرے | مجھے
نہ بھاویں منج رتن کے ہار پیار یاں | منجے بھاتے ہیں پیو ہت کنٹھ مالا
مجھے | پیا کے ہاتھ
نبیؐ صدقے قطب شہ کے سو اوپر | اوڑاتی ہوں سکیاں ماورے و مالا
اڑاتی رُمال (ج)

(۴)

تمیں میرے مندر سو آج آو لالا | تم اوپر تھے واروں گی جوبن بالا
تم | سے
منجے وصل کا دیو پیرت پیالا
مجھے
زر نیا سو میرا تمارا میا ہے | تمارے سو باہاں منجے کنٹھ مالا
تمہاری محبت | تمہارے
تمیں میری چھاتی کوں چھاتی لگاؤ | برہ کی سو منج تن تھی جاویگی جھالا
میرے سے
مرے جوبناں تھے سو پھل باس لیوے ۲۲۸۰ | محبت کے موتیاں کا گل باو مالا
سے پھول خوشبو | گلے میں ڈالو
کسی ہات نا پیو سوں مد پرم کا | توں میرا اپے ہے پرم ساقی آلا
پی سکوں مے | آیا
نبیؐ صدقے دایم قطب شہ انند سوں | کریں بھوگ ون کے تنن تن تلالا
اُن (ج)

۸

لالن

چتر ماتی کے ہت تھے لیو پیالا
ہاتھ سے
نُقل اس کا ادھر پر ہے حوالا
ہونٹ

مناؤں گی ادھر کا جھوٹا دیو منج
ہونٹ مجھے
میں متوالی ہوں لالن متوالا

شہ بھیجے ہیں تماری نیہہ چھند تے
اُڑا و منج پرت کا شاہ شالا
مجھے

بچن پیرت کے کچ نہیں بجھتی ہی تو ب
کچھ بوجھتی
مگر توں ہے سکی نادان بالا

(ناقص الآخر) (ج)

(۲)

نین پھاندیں دل رہیا ہے ہمارا
آنکھ کے پھندے
او بند کھولے نا کھولے جیو کا پیارا
وہ

____
اس اوپر ادک سوہے او زلف بارا
زیادہ وہ

____
اُس انگے دسے چال ہنس کا بچارا
نظر آئے

نہوے پیو کے مکھ کا ہے جھلکار سارا ۔۲۲۹

کلی پھول تھے بھی ہے نازک او لالن | پھولے ہے او چھب دیکھ کر تو ہی نارا

لگے پھل انداں کے منج نیہہ برکہ کوں | کہ جس رنگ تھے ہوتا چمن کا سنگارا

پھول میرے عشق کے درخت سے ۔ وہ

نبی صدقے قطبا کوں تج نیہہ پنتھ بن
تیرے عشق کی راہ کے بغیر

نہیں من کوں بھاتا ہے کچ ہور ٹھارا (ج)
کچھ اور مقام

(۳)

مرا لالن ہے لیلیٰ ہیں ہوں مجنوں | کروں تل تل زیادہ نیہہ پیو سوں
ہر لمحہ عشق سے

اپس سر پر بندیا ہوں نیہہ سہرا | کہ میں عاشق ہوں تج پر ہور مضمول (مضموں)
اپنے باندھا عشق کا | تجھ پر اور طرح سے

میا سیتی کرو چک سار میری | کہ بھیدیا ہے تمارا عشق رو رو
محبت سے | اثر کر گیا تمہارا میرے ہر روئیں میں

تجے دیکھن تھے پاوے سکہ مو تن میں | کہ جھمکیا ہے مرے دو نین میں یوں
تجھے دیکھنے سے میرے

محبت تیرا منج سب تن میں بھیدیا | نکر چالے چتر چھنداں کے مسوں
میرے اثر کر گئی | چالیں (فن سوں؟)

دو تن ہمناں سوں کرتی آڑیاں باتاں   او مورکھ کی سو باتاں کیا کہ بولوں

غیر ہم سے ہے ٹیڑھی باتیں

وہ

نبی صدقے کروں اپ دل سوں سیوا

سے غلامی

اپنے

قطب شہ کا کہ ہے شاہاں میں موزوں

۲۳۰۰

(ج)

۹

موہن

اہو مائی مدن موہن پیارا
پرم سو کھینچتا آنچل کنارا

نگینا لجو کندن کے میانے سنپڑے
سو ووں سنپڑا لیا منجکوں پیارا

پیا کوں پاووں پر جنیا مناوو ل
نہیں وو مانتا کہیا ہمارا

یکیلی دیکھ منج انجانتی ہیں
کہاں ہیں نہاس کر کرتا پکارا

تمیں منج تو لجاتی سیج اوپر
ولے دیو وادھر کا منج ادہارا

نبی صدقے کہی لیلی ہیں قطبا
کہ ہم تم پیم میں مجنوں بچارا

(ج)

(۲)

پرت تازی لگی ہے منج سکی موہن پیاری سوں
محبت مجھے سے

بندیا ہوں دل او چاتر چھند بھری کنو نت ناری سوں
باندھا وہ

اُمیداں کے انجھو موتی کے راساں باد ُھکر ڈھک
آنسو

رین ساری صبا لک منج گئی ہیں بیقراری سوں
راتیں صبح تک میری

گیاں کسوت سکیاں ہر یک پرن کی اس چند رکھ کوں

سُہانی سبز ساری سوں شفق انچل کناری سوں

انجھوں دستیاں ہیں تج مکھ میں نشاناں ساییں انگ سنگ کیاں
اب تک نظر آتی تیرے چہرہ کی قربت کی کے جسم

انجھوں کھلتی اہیں تیری نین نس کی خماری سوں
اب تک رات ۲۳۱۰

سجن کیے نیہہ میں بن مست ہوئے نیں کام حاصل تو
عشق بغیر نہیں

نہیں ہے عشق کوں کچ آشنائی ہوشیاری سوں
کو کچھ سے

پیا ملنے کے قصے شوق سوں کو رنگ رنگ سینتے

سے کہو

نہ کو ساجن کی دوری کی بچن نینہ کی دکھیاری سوں

سے عشق کہو

نبیؐ صدقے ہوے ہیں منج کوں لایاں کے اوپر لایا

مجھے

کئی ہوں نینہ کا سودا قطب شہ نینہ بھاری سوں

کے عشق گراں بہا سے عشق (ج)

(۳)

ہمن بائیں میں حلقہ کان میں پاوے سو اُس دھن کے
چلیج فرمائے ہم سر پر کہ حاجب ہیں تمہی من کے

سورج ہور چاند کوں کرتے پیا کے مکھ کے سم لوگاں
ولے میں نا کروں سم چاند ہور سورج کوں ساجن کے

پیا کوں دیکھنے مو دل کلے ہے آب و زیور سوں
کہ پھول پنکھڑی من بکھرے نہ ہوے نظراں جو لالن کے

یکیلا ہیں نہ الجھیا ہوں سو اُسن لفاں کے اے بند میں
بہوت ہیں سحر اُس دو نین جادوے پر فن کے

اُسی تھے گل کوں چبھ بھر تھے چبھے کانٹے سو تن سب کوں
جو تیری باس سنگ کرنے گئے پھولاں سو سب بن کے

برن تج حسن کا جگ کوں دیا ہے روشنی دایم
کہ تارے آرتی کرنیں تجے آتے ہیں سب بکھن کے

کہ کرناسک پیا کے وصف کا تعریف حیراں ہیں ۲۳۲۰
گنوائے عاقلاں سُدبُد سو دیکھت نین موہن کے

تجے سو تنے نین دیکھا بر آیا منج کوں حاجت سب
ہوا یوں مدعا حاصل کہ گوہر نکلے معدن کے

نہیں ہے آج کل تجھے پیو سوں یاری ہمن جیو کوں
جھمکتے جوت ازل تھے ہے معانی دل کے درپن کے

سے

(ق)

۱۰

حیدر محل

حیدر محل میانے نابات گھول ساجے
دن دن انند سیتے طبلا مدن کے باجے

اُس سرو قد کے اوپر جلوہ ہے نور تن کا
عشق کے پاتراں سب اُس کاس دیکھ لاجے

سب عاشقاں کے دلمیں ہے عشق پھول جلوا
پتلیاں نین کیاں میرے من میں انند سو کاجے

عشق کا ٹیلا لائی اپنی پشانی اوپر
چو پھیر نور تن کے تاراں منڈل سو باجے

چادر عشق کا وڑے جوں بر بہوٹی دیسے
تیرے عشق کے لاجاں دیکھے ہیں لال بو بھاجے

اوڑے شل نظر آئے

ماڑے سو بردبنکر پرداں سوں ناچے نرسن
ماڑے رومال اڑتے ہیں راج کرتے راجے

صدقے نبی شکر کر تج کوں ملی اے پاتر
حیدر غلامی سیتی تج سیس تاج ساجے

یہ کی سے تیرے سر

(ق)

(۲)

بھواں ابرو میں ماوے پردہ باندے ۲۲۳۰ عشق کے راگ تاں میں بھید باندے

ترے کیس میں کنول ہور سور آوے کماں بھنواں میں کاجل ساج ساندے

چولی تنگ انگ میں نت نار رنگ پیچے نین سو کاں سوں مع چیت نت پھاندے

سنے جالی منے من میں ہلجا........ عشق ناداں سوں نت آنند تھیں....دے

توں گھور کر دیکھ رکھی ہے کن پہ طرّا کتے کاندیاں پوچھوں نا بوجھے کاندے

نبیؐ صدقے ملی حیدر پیاری اے سیویاں سینتیں چنت سوں چیت باندے

ترے انچل پہ ہے چندنی کا چھایا قطبؒ ڈاواں سوں براں کاس باندے

(ق)

(۳)

حیدر محل میا تے جلوا عشق کا گاویں

یزدانی تانت چوندھر رنگاں سیتیں بجاویں

اب ہات میں بندی ہے جلوے کے ناد کنگن
اپنے؟ باندھی

نیناں کی پتلیاں کوں پتلیاں نمن نچاویں
پتلیوں کی طرح

عاشقاں محبتاں کا پیالا بھرے پیاری

(ق) ....ناقص الآخر..........



نوٹ۔ حیدر محل یا حیدر پیاری کا ذکر اس نظم میں بھی ہے جو محلات شاہی میں "حیدر محل" کے عنوان سے شامل ہے۔

۱۱

محبوب

دل چمن میں او پری ناز سوں وستی محبوب ۲۳۴۰ سرو سنگار کے بن میں کھڑی ہنستی محبوب

پھل گلالاں ایسے گالاں تھی ہوا بلبل مست رنگیلا جام لے اب ہت منجے کستی محبوب

پھول سے ہاتھ مجھے

تیرے دربار کوں قبلہ کے نمن بوجھے جے سر بسر ہے اسے منج عشق کی مستی محبوب

مانند جو میرے

اہے باریک کمر بال تھے اس بالی کا اس اپر زر کمرات ناز سوں کستی محبوب

سے سے

اے نوبلی نہ بوجھے کوئی تیرے مذہب کوں بہو مذہب منے مذہب ترا استی محبوب

بہت میں

نبی کے داس پنے تھے ہوا ہو قطب زماں اسی تھے تیغ ہے میرا سدا جستی محبوب

سے اسی لئے (ج)

(۲)

جگت حسن میں ہے ترا حسن محبوب میں طالب ترا ہوں مرا توں ہے مطلوب

تمیں بات دل جان کی بوجتے ہیں　　سو کیے قلم سیتیں لکھ بھیجو مکتوب

تم　　خط استر کے　سے

ترا حسن یوسف سوں کرتا ہولاوا　　تری آرزو میں ہیں عاشق جوں یعقوب

ترے حسن کا ذکر مو گل ہے تسبی　　مرے دل کے گوشے منے توں ہی مرغوب

میرے گلے کی تسبیح　　میں

اُسی تھے شہاں میں ہوا سر بلندی

سے

۳۳۵۰

نبیؐ کے غلاماں سوں ہے قطب منسوب　　(ج)



۱۲

مُشتری

نین ہنسلی ہم سوں کری ایک بات ۔۔۔ نین بن میں دعوے کے پھولاں کھلات

عشق کسوتاں تجھے مجے مشتری ۔۔۔ عشق انت ادھر میوہ تج کوں سہات

(سے تجھے) (ہونٹ تجھے)

عشق تورے جوبن کی ساراں کرے ۔۔۔ ادھر تیرے کوثر کا پیا لا پلات

(ہونٹ) (پلاتے ہیں)

ادھر پر ترے ہے پرم کا نشاں ۔۔۔ ادھر چو منے تجھے سو لاجے نبات

(سے شرمائے)

اچپت چاند ہستے ترے دو دو دل ۔۔۔ ترا مکھڑا پرم کہانی سنات

(سناتا ہے)

چتر ناریاں ہیں چتر پن سے تجھے ۔۔۔ کہ آپس کے من میانے منگوں متات

نبیؐ صدقے ماوے چتر قطب سیں

کہ راباں منے قطب تارا جنتات

(شاہوں میں)

(ق)

(۲)

دعا معشوق کا کر کام تج با مدعا ہے
اُسے جیتے تھے سب جگ پر ترا فرمان روا ہے

ترا ہستی اسی کا نانو ہے تن میں حیا ہو
تو تج مستی ازل تھے تا ابد لگ با صفا ہے
تیری سے

اسی مستی کے تئیں توں جب رہیا ہو دیس دل میں
بہت دن ۳۳۶۰
ہزاراں شکر و سجدے کر کہ تج سوم رحیا ہے

ہمن دل کے گنوارے میں سجن کا نور دستا
گھوارے
سورج کرناں کی ڈوریاں سوں جھلکتا خوشنما ہے

سکل دندیاں کے طالع میٹیا ہے زحل تارا
سب
ہمارا مشتری طالع میں طالع کا بقا ہے

خدایا قطب کے تارے کوں دے توں سرفرازی
خوارج کے ستاریاں میں منگل کیرا اجفا ہے

نبیؑ لشکر میں لنگردار ہو کر رہ معانی
(ق) کہ لنگر داری میں تج کوں ہزاراں اِک شفا ہے
لاکھ





بلقیس زمانی

عشق پادشاہی سو ہے تج آج — حسن ملک میں نا سُہے تج باج

زیب دیتی ہے تجھے کی — نہ زیب دے تیرے سوا

تو چمنے مٹھائی شیریں کو نہ آئے — دیکھ اُس مکھ تجلّی سورج پکڑ یا لاج

تیرے چومنے کی

سچی اِس زمانے کی بلقیس توں — انچل سیس سُہاتا ہے تج جیوں تاج

تیرے مثل

تو خدمت ہیں حوراں کھڑیاں ہات جوڑ — اُنن قول بیڑا دے کرو تم ساج

سر پر

کھڑی ہیں تیری — ان کو

کھنجن تیر کھنجن پہ کرتی بڑائی — تیری چوٹی گُندنے ہوے مشّاطہ ساج

گوندھنے

جوبن پیالا دے ہت میں پیالا پلا — ادھر نُقل سوں توں دے کر کال ساج ۲۳۷۰

ہاتھ — ہونٹ

عرضداشت عاشق کوں معشوق پاس — عشق تاراں سوں تم بجاو و کماج

ہے سرپا نوں لک توں کندن کی بنی — دو تن کوں توں نا دیکھ کر مکھ مانج

غیر

نبی صدقے پایا ہے جنت کی حور — محبت قطب کرے خوشیاں سوں توں راج

(ج)

۲
حاتم

ناری سُہے تجہ اتا لے چالا — جھلکار سہی ـــــــ
زیب دے تجھے
چال
سنپولی اُپر بھونگ سٹیا چپام — چھوٹے اَلکاں ہیں پھول مالا

رتن تھے اَدِک دیں ہونٹاں پر — ادھراں کے اُپر چڑسو لالا
ہونٹوں
سے — لال
دیکھ چندنی میں چندمکھی کوں — سورج کوں پلایے چھند یوں پیالا
چاندنی
سے
دن رات ہوا جو کھولے دھن کیس — نِس ہیں جو ہنسے پڑیا اُوجالا
عورت نے بال — رات
ناریاں ہیں جو نازبھاگ اَچپکل — انگ سنگ سوں کرے پیا نہالا

نِت پیوے علیؑ کے صدقے حاتم
قطبا کے ادھر تھے مے پیالا
سے

۲۳۸۰

(ج)

۳

بہمنی ہندو

اس بہمنی ہندو کا کس دھر کروں شکایت — نیں لیکھے ہیں مورخ تاریخ اس حکایت
نہیں

بے دام اس کا خدمت کرتا ہوں اپنے دل سوں — دیتے ہیں دام انو[ن] کوں ہور کرتے ہیں عنایت
اور

آسان اسا سا تھے سب ہونٹاں سوکھے ہیں تج نین — نیں ہے صواب پانی دیتا تمن ولایت
امید کی آہوں سے

اُس شہر کی سو بیتاں کن نا دیکھیا نہ سنیا — نا کوتوال قاضی نا کس کا ہے حمایت
کوئی دیکھا سنا

غمزے کے سمند میانے تیر اتر ہت نہ دے کر — ڈوبن ہوے ہیں اب تو تم ٹک کرو ہدایت

آہان اُ اس دل کا راہ خیال باندھیا — اپ ناز روشنی باتا منجکوں ہوے نزایت

تو انت میں جیو کا دوری کدھیں انٹر نہ سکتا — تج حسن کیے چھجی کا کوئی نا بوجھی بدایت

ن اُن ۔

یک چھن اگر نہ دیکھوں تج یاد کا جو شہلا
تج باج گمنا منج کوں مشکل اہے بغایت

تیرے بغیر گذارنا مجھے

نیناں کے لعل تھے دل پکڑیا ہی جوش ہیرا
سٹ چھانوں عشق کا منج توں آپی لوایت

سے

تم یاد تھے ہوا ہے مومور تمنے موتن
۲۳۹۰
اب نا کریں تو ہم پر ہور کب کریں رعایت

تمہاری سے
اور

کوئی نا سکے معانی اَپ کی پر بیاں کر
پڑتا ہے اپنے دل میں سب دن علیؑ روایت

(ق ۔ ج)



۴

ہندی چھوری

رنگیلی سائیں تھے توں رنگ بھری ہے
کی وجہ سے
سُگھڑ سُندر سہیلی گُن بھری ہے

لٹکنا بجلی نمنے اُس سہاوے
کی طرح اس کو زیب دے
وُ ہندی چھوری بہو چھند شہ پری ہے
وہ لڑکی بہت

چندر مکھ موہنیاں جب ناچتیاں ہیں
چاند جیسی صورت والی
وُتن ہیں توں سورنگی جوں پری ہے
اتنوں خوش رنگ

سبھی حوراں نہ آسیں آج تج سم
آ سکیں تیرے مقابل
کہ توں بالاں ہیں سب عنبر بھری ہے
بالوں

اُپجتا ہے ترے مکھ تھے جے شابی
پیدا ہوتا سے جو جوانی
او شابی تھے سدا تج سروری ہے
اُس کی وجہ سے تجھے

گگن منڈپ تاریاں سوں سنوارے
آسمان
او ہاں گاون سو زہرہ مشتری ہے

وہاں ہے
نبی صدقے ریجھائے قطب شہ کوں
تو سکیاں ہیں توں جیسی شہ پری ہے
اسلئے

۵
پدمنی

تج ناک موتی مکھ اوپر دیتا ہے آب سوں

یا خضر کے چشمے میں ترتا بُڑبُڑا پُرتاب سوں

وو بُڑبُڑے کا عکس تیرے مکھ اوپر یوں چھائیا

جیوں چاند کی جوتی منے مشکیں کلنگ ہے داب سوں

تج نین کی راوت چڑھائی بھنوں کماناں روس کر

سب عاشقاں میں منجہ اُپر راکھے چاپ ناب سوں

جب ناک میں مکرا سہاگن پین آئی جلوہ میں

وو قفل دے منجہ گیان پر سکہ کرے شرب تاب سوں

ملکوا جو لٹکائی بہو نک بالاں میں پدمنی پدم کے

یک تل میں، ہلجای منجے اس کمرکے قلاب سوں

مجھے

قلاب سٹ من میں کوں کھینچی الک ڈوری سیتی

اپ عشق کے کھیلاں دکھاتی ہے عجب لکھ باب سوں

لاکھ طرح

ہستن سنکھن ہور چیتنی بھل کر رہے دھن بھید میں

دو پدمنی مل کر سہے اب قطب شہ نواب سوں

وہ

(ق)



۶
سُندر

چندر مکھ تج، لعل لب ہیں، دسن جوں تیر تارے ہیں
چاند چہرہ تیرا دانت مثل

کہو یہ چاند کاں کا ہے کس اسماں تھے اتارے ہیں
کہاں سے

اگر یہ چاند اس اسماں کا کہیں جگ تو قبولوں کیوں

سماں کے چاند کے مکھ میں کون دیکھیا جو تارے ہیں
اسمان چہرہ

سورج چندسوں سندھر مکھ کوں دیئے تشبیہ سب شاعر
سورج چاند سے زیادہ حسین چہرہ کو

ولے پوچھیں جو مجکوں تو اس انگے او بچارے ہیں
مجھ سے کے مقابل وہ

کہے دیکھے کرشمہ کر وو سندر ناز نیں منج کوں
وہ مجھے

تو اُس نیناں کے جھلکارے جھلکتے جوں کٹارے ہیں
ان آنکھوں

سما آ باج کے اوپر ہدف سو سور کرنا وو

بھواں کے قوس سوں تارے کے نیناں تیر مارے ہیں

سورج وہ ۲۴۱۰

سے

سرج ہور چاند کے کرناں جھلکتے سو دسیں مج پول

سورج اور نظر آتے ہیں مجھے سطح

کہ جوں منگتے سندھرکن اوگدا ہو ہت پسارے ہیں

جیسے مانگتے ہیں سے وہ ہو کر ہاتھ

ایسی سندر کوں پایا ہوں خدا کے رحم تھے قطبا

اسے

جو حوراں ہور ملک دیکھ کر ہوے حیران سارے ہیں

اور



سجن

سجن باہاں پکڑ دیو وادھارا — تمہاری سیج ہے جیون ہمارا

سنو منج بینتی ساجن دیا سوں — گھڑی تل تل تمن پر میں بلھیارا

(میری آپ بیتی عرض حال کرم سے — تم بلہار)

مرے تن من میں نس دن یو بسے شہ — تجی سوں جیونا میرا ہے سارا

(رات — تجھ ہی سے جینا)

تمن مکھ جوت سوں سب میں اُجالے — سورج چندا دیوے مشعل ہمارا

(تمہارے چہرے کی)

تمارے مکھ کے درپن میں دیکھوں میں — جوں اسکندر کے درپن جگ سارا

(تمہارے چہرہ آئینہ — جس طرح آئینہ میں ساری دنیا)

سکی تج میں اچنبا ہے اچنبا — ——————

(تجھ)

نبیؐ صدقے کہے قطبا کی پیاری — ———— کرم خوردہ ————

(ج)



۸
رنگیلی

مری مٹھ بولنی میٹھائی سوں پیالا پلاتی ہے
خماری رات کا اپنی نین میانے دکھاتی ہے

۲۴۲۰

آنکھ میں

مری شیریں کنگھی کرتی، کنگن بجتے ہیں ناداں سوں

آواز سے

رتن ٹیلا دھرے منگ میں نوے چھند سوں دپاتی ہے

ٹیکا مانگ نئے چمکاتی

نوی متوالی مد پیالا پلاتی نین نقلاں سوں
نین خماری اپنے تن چڑھا دھن کن بناتی ہے

انچل جھلکار کی چونیاں چند سورج نمن جھمکیں

کی طرح

ڈھلک نار لٹک چالاں منے چالاں بناتی ہے

مدن کا تنھاں نوے جوبن نویلے تن اُپر سُہتے

پون کے راگ رنگ گا کر منجے چھند سور جھاتی ہے

رتن کی پیاری مانک جت پیالا بھر پلاتی منج
مجھے

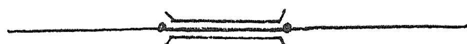
رنگیلی بیربہوٹی بربہوٹیاں میں سُہاتی ہے

نبیؐ صدقے محمد قطب سوں مل اِچ گُڑی اب توں

(ق) چندرا ایسی سہیلیاں تئیں سورج سا مکھ دکھاتی ہے



۹
نور کی مورت



کجل انکھ ہیں سو ماہی کے مراتب سوں علم پکڑے
چگر بالاں چند امکھ پر سو حبشیاں کا حشم پکڑے

تو فوجاں حسن کے ہلے جو بن گج مست ہو چلے
کمند کنٹھ مال تج گلے کمندیوں کوئی کم پکڑے

ترا مکھ جام چندر ہے سو ہت درپن سکندر ہے
ولایت حسن بندر ہے تو خوباں تج سو ہم پکڑے

مصور تج لکھے صورت نہ لکھ سک نور کی مورت
اپن ہیں آپ ہت جوڑت قلم سٹ کر شرم پکڑے

۲۴۳۰

چلی لٹکت چمن کھن میں اٹھے غلغل تو پھل بن میں

جھڑیں پھل پت برگ انگن میں جھلوں دیکھ سر خم پکڑے

عجب قدرت برن ہیں تج جگت خوباں سر ہیں تج

للات ان کا چرن ہیں تج دیکھت اپ دل میں غم پکڑے

تجھے دیکھکر اپنے

معانی ختم کر اب توں سنے جے کوئی ہوے مجنوں

جو یک شمہ سنے تج روں کدہیں تا جامِ جم پکڑے

کبھی

(ق)



کسبن

(۱۰)

لاج کے خوے بند اُپر رات کا کہنے جواب
شرم بوند

کیوں چھپائے بی نہ چھپ سے نیر نرمل کا جواب
بھی سکے صاف پانی

نکہ اچھر لکھے مکھ اوپر طرح صحبت کا بیاں
ناخن سے حروف چہرہ کے

آرسی دیکھ ہو گا تب خاطر نشاں تج باحساب
آئینہ

طرح صحبت باغ میں کیستی ہے توں وضعی نوا
کرتی نئی وضع سے

جانتی توں کچ بو جاہوں تیرے سب چالے وشباب
ہے تو کچھ سمجھ گیا چالیں

پیتی......سوں مدتج کسبنا ناوں ہے
سے شراب تیرا کسبن نام

حیف میری عاشقی تجہ حیف معشوقی کے باب
تیری

مُج محمد ناوں ہے معنی سو بولیا راستی
میرا نام سچ سچ

آ و خوش یا نہ آ و خوش ہے نام میرا آفتاب

(ج)

ناز

نازنیں

دھن دید پر نا دید رکھ سورج نہیں رہتا کھڑا

عورت کی

تارے چندر سن یو خبر سب رین میں رہے گڑ بڑا

رات کر یہ چاند

سو دھن کا مکھ جھلکا و تا نس میں سورج چھپ جاوتا

نازنیں رُخ جھلکتا رات جاتا

دن میں چندا نہیں آوتا تارے تٹیں سب جھڑ پڑا

۲۴۴۰

ٹوٹیں آتا چاند

سہیلی کا کھونپا ہے بدک بند خوے جھڑ جو پھول نِجھل

پونہ پسینہ کے تینھ

دیکھت چنچل نینان چپل بجلی تو جاوے کڑکڑا

بیچ نیر کوی نا آئے کر کوی آگ پھر نا جائے کر

بیچ پانی

باڑی سو پلکاں لائے کر سو کا کرے آڑا اڑا

خط سرمہ

دھن سیس پر پھولا چڑے انبر پہ جو تارے جڑے

سر اسمان

حوراں ملک دیکھن کھڑے دستا تماشا یو بڑا

دیکھے نظر آتا یہ

ہاتاں میں لالی یوں بسے کیتے شکار وسب کسے
ہاتھوں کرتا شکار وہ ہر ایک کو
خونی نشانی سچ دسے عشاق لے جنگ سنپڑا
نظر آئے

صدقے نبی کا داس ہوں ہیں واس اسک راس ہوں
غلام
قطبا علی کا داس ہوں پکڑ کھڑا دلدل کڑا
غلام پکڑ کر

(ج)

(۲) اسرارِ شباب

(ﷺ)

سورج تارے دپائی ہے سُندر چندر پشانی میں
چمکائی حسین چاند حسین پیشانی
مگر دستا ہے عکس اُس کا گگن سمدور پانی میں
نظر آتا آسمان سمندر
بو باندی ڈال ساڑی لال پتلی چین کے چن کر
دھرت پر سور ہوں دیکھیا شفق رنگ ارغوانی میں
زمین سورج میں نے دیکھا

رچی اپنی پیشانی پر وو خونی خون کرنے کوں

کہ سمجے خوب کر عاشق نہیں چوک اس نشانی ہیں
وہ

ادھر کے رنگ لالی سوں سکی یعقوت کوں بالی
ہونٹ یاقوت

شکر نابات کوں پگلائی ہے شیریں زبانی ہیں

سیکائی چال گج ہنس کوں پھلائی پھول ہنسی ہیں
سکھائی چال، ہاتھی کھلائی

۲۴۵۰

جواناں کوں نہ خاطر لیائی مغروری سوں جانی ہیں
جوانی لائی

ادھر امرت پیا جانوں سو مکر اجیو پا جھلتا
ہونٹ

سدا کیوں نا جیوے ہنستا ہے آبِ زندگانی ہیں

بچن ہور بہوں سوں جیو لینے و دینے جانتی ہی تو
گفتگو اور اشارے سے دل لینا اور دینا

نبی صدقے قطب ماہر ہے تیرے بھید جانی ہیں

(ج)

(۳) انداز شباب

یوں سیتی ہت راکھی ہے اپ کمر
سورج چند نمن جھمکے وو زر کمر

میں اُس نور سوں لبد پایا ہوں کیا عجب
ڈو جگ روشنی پایا کس نیں خبر

تو دوری ڈراوے منجے دور تھے
وو کیا بوجھے مو دل میں ہے تو نگر

نہ اردھنگ سوں سیس اُپر پائے انچل
کہ جیوں ابر چھپاتا ہے سور و قمر

اچھوں وو اکرنا اچھو فرق نہیں
وو مورت ہے میری نظر کا بصر

کہتے لوگ جو کھو حسن حسن سوں
جو صراف ہوے سکا بوجھے گا گہر

منجے اپنا کہہ نہیں کتے آپنا
کہو نا کہو ہلجیا تیرے منتر

مکر حیلے کی وار و نہ بھاوے منجے ۲۴۶۰
وو لعل نین تھے چڑھیا منج اثر

معانی کی باتاں تھے جھڑتا نمک
جے چاکھے کہے ہے نمک سوں شکر

(ق)

(۳)

چنچل نین

(※)

دو نین تُج ابرو تلیں ہیں نار کیہ سے خواب میں
دو نوں آنکھیں تیرے کے نیچے

دو مست شوخی سوں سہنتے مسجد کیرے محراب میں
سے سوتے

تج نین چنچل .... کان کر دو زلف سوں

کھیلیں جو دھر تھڈی کے کو تُج مکھ کے مہتاب میں
تیرے

یہ کیا عجب پڑتا نظر جو دوپ پڑتی چاند پر
دھوپ

یا مکھ نورانی جوت بھر ہے نین کیرے شاب میں
آنکھ روشنی

ہیں لشکری نیناں تری سنجور سلح کلا کرے
آنکھیں

کوئی رسیں تس کی کیوں کرے سو ندل کرے اسباب میں
اُن

نینو گھلاتی سندری تب قطب شہ کوں بھاؤتی

مل سیج میں ریجھاؤتی چوسارتوں ہر بات میں
چاروں طرف تو
(ج)

ماہ ابرو (۵)

تج ابرواں کے چند تھے دستا خجل چند عید کا
تیرے چاند سے نظر آتا چاند

ساقی بھواں کا دو رتج پیالہ ہے منج امید کا
تیرے میری

نس دن دعا تھے مو نظر پڑیا ہلالی بھواوپر
رات سے میری پڑتی

اس روشنی کے سم نہ آوے روشنی خورشید کا
مقابل

تیرے ادھر پیالے کا ہے شیرینی ہور تلخی دھرے
ہونٹ اور

اس کے برابر نا کھوں پیالا کدھیں جمشید کا
کبھی

راکھوں نظر تج حسن پر صلوٰۃ بھیجوں شوق سوں
۲۴۷۰

تو میرے طالع .... کا

سب سرو قدّاں میں کرے سو سرو خوبیاں سوں سماع

سے

تو جیو کا جاں بھاگ دے دیتا قب جاوید کا

کوئی آج لگ سمجھے نہیں تج حسن کے نکتے کتئیں

تیرے

معنی نہ بوجھے عالماں ہرگز کدھیں تج بھید کا

پہچانے　　　کبھی　　　تیرے

تج مکھ مسی کا سکہ ہے عاشقاں کے دل منے

میں

تا بُج رقیباں جھوٹے کوں دیکھیں کرتب تقلید کا

بوجھ

تیرا نزاکت حسن کا پڑھنے میں لکھنے میں نہ آئے

او نور ہے روشن بہوت نیں ہی سکت یک دید کا

وہ　　　نہیں

تم یاد بن ہور یاد نیں یک تل معانی کوں کدھیں

کبھی　　　اور　　　نہیں　　　لمحہ

شاہا نظر منج پر وھرو تشریف دیو و عید کا

مجھ　　　(ق)



کعبۂ رخ

(۶)

(※)

سکی کا مکھ مکا، ہور کیس کسوت جوں بنائے ہیں
چہرہ مکہ اور بال کی طرح

دیسے یوں مانگ موتیاں کی کہ حاجی حج کوں آئے ہیں
نظر آئے کرنے کیلئے

ہُہے تل حجر الاسود، ہور ذقن جو چاہ زمزم ہے
سیجے اور

سو کر اڈول جوں پانی سے بُند موتی ہو آئے ہیں،
بوند ٹپکائے

سکی کے زلف حلقے ہیں سو جوں کعبے کے درمیانی
مثل

یوں ہت قطب کے داعی دعا کرکر ملائے ہیں

چنچل کی نین تھے حج کوں نشانیاں خون کیاں دستیاں
آنکھ سے کی نظر آتی ہیں

مگر قربان کرنے جیو حاجیاں کے دن آئے ہیں

ن منگ کر

منا عرفات دھن جوبن تے ہور عاشقاں حج کے
اے عورت اور
کینے قربان کر کر جیو نشانیاں لہوں کی لائے ہیں
۲۴۸۰
لہو؟ دل
دیسے یوں جالے موتیاں کے بچھل جو بن تپہ جھنجل کے
نظر آتے ہیں
کہ جوں جلمتو دو تھانے کا پون سوں کس دو لائے ہیں

(ق - ج)

(۷) سروِ خوش قد

(❖)

سروِ خوش قد دیکھیا سب سرو کے بن میں عجب
دیکھا
اُس کے سر کوئی نہیں سب باغ و گلشن میں عجب
(سر کا) طرح

سرورِ سرواں سراسر اونچ ہے سورج نمن
سربلند
او سورج کرناں جھمکتے مجہ نین کھن میں عجب
اُس سورج کی کرنیں چمکتی ہیں میری آنکھوں کے

باغ میں کرتے چمک چالے سکل سرواں ولے
چالیں سب
چل نہ سک تجہ چال سم گاڑے گئے بن میں عجب
سکے

باغ میں سب ...... سرواں ڈلیں حیران ہو

سیس خم کر بات کرتے یک کے یک کن میں عجب
کے کان

گل کھلے تارے نمن کنولے رنگیلے سرو کوں
کی طرح کو
چند سورج اس پھل لگے سب سرو کے بن میں عجب
چاند سورج اسکو

سب پھولاں کی باس میں مہکار مجہ پھول کا نہیں
خوشبو میرے
لذت اس جھلکار کا چبیا ہے مجہ من میں عجب
چبھا میرے دل

یارب اس سرو رواں کوں نا دکھا بادِ سموم

کیونکہ اس کا نور دستا دل کے درپن میں عجب
نظر آتا آئینہ
تر ڑی وم دم میں اتاروں سرِ رعنا کے اُپر
سب رقیب اسپند کر جالوں اگن فن میں عجب
جلاؤں آگ

جاں چھپا رکھوں معانی پاوُتی دو تن نشاں
جہاں بھی رکھوں پالیتی غیر ۲۴۹۰
طاق لوچن میں چھپا او نور لوچن میں عجب
آنکھ
(ج)

(۸) چاندنی او سجن

سجن مکھ کا اوجالا چند تھے آلا
چاند سے اعلیٰ
ادھر تھے چوے جم امرت پیالا
ہونٹ سے ٹپکے

سپورن ہے کلا چند تھی اے نشا کُی
چاند سے
تو سب جگ پر سٹیا ہے اپ اُجالا
ڈالا اپنا

ستارے نمنے جھمکے کن کے موتی
کی طرح کان
دیا اس رنگ سائیں مکھ گلا لا

دیسے جوں دو دو چندا اس میں یا موہن
نظر آئے
سُہیا جوں کہ نرمل چند بالا
جسطرح

جھلکتی ہے رین الماس نمنے
رات مانند
سجن دیو اس صفا میں نرالا

چندن کے اوٹ چندنی ہے زیبا

نبی صدقے قطبا کوں نبیاں سب

(ج)

(۹) چاندنی اور پیا

چلے چندنی میں جب لٹک پیو ہمارا
او تن عکس دیے چند رتھے اپارا

بسے جس ہیا میں پرت ہم سجن کی
بن اسکی پرت کچ نہیں اس پیارا

جنے سائیں کے عشق کا مد پیا ہے
نکر سے اسے ہور مستی اتارا

جکوئی ماتی ہے سائیں کے حسن جب تھے
او سے مانیں نیہہ پنت میں جگ سارا

پیا نور بستا ہے منج دل جھمک میں
کہ جیں نور تھے ہے سرج آشکارا

سکی پیو جنیتا لگیا ہے ہمن کوں
سجن بن نکر سے لے ہور کوئی توارا

نبی صدقے قطبا کا من تج سوں لاگیا
کہ اپ جیو میں تیرا کیتا ہے ٹھارا

(ج)

نیاز

علم عاشقی

جس پیو کوں ڈھونڈتی تھی نا بج جہاں جہاں میں
نہ پہچان کر

سو پائی تس اپس میں جیوں سوں تہاں تہاں میں
اسکو اپنے دل سے ہر جگہ

سمجی کہ کچ ادھر تے مج .... (پی) کا تھا تھا
سمجھی کچھ ہونٹ سے مجھے

تو ایسے بے نشاں کوں دیکھ کے نشاں نشاں میں
تجھ جیسے دیکھکر

مج دل نین میں نور او سنبور کر کے خوش خوش
میرے کی آنکھ وہ بھرپور

پھر پھر دکھائے مکھ تو دیکھی عیاں عیاں میں

کئی برہ آچرایا جو ہر وصال سو سو

اب سنپر آئی ہوں اُس ڈھنڈ ڈھنڈ کہاں کہاں میں
حاصل کرلی ڈھونڈکر

معشوق پیو کی عاشق ہوئے کر کے جگت منج منج
پیا
او علم معشوقی کا کرتی بیاں بیاں ہیں
اُس
کیتی دکھت پیارے تیری ہو داس داسی
کہتی
کی صاحب اپنے سوں مل رونگی ایاں ایاں ہیں ۲۵۱۰
کیوں ؟ رہوں گی
حضرت نبیؐ کے صدقے تج پیو اہے جو جاں جاں
تیرا پیا ہے جہاں جہاں (ہر جگہ)
کہہ توں جہاں جہاں او قطبا تہاں تہاں ہیں

(ج)

رسم عاشقی (۲)

نین بت خانہ پتلیاں کوں اچھوتا کرتا ہوں سیوا
سِندور ٹیلا پیشانی راکھے تِل تِل ریت ادے نیوا
لگائے

مسلماں ریت کافر ریت کیا ریت اے نہ جانوں میں
کہ جگ کے لوگ ریتاں چھوڑ پکڑے ریت تج جیوا

تیری
دھری ہے کان میں مُدرے چڑائی ہے ابو قی تن
کہ پتلیاں میانے دستی ہے سو چلی پتلی جیوں دیوا

میں نظر آتی
اُمنگ ندی کی کشتی میں سکھیاں جڑ کھیلتیاں میں خوش
چڑھ کر
انچل ار دھنک سٹ پکڑے اونا کا ہت ستی پیوا

ہاتھ سے
پرت ہنرسوں آئی ہے سکھی اب دو دو جوبن پر
نین امل کھلا کھینتی صراحی نہ سرا پیوا

شراب
میرا امرت انچل او جھل لذت منجکوں نہ کھائے
پیسار یا ہات میں آساں سوں او اس منجکوں تک ریوا

آس سے وہ
نبی صدقے پرت باغاں میں عشرت کرتا ہوں کرسول
قطب شہ کوں کھلاتیاں میں سہیلیاں رنگ بھرا میوا
(ق)

کتابِ عشق

(۳)

کجل آنکھ کے رنگ میں بھید ہے — تو بھید بھید میں جوت خورشید ہے

گھر پاکاں میں تجے پنجیا گھر ۲۵۲۰ — عشق کا جیتا سو امید ہے

عشق حرکتاں میں سو حرکت اہے — خوشی پھول چادر میں جمشید ہے

خوشی سینتے بوسا دے منج تخت پر — گھرے گھر عشق میوے کا بھید ہے

خوشی خوشبوی خوش ہے اپند اُتار — عشق باس کے جلوہ میں بھید ہے

خوشی خرمی میں بانی گنائے — عشق کے نشاں پر مرادید ہے

عشق کی کتاباں کیا عشق سوں (لکھا)
قطب شہ نبی صدقے جاوید ہے

(ق)

نقشۂ وصال

(۴)

اے نار میرے نین کوں دے آپنا دیدار عیش
آنکھ کو

سرون بھی تپنتے ہیں مرے ان کوں بھی دے گفتار عیش
کان

منج ناک دھن تج ناک تھے دم باس کا دھرتا ہوں
میرے تیرے سے

دم باس دیکر توں اُسے دایم دیئے آپار عیش
خوشبو تو بے حد

تج دُر ادھر تس میں نبات امریت بھر ......
تیرے موتی جیسے ہونٹ آبحیات

میرے ادھر پر دھر ادھر منگتا ہوں میں آنثار عیش
ہونٹ رکھ ہونٹ

تج رخ سیتی مُنج رخ اہے نہیں اس تھے رخ فرخ کہیں
تیرے سے میرا سے زیادہ

رخ سوں ملا رخ کوں کہ ہے رخسار کوں رخسار عیش
سے

مُنج کنٹھ دھن تج کنٹھ کی کنٹھ کوں بہت منگتا اہے

میرا گلا عورت تیرے گلے

مُنج کنٹھ سوں ہم کنٹھ ہووے سور کا جھلکار عیش

۲۵۳۰

میرے گلے سے گلا سورج

باہاں میریاں مشتاق ہیں تج باہنہ کے گلہار کے

بازو تیرے بازو گلے کا ہار

باہاں منے بانا سکے تج باہنہ کا گلہار عیش

بازووں میں نہ سما سکے تیرے بازو گلے کا ہار

مُنج ہات منگتا ہے ادک تج ہات سوں ملنے کرتیں

میرا ہاتھ بہت تیرے ہاتھ سے لئے

مُنج ہات کوں اپ ہات سوں کرنے دے توں اے یار عیش

میرے اپنے سے تو

بھیٹن کے ڈو بٹ سینتی دھن کچ کچ اپنا طول کر

سے

ہم دو تو کچ سوں کچ لگا کچ کچ کریں ہر بار عیش

پستانوں سے چھاتی تھوڑا تھوڑا

چھاتی سوں چھاتی ایک کر یک جیب ہور یک میت سو

اور دوست

تج نکھ سینتی نکھ مُنج کرنے ہیں ہے ٹھارے ٹھار عیش

تیرے ناخن ناخن میرے

میرے تمے رو[1] ماولی جمنا و گنگا جوں مل اہیں

روں روں سو مچھلی ہوے کر کرتے ہیں تج گنگ دھار عیش

رواں رواں

[1] وہ لکیر جو ناف سے نیچے کی طرف سیدھی جاتی ہے۔ اسکو سیلی بھی کہتے ہیں۔

تیری گنگا کی دھارا میں

دونا بھی دو بھونرے اہیں سنگرام کے دریا منے
میں وصل

دو من ترا دو تیر تیر کرتے اہیں اس ٹھار عیش
جگہ

تج منج کمر کے کٹ منے پیرت یکٹ سنپڑیا بکٹ

اس کٹ منے کرتا اہے دایم مدن کا بھار عیش
میں

تیرے مرے پاواں سکی جوں ناگ ناگن مل رہے
مثل

صدقے نبی کرنا قطب کرتار تجھے اپار عیش
خدا کی عنایت سے بیحد

(ج)

(۵) عیش وصال

(۲۵۴)

سدا منج عید سوری ہے کہ میں دھن وصل پایا ہوں
مجھے عورت کا

وفا کے منتراں سیتی سو دھن کا من ریجھایا ہوں
سے نازنیں دل

کہو چند سور کوں جا جو ویکا یک آج نا نکلیں
چاند سورج کو

کہ دھن مکھ نور تھے اپنی مجالس میں دیپایا ہوں
عورت کے چہرہ کے نور سے

۲۵۴۰

ہزاراں منتاں کرتا تو ٹک ہنس بولتی نیں تھی
نہیں
سو آج اُتری ہے باتاں میں کہ میں مدبی پلایا ہوں
شراب بھی

شراب ہور عشق بازی باج منج تھے نا رہیا جا سے
اور کے بغیر مجھ سے نہ رہا
کہ یو دو کام کرنا کر میں لے سوگند کھایا ہوں
بہت قسم

سکی ہر گز نکو کہہ ہو کھیا میں بات تج کوں جو
نہ تجھ سے
کہ دو تن پھٹ پڑے گی وو اُسے میں آزمایا ہوں
غیر رقیب پھٹ پڑے وہ

سمند دل میانے غواص ہو کر غوطے مار برسانتھی
دل کے سمندر میں
بچن کے موتی ..... ڈھنڈ سکی تج تائیں لیایا ہوں
(برسانت میں)
سخن ڈھونڈ کر تیرے لئے

سو دھن جا عیش کوں پوچھے کہ توں آیا ہے کس خاطر
نازنیں
کھیا ہنس عیش ازل تھے میں قطب شہ خاطر آیا ہوں
کہا سے

(ج)

بعدِ وصال

(۶)

رین سب شہ سوں مل جاگی سو چھب نیکا ہی پیاری کا
رات　اچھا

نین ماتے الک بکھرے اثر گھلت اخماری کا
زلف

دیا جھولے پرم بارا ڈولے پھُل ڈالی ہونارا
پھول

چھوٹے گل موتیاں ہارا............

چلے لٹ پٹ لٹک بالی سو ہو شہ مد سوں متوالی

انچل سر چھوٹ گل لالی جھولے اس متواری کا

چینچل کا مکھ چھبیلا ہے ادھر امرت رسیلا ہے
ہونٹ　آبحیات

اجت جھلکار ٹیلا ہے چکندا رات ساری کا

دسن کے داغ گا لال پر بھنور جوں پھل گلالا پر

پھول

دیسے پھل جھلک بالال پر سو جگنا رت اندھاری کا

۲۵۵۰

نظر آئے پھول

سو لکھن جھند بھری چنچل کھسائے سیں تھے وانچل

غشوہ

سرکائے سر سے

متی ہوئے مست جوں منگل سوہ پی پیو کی پیاری کا

نبی صدقے قطب راجے طبق آنند نت کاجے

راجہ شاہ

سدا پھل گیند کنٹھ ساجے سو جوبن وطن ہماری کا

(ج)



محبت
افسانه

پریم کی کہانی

سنو لوگ میری پرم کی کہانی
کہ پیلا ہے رنگ عاشقی کی نشانی

تمن عشق بھیدیا ہے منج بالے بالا
کہ ہوی ہوں تمن پیم میں ہوں دیوانی
(تمہارا — اثر کر گیا — جیسے بال بال میں — تمہارے عشق میں)

محبت کی لذت فرشتیاں کوں نیں ہے
بہت سعی سوں میں سو لذت پچھانی
(نہیں)

پرت میں جنے اپنا دل کیتا دریا
عشق پنتھ میں اس کوں ساجا کہ مانی
(محبت کرتا — راہ)

جکوئی عمر کھویا ہے ساجن ہوس میں
جیون پھل وہی پایا کریں جانی
(جو — جو کوئی — زندگی کا ثمرہ — پایا)

اوسی کا ہے دو جگ میں جیونا انند سوں
جنے نیہہ بوجھیا ہے سن اے ایانی
(جیسا آرام سے — جس نے عشق)

نبی صدقے قطبا جگت مول پایا
(دنیا کی قیمت)

سو او عشق ہے اس تھے نیں خوش کہانی
(وہ — سے نہیں خوشتر)

(ج)

پریم کے چھند بند

(۲)

پرت جل ہیں جنے رے ہور نجانے — او پیرت بات کوں ہرگز نمانے

جنے جم نیہہ دھیاناں میں رہیا ہے — اُسے معلوم ہیں سب نیہہ کے مانے

تو اپ پیرت کے تیں دو جگ نیایا — بڑے بھاگ اُس کے جن اے نیہہ پچھانے

عشق کا جن نو جے ان نگٹ بھاؤ ۲۵۶۰ — پرت میں اُن کمے بھو آنے بھانے

ہمارا بھید نیں بُجھنے نکو آؤ — ہمارے ہور پیا کے درمیانے

کرے سیوا پرم کا رات دن وو — برہ کی رین جن کوئی بہانے

نبی صدقے پیاری قطب آکھے
پرم کے چھند بند سب توں پچھانے

رقیب

(۳)

اے دوتن نراسی توں ہے سربسر غلیظ
چڑچڑ کہ منج سوں ہر گھڑی باتاں کر غلیظ

غیر تو — مجھ سے

لے چیز تو غلیظ اہیں جگ منے ولے
ہو سے نہ کوئی جین کہیں تیرے سر غلیظ

کئی ہیں دنیا میں — ہوسکے

بہتر جو بحر و بر میں نہ لے نانو کوی ترا
تج نانو لینے تھے ہوویگا بحر و بر غلیظ

نام — تیرا نام سے

تیرا چتر خدا نہ کرے جو چتارے کوئی
تیرا چتر چترنے تھے ہوگا چتیر غلیظ

تصویر اتا سے — تصویر اتارنے سے تصویر

شکر کوں آپ اودھر سوں شکر کر نکو کہہ توں
تیرے اودھر غلیظ تھے ہوگی شکر غلیظ

تو نہ اپنے ہونٹ سے — ہونٹ سے

دیکھے گا ٹک جو خواب میں تیرا لشت چھانو
لک گانو نخاس جاوے گا شیطاں ڈر غلیظ

لاکھ گاؤں بھاگ

کس دھات تج کوں قطب کہے خوب ہے کہکر

طرح تجھے کہکر

(ج) ۲۵۷۰

اے دوتنی نراسی توں ہے سربسر غلیظ

رشکِ رقابت

(۴)

دیکھو سہیلیاں یہ دونی جا پیا کوں کچ سناتی ہے

میں شہ کی پیاری ہوں کر دیکھ نسک نقشاں چھناتی ہے

نہ سک کر

مرا نیہہ شاہ سوں قایم دونی کیتا کوا کی توں

جھوٹی باتاں پیا سوں کر سبب دندکی بساتی ہے

دشمنی

پیوا کی توں کیتا ایسے للن سوں ملکہ اے دوتن

ملکہ

دو دین کے پرت میں اپنے شرم توں کے گنواتی ہے

کیوں

رہی ہوں جان بُج کر میں پٹے سب عشق کی بھی مُنج

پڑا کے کیا برہ نیہہ کا بچھولیا کے لڑاتی ہے

سجن کے دِشٹ جن ناری پہی تس کیا اڑا کی توں
مکر حور حیل چھوڑ دے توں پھر اس کیا آزماتی ہے
نہوے باتاں مین جس کے گن سو وہ شہ کوں رجھاوے کیوں
ترکماں سوں اُن یکیاں ہے جتی کنکر رجھاتی ہے
سو اُس سہیلی سیانی کوں سہاتا ہے سہاگ یہ سب
جکوئی خوشحال سوں شہ کا ہنس ہنس وقتاں گماتی ہے
کہی پیاری نبیؐ صدقے محمد قطب شہ کوں تُوں
ایسے اوگن نبھاوے منج دو تن جو کن ڈراتی ہے (ج)

بُڈھی کی کہانی

(۵)

پریاں کے باغ میانے دیکھیا مندھر گلالی　　وال یک پری کے مکھ تھی سب بن لیا تھا لالی

انو تار نار پہ چنچل گل لال گال بھل پل ول ۲۵۸۰ کھڑکی منے تھے انچل سر پر تھی سر تھے ڈہالی

میں سے سے ڈھلکائی

تارے چندا پرو کر راکھے سو مانگ سر پر جھگنی جڑی منور اوڑے جھبنا سو آلی

پڑیا نظر یکایک ہلجیا سو جیو بے شک چنگی اٹھی جیوں چکمک حسن و ہمن ملالی

مج اُس لگیا ہلاوا او تن سو دیکھ سہاوا اس گھر میں لائے لاواں گتاں سو جا اچھالی

سُن عقل اُس بڑی کی ساس آئی اس گڑی کی سو جیو مکھی کھڑی کی کھڑکی پہ جھانپہ کھالی

بوڑہی

بھنواں کوں گانٹھ با کر مج کوں نپٹ دپا کر غصے تھے اس جدا کر دیتی ہزار گالی

مُکھ پر بدھی کی جھڑی کو شاں کی ٹل کی جھڑی موچندپ کرنا ترڑی او پا کنی ہے مالی

وہ

قطبِ زماں معانی بس کر بڈھی کی کہانی

آ

شیطان کی ہے نانی آپس کوں آپ جالی (ق)

جلائی

عشق و عقل

(۶)

پرم آپنا چتر جگ پر سو چھایا — جہاں اپنا پنی چھایا اس واں دکھایا

پرم پھول بن میں سگند باس مہکا — پرم آپنے ہات ارگج کلایا

سبھی عالماں آپ ٹرن جا ہیں ۲۵۹۰ — نہیں کوئی پایا اسے پیت کا مایا

پرم کے سو پیمانے سوں مد پلا کر — پیا طاق ابرو سوں سجدا کرایا

عقل کے تخت پر پرم تخت بیٹھا — عشق عقل کے ہات ایسے نوایا

نہ عاشق کوں کٹتا ہی بن عشق یک پل — وو عاقل سدا جن پرت سوں گمایا

پیارے سوں گمتا نبی صدقے قطبا

پرم اُس کوں ساجے جنے یوں گمایا (ج)

محبت، پریتم، خوشبو، مایہ، یہ، وہ

دُنیائے فانی

(۷)

سنو عاقلاں سب کہ دنیا ہے فانی
جو کوئی بوجھیا اُس ہی صاحب قرانی
پہچانا اُسے

دنیا رنگ سوں جن بہوت دل نہ باندے
سے جو بہت باندھو
شہاں ہیں سُہاتا اُسے ...... سلطانی
زیب دیتا ہے

وہی مرد ہے جے دنیا میانے دین کا
میں جو
کرے کام ساجے اوسے کامرانی
سجتی ہے

دیو و جگ کوں بہو جن اُو بخشش کرو جم
وہ
کہ جھمکے گا اُس نور تھے تم پشانی
چمکے سے تمہاری

طمع کوں پیا یاد پانی سوں دھو کر
کے یاد کے سے
اپس دل ہیں تھے ہو بچن کن کہ دھیانی
سے

نبی ہور علیؑ سوں قطب کی ہے پیرت
اپنے سے اور
سدا تو ہیں پایا ہے تختِ شہانی
اسی وجہ سے

۲۶۰۰

(ج)

مُتَفَرّقاتُ

فتنۂ دکھن

ہلجائے جیواں کوں سکی اپ چوٹی کیرے تاب میں
پھانسے دلوں کو اپنی بل

پتلی نمن لٹکائے ہے دل اپ نین محراب میں
کی طرح اپنی آنکھ کے

کہیا کہ مکھ دکھلا منجے، چھاتی سوں چھاتی لا منجے
کہا چہرہ مجھے سے مجھے

کہئی اپن گھر آ منجے یو سُد ہوا اس جاب میں
اپنے کے جواب

سورج بدن جھلکائے جب چھپ جائیں تارے لاج سب
شرم سے (چھپا)

دیکھت سو اُس کا جوت چھب طاقت نہ رے مہتاب میں
دیکھ کر رہے

کیا چلبلی سو دھن ہے توں ہر فن منے پُرفن ہے توں
میں نازنیں

ہور فتنۂ دکھن ہے توں سرزو رہریک باب میں
اور

صدقے نبیؐ قطبا سوں ہن کرتے رلیاں ہر یک تل
عیش ایک لمحہ

لبدائے کر مج جیو دل پگلائے جوں قند میں
میرا پگھلائے

(ج)

ایک تلنگن سے

(۲)

پیاری جو وتی ہیں پنت تج پیم
تیری محبت

منجے جیو دینا ہے پیم میں نیم
مجھے دل دینا محبت میں ہمیشہ دھرم انقا اصول

کرب سوں میں نیو جی تھی پیا کوں
نہ پہچانی

کہ یک تھا مج نین تل کوہ ہو ہم
میری آنکھیں اور

ڈھونڈیا ہوں میں نہیں پایا پرت جیہ
ڈھونڈا

بہوت ہویا ہوں نیں پایا ہوں میں بھیم
نہیں

پرم پیو کا ہمارا جیو سیجیو
پیا کی محبت کا

پرم پنتھ میں ہی عشاقاں کا یہ نیم
راہ عشق اصول

نبیؐ صدقے قطب شہ سانولی سوں

۲۶۱۰

بچن ہندی سوں بولے ایم مر نیم
زبان ہندی میں ایم رے ایم (کیا رے کیا)

(ج)

دکن کی پتلی

(۳)

سدا مُنج مست کرتی ہے نین ستیں نین پتلی
کہ بالی غمزے کے پیالے پلاتی ہے یوں پتلی

نین سوں صبر کرکہتی کروں اب صبر میں کیتا
نین ہوتے ہیں روشن دیکھتی توں ہے گگن پتلی

بھنواں کشتی منے نین سوں رہیا جیوں نوح کشتی یا
پرت دریا منے پایا پری ایسی رتن پتلی

ترا لکھ لوح کلبا باڈروں ناں میں پری جن تھے
ہندو پاتر سنپڑتی نین بچکتی جیوں ہرن پتلی

اگر منگتی رنجانے عاشقاں کے تیں گھڑی تل
انچل جھلکار ساں سوں چلتے نگ ڈگ کون پتلی

نین کے حوض میں پتلی نوی چالیاں سوں تر تی ہے
نین عاشق ہیں دیکھن کے بچن سننے کرن پتلی

نبی کے صدقے سر تھے جیتیا نادان بالی کوں
اتنداں سوں ملی قطب زماں سے تیں دکن پتلی

(ق)

موہن اور حیدر نگر

(۴)

سو حضرت کے گو شاں پد پہ پکھایا — اُن ہت تھے حق پیالہ کوثر پلایا

اپنا — اُن کے ہات سے

مرے سیں موہن سہرا سو متا ہے — تخت ہور بخت کا قطب نجم اُدیا

سہرا سیتا — اور

فلک ماوے منڈپ چھایا ہے رنگ رنگ — پریاں ہور حوراں کوں اُس تل نچایا

اور — اُسکے نیچے

دہاتے سو بدل کے کھن کا چپہ ہے — کلیجا سوسن و دشمناں گڑ بڑایا

بریاں نظراں تھے اُسکوں اسپند اُتارو — کہ حیدر نگراں انداں بھرایا

سے — کو اُس نے آنند سے بھردیا

محمد قطب شہ بندہ ہے علی کا

علی آپ صدقے دو جگ میں بچایا

(ج)

کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

دوسرا حصّہ

غزلیات

تفصیلی فہرستِ غزلیات

(جُملہ غزلیں ۳۱۲ اور جُملہ اشعار ۲۲۵۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ردیف الف

(۱)

دلا منگ خدا اکن کہ خدا کام دیویگا
ماتگ کے پاس دیوے گا
تمن من کے مراداں کے بھرے جام دیویگا
تمھارے دل مرادوں دیوے گا

خوارج کی اگن قہر کے پانی سوں بجھاگا
آگ سے بجھائیگا
براہیم نمن مجکوں سکھ آرام دیویگا
ابراہیم کے مانند مجھے

دو عالم کے دوارے کھلے ہیں عیش کے خاطر
دروازے
جے کوئی نبی نام سوں دل رام دیویگا
جو سے

جے دل میں محبت علی و آلِ علی ناہ
نہیں
اسے خون جگر داروئے ناکام دیویگا

نکھا غم توں زمانے کا ترا کام خدا سوں
جس تو سے
ہر اک پستی منے تجکوں بلند نام دیویگا
میں تجھے

اپن بخت حقیرے تھے کدیں دلمیں نکر غم
اپنے سے کبھی
تجے دارو دئے صحت سوں شفا جام دیویگا
سے کا

رقیباں کے دکھوں سیتی قطبؔ شہ توں نکر غم
تجھے سے تو
خدا سارے رقیباں کے گلے دام دیویگا
پھانسی

(۲)

سب اختیار میرا تج ہات ہے پیارا — جس حال سوں رکھیگا ہے او خوشی ہمارا
(تیرے پیارے — سے، وہ، ہماری)

نیناں انجھوں سوں دھوؤں پگ اپ پلک سوں جھاڑوں — جے کوئی خبر سو لیاوے مکھ پھول کا تمھارا
(آنکھیں آنسوؤں سے دھوؤں، قدم اپنی پلکوں سے جھاڑوں — جو، لاوے، تمھارے)

تجنا نین تیرے ہور بت نین کیاں پتلیاں — مجھ من میں پوجاری پوجا ادھان ہمارا ۱۰

اس پتلیاں کی صورت کیتی خواب میں جو دیکھے — رشک آئے مجھ کرے مت کوئی سجدہ اس دوارا
(آنکھیں، اور، کی، کوئی — میری آنکھیں، مشرب)

تج عاشقاں میں ہوتا جنگ و جدل سو سب دن — ہے شرع احمدی تج انصاف کر خدارا
(دروازہ)

تج خیال کی ہوس تھی ہی جیو ہمن سو زندہ — او خیال کد نجاوے ہم سر تھے ٹک بہارا
(تیرے عاشقوں، تیرے، سے — تیرے پاس، کبھی، سے، باہر)

جب توں لکھیا قطب شہ مہر محمد اپ دل
(وہ، ہمارا — تو لکھا، اپنے)
ہے شش جہت میں تجکوں حیدر کہ تو ادھارا
(تجھے، سہارا)

(۳)

نزاکت حسن و دولت ہے منگے جاہی کرن سکتا — نوا یوں نوجوانی سوں سکل شاہی کرن سکتا
(مانگا، سکتا — نیا، سے پورا، کر سکتا)

دیپا مشرق و مغرب میں جھلک درپن مکھ تیرا — کہ تو جلوہ فلک تجھے ہے سو تا ماہی کرن سکتا

تمن مکھ میں خدا کا نور جم نینا بھر یا دیکھے — کِنن صورت تمن سر بھر نہ ہمراہی کرن سکتا

مکھا سورج کتاباں تجھے نوا خط سو لکھا یا تو پی — اسی خط پر سبھی عاشق سو یک راہی کرن سکتا

کتے دن تجھے پڑا کر جم کتا پڑھیا نو چھاٹک — الف پڑھنے سہمن چوگاں اگر خواہی کرن سکتا

تمن جو انس ہمن زردی نپایا یا مکھ بیچارا سو — دکھے عاشق شفا خانہ تمن لاہی کرن سکتا ۲۰

تمن مکتب میں نہو اداں بڑہ بخشاں سدا کرتے — سکاون علم شیخاں کوں نچھل کاہی کرن سکتا

دم عیسیٰ کتے مردے جلاون ہی وتیر الے — دوری ہارن ملن جیون مجہ آگاہی کرن سکتا

زمانے کے اندھارے تھی معانی توں نکر غم جگ
پیا لاہت پیا کے پو توں جگ شاہی کرن سکتا
پیا کے ہاتھ سے پیکر دنیا کی بادشاہی کرسکتا ہے

(۴)

سکی باتاں شکر کرتی ولے میٹھائی آسے نا — دوانی نیشکر میں کوئی کدہیں نابات باسے نا
سکھی نہیں آسکتی — اے دیوانی کبھی نبات نہیں رکھتے

خبر ہوی شہ ہوی سورا دیکھا یک آئے مج تھارا | نپو چھے ٹک پھرے بھار اتو اب ہا سمانسے نا
باہر — فراق سہا نہیں سکتا

کہوں آپن برہ جس کن اگن شعلہ پڑے اس تن | سو مشکل ڈو اتیا مج من ہمن دکھ کوی ناسے نا
قرار — ڈرا میرے دل میں ہم اپنا دکھ کسی کو سنا نہیں سکتے

مگر کھولے خدا ای دکھ دکھاوے اس سورج کا مکھ | اندھاری ہیں پاویں سکھ تو مجھ پر کہہ وہ لاسے نا
اپنا فراق کے پاس — رنج ہونا دور ہونا

معانی بٹھاوں تو وں جانے غوص ہو کر تن پانے
سورج — اندھیری آنکھیں — جگہ مرتبہ

سو خالی سیپیاں لیا دو جیاں سم تجکوں آسے نا
موتی — اغیار برابر

(۵)

مکھ میں بنفشہ رنگ تلا کا نور میں توں پائیا | جیوں سیام رنگ چند اسو مل سب جگت چند نا چھائیا
تل — تجھ سے پایا — چاند سے — چاندنی

مکھ کعبہ کے میانے منے مقصود مج پانے منے | ۳۰ امید کے خانے منے گوہر کے دیوے لائیا
در میان(میں) — چراغ — لایا

کنتل میں کیوڑے بھیس میں لوگاں کہیں کس دیس میں | مانک اجالے سیس میں منتر لسو میں ہلجائیا
رخ — میرا — میں — زلف — متاثر ہوا

مجنوں سو میرا نام ہے وحشی توں مج سوں رام ہے | اس مکھ الکھ مجہ دام ہیں یک بیچ میں گل باہیا
رات دن — مجھ سے — آ — جو نظر نہ آئے — گلے میں ڈالدیا

تج گال پھل الے اپر لٹ ہے سو گل لالے اپر | یا ہے بھنور لالے اپر سو نقش مج من کائیا
تیرے — پھول اعلاے — زلف

مج خیال ہیائے توں سمج گیان دیوا توں دسے — کتا کسوٹی پر کسے میں دھیان تج سوں لائیا

میرے میں تو میرے چراغ تو نظر آئے کتنا ہی تیرا ہی

برہا معانی مل اہے اس کا دلا مج دل اہے

کفر انی

پھل سنگ رقیباں مل اہے کیوں بی تو دہن ملکائیا

پھول کے ساتھ بھی خیال

(۶)

ہے عشق ہر اک دھات ہر اک دل میں پیارا — مج عشق پیاری کا اہے جیو کا ادھارا

سہارا

مجھے

تپلیاں نیناں کی سو کل جگ کو بھلائے — اسماں میں اٹھے شور دیکھت زلف تمارا

طرح جی

انکھوں سب دنیا دیکھکر تمہارا

تری ٹھڈی کے جل منے سو جیو کا جیون ہے — او چشمہ منے ہیں نمن جیو کیا ٹھارا

آب ذقن میں روح زندگی میں

اس

زاہد جو ترا مکھ دیکھت جیو دئے ہیں — تج نیر ٹھڈی کی پھیسی ہے عیسے کا بارا

مانند جی مقام

تیرے آب ذقن دم

انکھ پاس کے سم پھول اپن پاس نوائے — کملا کر جھڑے برگ کتے باس میں ہارا

چہرہ دیکھکر جی

۴۰

برابر پھیلائے

کرنار تیں کیس میں توں پھول نہ گوندا — قدرت کی کلیاں کا ہے لٹاں میں مہکارا

کمہلا

بالوں بال

بن سیر تمن ساری کلیاں سوک رہی ہیں — ٹک آکے کرو گشت چمن جی اٹھے سارا

تمہاری سوکھ ذرا

سب مالی نخچل نیر پلا جھور رہے تھے
یک تل میں ہر یک پھول ہوا نور ستارا

دیکھیا ہوں ترے نین منیں صنع خدا کا
تو سیر نہانی سوں جھلکتا ہے پھرارا

عالم منجے تعلیم کریں علم و ہنر کا
لکھے ہیں ازل تھے ہمنا عشق قرارا

دو تن سو حسد کیوں نہ کرے نت ہمنا پر
ہے تاج مرے سیس منور جھمکارا

پایا ہوں اماماں کی دعا تاج شہانی
مج تاج میں ہے نور الٰہی جھلکارا

اے قطب معانی کہ ترا قطب خطاب ہے
کر شکر خدا پر کہ قرار ہے سو ستارا

(۷)

باغ دل میں تج محبت کا اچنبا پھل لگیا
باس سنگ پھولاں عرق کا مین ہوا ہوں ڈگیا

بے علم ہور بے کتب ہور کس تھے بوجھیا جانا ۵۰
عالماں بیچارے دکھ کر اسکی تک میں رہے تھکیا

سانولی قد سروکوں لاگے ہیں اب میٹھے نبات
چکھنے جاکریں ڈراں سیتی رہیا ہو دیک دکیا

شیشے کی قلقل تھے پیالے میا باندھی بڑ بڑے — بڑبڑا دونیہ کئے زوراں سوں جگ میں جگمگیا

توں اندھارے سینے میں نا منگ روشنی اغیار تھے — روشنی تج دیوے کون قدرت اجالے کا لگیا

میں امی کر گنتے ہیں سب امیاں تو علم میں — مو زبانی کا قلم تج وصف لکھ نا سک بھگیا

تم معانی کے گناہاں کا رقم کرتے ہیں کے
ہیں محمد ناؤں تھے دونوں جہاں میانے جگیا

(٨)

سکندر کے درپن ترا مکھ دو پایا — میں اپ کام اس آرسی میانے پایا

تری یاد سوں نکلے مو دل تھی لالی — کہ اپ پیالہ سوں لالہ سب کوں رجھایا

صراحی میں پنہاں ہے مے گنج قاروں — گدا گنج پاکر اپس کو پنوایا

اپس خیال میانے دکھیا گنج زر کوں — سنے بڑبڑے پر اپس جیو چوبھایا

نہ بیچو منجے مشک نافے کے نمنے — ازل تھے گرہ پا کہ طبلاں بجایا ٦٠

ہمن تم میں اے یا وشرط وفا تھا — وفا چھوڑ باتاں رقیباں سنایا

کہے ظلم کٹوال کا شہر میں ہے

معانی کوں ڈر کیا توں لطفاں نپایا

(۹)

کل موتو نور دیدہ یسو شاب تاب تھا — اس مکھ شراب دشت مرا آفتاب تھا

تا دیس اس تماشہ مکھ سو نور دوست — میں روتے تھا سو یوں کہ نہ او وقت خواب تھا

مجلس ترا ہزار پریخانہ سکل — جیو اس میاں بصورت و معنی اخراب تھا

او زہر ڈنک نینو جو پیئے گا نیں سو دہاک — دیوانہ سیں آگ برہ تھے کباب تھا

میں تو میان ریختہ جیوں دانہ تنک — تب ہر طرف تھے کار رقیب اضطراب تھا

مو آہ و نالہ تب تھے دکھایا من گھڑی — او نقد عمر مو دو نفس ور حساب تھا

اوکی بنت جیا کا نہ سکے دیکھن سو کوئی — او شرم مو کا اس رخ چندر حجاب تھا

تسبیح زاہداں کرو نقل وَ مدہوا ،، تسبی گنہ سو کیا ہی یہ بات اس کتاب تھا

تسبیح — میں

ساقی تو آہ کرم معانی کے تھیں نرج

سے — رنج نہ کر

اس کیا ہی اختیار گناہ شراب تھا

(۱۰)

یوسفِ گم سو پھر آگا اب بکنعاں غم نکھا — گھر ترا امید کا ہوگا گلستاں غم نکھا

آئے گا

ای ہیانہ دُکھ دکھیا سو خوب ہوگا حال تج — من کا چنتا ہوئیگا پھر آکہ جاناں غم نکھا

اے دل عشق کا — دیکھا — تیرا — دل کا — کے

برہے کہاو دو دن نھا دور اپنے پیو تھے — دایم یک دھاتوں نہ رہسے کار ہیراں غم نکھا

سے — رہ سکے — طرح

جم بہارِ عمر تج ہے پھر کہ آگا باغ میں — چنتر پھل کا کھلک رنگیں مرغ خوشخواں غم نکھا

تجھے — پھر سے آئیگا — آسمان کے پھول کھل کے

ہاں توں نا امید نا ہو کو نجانے سر غیب — کیا اچھیگا پڑدے او جھل کھیل تپلیاں غم نکھا

کوئی — ہوگا

او جنگل ہیں شوق سوں اب کعبہ خاطر رکھ قدم — تج اگر بولیں چبیں کانٹے مغیلاں غم نکھا

دس — سے — مجھ سے — چبھیں

ای صبا موجاں تھے نا ڈر منکا بھاتا ہوئیگا — تو تجھے ہے نوح کشتی بان طوفاں غم نکھا

اے دل موج سے — دل کا

بات تیرا دور اگر ہے عشق پنتھ دکھلائیگا
راہ
شاہ رایاں تو ہے رایاں ہیں زرایاں غم نکھا
از

حال میرا دوہی نادان ہور کوپ رقیب
سب تو بوجھیا ہی خدا ہور شاہ مرداں غم نکھا
اور

قطب شہ اس کنج فکر و خلوت دینی منے
غصہ
میں
تا اچھے ورد دعا و درس قرآں غم نکھا
جب تک رہے تیرا درد

(۱۱)

منج جیو کی آرزو کوں بند ہے سینتیں پیا
دوتن کی بات پکڑے ہے پکڑو سینتیں پیا
سے

ملنے کوں عاشقاں کوں نہیں یاد آتا ٹھاؤں
میرے دل مجھ سے
پکڑے کمان آپنی ابرو سینتیں پیا
غیر

قرباں جاؤں نا میٹھے یاطل کے سحر پر
اتنا جگہ
سب جادو پکڑے نین کے جادو سینتیں پیا
اپنی

مشکی خطا کا باس بیچارہ دسیگا کاں
مشک
پکڑے ہیں سب باس کوں اب بو سینتیں پیا
آنکھ

کیا کم پلاؤ نا منجے ساقی پیالہ بھر
خوشبو دکھائی دیگا کہاں
جوڑے ہیں سر تھے یاری او سند سینتیں پیا
خوشبو

داؤ دور اگ پنچی صراحی کے نادستے
طرح سے
رنگیں کئے ہیں بزم کوں دارو سینتیں پیا
اس پھر سے
سے

ہر غم پچھے خوشی ہے معانی توں غم نکھا
کے بعد
تعویذ باندھے ہیں ترے بازو سیتیں پیا

(۱۲)

تیرے ہونٹاں کے حقے میں تھے دو لا انجکوں دوا
میرے درداں کوں سدا تیری شفا تھے ہے شفا

نین جھلکار تیری بجلی نمن جب جھمکی
دشت تھے منج شوق کا پینہ پڑ کہ ہوا سب ہی ہوا ۹۰

پھول و پھل کھیت ہمارے کوں لگے ہیں بہتے
نین و دل بحث آپس آپ میں کرتے ہیں بجا

کیا غرض تجکوں اے بجھاں سوں پلا مے ساقی
غم پچھیں عیش و خوشی کا ہے صفا ہور صفا

حسن تیرے کا کریں چاڑی نین آپ میں آپ
یک نین کیا بوجھا یک کیا کہیا توں ان میں بجا

عشق بازی جو منگے کرنے ہونا صبر اسے
غم ندیاں اُبلے تو کرنا ہے اسے صبر روا

وعظ تیرے سوں معانی بندھیا ہی دل یارب
کر دا آبین نبی و علی تھے اس کی دعا

(۱۳)

دیکھو کہ کیوں کئے انو ہمنا سیتیں وفا ــــ یک تل نہیں ہوا کہ کرے سر تھے بھی جفا

لیکھے سو پایا ہوں نہیں کچھ یار کا گناہ ــــ جن ظلم کئے تو اسکوں اہے درد بے دوا

مارے پنکھیاں ہو دل کا کبوتر تو تجھ میں ــــ دیو نہ دانا پانی یہ تم شرع ہے روا

تم ظلم ہے ہمن کوں خوشی سو دیل لیس سوں ــــ کرنا نہ کچھ پکار کہ چپ رہے تو ہے شفا

ساقی دو تن کے رشک نین نا پیالہ دے ــــ جم کوں نتھا ای پیالہ نیں اس تاہیں دیا

جاسوس سیدھی باٹ دکھانہ نینچھ میں ــــ رہ باٹ میانے ہور نگر سب سوں ماجرا

کرتے ہیں دعوے شعر کے سب اپنی طبع سوں

بخشیا فصیح شعر معانی کے تئیں خدا

(۱۴)

جگت جوت عشق کا او لائی انچل کنارا ــــ لیدیا جیا پنکھی جیون اس جوت کوں ہمارا

جب توں بُلائی ہمنا پیرت میں آپنا کر ——— جو سی نگر توں پھر کر ہم خاطر استخارا

(ہم کو محبت اپنا سمجھ کر ——— جو تشی سے نہ کر، ہمارے بارے میں)

تج مکھ کی جھلک ہور پیشانی کی تجلی ——— چھپتا ہے سورنس کوں جیوں چھپتا دیس تارا

(تو، اور ——— پھر سے، سورج، رات، جوں، دن کو)

اے دیدہ واں تعدی نا کر مُنجے نہیں ڈر ——— نیہ شہر میں ہے قاضی کو تواں مسیح کارا

(تیرے چہرہ ——— عشق، مجھے)

اب آنکھیاں کوں کہہ توں ٹک مرحمت نظر کر ——— طالع لکھے سوں انپڑیا اسکوں نہیں ہے چارا

(مجھے، آنکھوں سے ——— حائل ہوا)

زہاد ہور عالم ہور جوہری صراف ——— نا بوجھیں توں بوجھیا سو کر بات آشکارا

(اور، اور)

نیہ بُند انجھواں تے جاتا پھتر تڑخ گل

(عشق، بوند، آنسوؤں سے، پتھر)

حیران ہے معانی او دل میں نہیں ہے ٹھارا

(اس کے، قرار)

(۱۵)

جے کو کہ ہتیلی جام لییا ——— ۱۱۰ ——— سلطانی جم مدام لییا

(جو کوئی، میں، لیا ——— لیا)

پانی کہ خضر حیات پایا ——— مد گھر تے ...... جام لییا

(جس سے کہ ——— لیا)

سر ...... کام راکھو ——— اے ـ ھا ـ سوں نظام لییا

(یہ، لیا)

. . . . مو یار کن تجھے رام لیّیا

باہر تو اُدھر تے ساقیا نا — اس دور یکنے کہ کام لیّیا

لو چن تیرے شیو ہائے مستی — اوپڑ شٹ چنچل تھے وام لیّیا

ذکر مکھ و زلف تج ہمن دل — پو جن سو صبح و شام لیّیا

مو سینہ داغ درد دکھوں — رو پوں نمکی تمام لیّیا

او چاہ ٹھڈی معانی کی جان
تو حسن ذُو سو غلام لیّیا

(۱۶)

زلف کی جدول میں الجیا ہے دکھو بادِ صبا
الجتا ہے باد ایسا بوجھو وو کیسا ہے بلا

نین میٹھائی سوں لبدے زاہداں تج نیہہ میں
ہم مکھی کوں چاکھتا ہے او مٹھائی سب روا

۱۲۰

تیرے مکھ کے نور تھے ہوتا منوّر چاند اجت
سے نہ جیتا ہوا

دل کی تحقیقاں سوں دیکھو ہی باتاں بے ریا
سے بھی

تیرے مکھ کے مصحف اوپر کھینچے سو کے کازر
سُرمہ کا خط

جرم ہور ہیا ہے دل تشدید ناکر آپیا
تشدّد

سبز خط انگے کہتے ہیں بات لوگاں سبزی کا
کے آگے

کیا خبر ہے اُن کوں کیوں بیلا ہوا ہی سب گیا
انھیں کہ گیاہ

کیس کھولے کر نے کنگھی رات ہی ہمناں کوں وو
بال تو ہمارے لئے وہ

مانگ کاڑے جب کی وو دیس ہمناں کوں صبا
نکالے تو وہ دن ہمارے لئے صبح

تج کتا کوں اے شمے اپ روشنی تھے سر نہ کھینچ
تجھسے کتنا کہوں شمع اپنی سے

مارتے ہیں دم بدم گردن کہ توں ہے بے حیا
تو

سیدے کر ہنراں ستی دکھلاتے اس کا نور سب
سینہ سے

نور جاتا اُف سیتی اس تھے سدا ہے بے نوا
سے سے

رات ساری تیرے غم تھے کھنچے صفاں ہمناں اُپر
ہم پر
میٹھے بچناں تھے لکھیا میرے خلاصی کا رقعہ
باتوں سے رہائی رقعہ

اپ گناہاں سوں ہمیں کھاتے ہیں غوطے رات دن
اپنے سے ہم
اپنی قدرت ہات سوں مُنج کو بچا وو اے خدا
کے سے مجھے

تیری انچل باد تھے ہے عیسوی دم جلوہ گر
ہوا سے
وو انچل مُنج ہات میں ہے جیوں کے موسیٰ کا عصا
وہ میرے

میں نہ جانوں کعبہ و بت خانہ و میخانہ کوں
۱۳۰
دیکھتا ہوں ہر کہاں دِستا ہے تج مکھ کا صفا
ہر اس جگہ جہاں نظر آتا ہے تیرے

بھاتے ہیں پردے اندھارے کے معانی تیرے سب
اٹھ جاتے ہیں اندھیرے
شکر کر حاصل ہوا ہے مدعا توں اُس دعا
سے تیرا

(۱۷)

خبر لیایا ہے ہُد ہُد میرے تئیں اُس یار جانی کا
لے آیا پاس
خوشی کا وقت ہے ظاہر کروں رازِ نہانی کا

مرے جیو آرسی میں خیال تج مکھ کا سو دستا ہے
دل کے آئینہ تیرے نظر آتا ہے
کرے او خیال منج دل میں نشانی زر فشانی کا

وہ میرے
چیتا ہو عشق کے جنگل میں بیٹھیا ہے دری لے کر
چیتا بن کر
لیا ہے جھانپ سوں آہو منَ دل منج ایانی کا
چھپا مانند بھولی

خدا کا شکر ہے تج سلطنت تھے کام پایا ہوں
تیری سے مقصد
دنڈے دشمن کے مکھ پر پیوتا مئے ارغوانی کا
سامنے مخالف

چھبیلے مست ساقی کے پچھیں دوڑیں سو مخموراں
پیچھے
پلا دو مئی ہوا اب تو ہوا ہے گل فشانی کا

دو ذین افسوں کے بارے تھے ہمن کوں کچھ نہیں ڈر ہے
ہمارے دیو کوں ہے روشنی صاحب قرانی کا

لگے ہیں انجواں کے پھل ضعیف اس نخل کوں ہیرے
ہر اک انجو ہے دُر دانہ مُنجے وو خسروانی کا

ہمیں ہیں عشق کے پنتھ میں دونو عالم تھے بے پروا
لگیا ہے داغ مُنج دل پر سو اُس ہندوستانی کا

پڑے دنبال میں میرے سو اُس نیناں کے دنبالے
خدایا عشق مشکل ہے بھرم رکھ توں معانی کا

(۱۸)

کل مج کوں نور نین لسو نشا بے تاب تھا
اس مکھ شراب وحشت مرا آفتاب تھا

تا دیس پیو کے مکھ کے تماشا کے نور تھے
میں عیش میں نتھا یوں کہ نہ او وقت خواب تھا

مجلس ترا سہاتا ہے خوباں کے حسن سوں | مج جیو انہی کے روپ سیتی کامیاب تھا
میرا دل | سے
اس نین سو کا سیتیں پرت مج کوں لیو پیا | دو جیاں کا دل ہمارے برہ تھے کباب تھا
آنکھ خط سرمہ سے محبت مجھ کو | اغیار فراق میں

(۱۹)

سلیماں کن لیجاوے کن خبر منجھ موریک بارا
کے پاس لے جائے کون چیونٹی کی بار
کبوتر دل کوں عرضہ بند کروں پرواز اس ٹھارا
جگہ
عجب سحر ہے کہ سحر سامری اس تھے گیا ہے چھپ
سے
او لب خندے کے افسوں پر سو واروں آپ لکھ بارا
اُس نثار کروں اپنے کو لاکھ بار
برہ کی تاب تھے منج کوں خدایا توں سلامت رکھ
فراق تپش سے مجھے تو
تمنٰ امید سوں بیٹھیا ہوں بھیجو لطف کا بارا
تمھاری سے ہوا
نین راوت لئے سو کی کے تیرے ہاتھ غمزے سوں
آنکھ خط سرمہ
سو کرتا نیزہ بازی ناز سوں منجہ دل ہیں او پیارا
سے میرے وہ

صفاں سب رستماں کے بھاگ گئے تج خسروی فو ج تھے
تیرے سے

شہاں تو رات دن کرتے مدار اجیو سوں سارا
تیرا

کریں طاقت گنوا کر عابداں میخانہ کوں سجدہ
دل سے
کو

۱۵۰

کیا زنار ہیں تسبیح دیکھن روئے زیبارا
دیکھنے کے لئے

تجھے سوں ہے معانی کوں جواں کر آپ بوسیاں سوں
قسم

لہ ہیں صد بار قرباں جاؤں اس لعلِ شکر خارا
کو اپنے سے

(۲۰)

خبر لیا دو کہ میرے تئیں سو اس بے رحم عالم کا

نجانوں ہیں کہ او بے رحم ہے سب جگ میں آدم کا
نہ

وہ

اگر وہ ملتفت ہووئے ہماری بات پر یک چھن
لمحہ

فواروں میں خزینہ اس اُپر اس دل کے درہم کا
نثار کروں

گدا تج عشق کا ہوں دے زکاتِ عشق مُنج سائیں
تیرے مجھے اے سائیں

لہ ہے اعجاز مُنج من کوں کہ جیوں عیسیٰؑ مریم کا
میرے دل کو جیسے

فقیر و ناتواں ہوں میں کہاں شاہاں کی مجلس مُنج
مجھے

مگر اپ خیال میں دیکھوں او صحبت آبِ زمزم کا
اپنے وہ

مراقد ہے سوتج نیہ باو تھے لرزاں سو جیوں جیغہ
تیرے عشق ہوا سے مثل

عصا دے ہاتھ میں میرے کہ جیوں موسیٰؑ محرم کا
جوں

توں ہے خورشید خاور ذرہ میں جب نا گنے مُنج کوں
نہ شمار کرے مجھے

گنو یا نا گنو تج ہات ہے سب حکم خاتم کا
تیرے ہاتھ

پیا تج بند میں ہلجا ہوں کر آزاد مُنج بند تھے
تیرے گرفتار سے

معانی کوں غلاماں میں خطاب اب دے مکرم کا
مجھے کو

(۲۱)

یاد مج اس رات کا دیوانہ کیتا — وو نھنا مج خواب میں افسانہ کہتا
مجھے کرتا — وہ کم عمر مجھ سے

رات میرے نین مج سونے نہ دیویں — او ہمن گھر میں نپٹ ویرانہ کیتا ۱۶۰
آنکھیں مجھے — وہ ہمارے بالکل

کم تکو کر یا خدا اس زلف کے تئیں — مج دل آزاری بدل آں شانہ کیتا
میری

شمع جہاں جیوں کرے پروانہ کوں اب — مرغ بسمل بھو نکر پروانہ کیتا

جیو میرا اس پری کے نیہہ سوں ہل — عقل و ہوش و سد مرا بیگانہ کیتا
دل عشق — سدھ

میں نہ جانوں کیوں اچھے گی حور جنت — حسن تیرا مج عجب دیوانہ کیتا
کیسی ہوگی — کرتا

مجھے
اب پچھے گا قطب معنی حال کیوں
معانی
پوچھے
قبلہ کوں اس کام میں میخانہ کیتا
کو اسکے عشق میں سمجھتا

(۲۲)

صبر سوں معمور تھا مندر سو منج دیوانے کا — عشق آپی آ کیا سودا سو میرے خانے کا
سے (دل) مجھ — آپ ہی

وصل کہہ یا دوری ہے دونوں کا معنا ایک ہے
معنی یہ
نس میں جگنا شمع پر و اکیا شمے پروانے کا
رات شمع کو

سب ہی کچ کوں انت نیں ناہیم حرف کو انتھ نیں
کچھ حد نہیں حد نہیں
بہوت ڈھونڈ دیکھے نہ پائے انتھ ینہہ افسانے کا
بہت ڈھونڈھ حد عشق کے

عاشقاں کا دور ہے آلودہ تیرے بادے تھے
بادہ سے
سنگ سنگیں باندے ہیں بنیاد اس میخانے کا
سنگ سنگ سے باندھے

قطب کے میخانے تھے مے پینا آسان کام نیں
سے نہیں
بن محمد کوں پیوے سو اس پیمانے کا
بغیر محمد قلی کے پی سکتا

۱۷۰

(۲۳)

پیا باج پیالا پیا جائے نا
نہ
پیا باج یک تل جیا جائے نا
کے بغیر ایک لحظہ نہ

کہتے پیا بن صبوری کروں
کیسے بغیر
کھیا جائے اماّ کیا جائے نا
کہا لیکن نہ

نہیں عشق جس وہ بڑا کوڑ ہے
جاہل
کدھیں اس سے مل بیسیا جائے نا
کبھی بیٹھا نہ

قطب شہ نہ دے مج دوانے کو پند
کو مجھ دیوانہ کو
دوانے کوں کچ پند دیا جائے نا
کو کچھ نہ

(۲۴)

کل منج وزیر دل تھے قاصد بشارت آیا
میرے سے
یا حضرتِ سلیماں کن تھے اشارت آیا
کے پاس سے اشارہ

خوش نین نیر سیتی تن خاک کوں گلاوو
آنسوؤں کے پانی سے جسم کی کو ملاؤ
دل کے مندِ ہر کوں سر تھے وقتِ عمارت آیا
مکان کے لئے تئے سرے سے تعمیر

میرا سو عیب ڈھانکوا مے سوں بھیگے کپڑے
شراب سے بھیگے ہوئے کپڑو
او پاک دامن آپی ہمنا بچارت آیا
وہ آپ ہی ہم کو بچانے

منج یار حسن تھے جے بولے ہیں باتاں بے حد
میرے کے سے جو
یک باب ہے سو اُن میں جو اس عبارت آیا

جا گا سو ہر یکس کا ہووے گا آج پرگٹ
جگہ مقام ہر ایک (سب) ظاہر
او چھند بھریا سو چند ابیٹھن صدارت آیا
وہ عشوہ ساز چاند بیٹھنے صدر میں

جم کے سو تخت اوپر جے تاج سور چھند ہے
جسکو سورج چاند
چمٹے کی دیکھو ہمت جو اس حقارت آیا
چیونٹی
۱۸۰

اُس شوخ دید تھے یوں ایماں الپس سنبھالیں
کی سے اپنا
او ساحر کماندار کرنے سو غارت آیا

قطبا توں دا اس شہ کا جم فیض اُس تھے مانگیں
تو غلام ہمیشہ سے
سودا ہے تج پرم سب وقت تجارت آیا
تجھے عشق کا

(۲۵)

سجن میری چنچل اہے پیم ماتا
ہے عشق بھری
سکیاں کوں پیا بات رنگیں سو بھاتا
سکھیوں کو کی بھاتی

مہن کوپ کرتے ہیں اپ ناز سیتی
موہن غصہ اپنے سے
دو تن جا کہے ہے مگر میری باتا
غیر یار رقیب بات

ستاتے ہیں چھنداں سوں ساجن ولیکن
ستائے فریب سے
سجن کا میا نینہ منج دن (دل؟) نپاتا

مری چنت کرتے ہیں ساجن پرت سوں
فکر محبت سے
اُسی تھے سدا برہ کوں میں ستاتا
سے (اسی لیے) فراق محبت میرے ستاتا

دو تن گلتی ہور بلتی جوں موم بتی — گنواتی ہے جلنے منے ساری راتا
رقیب اور بل کھاتی — میں رات

سدا مانگوں ہیں جیو ہور دل سوں پیو کوں — کہ اس بن دوجا میرے من نے سماتا
جان اور سے پیا کو — دوسرا نہیں

بنی صدقے قطبا سوں کہو بنتی میری
سے عرض
کہ تم حسن کا چھب مرا من رجھاتا
تمہارے

(۲۶)

سنو میری ساتی پیا ہور وں راتا — ۱۹۰ کہ پر سیج پر سائیں پر سنک گماتا
ساتھی سہیلی اوروں کے ساتھ مشغول رہنا — غیر کے سیج پر پیا عیش و عشرت سے بسر کرنا

ہوا ہے سبب سائیں ہمنا سوں کروٹ — پکڑ دوتی کا من ہمن من ستاتا
یار ہم سے ناراض — دوسری ہمارے دل کو ستاتا

پیا تج سوں یوں مل کہ جھل کھائے دو تن — میں ہوں تیری ماتی تو ہے میرا ماتا
اے پیا مجھ سے اس طرح جل رقیب — شیدا

حکایت پرم کا نکو منج سے پوچھو — پیا بات دے ہوں ہیں سب من کا بھاتا
عشق نہ مجھ سے — ہاتھ دے چکی ہوں دل کی پسندیدہ چیزیں

میں بھولی ہوں تیرے چھنداں سوں پیارے — کہ خاطر دکھا کر بھی پھر پھر منا تا
فریب خوردہ عشوہ طرازیاں سے

نہیں امن خاطر منجے وصل میانے — کہ ہر دم منجے برہ سائیں ڈراتا
مجھے میں — مجھے فراق یار

بنی صدقے قطبا کی ماتی کہتی ہے
دیوانی کہتی
قطب شاہ سُندر گنی مدماتا
اچھے گن والا عشق میں مگن

(۲۷)

تری نیہہ کا مُنج کو بچھو لڑیا — مرے سب ہی تن میں بِس اُس کا چڑیا
عشق مجھے زہر چڑھا
میں آئی ہوں تج پاس اُتارا کرن — تمیں کر یو ہار ا اُتار ا پیارا
تیرے کرنے ہم ہی والے
جو دیکھی ہیں اُس روپ و نتا سجن — نین اُس سلونی تھے پھر بس چڑیا
آنکھ سے زہر چڑھا

(۲۸)

کھوا پھٹر کے آویں گے من ہرنا — لگوں گی آج پیا کے چرنا ۲۰۰
دلبر قدم
سنوا نری ہوں میں صدر سینا تو تیں — موا نگن میں توں پیا پگ دھرنا
سنواری سینہ تیرے لئے میرے صحن تو قدم
رکہ دیو و مُنج کوں اُنثر تم للِتا — کہ تمیں من کے میرے ہیں پرنا
لال لائن مجھے تم ہی دل قول قوت
دوتے کا کوڑ کیٹ دو تن کوں — نیہہ نگر میں تو سکیاں سوں پھرنا
غیر کے ساتھ عشق کے شہر کے ساتھ

پھول بن میں تیرا نازک ہی دہن — چپ رہنا آہ سکی نا کرنا
خاموش — آہ نہ کرنا

نبیؐ صدقے قطبا کے من میں

جوں سسی ناؤ سکی چپ رہنا
چاند مانند کرنا ؟

(۲۹)

سکی آپی توں سائیں سمجاؤ نا — مندر میرے سمجاؤ کر لیاؤ نا
تو آپ ہی سائیں کو سمجھاؤ — مکان سمجھا لاؤ

پیاری کا کرنا ہے من بھاؤ نا — پیا مکھ بچن لے منگل گاؤ نا
دل کو بھانے والا — بات بول

پیا ہات میں ہے مرا اختیار — منج اپنا کیا ہے مومن بھاؤ نا
کے ہاتھ — مجھے — میرے دل کو بھانے والا

منجے غنچے کوں دیکھ یاد آؤ تا — الںکار سوں سائیں مکاؤنا
مجھے — آتا — دیور — سے — کا مکرانا

جلاتا دو تن کوں اگن رشک میں — ستاتے دو تن منج سوں راؤ نا
غیر — آتش — ستاتے — غیر — اے راؤ ؟

بلانا وخت منج ہنسی بازی سوں — دو تن دیکھتے منج مندر آؤ نا
بلاکر بے وقت مجھے — رقیب کو دکھانے کے لئے میرے مکان میں آؤ

نبیؐ صدقے قطبا توں اس چھوکری
سین کی سرک میں سو ہلگاؤ نا
بستر کروٹ پھانسو نا

(۳۰)

پیا بچھڑا ہے منج کوں دکھ گھنیرا — نہ جانوں کب ملے گا پیو میرا
مجھے زیادہ

جو سلطاں وصل نیہہ سوں زور لیاوے — تو بھاگیا برہ اپنا چھوڑ ڈیرا
عشق لاوے — بھاگا فراق

پتر رخسار کر سوکے[۱] قلم سوں — کجل سیاہی سوں لکھے ہے گھنیرا
خط سے — کاجل سے لکھے گہرا

اپس سائیں سوں یک چت سیوا کرنا — اگر یوں نیں تو دودسی ہے کیرا
اپنے سے یکدل ہوکر — اس طرح نہیں

صبر سوں کام دونہہ جگ کر تو اپنا — اِتا لادیو گُن کسن جھیر دھیرا
سے دونوں — اتنا عقل گہری آہستہ آہستہ

محمد قطب شہ راجا اپن سر — محمد نانو لے باندیا ہے سیرا
راجہ اپنے — کا نام لیکر باندھا سہرا

نبی صدقے سدا اِکتا تُرکماں — کہ منج سر تاج ہے حضرت امیرا
میرے

(۳۱)

نوازیں اپ میا سیتیں توں منج کوں ۲۳۰ کہ میں باندی ہوں تج سوں محب سارا
اپنی سے مجھے — باندھی تجھ سے محبت ساری

---

۱ سوکا = سرمہ کا وہ خط جو آنکھ سے زلف تک کھینچا جائے۔

نکو ہو نکو ہو سہیلی کھیلی تجھے سنتہ کرمیں اگے میا سوں نہالا
تجھے محبت سے

ردیف ب

(۳۴)

تج دل پیا دل ایک ہو میانے نہ آسے کوئی تب
تیرا کے سے درمیان آسکے
صنعت انوپراس
یک چت ہو مل پیو سوں جو سی نہ پوچھن ہوئے تب
دل پیا سے جوتشی

خاطر خوشی خبراں سنیتی خوش ہو خوشیاں کرتا ہی خوش
خ
خسرو خماری ہوئے خوش یاں کے خیال سوں خوشبوئے تب
سے

رنگوں رقیباں کے رسیلی راج سوں لیا جاں کرو
سے
ر
رنگ کے رین میں رنگ کر رخ ہوئے رنگیلا خوبی تب
رات

پیو کی پرت کا پھول پا لو پیم پانی پو رکر
پیا محبت عشق کا
پ
پلکاں کے پینگا میں پگا وہ پیو کوں پھل ہوئے تب
پلکوں کے بیچ ہے گا

سائیں نگھر کے سامنے سکیاں کی سُراں کیوں سہول
نا اضیاں
س
سُہنتا ہے سائیں سیج سب سُندر رمناں سونے تب
سجتا پر

جوبن جوانی جوت پر چولا چڑا لی چِنت سوں
چمک جسم نثار کردیا فکر
ج
چنچل چپل چت میں جھولانے جھولنا جگ جو دسے تب
دل دیکھے

صدقے نبی صدقا قطب ہی صدق سوں صاحبقراں
ص
صہبا صراحی صاف پی آتا صبا کا بوئے تب

(۳۳)

صباحی اد مکھ دیکھ پینا شراب صبح کو وہ چہرہ دیکھ کر		فرح بخش ساعت میں لینا شراب
ترے حسن تھے دان دے شاہ کوں سے خیرات	۲۴۰	اومکھ کے عرق تھے سو پینا شراب اُس سے
تری نین مستی ہو روں روں چڑی آنکھ (روم) رواں رواں چڑھی		پرت مے بھریا دل کا لینا شراب عشق کی مے سے بھرے ہوئے
عشق ساز کے تار مطرب بجاؤ		کہ قانون تاناں میں لینا شراب

ازل تھے نبی حب قطب پیوتا
سے حب نبی پیتا
ترے پیالے سوں ساقی دینا شراب

(۳۴)

جب سپن دیکھوں توں آتا میرے خواب
خواب تو
رات دن نہ سوں گماتا میرے خواب
(نیہہ عشق میں گذارتا)

میں ہوں عاشق تیری چت نیناں سوں دیکھ
دل آنکھیں
تیرے بن کوئی نہ بھاتا میرے خواب
بغیر

تج امولک نور تھے روشن جگت
تیرے بیش بہا سے
عشق جھلکاراں دیاتا میرے خواب
روشن کرتا

میرے دوں دوں تھے بدل غم دور ہیں
روداں سے غم کے بادل
چاند سورج توں دکھاتا میرے خواب
تو

جم اچھو صدقے نبی عشرت سوں قطب
رہیے کے ساتھ
نیہہ سوں نیناں دکھاتا میرے خواب
محبت کے ساتھ آنکھیں

(۳۵)

خوشا مستی تمہارا بی ہمن پر بل کیا ہے اب
بھی ہم
کہوں مے کا خماری تج کدہر توں ساقیا ہے اب
تجھے تو

سدا دیتا اندامطرب مقام دلپذیری کا

۲۵۰

ہمارے تم میانے آشنا باتاں کیا ہے اب
تمہارے درمیان

دم صبحے، می لعلے ادہر بھر توں پلا تل تل
ہونٹ بھر کر تو لحظہ بہ لحظہ
صبا مرغاں کریں تہ تہ نواسوں نو کیا ہے اب
نئے سے

سلیماں دوجی انکھی صبا بارا خبر لیا یا
ترنا نے ترن تاران بجا کر دل چھپا ہے اب
چاہا

جیا جیوں پھل پیا گلے باندھے گئے نیوں توں پچن پا کر
تیرا
پون ول گل کھلاں ہارا طرب کا مد پیا ہے اب
شراب

دوا دارو مرا ساقی کا پھر دیکھن مجھے بس ہے
دیکھنا
منگیا توں سو خوشیاں کرو والیا کر دیا ہے اب

مرید پیر میخانہ ہوا ہوں دیکھ اے زاہد
ہماری مے پرستی میں تمن تسبی ریا ہے اب
تمہاری تسبیح

نڈر اچپل چنچل لوچن ہمن ساجن کے خوش ڈھب ہے
نڈر شوخ شوخ
آنکھ ہمارے
انھاون مل گئے دشٹی سوں سنجر کار رہا ہے اب
نظر

فلک سارے سکل تارے اپن رغبت سوں اہیں سب
سب اپنی سے غلام
سدا قطب سعادت کا معانی تج دیا ہے اب
تیرا چراغ

(۳۶)

اب مجھے واجی دے اس لعل شراب آلو داب
غرض
یا ہدف توکرا و تیرنین شاب آلو داب
وہ
ہنس ہنسا شیریں زبانو سوں دیو منج گالیاں جھنک
مجھے
میری آساں کم نکر توں جہر تاب آلو داب
امیدیں تو
دل چمن بند قبا کھولو گریبان چنپے کا
پہنیا
فرح دیو اس بتیاں ثواب آلو داب

کب لگن آسر وتیوں پھل بیج عرق راکھے سدا
تک پھول

او لجان خوی کینہ لیلات نقاب آلو داب

اس ادھر انگے معانی گرڑکے تیں منگت کھڑا
اس کے ہونٹوں سے مانگتا

منگتا سو دے یا بگالیاں سوں جواب آلو داب
گالیوں کے ساتھ

(۳۷)

خوش رات تب سو تیرا مطلوب آئے طالب

مست آک مستی سیتی گالیاں دلائے طالب
آکر سے

نند کا سرا میٹھائی بے حد اچھیا ہے ڈرتا

اس دن کی مار کر تو جیبھی جو کھائے طالب

اچھر کسی کے مکتب نا لیکھیا بت پرست او
حروف نہ لکھا وہ

دل گھر میں چیتر کر کر صورت دکھائے طالب
تصویر اتار کر

اس سات ہلجاہوں میں چنگی ہے عشق کا سو
پھنس گیا ہوں مشہر

سب کنکرے جھلالاں جگ میں و بائے طالب
چمکائے

چوطا ... کوں دیکھوں سب آرزوے یار ہیں

مطلوب میرا بارے پھر پھر بلائے طالب

کو نتو نہیں کہن تیں پتلی دو تن کو بالیا

کہو کہتے ہیں غیر

او ظلم کس وضا سوں کرنس جگائے طالب

وضع سے رات لو

مکھ برن تھے ہزاراں کھنیا ہیں لکھ کتاباں

رنگ سے لاکھ

منتر سوں ناصحاں کے کانٹے چوبائے طالب

سے

چبھائے

کہتے ہیں طالباں تیں دیرا اچائے تو رخ

سے اٹھائے

او مکھ کی بندگی تھے تک دل نار کھائے طالب

اس چہرہ

سے

مکھ پانی اے سجانی ٹک سٹ معانی اگ پر

ڈال

۲۷۰

نہ پیالا مو پلا سو آنند پائے طالب

عشق کا مجھے

(۳۸)

سجن تج مکھ عرق بند بند بہت وزر ور دِستا ب
تیرے چہرے کا بوند بوند نظر آتا

او مد جن کو پیئے سو عاشقی میں ہور دستا ب
وہ شراب کوئی اور ہی نظر آتا

کماں بھنواں کے نا ندے ہیں سجن کیا بھید ہے بکھو

دو تن کچ کوندے ہے غیبت کشش بل ور دستا ب
رقیب کچھ

ڈراں تھے بھوں اچا کر چکت نہ دیکھو بھوں ساجن کے
ڈر سے بھوں اٹھا کر چوک کر بھول

کہ مکھ سمدر کی موجاں تھے ابلتا خور دستا ب
سمندر سے

سکت تج جیو دینے ہے ولے مارن قواعد نا
تجھے دل

تری خوبی نچھل بازار میانے سور دستا ب
پاک میں سورج نظر آتا

معانی قطب شہ کس وصر نکہ رمز نہاں پیو کا
کسی طرح پیا

کہ ہے جے سر مجلس کا سو سچلا خور دستا ب
جو صدر سچا

(۳۹)

باغ کے پھولاں سرا سرمست ہیں بن دیک آب
بغیر دیکھے
بات اب باساں سے کرتے ہور پیتے ہیں شراب
اور

اپ عرق بنداں تھے بھرتے ہیں پیالہ دم بدم
اپنے عرق کے بوندوں سے
او پیالہ کن پیوے ہے اس سد امستی کی داب
وہ　کون پیے　میں　دباؤ

تم بہشتی کر نداتا ہے مے خانہ میں تھے
سے
خوش طہورا مے تمی پیو کہ ہے وقت شباب
تم ہی

اس بچن میٹھے تھے جھڑتا ہے نمک بھوتا زسوں
اس کی میٹھی گفتگو سے　بہت
او نمک داں تھے نمک دیو کہ ہوگا سم کباب
سے　ہیں

عرضہ کرنے پھول سب آئے ہیں تج کن ہات کھول
تیرے پاس
نخ ہمارا انا توڑ و ہیں ہم تمن تھے نوریاب
تمہارے سے

۲۸۰

تج میں دیکھیا ہوں سلیماں فر عجائب حسن کا
بجھ
سر و خم کھاتے ہیں تیرے پاؤں پڑنے کوں شتاب

مے فروشاں لاج تھے باندھے ہیں میخانہ کے در
شرم سے
عیسوی دم موسوی فر تھے ہمار اکھول باب
سے

بیہدہ کرتے پرستش چاند ہور خورشید کوں
اور کی
میں کروں سجدہ تجھے توں نور کا ہے آفتاب
تو

مکھ عرق تھے بھر صراحی ساقیا منج بزم میں
سے میری
تا معانی پی کے گاوے ہور بجاوے نینہہ رباب
اور عشق

(۴۰)

جب کھلے امید دروازے دعا ہی مستجاب
کے
اب تو اپ تسبیح ہور قرآن تھے پایا ثواب
اپنی اور سے

غم کی آہاں داٹیاں نیہہ کا پانی چھنک
عشق چھڑکنے سے

داکھ کا ہنگام ہے ساقی پلامے جیوں گلاب
انگور مثل

ہے ٹھنڈی پانی ترا سرچشمۂ آبِ حیات
آب ذقن

حقہ ہے جیوں نوشدارو کا ادھر تیرے خوشاب
مانند ہونٹ

آپ مکھ آئینے تھے مو دل کا کریں سب زنگ دور
اپنے آئینہ رخ سے میرے

بھی کدھیں زنگ اس کوں نا پکڑے تمی دیو آب و تاب
پھر کبھی کو تم ہی

نٹوے سدا کان لیتے ہیں جیوں پون نت نات کا
ناچنے والے مثل ہوا

پاتراں غمزے کتیاں و کھلاوتیاں مو نین خواب
رنڈیاں کرتی ہیں دکھلاتی ہیں میری انکھ ہیں

عاشقاں کوں نہیں ہی حاجت کچ سلح سنجو دسوں
سے لئے ہتیار جوڑنا

۲۹۰

تم نین بھالے ہمن دل پر رہیں حاضر جواب
تمہارے آنکھ کے ہمارے

اب معانی شوق کے موتی چھڑیں تج نیہہ پلو
تیری محبت کا پہلو

جوت اس موتیاں کہ یوں دیسے کہ جیوں سمد پر آب
چمک کے نظر آئے

(۱۴۱)

اے بہشتی حور تج کیا کم نقاب دو وی جگ میں روشنی تو مکھ کے باب
(تجھے — تیرے چہرہ کی بنا پر)

اِس سبب دیوانہ و حیراں ہوا مت پڑیں گے کس اوپر تم آب شاب
(نہ ڈالیں گے کسی پر)

مستحقِ عشق کوں دیو زکات تا اچھے فرداقیامت تم ثواب
(ہو — کو)

باٹ مارے تیر پلکاں کی ہمن کس سیتھے اِی شیوے سکھ کرتے کباب
(سے — سیکھ کر)

نیہہ ترنگ چڑ کر کرے سب کوں شکار میں پھروں پروانہ ہو دیو خطاب
(بار — ہم پر — سے — بنا — عشق کے — چڑھکر)

عاشقاں جلتے ہیں پروانہ نمن کرتے ہیں بے رحمی و منگتے جواب
(کی طرح — مانگتے)

دین و دنیا کھوئے ہیں تج عشق میں بے خبر ہوں لطف سوں سٹ نیہہ گلاب
(تیرے — سے ڈال عشق)

عشق کے پنتھ میں ہماری پند ہے غیر کے باتاں نہ سن ہیں بے حساب
(راہ)

دو نوجوبن ہیں ترے قصر بہشت ۲۰۰ ڈواد ھر تیرے ہیں جیون کوثر آب
(ہونٹ)

یارب اس علوی کوں رکھ علویاں منے آب نیہہ میں رہ پلا کوثر شراب
(میں — شراب عشق)

حلقۂ نہہ کا ہے معانی کان میں
عشق کے
راکھو اپنے حلقہ میں نا کر عتاب
رکھ

(۴۲)

سونے میں دیکھیا کہ پیتا ہوں شراب — عاشقاں کا دل ہوا اِس تھے کباب
دیکھا — سے

جو رکھولے روزہ شیخاں باس تھے — آ بجاوے میرے میخانہ رباب
سے — میں

میرے بت کوں پوجتے سارے بتاں — سبھی رمالاں کہو اس کا جواب
معشوق حسین

شکر و شکر و شکر لاکھاں شکر ہے — میری مجلس کوں ملک نا دیکھیں خواب
نہ — میں بھی

ٹھارتے کیے نیں بوجھو چند سور کوں — ہور کیے دھرتی مکھ اُپر بادل نقاب
ٹھہراتے کیوں نہیں پہچانو چاند سورج کو — اور کیوں زمین کے چہرہ پر کے

چاند سورج تاریاں کوں منج عذر کہو — ایک تل نا ٹھار کے لئے نقاب
ساروں کو میرا — ٹھہر لیو

آسماں کہنے کتھہ مشکل بہوت — گر کہیں گے تو کہیں گے بوتراب
کا راز بہت

تج نین تل میرے دل تل بسے — ۳۱۰ ایک تل انکھ تا اوچا چوتا شراب[۱]
تیری آنکھ کی میں ہر لمحہ — ایک لمحہ اٹھا

[۱] ایک تل انکھ کھول تا پچودے شراب

عاشقاں کے شعر تھے جگ ہگ اُٹھے میری آہ کا آگ ہے جیوں آفتاب

قطب شہ بندہ گناہ گار اَہے
سب کرو یاراں دعا ہو گا ثواب

ردیف ت

(۴۳)

نھنی کے ناز مستی دیکھ کر سر تھے ہوا مست
بہوت نیکا برا گا مدعا کا کام منج دست

نین غمزے سیتی پیاری گلے میں یالے زنجیر
نجانوں کس جنس ہوگا منجے اس ہانس تھی رست

ترے مکھ صفحہ کے خط تھے جتے علماں بسر یا
پڑن ابجد پڑے سب عالماں مکتب میں نشست

کنگی کرنے کوں کھولی کیس شیرینی سوں شیریں
کرے اُس باس تھے میرا دماغ باورا رست

وفا منگنے ہمیں بے عقل شہر حسن میں اب
وفا کا باس نہیں اس شہر میں کیا ہے نہ برست

عاشقاں کے شعر جگ میں جگ جگے اُن او ساساں روشنی ہے آفتاب

درد تیرا ڈراتا ہے یکیلا دیکھ کر مج — کروں جب یاد دکھ کی آہ سوں غم جاو تا پست
(اکیلا مجھکو — سے جاتا)

قطب شہ سب شہاں میں ہے شہنشاہی خدا کا
(شاہوں)
کھڑے ہیں ست انس و جاو و دربار کے بند دست
(اس)

(۴۴)

یون کی شاخ کوں لاگے ہیں پھل جوبن کے مست — ۳۲۰ صبا کا یاد لیجا عرض میری دست بدست
(جوانی — کو لگے — ہوا (جھونکا) لے جا)

او بال پن میں دسیا جوبناں کا ملکا سخت — او تول سیتیں مو دل بھانڈہ کاچ کا شکست
(اس کے بچپن — نظر آیا جوبنوں کونپل — جلد بازی اتاؤلاپن — سے میرا — برتن)

نکو پلا منجے ساقی پیالہ بھر بھر کر — کہ پیتے ہیں ہمیں دایم پیالہ اس کے دست
(نہ — مجھے — ہم — ہاتھ سے)

روا ہے گرچہ سبھی طاق ابرواں کوں نماز — تو طاق ابرواں کوں جن نماز کیتا و جست
(تیرے — جو — کرتا)

دلیل پایا ہوں تو زلف سیتیں آب حیات — اچھے جو زندگی کا نیر تیری زلف میں ست
(سے — تیری — پانی — ہے)

ترے خیال کے مرغاں ہوئے ہیں جگت پنکھی — تماری یاد سوں بے خبری تھے مرغ دل ہو مست
(پرند — تمہاری — کی — سے — ہے — میلا)

ن۱ آہ ۔ ن۲ معانی

نکو کرو پنکھی تم بال و پر سوں مغروری ... کہ بے پنکھاں سیتی تم میں ہوا ہو مست الیت

نہ پرند غرور ... بغیر بال و پر سے

تماری یاد بغیر نیں ہے بزم مور نگیں ... کہ میرے بھاگ لکھیا ہے عیش و ذالت

تمہاری نہیں میری ... حصہ، قسمت لکھا یہ

سدا تو مدح نبیؐ و علیؑ کی کہتا ہے

قطبؔ شہ شعر نزا تو لکھے ہیں و بدست

ن معانی

(۴۵)

میرا رے پیارا سو سرا پیک جو دولت ... میں تو کہ کیا جانو کوں بخت سوں بولت

پیکر ... بولتا ہے

انچل تو بکِیا رن گنا موتی سو تارا ... ۳۳۰ ... نا ییک ویپا موتی ثریا نم جھولت

رنگ ... چمکا

دو جوگ ٹلا موتی کُٹل بیکھرے تارے ... مکھ نور کہہ جوں سور ستاریاں کوں سو رولت

بکھرے ہوئے ... تبسم سورج رولتا ہے

اُبھری ہے نین رنگ خماری کی گلابی ... مد پیک گلے لاگ جوبن کھولک بولت

آنکھ میں ... شراب پیکر لگ کھولکر کہتا

ساقی تو اُبار یک ٹکا مو پہ سراسٹ ... گل گشت چمن پیالا ہتا لیک سو سولت

ہاتھ میں لیکر

دو نین تو رکھے دشٹ نپسٹ میرے خیالوں ... برہے کی کتابوں سوں دلا لیکھ امولت

غیر نظر ... فراق لکھ

سب دن تو متا اچہ معانی کہ نکر غم
رہ

برہے کی شکایت تو کسی دھیر نکھولت
فراق　　　طرح نہ کھول

(۴۶)

مج تیرے لال لب کچے چمن سوں کام دیت
خوش دل مو ہو گا تٹ اُباری کا جام دیت

میرا

تونا توں یاد دل تھے سبھی یا پال تھے دھوت
ووناؤں ورد کرتے سو دو جگ میں نام دیت

تیرا نام　　سے　　دھوتا ہے
اس نام کو　　دیتا

یک چھن سو مج کوں صبر تیرے مکھ بنا تو ناہ
کس دھر کہ کس دھر آکھوں و لاموں نہ رام دیت

لمحہ　مجھے　بغیر نہیں
طرح　　مجھکو

ٹک دیکھ اب تو حسن ملکاؤں تو اسے پیار
اب تیرا حسن دیکھ منگیں مجہ کوں وام دیت

باہر

منگیں کر نگ دل میں سیدا اکھے کر ب خیال
میں دام کس و ضا سو بچھاؤں کو قام دیت　۳۴۰

رکھے　　وضع

کوئی تو محرماں کوں رضا ناہیں چند و صال
عاشق بیچارہ کیا کرے کونا پیام دیت

فہم
کہو

کیا تا ئیں توں غم کرتا معانی انند کر
کس لئے　تو

قلقل پیالہ بھر ندا ہاتف مدام دیت

لہ قطب شہ۔

(۴۷)

مدن مست بدل مست کچن مست پری مست
ہوئی مست پون مست اگن مست پری مست

عشق کا دیوتا ... ناز و انداز ... ہوا

چڑھی مست بہی مست ڈلی مست رہی مست
مکھا مست سدا مست سجھن مست پری مست

چہرہ سمجھتی ہے

کھڑی مست انچل مست ڈھلی مست او دھی مست
گزک مست نقل مست بچی مست پری مست

وہ

پری مست پیون مست سرا مست ہوئی مست
ملی مست کھچی مست رسن مست پری مست

شراب زبان

کھپا مست پھلاں مست کجل مست کھلی مست
لٹاں مست نین مست دیکھن مست پری مست

پھولاں کاجل زلف آنکھ دیکھتی ہے

تلا مست طرا مست دھری مست دھڑی مست
شکر مست چمن مست ہنسن مست پری مست

ٹیکا چومنا ہنسی

چولی مست کھلی مست کمل مست بھنور مست
کنول
قطب مست کری مست بون مست پری مست
جوانی

(۴۸)

مکھنہ تیرا دیکھ کر میں آج مست ۳۵۰ تیرے مکھ کے تئیں ہوا ہوں بت پرست

چہرہ

مکھ عرق میں زور مستی ہے عجب — میری مکھ زردی ہیں رنگ لعل بست
چہرہ کے — چہرہ کی

واکھ وانے انگلیاں کی بوٹ ہیں — رنگ بوٹاں[1] ہیں مئے عناب ہست
انگور کے

زاہد اکیا پند کہے اے بے خبر — رب کی حکمت میں سو کنج حکمت ست

میرے آکھر ہیں لکھے سونا پھرے — خوش لکھے ہیں عشق سطراں رت رت
زرف

جانتے وارو حکیماں درد کا — نیہہ دوا ہوسے نہ ہر گز[2] ان کے دست
عشق کی — ہوسکے — ہاتھ سے

ہر یکس میں مستی ہر یک دھات ہے
ہر ایک — طرح طرح

قطب معنا[3] مست از روز الست

(۴۹)

تمہارے مکھ کے گھر تھے سو نور پایا بہشت — عدن چمن میں تمن مہر کا ہوا ہے کشت
سے — کے تمہارے

پیا کے حسن تھے سورج چھپا ہی مغرب میں — گلے میں طوق سو دکھ چاند کے مرا یہ سرشت
سے — دیکھ

۱؎ بوٹناں ۔ ۲؎ ترکماں ۔ ۳؎ معنی ۔

رقم ہوا ہے مرے خیال میں سچا تو خیال
نہ حک تھے جائے نہ آبِ زلال تھی او نوشت

تو مکھ کے باغ تھے مو آرزو کے پھول کھلے
سو اس نہال کوں پھلاتے باغبان نشست

سو باس تیر تھے اپ دل میں لالہ داغ دیا
پھولاں سو باغ میں تج باج و ستے ہیں سب زشت

نہ کر خیالِ ہمیں پی شراب مست ہو لے
کہ مکھ کے پانی ترے تھی سدا ہیں منشت ہشت

پیا کا حسنِ معانی ہے جگ میں جیوں اوتا
سپند جالوں لگے مت او سے کسی کی دِشت

جلاؤں تا نہ لگے اسکو نظر

(۵۰)

خال ہندو کا بھلا کر مجھ کیا ہی بت پرست
سب خیالاں اپنے سٹ کرتا ہی میرا خیال دست

وو طلسما خال تج در بند ہے منج جیو کا
کس نظر اس حال پڑ پایا کدھیں بند تھے نجت

مادہ قابل دیکھ کرتا اس زمیں کو کھان دار
میرے دل کی کھان تھے گوہر نہ پایا بالعل مست

۱؎ سو اس نہال کوں بلائے باغباں کا نرست ۲؎ قطب شہ ۳؎ جوں ۴؎ او سی مت ۵؎ کدہی۔

جن چرے چار او و دانے کا اچھے معمور سب — دایم لاایام پیالہ عشق کا ہے اُس کے دست

عالماں سب جفر کے تج سبز خط تھے خط لکھیں — جدلاں اُس زلف کے میرے دل او پر نقش بست

علم کا عالم پڑھا یا نہیہ کی آیت منجے — آیت اس پر کار کا پر کاری عن منج دل نشست

کن کمر باندھے نین لہو رنگ انگے یک تل — ۳۷۰ اُجلا پیلا ہو رہیا بیچارہ نرگس سب بست

نین کے میز آب تھی چوتے ہیں منج نیناں تھے بند — وو بُنداں دریا کے موتی ہو لگاتے دست دست

قد الف ساقی توں ہت لے جام منج دل کا — رے نمن قد میرے کون سیدا کریں توں اپنے ہست

باد شاہی مرتبہ پایا ہوں تم درگاہ تھے — یے رقیباں دیکھ کر دکھ تھی کئے اپ جیو پہ خست

اے معانی توں چھپا کر کاہے پیتا ہی شراب

کو تو لاں لکھ رہے باتاں تریاں سب رست

(۵۱)

نظر تج پہ ہے کیا تماشا کا حاجت — نہیں سبز خط آگے چنپا کا حاجت

اختلاف نسخ

۱؎ کا ۲؎ نون ۳؎ یے قطب شہ ۴؎ نہیں سبز خط انگے خضرا کا حاجت

طبیباں کریں منج کوں[1] بالی سوں ارو — کہ بالی[2] ہیں موہن ہے بالا کا حاجت

میری سے

ہمیں بنگل نمنے الجھے ہیں بند ہیں — نہیں ہور ہمنا[3] کوں جالا کا حاجت

ہم کی طرح پھنسے قید — اور ہم کو جال

تمھاری نین تھے کھلے پھول جیوں ہیں — نہیں ہو کو دونا و یالا کا حاجت

آنکھ سے دل — مجھ

مرا دل ہے زربفت کا کارخانہ — نہیں منج کوں بازاروالا کا حاجت

مجھے

تو کتنیاں کتاباں کے جیو میں لکھیا ہوں — معما ہے نین کھول کہنا کا حاجت ۳۸۰

تیری کہانیاں — نہیں

انگوٹھی سلیماں کی تج ہات نیں ہے — سکندر کے درپن اجالا کا حاجت

دل — تیرے ہاتھ میں نہیں — آئینہ

مرا دل کندن حسن کا کھان ہے تو — نہیں ہے سناری تقاضا کا حاجت

کان

ہمن مدعا مدعی نا بوجھے کچ — نکو بحث کر نیں ہے اعدا[4] کا حاجت

ہمارا نہ سمجھے کچھ — نہیں

معانی[5] ترا زرگری کوئی نہ بوجھیں — سمجھیں

کہ اس علم میں نیں ہے دانا کا حاجت

نہیں

---

۱ تس کوں ۲ کہ اس بالی کوں نہیں ہے بالا کا حاجت ۳ ہمناں ۴ غوغا ۵ قطب شہ

(۵۲)

نہ جانوں کیا اُتم ہی رات پایا اُس کا میں صحبت
اچھا
دعائے صبح میرا اب دکھایا ہے اپن قدرت
اپنی

انچل کا ناز کا جب چھانوں پاڑی منج پہ او چنچل
ڈالے مجھ وہ
سبھی بھاگاں ہیں دستا ہے مرے بخت نہہ کا دولت
قسمتوں نظر آتا عشق

بہت دن تھے لگیا ہے پیاس تیرا آس کا منج کول
سے لگا مجھے
پلادو نیر اب ہونٹاں کا ہے او نیر منج جنت
میری وہ پانی

نزاکت حسن تیرے کا نہ آوے جیب سوں کہنے
زباں سے
اے باتاں سن کہ سب پکڑے ہیں تیرے شوق سوں حالت
کے سے

تمارے مکھ کے چھاواں تھے ہمیں روشن ہوے ہیں سب
تمہارے پرچھائیں سے ہم
اے چاواں دیکھ کر دو تن کوں پکڑیا تاب ہور دہشت
لاڑ غیر کو پکڑا اور

دیکھو تم عاقلاں کا عقل کہتے جام کوں چھوڑو
کو

۳۹۰
کہ رگ رگ بھید پاے دیوانگی کا اُن کوں سب علت

چھید دیا ہے
اثر کر گیا ہے
منجھے پائے ہیں ٹھن پن کھوتے اس چاہِ زنخداں کا
بچپن بسر کرتے
کریں کیوں ترک اے مذہب ازل تھے پایہ ہوں ملت
سے پایا یہ

ہمیں ہیں شیعہ کر کرتے خوارج دشمنی سب سوں
ہم سمجھ کر سے
علیؑ ابن ابی طالب ان کوں مارو ہت ضربت
ان کو ہاتھ سے

معانیؔ عاجز و بیچارہ ہو آیا تُمن در کوں
تمہارے
کھولو دروازے لُطفاں کے کرو مو پر نظر رحمت
مجھ

(۵۳)

یک چمک ناز کا دیکھیا ہوں رات جن سُنے دین کا گنوائے بات
میں دیکھا جو

۱؎ قطب شہ۔

سو ہونٹاں کا چھپسی برہ آگ پر — آگ سرناو چائے سب جنّات
اُٹھائے
چھاوں انچل بٹھیاں نین کی پتلیاں — ان نہ چمکا طلسم ہے ہیہات
بیٹھی ہیں آنکھ
برہ کی اگ کھلا سمندر کوں — میں ہما ہوں کھلاؤ منج نابات
فراق — مجھے
قد رعنا و ہور لٹکتا چال — پایہ ڈو وضع تجھے دو جگ لمعات
اور — سے
پایا
زلف سحراں میں طالباں الجھے — باطل السحر نیں ہے اس ابیات
کے جادو — بھنسے — نہیں
نین دریا میں اُبلے ہیں موتی — ۴۰۰ — عشق گدڑی بکاوے ہاتے ہات
آنکھ کی
حسن کے دعوے ہور کی کرتے — اس دئیے ہیں ازل تھے حسن برات
اور کیوں — اسکو — سے

شعر تیرا معانی صدقے نبیؐ
لکھ لیتے ہا ہات گاتے پلات
ہاتھ
پلاتے

(۵۴)

رُخ کئے میخانہ رُخ لے پیالا ہات — ڈگمگی چالاں سوں سب کس کوں بھلات
کی طرف — میں — سے ہر ایک کو بھول جاتے

نقل جنگی کے تھے ہوا پیدا اے نور — چاند سورج جگ میں اس نوراں سہات

(چنگاری — سے — یہ — اسکے نور سے زیب دیتے)

تھا ازل تھے اس ہیں ہور ہمنا ہیں راز — کیوں[1] کہوں نیں ہات ہیں ہی اس کا آت

(سے — اور — ہم — نہیں)

میری آہاں جوت تھے بوجتا دِوا — کیا پکارے تج پکاراں ہوئے صات

(سے — بجھتا — چراغ)

کیا کرے گا نیشکر کا توں مٹھائی — پایا اس اوٹھراں سیتیں شاخ نبات

(تو — ہونٹوں سے)

داکھ کے تھنوادیچے تیرے باغ — عیش و خوشیاں کر سدا دو نو سرات

(انگور — بچے — اُگے)

حسن تیرا لیکھے ہیں قدرت قلم — کیا کم آوے تج مشاطا کا رِجھات

(لکھے — تجھے — رجھانا)

موگرا چنپا جتا خوشبو اچھے — کیں کیے پچاں منیں پیچ ہے رات ۱۰ھ

(جتنا — ہے — بال — میں)

تیر مارے سو[2] معانی پھر نہ آئے

ہے عجب تیر مار کر لیتے پھرات

(پھیر لینا)

---

[1] کیوں کہوں ہے بات میرا اس کے ہات [2] قطب شہ

ردیف ث

(۵۵)

کرے سب شئے اپے اونار احداث
مٹھائی اپ ادھر ولدار احداث

آپ ہی وہ معشوق — اپنے — ہونٹ

اَپس مکھ پھول ایسے رنگ بھرے تھے
کیا ہے جگ میں سب گلزار احداث

اپنے چہرہ سے

ترے دو زلف ہیں جے کفر رنگ کے
کیئے عاشق کے تئیں زنار احداث

جو

سلونی روپ ونتی جیو کی پیاری
ہمن پر لی (لے) کرے ہی پیار احداث

ملیح — خوبصورت

بچن اس کے کریں راویں کے سم کیوں
کہ ہے اس بات میں گلزار احداث

مٹھاس — برابری — اس کی

خداوندی اُسے سہتی دو جگ کی
کیا اپ پیار سوں سنسار احداث

زیب دیتی — اپنے — سے — دنیا

نبی صدقے قطب شہ دل میں کیتا
کے — سے — کرتا
محبت حیدرِ کرار احداث

(۵۶)

اپ چمن سوں لٹکے جو توں مردے سبھی پاوین بعث
اپنے سے چنال تو زندگی

سکے سو پھول تج دشت تھی نانے ہو کر لیاوین بعث
سوکھے پھول تیری نظر سے لاویں

سب عاشقاں تج عشق میں جوں پھول بن تازے اچھیں
تیرے ہو جائیں

۲۰۴

موراں پپیہے کویلاں تج شوق تھے گاوین بعث
تیرے سے

تج نین تھے سُکھ چین سب پائے ہیں آدم ہور ملک
تیری آنکھ سے سکھ اور

امرت بنی سیتی سدا تج ہونٹ برساوین بعث
آب حیات سے تیرے

نابات ہور ابلوج تھے دھرتی ہے میٹھائی بہت
نبات اور مصری سے دنیا میں

تیرے بچن تھے پائے ہیں میٹھائی سب اوین بعث
سے مٹھاس

بھوّاں کماناں تیر پلکاں ساند کر مارے جو توں
کمان ابرو جوڑ تو

ہر تیر سوں نو لاک جیو سو تن میں الجاوین بعث
سے لاکھ الجھ جاویں

جب توں کرے یک دشٹ اپن دونوں جگت سب جی اُٹھے
تو
نجھ نین نرمل روپ سوں تِل تِل کوں دکھلاوین بعث
تیری آنکھ صاف شکل دکھلادیں

صدقے نبیؐ قطبِ زماں، عیسیٰ نمن بولے بچن
مانند
چوندھر تھے جیون کے بدل عالم اُپر چھاوین بعث
چاروں طرف سے زندگی بادل کے اوپر

(۵۷)

سکی چھند کوں ترا ہے ناز باعث
غرض کو
منجے تج عشق کوں ہے راز باعث
مجھے تیرے کو

پیا مِٹھ بول تھے، ہور اُس ادھر تھے
پیا کے میٹھے سے اور اس کے ہونٹ سے
ہمیں ہیں مست، نیں چنگ ساز باعث
ہم نہیں چنگ و ساز کی وجہ سے

نین تیرے کے کیتے دِشت چاڑی
آنکھ کرتے نظر چار آنکھیں
چھپے کیونکر کہ ہے غماز باعث

نظر جیو کوں پیا بھل مکھ سبب جوں
دل بھول کر
پرم مد کوں ہے خوش آواز باعث
محبت کی شراب کو

بچن بولے رنگیلی جیسے موتی
کہ جس موتیاں سوں جیو دم ساز باعث
جن موتیوں سے

کھلے ہیں پھول نیہہ کے مرغ من کوں
عشق دل کو
ہوا ہے اس تھے اسے پرواز باعث
سے یہ

نبی صدقے ملیا قطب زماں سوں

اوپیو جے چھند میں ہے ورساز با عشق

(۵۸)

گنوانے دین کوں ہے نین بتخانہ ہے با عشق
یو زمزم کی ندیاں کیا کم منجے میخانہ ہے با عشق

موآہاں کے پتر پر دوڑتا ہے عشق کا پانی
ہزاروں شکر کرتا ہوں نہ اس پیمانہ ہے با عشق

بچھایا ہوں پلو میں آرزو کا کام دیو مکر
توں نا دیوے تو کن دیوے وصل کا دانہ ہے با عشق

برہ شہراں منے جب تھی سٹیا ہوں بیچ میں نینہ کے
ہریک پھولاں ورق میانے پریت شاہانہ ہے با عشق

نین کی چلبلاٹی میرے دل کے بن منے بچھیا
پڑے بلبل فسانہ کی منج او افسانہ ہے با عشق

نہ ماریں دم ہمیں ہرگز کہ مت دم نکلیگا اس کا
ہمیں کیا کام ماریں دم ہمن جانانہ ہے با عشق

معانی کے پرکھنے پہ ہنساں کیا کام کرتے ہیں
نکو لیا دو گھڑوں موتی مویک دُر دانہ ہے با عشق

(۵۹)

تیری نین کے چوٹاں منج پر کیا حوادث — ساقی دے منج پیالا جاوے چھپا حوادث

انکھ مجھ — مجھے دل سے

پلکاں کے بال بھالاں نا مارو ہیر تن پر — آسان اُساساں تھے دل میرا لیا حوادث

کے بھالے نہ — امیدوں کی آہوں سے

کیا کام آوے منج کوں اے لال داکھ مستی — مو سر منے چڑھیا ہے نیہہ مے پیا حوادث

مجھے یہ انگوری — میرے میں چڑھی عشق کی شراب کی

باتاں کتے ہیں لوگاں دشواری ہور غم کیا — غم ہور محبت اپنے دل پر لیا حوادث

کہتے اور کی — اور

تم ناز حسن سکہ ہے دل اُپر ہمارے — رقیباں رقم نہ بوجھیں ہے اے جیا حوادث

تمہارے کا — یہ

دل دل کی بات کہنے کوئی کھول کہنہ سکسے — کھل کھل کتاباں پڑھتے دل کوں دیا حوادث

نہیں سکتا — کھول کھول کر

او طاق ابرواں دیکھ مے پی معانی نیت

وہ

بے کیف جیونا ہے جگ میں دیا حوادث

جینا

(۶۰)

مرے جیو بادشاہی کا سدا تم ہی اچھو وارث — عریضہ آپ بندی کا اٹک کن دھر سنو وارث

دل کی ہو — اپنے یہ ذرا کان دھر کر

تمہارے عشق کا میں وو دن پن تھی پیا جیو سوں — منجھے سب عاشقاں میں اب بڑا ہے گر گنو وارث

نکو سکے واکن عشق درداں کا کدیں ہرگز — طبیباں سب ہوئے عاجز کہ یک دارو کہو وارث

گنگا اُبلیا ہے میرے نین کے انجھواں کے بنداں تھے — منجھے ڈر کیا ترا دن ہار دریا کا ہے تو وارث ۵۰

تمہارے نور تھی پایا ہوں میں پنھاں عشق کے سب — رقیباں پکڑے ہیں دنبال اس تھی تم رکھو وارث

او در امید کا ہے توں پکڑو و زور یک چت سوں — او در کا حلقہ کن میں پاکے ہیں تیرے اتو وارث

معانی کوں وو انگن کا گرد عنبر تھے ہے خوشبو
منجھے پھولاں کا بو کیا کام آتا ہے جو او وارث

(۶۱)

تو حسن کا جھمک ہے جیوں کی دلیری حارث — تو پگ پکڑ کہیا ہوں، تم ہیں ہمارے وارث

اپنے نین کی کِدنا باتے کمت دکر گل — کھینچیں نہ اپ طرف کیا ان کوں ہوا ہے باعث

مسجد نمن کیا ہوا اُس ابراں کوں سجدہ — میں بندہ ہوں گنہ گار بخشو مرا خباثت

پیو کار منے پکڑے تو زلف دو ر میرا ....
مانند تیرے

دیتے ہیں خوبرویاں سب کے نین میں جلوے
آنکھوں
لکھو خال نقطہ منج پر کرتا اہے حوادث
چہرے کے خال کا مجھ

نیناں کے دھار اوپر خوشیاں سوں ناچتا ہے
آنکھوں سے
کہو اے رقیب کا ہے تم ہو رہے ہیں ماکث
کیوں

بوجھیا اہے معانی راز و رموز پیو کا

ہر کوئی فہم کر کچ ہوتے اپس میں ناحِث ٦٠ ٤
کچھ اپنے آپ

(٦٢)

بچھڑی کے درداں کوں تم ہونٹاں کا منج کوں مے غیاث
فراق تمہارے مجھے

او اثر سر کوں چڑے تو منج کوں ہے او مے غیاث
وہ چڑھے میرے لئے وہ

میرا شد بد سب لے کر کے ہو ر بتاتے ہیں جدا
اور

دل کے آساں ہور اُساساں کا ہوا ہے نئے غیاث
آ ہوں

وصل کا دیوے خبر جن دے کر داپ جیو کا
جو اپنے دل

تو فرشتے آئیں کہہ دیویں منجے پے پے غیاث
دیں

جوش غم پکڑیا ہے دیو و نہ ہے کالنکر تمیں
(عشق، م)
آس کی کشتی ہیں بیٹھا ہوں کر و تم سے غیاث

ہیں پلک اوپر پلک نا مار کھو تا عشق بات
(نہ، کر، کار استہ)
منج کوں اپنا ہیو کہے تو سب نتے او ہے غیاث
(پر، میں، وہ)

(مجھے)
حسن رنگ کا مے پلائے منج کوں ٹھن پن تھے پیا
(سے، مجھے، بچپن)
دین میں کچ نا بوجھوں منج کوں ہے دین مے غیاث
(کچھ، نہ، میرے لئے)

تیری یاداں کا معانی کرتا ہے تسبیح نت
(ہمیشہ)
مصطفےٰ ہور مرتضےٰ تھے ہے تو جی لے لے غیاث
(سے، اور)

(۶۳)

مونین ہور دل میں لگیا ہے مدام بحث
چپ رہ تو عقل کرتی وو دوں کلام بحث
(نوں، میرے، اور، لگی، وہ)
کہہ مطرباں کوں ساقی کہ اب صوت کم کرو
کن رکھ سنو کہ کرتے صراحی و جام بحث
(سے، کان دھر کر)

بوسے کے توں اپتی نہ آئے اے جیو سہم ۔۔۔۔ ٤٧٠ ۔۔۔۔ ہر کن کرے وو بخشا ہے اس کا خام بحث

دل مقابل ۔۔ سے ۔۔ وہ

رستم ہے حسن کا کٹ اپ نہیں فن منے ۔۔۔۔ کیا کام آوے ایسے وقت زال و سام بحث

ہمارے عشق کے میں ۔۔ میں

لازم گناہ کرتے ہیں کوتوال و قاضی سن ۔۔۔۔ یں شرعی ہوں کی کرتے ہیں لوگ عام بحث

سنکر

نازک ہو لہے شیشہ تھے دل اس رکھو سنبال ۔۔۔۔ لاگیا ہے ہم تمن کوں ازل تھے مدام بحث

کو سنبھال ۔۔ سے ۔۔ تم ۔۔ کو ۔۔ سے

لیکھے اصیں معانی کے انگار تج رقوم

لکھے ہیں

کچ ہور یاد آوے تو وہ ہے حرام بحث

کچھ ۔۔ اور

(٦٤)

اُس کے مشکیں خط کا میرے دل اُپر لکھو حدیث ۔۔۔۔ عالماں عاجز ہوئے ہیں ایک تل بولو حدیث

ایک ۔ لمحہ

بات میری کہہ رقیباں دھر لیئے طاقت مرا ۔۔۔۔ تم سلیمان ثانی ہیں کن دھر سنو یک مو حدیث

کان دھر کر ۔۔ میری

تیرے طاقِ ابرواں کا کن میں بایا حلقہ سُن ۔۔۔۔ اب منجے زیبا ہی کہہ بولو پیا یک دو حدیث

کان ۔ ڈالا

عالم اپنے علم کا کرتے ہیں سب لوگاں میں لاف ۔۔۔۔ تو نین کے جام کا مے پیکہ پڑتا او حدیث

تیری آنکھ ۔۔ پینکر

تیرے تل ہیں میرے دل کنٹھال کے موتی صحی — کرتا ہوں تسبیح اس موتیاں کا تم آ کھو خدا بخش

شمع تم مجلس میں قصّا اپ زباں سوں بولیا — رشک آتا ہے منجے کیوں بولتا ہے تو خدا بخش

سب گنہ تیرے معانی دھوگئے اس یاد سوں
نقش کر اپ دل منے توں دو جہاں میں خدا بخش

(۶۵)

جنے پیوے او نین جام اسے جام محبت — زلف پھاندے منے الجیا ہوں منجے دام محبت

بزم میرا سومن یاد تھے روشن رہے جم — جیو کی دوری بند صبا ہوں بھیجنا پیغام محبت

جیو کی آرسی میں کن نہ دیکھیا تمنا کوں — اس کا ناؤں نا لیو و کوئی لینا ہی او نام محبت

عشق کا ملک تری یاد ستی جیتیا ہوں — دستے ہیں میرے انگے رستم ہو کہ سام محبت

تمہارے عشق میں جیوں موسیٰ گگن لگ انبڑیا — اس چھجے پر چڑھیا ہوں بھی منجھے ہی بام محبت

تمہارے حسن کا دیوانہ ہوا ہوں جگ میں — اس تھے جھگڑا کریں مل خاص بھی ہور عام محبت

اے معانی توں پرت شوق کا پایا ہے لذت
تو محبت کے
قند نابات مٹھائی اہے تج کام عبث
تیرے حلق کے لئے

ردیف ج

(٦٦)

طبیباں دیکھ کر مو درد نا بوج — کہ دارو مد دھیتر کا یو نا بوج
میرا نہ پہچان سکے
ملن کا سد دیا بوجک ستارا ۷۹۰ ولیکن فتنہ جیو کا تو نا بوج
وصل کا یاد دلایا بتلانے والا
کون شعلہ تھا کیتا رخ جو مج من — کہ عاشق غیر عاشق کوں جو نا بوج
کیا — میرے دل کی طرح
وہاں تھے باس خوش بار لے آیا — ولے مجہ باس مخفی تو او نا بوج
سے — میری — اسکو
گگن کہتا جو دو تن تجھکوں دیکھیا — ادھر پر چین و انتاں کا مو نا بوج
خراب گن — غیر (رقیب) — ہونٹ نشان میرا
کہتے ہیں تم کہ عاشق دیکھیل مج مست — جنوں تھا دو رہیرن کا سو نا بوج
کہتے دیکھا مجھے

ن۱ طبیباں ناڑ میری دیکھ نا بوج — دیویں دارو جھٹیں مو دریو نا بوج
نارشی

معانیؔ[1] مست تھا او نرگس نس
رات کو
مو باتاں عرض کی نل یک دو نا بوج
میری

(۶۷)

تمہارا مکھ سو کعبہ من دسے مجہ آج — دو جگ کے لوگ سب آویں کہ قبلہ حاجت آج
کے مانند نظر آئے مجھے

تمہارے مکھ کے پنہل جل میں مچہ عجب ترتی — خضر کا چشمہ تمن روزی ہے رکھو سر تاج
صاف پانی مچھلی تیرتی ہے — کہہ کر

ترا او دن سو دیا نور حور جنت کوں — بھوں[2] تیری سوں اعرافیاں کوں دینے داج
نہیں حاصل

تمن دو اثر مکھ ہے نگیں سلیماں کا — طیور و انس و پری پر کرو سدا تم راج
چہرہ

ازل تھے عشق کے پاٹرے کنیں کیے مج بٹ ... — فقیہ و زاہداں میانے منجھے کیے ہیں سراج
تمہارا چہرہ

ہمارا درد تمن دوری تھیں ہے گاڑا سخت — سو درد دوری کا اپ وصل سوں کرو مو علاج
سے — میں مجھے

تمہارے فراق سے — فراق اپنے سے میرا
نبی کا داس معانیؔ[3] ہے عرض خوب سنو
غلام
سکل شہاں نے شاہی کا منج کوں دیو رواج
تمام میں مجھے

---

[1] قطب شہ [2] بھونک [3] قطب شہ۔

(۹۵)

دن ازل تھے جیوتاراں سوں بنیا ہوں خیال تج

روز　سے　دل کے　سے　بنا　تیرا

نقش بندی خیال ہیں مو دل ہوا ہے خال تج

میرے　میں　تیرا

نین پتلیاں یاد کے دریا ہیں غوطے کھاتے ہیں

آنکھ

نیہہ کے طبلاں بجا درپن دکھا ہو گال تج

عشق　آئینہ　مجھکو　تیرے رخسار کا

اُس کے نیناں کی سیاہی میانے ہے آب حیات

آنکھوں　میں

کیا بوجھیں غواص زیبا حسن کا ہے حال تج

پہچانیں　تیرے

عشق کیاں باتاں سمجھنے ہر کسی کوں آوے نا

کی

جانے وو اپ دل ہیں بسلایا ہے پیرت ڈال تج

وہ　اپنے　بٹھایا　محبت　تیری

مکھ تیرا دیکھ کر پایا خوشی دل مو صباح

ایک چھن کر صبر دیکھوں مکھ مصحف خال تج

میرا

لمحہ

تیری باساں تھے ہمارا جیو دایم تازہ ہے
(خوشبو — سے — دل)
ناچ کر ہور بوسہ دیوؤں میں ترنگ کا نال تج
(گھوڑے کے نال جیسا — اور)

شکر کر چھن چھن معانی آپنے پروردگار
(ہر لمحہ)
نیہہ باغاں میں گلابی پھل کھلے ہیں لال تج
(محبت — پھول)

(۶۹)

چندا مکھ پر سکی کن دیکھنے باری تھے بالاں پچ
(چاند جیسے چہرہ سہیلی — سے)
غصے سوں اُس پر کھینچوں کماں ابرو ہلالاں پچ ۵۱۰
(کچھ — سے)

تمارا حسن میرے دو نین میں نقش باندیا ہے
(تمہارا — آنکھوں — باندھ دیا)
جے[1] کوئی دیکھیں تمن کوں کچ ہوویں اُنکے نہالاں پچ
(جو — تم کو — کچھ)

نہ آوے سرو کوں ہرگز کدہیں او ناز کا ڈلنا
(کبھی وہ)
سہاتے ہیں اُنوں کوں ناز ہور چالے وچالاں پچ
(زیب دیتے — اُن کو — اور)

---
[1] جی کوئی دیکھوں۔

جیتتے ہیں سمند، ہور خشکی کوں بھی کیا جیتنے منگتے

اور
تمائل نمنے بائے ہیں گلے میں کنٹھ مالاں کچ
کی طرح ڈالے　مالے

گنوائے غم گیا یں باغ ہیں ویکھیا عجائب کچ
دیکھا　کچھ

پیا کے پاؤں پڑنے تیں ہوئے ہیں پھول ڈالاں کچ
کے لئے　کچھ

دو دل ہور پونگ کے موتی تمن کن میں کرے باتاں
اور　تمہارے کان

اُسی تھے ہو کے نرل ڈلتے ہیں خوباں کے گالاں کچ
سے　صاف

معانی عشق کے تاراں سوں بنتا ہے سراسر سب
سے

سراسر کن نہ بن سکیں اُنوں کے ہیں خیالاں کچ
کسی سے سکیں ان

(۷۰)

رقیباں ناز دکھلاتے دکھو رنج　　توں اپ سائیں سوں اچہ اُن تھے نکو رنج
دیکھو　　اپنے　کے ساتھ رہ　سے　نہ رنجیدہ ہو

تمارے ناز جھلکاراں کا نیں تاب　　کہ عاجز ہوں منج اوپر نا کرو رنج
نہیں　　مجھ پر

اے قطب شہ

پیا منج خاص خیلاں میں گنے ہیں — کہ ہے منج شب نویساں تھے بہو رنج
مجھے — مجھے — بہت

خدا اپ صنع تھے دیتا ہے تم ناز — پرستش نا کرے اُس دل رہو رنج ۵۲۰
اپنی صنعت سے — کو — نہ — کے — ہیں رہیو

منگے عاشق جو او پھول حسن سُنگنے — کہ اپنے جیو کتاباں پر لکھو رنج
چاہیے — اس — کو سونگھنے — دل کی

ازل تھے حسن کا دل کارخانہ — کہ اُس کے تار پوداں کا سہو رنج
سے

معانی[1] کوں تمن غمزیاں تھے نہیں ہوش
کو — تمہارے — سے — نہیں ہے

نچھل صوفی بندا ہے نا رکھو رنج
اٹل — بندہ — نہ

(۷۱)

او چشمہ حیات کوں نا لا خدا توں رنج — اُس دہن تھے عاشقاں کوں ملیا ہی پرت کا گنج
اس — نہ دے — تو — عورت — سے — کو ملا — محبت

مو درد کا علاج کرن توں حکیم ہے — مو آہ درد دیکھ حکیماں کدہیں نہ رنج
میرے — کرنے کے لئے تو — میری — کبھی

یوسف کا ہور قصہ زلیخا کا جگ بھریا — ہم تم کوں دیکھ کاٹ لئے ہات جوں ترنج
میں مشہور ہوا — اور — مانند

ہوبیں اُپر بھنواں کا انکس کا ہے راکھتی — نیناں کے شہر میانے بندے ہیں منجے سینج
میرے سر پر — کیوں — آنکھوں — میں باندھنے مجھے

---

[1] قطب شہ

تو ناز کی سوں جانو نا کس کا بھلاں کیے دل
تیری سے بھولے
پیشانی ٹیکا لائے ہیں بیند و رچیا پنج
اچھے رنگ والا

مو سر منے چڑیا ہے خماری او یار کا
میرے میں چڑھا
اس یاد سیتی پیالے پلا ساقی چار و پنج

تو نین قصہ حسن کے معانی ہوا ہے ست
تیری آنکھ کا کی ہیں اس
۵۳۰
اب نینہ کی ترازو میں کھکر نوں اسکوں سنج
عشق تو تول

(۷۶)

مج جیو منے ازل تھے ہی جاناں کا احتیاج
میرے دل میں سے
غم کے جنگل منے اہے رضواں کا احتیاج
میں

پیرت کا ناز راز تمن کو عیاں اہے
عشق تم
روشن ضمیر کوں نہیں داناں کا احتیاج
کو

تم لعل او دھر تھے پائے ہیں یاقو رنگ سر
تمہارے ہونٹ سے اچھا رنگ
سو رنگ بھرے کوں نہیں اہی پاناں کا احتیاج
ہے پان

تو نین وشٹ تھے نہیں ہے صبر کوں قرار
تیری آنکھ کی نظر سے
تج کفر زلف تھے نہیں ایماں کا احتیاج
تیری کافر سے

مو خاک کوں تمہاری محبت سیتیں گھڑے
میری سے
ہم تم میں اس تھی نہیں اہے پیماں کا احتیاج
وجہ سے نہیں ہے

مو نین میانے بیس کے بھی کے نہ آوتے
میری آنکھ میں بیٹھ کر بھی کیوں نہیں آتے
مجلس ہماری کوں نہیں درباں کا احتیاج
کو

ملہ قطب بشنم

ہونٹاں کے نیر پی کے معانی دیسے خضر
(پانی) (نظر آتا ہے)
دربار تیرے کوں اہے شاہاں کا احتیاج
(کو)

(۷۴۳)

سکی آج پیسا لا انند کا پلا منج
(خوشی) (مجھے)
دیا قوت اودھراں کی مستی دلا منج
(اور) (جیسے ہونٹوں) (مجھے)

محل دستے ہیں نور کے ات صفا سوں
(نظر آتے) (بہت)
سکی لیا سجن کوں منا کر بلا منج
(لے آ) (کو) (میرے پاس)

گگن سے طبق موتیاں سوں بھری ہو
(سے) (موتیوں سے)
پیا آرتی تائیں پیو کوں ہلا منج
(کی پوجا کے لئے پیا)

ترے نیہہ بن جیونا منج نہ بھاوے
(عشق کے بغیر جینا) (مجھے نہ پسند آئے)
مسیحا نمن آپ دم سوں جلا منج ۵۴۰
(کی طرح اپنے) (سے) (مجھے)

ادھر تیرے بن منج نہ بھاویں عقیقاں
(ہونٹ) (بغیر مجھے) (پسند آئیں)
بدن تیرے بن نیں ہے نیکا طلا منج
(بغیر نہیں) (اچھا سونا)

ترے حسن بن ہور منج نین میں کد
(کے بغیر اور میری آنکھ) (کوئی)
نہ آوے کہ ہے اس سیتیں ابتلا منج
(سے)

نبی صدقے قطبا علی مہر سیتے
(سے)
بندھا دل کہیں نیں اُن بن ولا منج
(نہیں ان کی بغیر محبت)

(۷۴)

دنیا کے کارخانہ کا نہیں زر یا امولک کچھ
سُنے کتے تار جب جانگے نکل کر تب رہسے وچ

سو دھن میں کونپلیاں پنچے سو لیو کونپلیاں ہت
تو اس تھے مدعا پاکر دسے گا عاشقاں میں کچ

ترے قد سدرہ و طوبیٰ نمن سیجلا اسماتا جو
لگے تو رس بھر میوے رنگیلی تجکوں او دو کچ

سِنے کے باغ میں تیرے بہشتی میوے چنتا ہوں
کہ تازے میوے کے انگے سو کے سو میوے ہی سب بچ

امید باغ میں تج کوں لگے ہیں تازہ میوے
شکر کر میوے کھا کر توں و کھ اپنے جیو تھے او لچ

بنگی شاخاں اُپر مالی رکھے آرا غصے سیتے
رکھے گا سیدھی شاخاں پر اگر آرا تو ہو گا لچ

سمومی باد اب ہمنا ڈراتا کیا ہے گرمی سوں
۵۵. ہمارے باغ کوں نہہ باؤ لگتا، باؤ تیرا ہچ

(۷۵)

برہ منج جاجتا ہے سائیں تم باج
مرے مندر تم آدیو وصل کوں راج

جو عاشق سائیں کارن جی چھپاوے
اُسے نیں عاشقاں کے صف منے لاج

باتاں عشق کیاں منج یوں وو مگر نہ پوچھو ۰۷۰ غم کی پیا ہی دھویا یک چھن منے صبا صبح
کی مجھ سے کہکر میں

دو دل سیتی تمن سوں جن کوئی کیتے پیرت جیو کے نین سوں ہرگز نا دیکھے دلکشا صبح
سے تم سے کرتے محبت دل آنکھ سے

میرا خمار توڑ و اپ حسن کی نگہ سوں جیوں مے پرست کرتے پیالے سیتی دوا صبح
اپنے سے جس طرح سے

تسلیم کر معانی او طاق ابرواں کوں
اس
...... گدا کا حاجت بر آیا ہے کو اصبح

(۷۸)

ترے ہونٹاں کے رتن تھے سنیا ہوں بات صحیح عالماں اس کوں نہ مانیں تو دسیں سب میں قبیح
سے سنا نظر آتیں

دل کے باتاں بوجھے معشوق پیرت کے حق میں کہ نجانوں نہیں کہتے ہیں منجھے کھول صریح
پہچانے کی محبت مجھ سے

تمہارے حسن تھے دستا ہے ہمن مکھ پر نور تو ہمن علم کو کہتے اہیں سب لوگ فصیح
سے نظر آتا ہمارا ہیں

سینہ چھیلے گیا ہے باو اُساساں تھے پیا ہونٹاں کا پھونے ملم لاو کہ تا ہوئے ملیح
آہوں سے مرہم

زندگی نیر اُپر میل نہ کر سوں ہرگز مے تمن ہونٹ کا ہووے جو ہمن جیو کا مسیح
آب حیات تمہارے ہمارے دل

دل کے سینے میں بھریا تیری محبت کا مے — اوخماری چڑی منج سر میں صحیح ہو یہ صحیح

تو کنک دشٹ تھے ہوا ہے معانی سنا

نہیں حاجت ہی نبی چودہ کون کرنا تشریح

(۷۹)

نین تمہارے کرے ہیں ہمن سوں باتاں صریح — خدا کا شکر کہ سب کوں کیا ہے مات صریح

لوچن کے بھالے چھپے ہیں تو عاشقاں دل میں — اساس آہ کی باتاں تھے دیسے رات صریح

لوچن اُپر بندے ہیں تم خماری کا پردہ — عشق کا آب نوا باندھی ہے دھات صریح

ہوا ہے نقش مرے دل میں جیوں تمن صورت — خطا ختن میں نہ لکھیں تمہارا گات صریح

تمہارا خیال لوچن نیر میں ترے مجھ ہو — کہ سبھی ..... میں تو منجھے دکھات صریح

بہوت ہیں رمز کی باتاں پیا او سائیں میں — دو تن غرض کیا تیری ذات ہی کجات صریح

معانی تج کوں محمد غلامی ہے شاہی

توں غم نہ کر کہ مناجات میں نجات صریح

جنے ثابت قدم ہے عشق میانے — دھرے گا پیم اُس کے سیس پر تاج
(جو — میں — محبت — سر)

جنے کامل کیا ہے پیم اپنا — غنی ہے دو جگت میں نیں وہ محتاج
(جس نے — عشق — نہیں ہے)

پرت کوں جان عاشق جو اہے فرد — توں یوں بوجے تو تج دکھلائے منہاج
(محبت — سمجھکر — ہے — تو اگر — بوجھے — تجھے)

پرت تج کوں کرے گر تیر باراں — توں اپنا سینہ کر اُس تائیں آماج
(محبت — تجھے — کی بارش — تو — کے لئے — آماجگاہ)

نبی صدقے قطب شہ دو جگت میں
علی کا مہر تج سر دُرة التاج
(تیرے)

ردیف ح

(۷۶)

اگر تو دین میں ہے ٹیلا لاونے کوں مباح — پیشانی ٹیلا لگا دیو تا کہ پاوُوں نجاح
(تیرے — ٹیکا — لگانے — جائز — ٹیکا — نجات)

لوچن کی پتلیاں کے بتخانہ کوں کیا سجدہ — فقیر و ناتواں ہوں میں کروں اسی الحاح
(آنکھ)

کھولے جو کیس کنگھی کرنے کوں دسے ظلمات — ۵۶۰ جو سر تھے بائے پھر اکھو تیہ مکھ دسے اصباح
(بال — کے لئے تو نظر آئے — پھر سے — چہرہ چمکے)

تمہارے ہونٹاں کا یک بوسہ نوش دارو ہے
کہ پھر تھے ہوؤں جو ان اُس تھے بالا و قوت راح
(ہے)　　(پھر سے)

بھوواں کماں نین تیر تھے کنن نہ چھوٹیا
ہدف ہو بیٹھے ہیں مار و نہ مار و تم ہے صلاح
(کمان ابرو چشم سے کوئی بھی)

تمہارے ہجر دریا میانے بایا نہیہ کشتی
ہلیا ہے ذوق کا بار انہ جانے کن ملاح
(کے　میں ڈالا عشق کی　طوفان نہ معلوم کون)

پیا کے مکھ میں دسے جوت خضر و موسیٰ کا
کہ اس کی یاد کوں تو ں ذکر مسا و صباح
(نظر آئے　کو تو)

ہمن سیتی نہ کرو ہٹ میا کرو ساقی
خیال بزم میں یک دو پلاؤ منج اقداح
(ہم سے　کے)

معانی بھید یا اس یاد نور تو دل میں
(محبت)

اُسی تھے دستا ہے روں روں ترا کہ جیوں مصباح
(تیرے　وجہ سے نظر آتا ہے رواں رواں)

(۷۷)

ساقی پلا پیالا منج کوں ہوا ہوا صبح
دو تن کی چاڑی ڈر تھے منگتا ہوں میں دعا صبح
(خواہش　غیر رقیب　چغلی سے)

سائیں کا راز مستی تج پر چیڑ یاد عاکر
شکرانے کا دو رکعت کرتا ہوں میں ہوا صبح
(تجھے　کی تجھ)

مجلس ہوا معطر اس زلف عنبریں تھے
کیوں یک دو پیالے نا پیوں تتا ہے صفا صبح
(سے　نہ نظر آتا)

(۸۰)

تمہاری یاد میں نس گئی پلاؤ ساقی صبوح — او یک قطرہ لہو تا میں توڑیا توبہ نصوح
رات — وہ ایک

رتن ہونٹاں کا پلاؤ تمیں منجے جلاب — کہ سر تھے ہووں جو اُس تھی پاواں فتوح
تم مجھے عرق — پھر سے — سے

تمہارے پاس بھیجیا ہوں خیال کا حاجت ۵۹۰ سنے جو یک چھن او عرضہ ہوے منجکوں فتوح
بھیجا — ایک لمحہ وہ

تمہارا حسن دکھیا جب ہوا ہوں جیوں جمشید — تمہارے ذکر تھے پایا ہوں عمر میں جیوں نوح
نظر آیا — مانند — سے — مانند

معانی کوں نہیں ہے ڈر اندھاری راتاں کا

کہ رات اون دسے اُسکوں پیا کا مکھ جیوں یوح
نظر آئے

(۸۱)

تمن کوں آمین اچھو ساقیا دعائے قدح — کہ مطرباں کرو مجلس نوا برائے قدح
تم قبول ہو — نئی

خبر لے آو تمیں میرے تیں پرت جاسوس — کہ میرے سر میں رہیا ہے اچھو ہوائے قدح
تم پاس عشق کے — رہا اب تک

اُسے نہیں ہے سورج چاند پیالے کی پروا — تمہارے ہونٹ اچھینگے جسے بجائے قدح
کے — ہوں گے جس کے لئے

شراب جا نہ صرا تھے چڑھے نہ مستی منج | ہوا ہے نین کے لعل تھے ابتدائے قدح

مجھے سے | آنکھ سے

ہماری مستی نہیں تیرے پیالے تھے ساقی | دو ناؤں سیتی پلاتا ہو ویں فدائے قدح

وہیں

سے

ہوا ہے مست معانی صراے بحبر تھے

سے

کہ پیو کے نین کے دستے اہیں لوئے قدح

آنکھ نظر آتے

(۸۲)

تو مکھ کی تازگی ہور باس تھے سمن مجروح | کئے ہیں ہیرے پچھوڑ تھے کانٹے تن مجروح

تیرے اور خوشبو سے | ؟

تھڈی کے خم تھے پلاؤ ہمیں کوں لعل مد | ہمارے ہونٹ ہو تم کو بے چومن مجروح ۶۰۰

چاہ ذقن سے ہم کو | نہ چومنے سے

ہوا ہے جہاخیالاں تھے شیشہ مو دل کا | نہ دیکھوں نرور سوں مست ہو بینگے نگن مجروح

میرے ؟ سے | قدم

مو تن کو کیئے ہیں جیو بیل زلف کی پھاں نسے | انجھو تھے پا کتہ کر مالی کا وطن مجروح

میرے گئے | آنسو سے

ہمارے سائیں کو ظاہر ہیں دل میں کی باتاں | دو تن کی بات کہوں تو ہوئے دہن مجروح

رقیب

کمال ہجر تھے چھوڑے اہے محبت تیر | ہزار شکر کروں بھی نہوئے بچن مجروح

کا سے | پھر بھی

معانی کوں نہیں ڈر غم کی موج طوفاں تھے
سے
پیا کا لطف نہ کرسے کدھیں ہمن مجروح
نہ کر سکے کبھی ہم کو

(۸۳)

ہونٹاں کے بوسہ تھے پایا جیا روح
سے دل
ہونٹاں کے نا دمیانے ہے دوا روح
مانند درمیان

نگین نمنے اودھر کوں چین پکڑے
کے مانند ہونٹ نشان
نچانے چین میں او چین کا بہا روح
اس نشان قیمت

شکل بن آرسیاں جگ کیا ہوئیں صاف
آئینہ کی
دیکھو مکھ آرسی دیسے صفا روح
چہرہ آئینہ میں نظر آئے

پیا کا شغل مستی کس نہیں سر
جھکے سر میں نہیں
اُنوں تھے ہے بگانہ آشنا روح
اُن سے بیگانہ

نین پتلیاں ہوئے ہیں بھوت آنانی
آنکھ کی بہت
حسن پانی کے پیالے میں دکھا روح ۶۱۰

ہو ادر پن سکندر تم تھے روشن
آئینہ سے کا
کروں کیوں جام جم پریں فدا روح

معانی دل بھرے تو حسن کا گنج
کے تیرے
کرے نت خوشیاں سیتی نوا روح
سے نیا

ردیف خ

(۸۴)

پڑوں بلبل کے نمن حسن کا قصا سب شاخ	جن نہ سمجھے یے قصا سینہ ہی اس کا سنگلاخ
پڑھوں طرح قصہ شاخوں پر	جو یہ قصہ
بات وو تن کی تمن کان منیں ہے محرم	آس ہوا ہے تمن آرز و تھے تو گستاخ
غیر تمہارے میں	سے تب
جب کنگھی بلجے تمن کیس منتے ناداں سوں	عاشق او نیش کنگھی دیکھ کا ہوتا سوراخ
پھنسے تمہارے بال میں ناوانی	وہ
مصطفےٰ اٹھانوں ازل تھی دیئے ہیں حیدر کوں	جنے شک لیا وو پکے جیوں کہ تنور طباخ
کی جگہ سے	جو لائے جس طرح
نار کے نور کا پیالا دے منجھے ساقی توں	بھکنا اغیار کا دیکھ پکڑیا ہی ہو دل نفاخ
تو	میرا
حال تمنے دسوں میں عاشقاں ہیں تھے پیا	بات چوگان لیو و نہہ کا میداں ہے فراخ
کے مانند نظر آوں	لیو عشق

سے

پیو کے درداں تھے معانی اچھے کیوں دور کہو

سے رہے

اس کی یاداں سینتی جنتا اہے عشرت کا کاخ

سے جیتا ہے

(۸۵)

چندنی مکھ کے اپر مکری کا ڈلتا گستاخ	جب رکھے کان اپر تو دسے ہمنا گستاخ
چاندنی	نظر آئے ہمکو

۶۲۰

باس پھولاں کا تمن کیس منیں ہے محرم
تمہارے بال میں
کنگھی اپ شوخی سوں تم کیس میں رہنا گستاخ
اپنی سے تمہارے بال

پوچھنا عاشق و معشوق کی باتاں مشکل
پہچاننا
یے معما ہیں دوتن بات کوں سننا گستاخ
یہ رقیب کی

تم ادھر تھے پائے ہیں پانی سرنگ لعلی کا
تمہارے ہونٹ سے خوش رنگ لالی
وو ادھر باج ادھر ہور رہے چُمنا گستاخ
وہ ہونٹ بغیر اور دوسرے چومنا

حسن باغاں تیں کھلے پھول بہوت رنگ سوں
سے
تمہاری باس تھی جی پھول ہے سُنگنا گستاخ
سونگھنا

مرگ کا نافہ تمن یاد تھے ہوا خوشبو
ہرن تمہاری سے
نافہ میانے تھے دوجا نافہ کوں چھننا گستاخ
سے
میں سے دوسرے کو گستاخی ہے

تمہاری یاد تھے ہوا ہے معانی مجنوں
سے
مجنوں انگے ہے پیرت کہنے کو کہنا گستاخ
کے سامنے محبت

(۸۶)

غیر جب لیوے تمن نام ہووے میرا دہن تلخ
تمہارا
شکر و شہد پلاویں تو نجاوے وو سخن تلخ
وہ

بھالے پلکاں کے تمہارے ایں جراح قلم جیوں
بیں قلم بال ہوا ہوں کرو مو پہ نین تلخ

دل لہو رنگ تھے یاقوت رنگیلے ہو ہیں سب
کے سے
جن کنگر جوت نہ پاوے ایں اُس کے سوچن تلخ
مجھ
چمک ہیں

پھول کلیاں کیئے مجلس خوشی سوں مل چمناں میں ۶۳۰ دسے باغ ہیل کوں باگ پھول میٹھا ایک سمن تلخ

عاشقاں کیئے ہیں منج کوں ہدیہ پیت پیر میں بن تمن تیرا ہے منج کوں وجا تیر و دیکھن تلخ

تیرے سنگھار کے موتیاں تھی پڑیا جگ میں اُجالا دِسیں اُس جوت کے انگے تارے ہور رین تلخ

چاکھیا شیرینی معانی تمہارے مکھ مٹھائی کا
تو ادھر تھے جو وے مٹھائی نہوے کد بھی بچن تلخ

(۸۷)

نیناں کی شوخی میں دیکھیا ہوں آج تو تلخ پلکاں کے بچن سوں نہ کرو میرا ہیا تلخ

ہم درد کا گانا ہے تمن بزم منے راگ پیو نیہہ کے کھوٹے بنا ہے میرا جیا تلخ

تم ہونٹ مٹھائی تھے ندی بہتی ہے منج ہونٹ اپ نیہہ مٹھائی تھے مٹھی منج پہ کیا تلخ

پیرت کا پیالا پلائے منج کوں ازل تھے ساقی چھپاؤ میرے انگے شیشہ سرا تلخ

شہ کر گنے ہیں عشق کے شہراں منے منج کوں صندل رکھو سر پر نکرو کد بھی ہیا تلخ

عاجز ہوا اِس فن منے سب ساحراں کا سحر
(ہیں)

دو تن گندناں تھے ہوا ہے سب ہی فالتلخ
(رقیب کی — تھے)

جم عیش سوں کر راج سکل جگ میں معانی
(ہمیشہ — سے — سب دنیا)

کیتا ہے ترے دشمناں کا کام خدا تلخ ۱۴۰
(کرتا)

ردیف د

(۸۸)

سہیلی نہ کر توں ہمن سیتے دند
(تو ہم سے دشمنی)

کہیں بوجھے ہوں تیرے سب چھند بند
(سمجھتا)

منتر پڑتی ہے دوتی پیو دشٹ پر
(غیر پیا کی نظر)

کہ زیبا دسے اس نین اپنے چھند
(دکھائی دیتے ہیں اسکے آنکھ کو)

سکی چال لے نا کر مو پیاری سیتی
(چال نہ میری سے)

کہ سلتا ہے منج سینہ میں تیرا دند
(کھٹکتا میرے)

پیا کوں سچا نیہہ بھاتا اہے
(عشق پسند ہے)

دو تن اس کنے نیں پیو انگے ارجمند
(رقیب اس وجہ سے نہیں کے پاس)

نہیں دیکھے ہیں کس چمن میں کدھیں
(کسی کبھی)

سجن قد ایسا سرو کوئی بلند
(کی طرح)

محبت پیالہ پریاں لے کھڑیاں
(کا کر کھڑی ہیں)

دسے یوں انن ہت میں جیوں سور چند
(نظر آئے ان کے ہاتھ جسطرح سورج اور چاند)

محمد غلامی تھے قطب زماں
کی
سکیاں گل میں پایا ہے اپ نیہہ کا پھند
کے گلے ڈالا اپنی محبت

(۸۹)

پیاری بھنواں ہیں تیریاں جوں کہ چند — اُستے دیکھنے میں ہیں عشاق بند
تیری چاند

توں سولہ سنگاراں کوں جب پن آئے — تجے دیکھ کر پائے عیشاں انند
تو پہن کو تجھے

ہوئے عاشقاں بے خبر دیکھ تج — تجے کون سکلائے اے مست چھند ۶۵۰
تجھکو تجھے سکھلائے یہ

بہوت بھید سیتی تو فتناں سو آئے — نظر نا لگے تیوں کر داں سپند
بہت سے جمع فتنہ سے اسلئے کو

سُہاتی ہے مہتاب کی رات چھب — کر اس نور کی پتلی سوں مل انند
زیب دیتی سے ملکر

پیا گھر میں دن دن صفت عید ہے — کہ عیداں ہویاں اُن تھے سب ارجمند
ہوئیں سے

نبی کی غلامی میں ہے قطب شاہ

صفت اس کیے ہے ناؤں کی پیاروں کھنڈ
نام

(۹۰)

ہمن سوں یک ہو غم کرتا ہے فریاد — کرو ہم دو نوکوں اس غم تھے آزاد
ہم سے — کو سے

سٹیا امید کے تخماں زمیں میں — میرے سب تخم کوں تم کرنا آباد
ڈالا

کہ ہے منج روح تم باساں سوں زندہ — کرو بادِ صبا سوں منج کوں ٹک شاد
میری تمہاری خوشبو سے — سے مجھے

لہو رنگ کا بسنت لیاوو کہ کھیلیں — ہمیں اس کھیل عاجز ہیں توں استاد
لاؤ — ہم میں اور تو ہے

خیال اس حسن کا منج جیوں سوں پکیا — پکیاپن آگ سوں تم دیو ٹک داد
کے میرے دل سے لگا — بغیر سے ذرا

نہ بوجھے آدمی اس نار کا ناز — لکھن وو ناد نا آوے کس اوراد ۶۶۰
لکھنا اسکی طرح نہ

کتے ہیں گو مراں سوں حسن دستا — وو خط و خال کرتا منج دل آباد
کہتے کہ سے نظر آتا — وہ میرا

ہنر ہور لے ہنر ظاہر ہمارا — محبت کا قبا پیتا ہوں میں شاد
اور

پیا کی یاد سوں پیتا ہوں میں مے — ہمارا حال کیا جانیں گے سکھ زاد
ہیں

اساساں آس سیتی کرتے ہیں بات — ہمارا آس بر لیا قد شمشاد
آہاں امید سے — برلا

معانی بے خبر باتاں توں کہتا
ولیکن رکھ خدایا توں اپ امداد

(۹۱)

موعمل بنیاد نا جانوں کہ کیوں کیتا ہے بنیاد
مرتضیٰ کا با نظر بنیاد تب نا ہوئے فریاد

رنگ میرا کس رنگاں تھے نا پکڑے رنگیا ٹک
سب رنگاں تھے دھو گیا ہو یا علی منجکوں کیے آزاد

مستی کی باتاں کہو یارات کی باتاں کہوں اب
دونوں قصہ کھول کہتا چوک بخشو تم ہیں استاد

اے ہمامیرے خیالاں کی ہوا میں اڑتا ہے توں
گھر کہاں ہے تیرا دکھلا تا کروں میں گھر کوں آباد

جیقہ کی باو اتھے بجتیاں ہیں نفیریاں صد ہزار
اس نفیریاں میں کریگا کن نفیری منجکوں یاد ۶۷۰

لکھ رکھے ہیں سب ہی ابجد میں الف بے کی کتیباں
تم پڑھاؤ موکوں ابجد تا دسوں ہیں سب ارشاد

صح کرے ہیں سبھی استاداں اس ابجد کی کتیباں
جن بوجھے وو علم سب علماں تھی ہوویگا ان آباد

بے نقط اعراب سوں کرتا ہے تعلیماں منجھے ان
ہیں اگر چو کوں گا سیں تم نہ پکڑو ہم پہ ایراد

اے معانی سب کیے بولا دہر میں شکر کی نمکین

بات تیری پھول نمنے اس نمک شکر خدا داد
کے مانند ہیں

(۹۲)

سکی کے ہات کنگھی کیس دیکھ کرتا ہے فریاد | اٹھیا فریاد از حد دیو لوٹ کہماں کوں تم داد
نین تپلیاں چنچل چابک سواراں جیو کے منج | جناور ہیں ہمیں تیر ہمارا توں ہے صیاد
سکی تج ناک کی پھلڑی کہ ہے یاقوت کا دانہ | کہ سب دانے بسر کر میں ادو دانے تھے آباد
لٹیرے یار گاں کا تج نین تپلیاں میں ہلجیا | بلج رہ کر ہوا ہو میں تو اس کاماں میں استاد
الف ہور میم و عین ہن جگ منے ہور کچھ نجانوں پیچ | کہ میں موں خاک تج رہ کا کرو موخاک آباد
اپن شیرینی سوں شیریں کیے سب کام شیریں | کہ میں لڑتا ہوں غم پہاڑاں سوں جو لڑتا ہے فرہاد ۶۸۰
بسر کر قبلہ میں تم طاق کوں کرتا نماز اں | ندیوں داد میرا کس کروں میں داد و فریاد
کمینے گھانس پر توں چھانوں مٹ اپنے کرم سوں | کہ جیو لٹتا ہے چھانوں اپ گھانس پچ دو قد شمشاد

دنیا کی دھرپ آنچاں تھی معانی توں نڈر ہول

دکھاں کی آنچ تھے تج کوں خدا کیتا ہے آزاد

(۹۳)

جنے رکھے قدم اب کام بھی نکو فریاد
جو کوئی قدم رکھے کج باٹ میں سو اُن افتاد

تمہارے کام میں مو کام کا نفیر بجیا
پڑیا ہے کن میں وو آواز سب داڑ آباد

تیری کمر کوں سرائے ہیں باد تھے نازک
او باد گانٹھ کیے عقل تھی کدیں نکشاد

گنوایا دین تمن بت پرستی میں اپنا
او پوجنا تھا یقیں اس تھی میں ہوا آباد

گدا ترا ہوں کروں ہیں گدائی کس در کن
سوال کرنے دو دینے تھے میں ہوا آزاد

سوال کرنہ تم اپنا کدھیں نکو چھوڑو
ترا نصیب ازل تھی لکھیا ہے یوں استاد

کہیں معانی کوں نخواد عاقلاں سارے

۹۱۰

ہجے یسرا ہیں ابجد کے کرتے سر تھے یاد

(۹۴)

کہو کس نور تھے یاراں ہوا ایسے نور پدید ۔۔۔ میں پچھانوں تمھیں پوچھو کہ کون ہے یے عید

سے ۔ یہ ۔ پہچانو ۔ یہ

اب تو تج دیکھتے سُد بُد تو مرا کھوئے گیا ۔۔۔ کس کی مجلس کوں معطر کرے ہوئے کس کی رشید

تجھے

اُس چومن تھی مو چومن دور خدایا نہ کریں ۔۔۔ کہ حیات آب و لب ہے مرادل اُس پہ کشید

کے چومنے سے میرا چومنا ۔ اور

ہے بڑائی جو ہمن شمع پہ تم نور پڑے ۔۔۔ پوچھو خورشید کوں کس تھی تجھی یے نور رسید

تمہارا ۔ سے ۔ یہ ۔ پہنچا

نیند بھانے سوہن جب تم ہی اپنے مو نچے ۔۔۔ ساحران کا سبھی سحر اُسی لحظہ درید

آنکھ بند کی ۔ پھٹ گیا

کیمیا دشٹ و دم عیسیٰ ہور بھاگ میں فتح ۔۔۔ ایسے دُر دانہ کے ہی ہات میں میرا سو کلید

نظر ۔ اور قسمت

کہو یاراں کہ معانی ہوا دیوانہ سو اُس

ہوئے انجان سو یو جانوں کدھیں اپ نشنید

نہ سنا

(۹۵)

ہوت وَن تھی میں منگتے دا کھ لعلے ساقی یکہ درد ۔۔۔ چکا کر اپ نین تے لعل مد میخانہ کوں پر درد

بہت ۔ سے ۔ انگور ۔ اپنی آنکھ سے

تمن ویسا موتی کن جوہری پایا نہ ہو رہا ہے　غوطے کھا کر ہو ویں حیراں غواص انیں کن مرد

نین دل کا ہے جھگڑا کن کہے و صر کیتا ہوت مشکل　اگر آکہوں تو ان کہے جیو میائے اٹھے کا گرد

یون کے حسن پر ہو سوار دیکھیں آرسی ہت کی　عجائب منج منی میں کھیلتے اپ حسن سیتی نرد

تمن کوں چنچلاں کن سکھلایا کہ بوچھیا پیو کوں　سکھایا ہے حکیم او منج جنے تصویراں کا گرد

علم سو گیان تھے کرتا ہوں تو میں مرد اری عالم میں　انداز اکیا ہے رستم کا کہ کہوے سب میں ہوں فرد

اگر منج پر اچھے دایم پیا کا فیض یک چھن میں　ہنالا نہہ کے پنجاب و کرونگا دکھ کے پھوں لاسرد

جے کوئی اپ حسن کا کرتے ہیں جگ میں آ دعوی سوں　دسیں تج مکھ کے مہتاب آنگے انکے مکھ کے دیو زرد

رقیباں اپنے تار پود میانے جلتے غم سیتی　خدایا انکے بستر کوں نکر ہرگز کدھیں گسترد

ادھر کے پھول چنا مشں ہے واتاں کے چٹے سوں　وو چٹانا دجن نا فہے اس کے دل اچھو سو درد

طناباں منے کا ہے تاب دیتے زلف کوں کھنچنا
ازل تھے نہہ تمہاری میں معانی کوں خدا پرورد

(۹۶)

جنوں کے دل میں او صورت ہی انکو ہے آنند
دیا ہے روشنی تحقیق حسن اُسی تھے بلند

عشق کا جزدہو اچھند بند سیتی تمام
ای جزد کوں نکرد ہور جز سیتی پیوند ۱۰

بنی مو تن کا تمن نور تھے ہوا روشن
کہ تل تل اسکوں نہ کترو انن تھی خرسند

جی کوئی کہ عید کے دن پیو کے پگ پہ راکھے ہاتھ
ہر روز ہر مہ ہر سال اس نہیں مانند

زاہد کی باتاں مکر کیاں ہیں مے پلا ساقی
کہ ایک دو پیالے پیکر ہو سو آز نہہ کا سمند

شراب فائدہ نیں کر کہتے ہیں لوگاں سب
مجھے ای بس کہ کیا ہے خلاصی عقل کمند

جو عالماں غم رکھیں مدرسے تھے بہار قدم
سو آکے سکھتے ہیں میخانہ پیر کن سب پند

قلم کے نمنے جنے ہے تمہارے فرماں میں
پلاؤ جاؤ سوں شربت او سے محبت قند

معانی کوں نکو دیو یاراں خاص و عام شراب
سو اس کے نہہ کا مدپی ہوا ہے دولت مند

(۹۷)

تم کی ادھر کے چھومی سیتیں باندہیا ہے گلہ قند ۔ یک چھن ہنسی تھے نیشکر اب کیتا بند بند

ہونٹ ۔ سے ۔ باندھا ۔ کرتا

گر منگتہ ہے کہ لہو کے دریا میں نہ تیرے توں ۔ خوباں کے کسی میانے وفا ہے کہ دل نہ بند

منگتا ۔ سے

طوبیٰ کا پھل نہ آوے ادھر پھل کے سم کدھیں ۔ ۲۰۔ اے بات میں حدیث سیتیں کہتا ہوں بلند

ہونٹ ۔ مقابل کبھی ۔ سے

گر غصہ کرتے ہیں تمیں گر ناز کرتے تم ۔ اس کے ہمیں بندے ہیں جسے دل کرے پسند

پکڑیا ہے جوش شوق کا دریا کہاں ہے فوج ۔ تل تل اتاروں ترڑی نواروں گا ہور سپنہ

اور

سائیں کی سیوہ فرض ہوا ہے معانی تج

سیوا ۔ تجھے

او فرض کوں ادا کر ہیں ہور نت کریں انند

وہ ۔ اور

ردیف ذ

(۹۸)

پیا کا روپ نرمل ہے سدا میرے نین تعویذ

چہرہ صاف ۔ آنکھ کا

پیارے کا پرت پیاری کے بھن پن تھے من تعویذ

محبت ۔ بچپن ۔ سے ۔ دل کا

سجن کے ہونٹ امرت کا لذت یک پن چاکے تھے

کے آبحیات ون چکھنے سے

سو دو لذت کوں اجنوں لک کیا ہے منج رسن تعوید

وہ کو ابتک میری زبان

پیا انگے کے قلم سوں خوش نویسی کر لے منگتے ہیں

بیبی ناخون سے کرلئے مانگتے

ضرورت ہے سکی پیو ہست ہیں دینا اپ جوبن تعوید

سے پیا کے ہاتھ اپنے کا

سکی منج لب پہ دستی سو نشانی بوجھتی ہے کیا

میرے نظر آتی پہچانتی

دسے میرے ادھر کوں پیار سوں پیو کی رسن تعوید

نظر آئے ہونٹ زبان

عجب تاثیر ہے تج ناؤں میں پیاری جو سن لے ہیں

تیرے نام سنے

سکیاں بھل جا کے لکھ لکھ لیکے کرتیاں ہیں اپن تعوید

بھول اپنا

مرے بازو کوں جب لالن پکڑتے پانچوں انگلیاں سوں

سے

سو انگلیاں ہیں سکیاں منج بازو کے کندن رتن تعوید

میرے

پیا کا نیہہ لگیا ورزور منج کھو بند گویاں کوں

عشق مجھے ۳۰

کہ کچ پر چیت ناہوسے ہمن پر اپ تمن تعوید

کچھ موثر نہ ہوسکے ہم تمہارا کو

پیا جس دن نہیں لگتے گلے منج سوں تو دکھ ہے منج

مجھ سے مجھے

گلے لگنا پیا کا ہے سو میرا دکھ بھنجن تعوید

توڑنیوالا

نہ جانوں کیسکوں اپ نیہہ پھند میں سنپڑانے منگتے ہیں

کو اپنے عشق کے پھندے پھانسنا چاہتے

سنی ہوں میں کہ لکھتے ہیں اپس ہاتوں سجن تعوید

اپنے ہاتھوں سے

منگی تعوید پیو کن وصل کا نیہہ تے دیوانی ہو

مانگی کے پاس عشق سے ہوکر

ہووے میری دیوانی جب دیئے منج کوں للن تعوید

مجھے لالن

سجن یک دن بسر کر منج ملاماں لے کے لکھ بھیجے

بھول کر مجھے

سو اس کاغذ کوں جیو نمنے جتن کر کے ہون تعوید

کو دل کی طرح احتیاط ہونے

بسا تو برس لگ قطب زماں اس جگ میں جینے تیں

تک جینے کیلئے

ازل دن تھے دیئے لکھ کر دیا تھے پنجتن تعوید

سے کرم سے

---

(۹۹)

میں اُس بت ہندی کے رکھیا ہوں لکھ بچن تعویذ

رکھا لکھکر باتیں

وو منج تھے دور نا ہوئے تیوں کیا بج پر بندن تعویذ

وہ مجھ سے نہ بازو بندھن

دعا ہور منتراں سیتی وو چنچل منج کوں سنپڑے کر

اور سے وہ شوخ مجھ کو ہاتھ آئے

بندیا ہوں اُس کے دو زلفاں سیتی میں جیو کمن تعویذ

باندھا سے دل کو کمند

پرت ور زور دھن ور زور ہور ور زور نازا سکا

عشق عورت اور

بہوت پر چیت کا ہونا منجے نصرت کرن تعویذ

بہت اثر مجھے کرنے کیلئے

عشق کے بھار میں جانے کوں منج دل کوں نہیں کچ ڈر

بار بوجھ مجھ کو کچھ

کیا ہوں اُس کی پیرت کوں میں آپس کا سو من تعویذ

عشق اپنے لئے دل کا

پرت کے قول دیتی ہے ولے منج کوں پتیارا نیں

عشق مجھ نہیں بھروسہ

پتیارا تو ہووے منج کوں جو دیوے منج چمن تعویذ

بھروسہ مجھے مجھ چومنے

وبردا بیت کٹرا بیت ہور چالاک اچپل ہے
اور شوخ

نظر میں کس نہ آوے تیوں رکھے ہے دو جوبن تعویذ
کسی کی اسلئے کو بناکر

محمدؐ ہور علیؑ کا ناؤں لے کر قطب شہ جینتیا
اور نام جیتا ہے

سو چنچل کے دو جوبن گرانس اوپر کیے بھی تن تعویذ
شوخ تنکر

(۱۰۰)

سکی دیتی ادھر کا جام اخناذ
ہونٹ

لذت دکھلاتی ہے منج کام اخناذ
میرے حلق میں

مرا دل تھا بہت ہشیار اول

کیتی ہے مست منج ہر کام اخناذ
کرتی مجھے

ہوا ہوں مست میں اُس ناؤں تھے جم
اس کے نام سے

منجھے دیتا اہے او نام اخناذ
مجھے وہ

ہزاراں شیخ کوں آت شوخی سیتے
زیادہ سے

کئے بے ہوش تج بادام اخناذ
تیرے (آنکھ)

کرے ہے عاشقاں کوں مست بے سُد

سکی کا کام صبح و شام اخناذ

سکل عشاق کوں متوال کرنے
سب

دیتے تج ناز ہور لٹ لام اخناذ
تیرے اور زلف

قطب مدن نہیں گمتا ہی یک چھن
شراب کے بغیر گذرتا لمحہ
دیا ہے منج علی کا نام احناذ
مجھے

(۱۰۱)

سکی دل جگ میں تج فرمان انفاذ ۔ سبھیں خوباں میں ہی تج شان انفاذ
کی دنیا تیرا سب تیری
ادھر تیرے جو ہیں قدرت کے یاقوت ۔ اُن کے حکم تل سب کھان انفاذ
ان کے تحت کان
ترے بوسے تھے ہے جیواں کوں راحت ۔ ترے لب تھے اہے درمان انفاذ
ہونٹ سے دلوں کو سے
نیلم ٹیلک ترا تل حجر الاسود ۔ ترا مکھ کعبہ ہے ایمان انفاذ
چہرہ
عجب معجزا ہے تیرے بچن میں ۔ کہ ہے تیرے بچن دل کان انفاذ
خوش آوازاں جتے اس جگ منے ہیں ۔ اُن پر ہے ترا الحان انفاذ
جتنے میں ان
نبی صدقے علی کا داس قطبا
کے سے غلام ہے
تو اس فرمان ہے سب ٹھان انفاذ
کا جگہ

(۱۰۲)

سُندر کے اَدھر ہیں شکر تھے اَلذ — ترے بوسے نابات تر تھے اَلذ
ہونٹ سے — نبات سے

چَندر تو اہے جوت میانے لذیذ — ولے مکھ سکی کا چندر تھے اَلذ
چاند — (چہرے) چاند سے

دکھاتی سکی جھگد کاں نین میں — ترا بی (اپے) ہنر سب ہنر تھے اَلذ
آنکھ — سے

گھنگروالے تیرے لٹاں کے کھباں — ۶۰ — دِسیں نیر پر کی لہر تھے اَلذ
بالوں — دکھائی دیں پانی لہروں سے

کمل پھول پر تو بھنور ہے لذیذ — ولے مکھ پہ تج تِل بھنور تھے اَلذ
کنول — چہرہ تل کا بھنورا سے

ترے مکھ برن سم سو کنچن نہ آئے — ترے کیس ہیں مشک تر تھے اَلذ
رنگ مقابل سونا — بال سے

خضر نیر تو جن پیوے سو جیوے — ولے تج اَدھر ہیں امر تھے اَلذ
تیرا آبِ خضر جو پیئے جیئے — تیرے ہونٹ امر سے

گہر کوں تو ہے رنگ ہور جوت لے — ولے تج دسن ہیں گہر تھے اَلذ
اور کئی — دانت سے

ترے دو کچاں پر سجن نکھ کی لکھ — سہاتی بچتر چیتر تھے اَلذ
پستان خاوند کے ناخونکی لکیر — عجیب تصویر سے

سو رنگاں میں لے لذتاں ہیں ولے — تری دِشٹ ہے مد اثر تھے اَلذ
اچھی رنگ کی شراب کئی — نظر شرابے سے

خبر تو ترے وصل کا ہے لذیذ تجے دیکھنے ہے خبر تھے الذ

تجھے دیکھنا سے

نبی صدقے تج نیہہ شہر میں ہے قطب

کے سے تیرے عشق کے

نہیں کوئی شہر اُس شہر تھے الذ

سے

(۱۰۳)

سکی تج ادھر تھے پلا منج نبیذ چمن کے نُقل سوں پلا منج نبیذ

تیرے ہونٹ سے مجھے چومنے (بوسہ) سے مجھے

جیا کوں دیا ہے صفا نیہہ شراب دیا دل کوں کوثر جلا منج نبیذ

روح کو عشق کی کی میری

مرے نین جوں سور پُر نور کر دِلا کوں دلا کر کھلا منج نبیذ

آنکھ کو مثل خورشید دل کو میرے

تری نین تھے منج چڑیا ہے اثر دیا تج تِلا کی کلا منج نبیذ

آنکھ سے مجھے چڑھا تیری تِل مجھے

جوبن کی صراحی قطب ہت میں دے

کے ہاتھ

بشارت دیا قلقلا منج نبیذ

---

(۱۰۴)

دو جگ منے منج کوں اہے کرتار معاذ — بندا ہوں اُسی کا وہی ہر ٹھار معاذ

میں مجھے ہے خالق — جگہ

اُمت ہوں محمدؐ کا کروں شکر خدا — تو ہے منجے جم احمد مختار معاذ

مجھے ہمیشہ

پایا ہوں ملک کوٹ اُنن پیار تھی ہیں — منج کوں ہے سدا حیدرِ کرار معاذ

اُن کے سے — مجھے

پنجتن کا منجے داس کیا پیا تھے حق — پنجتن ہیں ازل تھے منجے ہر بار معاذ

مجھے غلام سے — سے میرے لئے

اللہ محمدؐ علیؑ ہور بارہ امام

اور

یو سب اہیں قطبا کے سو آپار معاذ

یہ ہیں اُوپر

(۱۰۵)

رقم دیکھو اپس پر جب پیا کا نیہہ بچن کاغذ — گلابی رنگ سوں نازک ہوی جوبن کے سُمن کاغذ

اگر لکھا رکھو اپنے پاس عشق کی بات کا — سے پھول

تھوڑی پر چوی تو نیں ہے پرت کے راز نیناں کے — وو حرفاں ہیں جو دستے ہیں اُسی سیب ذقن کاغذ

نہیں محبت آنکھوں — وہ نظر آتے ہیں

بڑائی منج ہی بس ہے پرت کے نیہہ بازاں میں — پیا لیکر رکھے اپنے نین اوپر ہمن کاغذ

مجھے محبت عشق بازوں — آنکھ پر ہمارا

نین پتلی لکھن ہار سیاہی کاجل انکھیاں لے
اچھر تج حسن کے اس کوں سفیدی سو نین کاغذ

توں حسن کاغذ اپر کرتا ہے نقطا دلنوازی کا
جھمکتا ہے او سب کاغذاں میں تجو رتن کاغذ

لکھنے تا صنع کا کاتب خدا کے وصف مصحف کوں
سو اس تیں لیکے آیا ہے بہت رنگ کے چمن کاغذ

نبی کا مدح لیکھیا ہے قطب شہ جیو کلک سیتی
تو اس خوش مدح کوں سہتا ہے جم سورج برن کاغذ

(۱۰۶)

شہد و شکر نبات تھے ہے تج ادھر لذیذ
لاگے تو قد سرو کوں سو جوبن ثمر لذیذ

امرت چشمہ تھڈی ہے ناسک چمپا کلی
تو بینی آئے نیں ہے الک کے بھونر لذیذ

سنگ باس چنپی کا رہی مکھ موڑ الک بھونر
پایا نہیں بھونر مگر اس کا اثر لذیذ

پنکھی نجانے بات سو اس باس چنپی کا
اس چنپی باس راس پچھانے بشر لذیذ

مکھ کے کنول پہ چھائے ہیں چھند کے بھونر
۷۹۰ متوال ہو کے جھلتے ہیں وو بے خبر لذیذ

کاوڑ بھواں ہی پتلیاں سنپاسے ماسد
پیڑھی
ہے ناگ چوٹی ناگ سہے ناگ سر لذیذ

گھمتے ہیں بھونری سور سوسراں کی سراں پکڑ
گھومتے
مکھ دیکھ کرتے ہیں سور سر بسر لذیذ
سورج
آفتاب نج

دانتے تلان منتر کہ اگھٹ مار گار ڑے
شکل
دنت چھند اَدھر پہ ہی سو منتر کی اچھر لذیذ
دانت ہونٹ حروف

صدقے نبی کے رات دنا بھوت انند سوں
رات دن بہت آرام سے
امرت ادھر پلاتے قطب کوں سندر لذیذ
آب حیات ہونٹ سے کو

(۱۰۷)

یک دو پیالی پیار سوں منج ہات تھے لے یار خذ
ہاتھ سے
لے

اپنے اَدَھر امرت میں منج لب نقل کے ٹھار خذ
سے میرے
ہونٹ کے آبحیات میرے کے

تج سات مدل پینے کوں بھودن تھی دھرتا ہوں ہوس
تیرے ساتھ شراب ملکر کو بہت سے
اپ نیہہ مد پیالے کے تیں منج ہات تھے یک بار خذ
اپنی محبت کی شراب کے پیالے کو میرے ہاتھ سے

تج سنگ میں جب شوق سوں لاگوں گلے اے چھند بھرے
سے لگوں
فریبی
کچ سک نکو منج لب سیتی توں بوسے دو تین چار خذ
کچھ سکھ نہ چاہیے میرے سے تو تین

ہنج من اتالا ہے اَدِک اے نارنج سنگرام کا
میرا دل جلدباز زیادہ عورت تیری وصل

لٹ پٹ ہوا ات پیم سوں تج بانہہ کے گلہار خُد
بہت محبت سے میری بازو گلے کا ہار

عشاق اپن من ہیش کش لیاتے ہیں تج زلف تیں
اپنے دل لاتے کے لئے

ٹک دیک کر خاطر میں لیا اپ زلف سوں آیا رُخُد
ذرا دیکھ لا اپنی سے

بہو دن تجھے نیں سنیا بچن تیرے ادھر امرت تھے ہیں
بہت سے نہیں سنا بات ہونٹ آبحیات سے

۸۰۰

عشاق کتے تیں اے پری اپ لب تھی کہہ گفتار خُد
اپنے سے کو

تج عشق کا میں برہمن ہو کر سو آیا تج کنے
تیرے تیرے پاس

اجھوں کتے ہیں کے مُجے منج زلف تھے زنار خُد
آج تک کہتے کیوں مجھے میری سے

سنگار تج سینے کا ہے اپ سینے تیں توں نا چھپا
تیرے اپنے کو تو

منج نِل گیرے ہار کوں اے چنچلی دلدار خُد
میرے

صدقے نبی کے آج دن ہے عیش ہور عشرت اُدِک
کے اور زیادہ

قطبا پنی سوں کر رلیاں ہور خطای چوسار خُد
کے ساتھ عیش اور

(۱۰۸)

سکی تج زلف ہے جیواں کے آخذ
تیری دلوں
دسن تیرے اہیں رتناں کے آخذ
دانت ہیں موتیوں

تری نیناں تھے پیچے ہیں نظر سب
آنکھوں سے نکلے
ترے نازاں ہیں سب ستھراں کے آخذ

سہے تج سیس پر انچل سہیلی
زیب دیتا ہے تیرے سر
سہے سب عاشق دڑاں کے آخذ
زیب دے درباں ؟

تری پتلیاں بھلائیاں ہیں جگت کو
بھلائی دنیا کو
نین دو مست ہیں مستاں کے آخذ
آنکھیں

نکھاں تیرے ہیں تج جوبن کے مشتاق
ناخن تیرے
ادھر میرے ترے بوسیاں کے آخذ
ہونٹ بوسوں

علی ناؤں سو کیا یو غزل قطب
کے ناموں کہا یہ
علی ناؤں ہیں سب کاماں کے آخذ
کے نام

(۱۰۹)

خدا تج حسن کوں دیتا ہے تعذیذ ۸۱۰
ہمن من کوں او سوں کیتا ہی تعذیذ
ہمارے دل کو اس سے کرتا

نہیں آتے سنگاراں تج نظر تل
تیرے
تیری تلے
تجے اپ حسن کا بھاتا ہے تعذیذ
تجھے اپنے

کیا مکھ نور چسارا منج نین کا
رخ میری آنکھ
وہی منج نین کوں سہتا ہے تعذیذ
میری آنکھ کو زیب دیتا

ردیف ر

(۱۱۰)

خیال سوں سورج پکڑنے کوں ہیں اس ہے پیکر
مچھلی کے نمنے چمکتا اہے مو دنشٹ کے گھر
مانند میری نظر

شوق کا جالا سٹیا ہوں سو سمند عشق میں پھر
ڈالا سمندر
آس بندصیا ہوں وو جانیں تھی کیا ہوئے مظہر
اس سے ظاہر

سر چڑھا نہہ کی مستی متی کج چیڑائی
عشق
ان پیکا د اسکے اپر پڑ کہ دموں ہیں صر صر
پڑ کر دم کروں

عشق کا کچھ سٹے ہیں بھید سوں منج راہ منے
مگر کچھ سے میری میں
پنتھ یو بوجھو میرے پنتھ کا سواہی توں داور
راہ

ہر دن یک ناز کا منج پیرتے ہیں دل میں مرے
کہو کس ناز سیتی باندھوں مو جیو اے سرور
سے میرا دل

چمنے چمناں تو نزاکت تھے جھڑیں پھول ورق
تخم
چمن چمن
باور شکاں تھی انوں سب کوں کیا ہے ابتر
سے ان

تو طلب کا کرے تسبیح معانی دن رات
سے
تیری
مرتضیٰ نور تھے یارب کریں مو گھر انور
کے سے میرا

(۱۱۱)

خدا جیو کی جاں کوں دکھا ئیک بار ۴۲۰ دُکھاں عرضہ کر غم کروں خوار و زار
دل کو ایک اپنے دکھ

سمند ناز کا گرد سُرمہ کرو کہ انکھیاں دَ چکھتے سو ہووے قرار

اُساس آس کا باٹ باندھیا ہیں سب نزاکت چپل چلبلی نین نار
آنکھ

کہ جیوں ذرہ یک پُف سیتی بند ہوں اگر پُف کریں سب ہیں ہووں گا خوار
آہ مثل سے

کرے کن وَ لیل وو لائل سوں عشق دلیلاں ہیں الجے ہیں عالم ہزار
کون سے گرفتار

جھلک نین شمشیر تھے توں نہ ڈر نمک چاک کر ھم ہوئے اختیار
آنکھ کی تلوار سے تو چک

کرے پھوں کا تل تل میں بیلد ہمن وو تل باج بھئیں ہور تل موا وھار
اُس کے بغیر اور میرا سہارا لمحہ ہم کو

کرے نالہ تج نار زلفاں تھے جن وو مجلس تھے کرنا ہے اس کوں بہار
سے جو اس سے کو باہر

معانی کا دھاگا بندھی زلف سوں
سے

اُسی تھے دیئے مصطفیٰ وو انار
سے وہ

(۱۱۴)

صورتاں سب مرے نیناں تھے کئے ہیں باہر
جیوں مجنوں ہوا سر تے ہی تمہارا ذاکر

باندیا احرام کہ تیرا کروں گا جیوں سو طواف ۸۲۰
لعل رنگ انجھو ہمن کوں نہیں ہونا ناصر

نین پیچاں منے الجھے ہیں مرغ سب جنگلی
خانگی مرغ نہ الجھے تو کرو اس قاصر

اپ پیشانی پہ دھریا داغ غلامی کا ترا
کھرا کھوٹا نہ گنو اس کوں کرو تم وافر

دو انچل ناز ہیں جب ہات چڑھیگا پیر
او انچل پر ہے منجے ہیں اڑوں گا جیوں طائر

عیسیٰ دم پھونک کے مرے کوں کری زندہ و لے
تو نزیک آنے ہیں مرے ہوتے ہیں سب ظاہر

تیری یاداں سیتی کد آہ نہ ماروں ہرگز
آہ ماروں تو کہیں نہہ منے نہیں ہی صابر

میں کتاباں تو علم کیا پڑیا ہوں بہوت و لے
گال خط مشکیں جتا پڑتا نہ ہوتا آخر

کردیے ناز معانی کے جیا میں میرا
کد نجا سے او رقم بیٹھیا ہے اس کے خاطر

(۱۱۳)

کھلیاں ہیں کلیاں یوں مستی سیتی جیوں تو بہار   ہے پیالا ساقی ہوا ہو سر تھے ہیں بے اختیار

کھلی   سے   مثل

دیدار پر جب دید ہووے ہے غنیمت وو گھڑی   سب گھڑیاں کوں نا پوچھوں ہے وو گھڑی منجکوں شمار

پھر سے   مجھے شمار میں

کیس تھی ظلمات نیچے مکھ کے پانی تھے حیات   ۴۰   یک ڈوبنداں تھی کرو تم کام میرا خوشگوار

وہ   وہ   بال سے   سے نکلے   بوندوں سے

میرے جیو کا دھاگا اُس کے موتی سیتی باندھے میں کھینچ   دن ازل تھی کہتے ہیں قسمت مجھے یہ روزگار

دل   سے   سے   کرتے

دو نین کی چلبلائی کھیل ہر یک وضع سوں   کس سوں دل باندھوں کہو دو نو تھے ہو میں بے قرار

آنکھ   سے   سے   سے

میرے دل کا بھید نہ سکیں سمجنے مدعی   عاقلاں ہیں دستے ہیں اس تھی اون سب شرمسار

سکیں   نظر آتے ہیں اس وجہ سے وہ

تیری یاداں سوں معانی پیتا ہے پیالا مدام

یاد میں

آپنے پیاراں سیتیں توڑو تمیں اُس کا خمار

سے   تم ہی

(۱۱۴)

تیری طلعت تھی نہوئے کم جو کرے منج پر نظر   ذرّے سب تیرے سو مکھ نور تھی ہوتے ہیں قمر

سے   مجھ   سے

راز بھو سال کا میرا کئے انجھو ظاہر — کیا گنہ انجھواں کا بن دریا اُبلیا دِگر
(انسو، طوفان — آنسوؤں، آنکھوں کا، اُبلا)

موتی انجھواں کے رکھیں کان میں صاحب خیال — صبر کر راز ترا لکھتے اُنو دھر سر سر
(آنسوؤں)

تا بو جھیں بھید ہمن جا سو سان کا مورکھ کِد — کچ نہ بوجھ جھوٹے کوں پکڑیا پیٹ سیتی وو دَر
(نہ پہچانے، ہمارا، نادان کبھی — کچھ نہ سمجھکر، دغا، وہ)

کیوں پڑیا گرد چمن کا ترے امن پہ پیا — ڈھلیں وو گرد کی خاطر انجھواں تن آنکھی بہر
(پڑی — اس، آنسو آنکھ سے باہر)

پھول سم ہونے کوں نتر سکے ہیں کانٹے سب — باطل السحر نہ جانوں نہ تو پڑتا سنتر ۸۵۰
(کے مقابل، سیکھے)

قد ترا دیکھ پگلتا ہے گلا قند کا سب — کیا اندازہ کہ تیرے سم آوے بیچارہ شکر
(مقابل)

کلکِ قدرت تھے لکھے حسن ترا اول تھے — کس قلم سوں نہ سکے کوئی لکھیں تیرا چتر
(سے — تصویر)

یاد تیری تھے ہوا نام و نشاں مو ظاہر — عاشقاں حسن کا گنوائے ہیں سبھی آپ خبر
(سے، میرا)

عشق کے پنتھ منے الجھے ہے مائی منگل — عاقلاں دیکھ انوں کوں تو ہوے ہیں سب ابتر
(راہ میں پھنستا — اُن کو)

درد میرے کوں طبیباں کا دوا حاجت نئیں — منجے پیو یاد کی مد تھے چڑیا ہے سر کوں اثر
(نہیں، کو — شراب ہے چڑھا)

اب معانی کوں نہیں ڈر دند ہور دشمن کا
(اور)

پڑتا ہوں جیو سیتی نادِ علیؑ کا مظہر
(دل سے)

(۱۱۵)

لوچن دکھائے جیو دلم خانہ خانہ کر — عشق تو مج تنم زن و مستی بہانہ کر
آنکھ / میرا دل / تیرا عشق میرے
ابی و صنعہا کہ کل جو کیا تازہ اے صنم — او غمزہ تازہ تازہ ترا عار فسانہ کر
یہ / وہ
جے و شت عشوہ کا کہ زنیار وان کرے — او ل و ل گسستہ میرا یکانہ کر
جو / نظر سے
لے چابکت ابر شت اے ناز کے سوار ۸۶۰ — منج سینہ میانے اسپ ترا تازیانہ کر
باہر / میرے / میں
بیدار ہیم تمن سوں ہماری کہانی ہے — او چشم ساحرانہ ترا ٹونہ ٹانہ کر
وہ
پیوستہ باد یا تو معانی عروس عیش
قلقل کی صوت بجتی ہے مجلس شہانہ کر

(۱۱۶)

کا فر سلاح سجکے سرا پیک آیا بہار — صاحبقراں اپ تو مرے جیک آیا بہار
سجکے شراب / باہر / بجا کے / باہر
جیقہ سو حو ہراں کا وضا سیس پر رکھا — سو جیقہ لاکھ مجنوں گندا یک آیا بہار
سر / گرز ہا / باہر
عاشق ہنے ناتواں نہ کرے باد بے وفا — مجنوں بسار کرلنے سار یک آیا بہار
بھول وہ ساری باہر

دُکھ دیتا ہے وفائی ان کا تو عادت ہے
عادت ببر کہ مست سُرا پیک آیا بہار

اس کانٹے کے جفا سوں صحافی یک رہیا
آخر سو خار سات تو پھل نیک آیا بہار

(۱۱۷)

دیپے جو گاہ سور گہے ڈولے کیا ہے ڈر
مکھ سور حور نور سدا دیپے میرے گھر

تُج مکھ جھلک کی ساج تے ترپن چند اسور
ٹک مکھ دکھاویں لاج چھپیں نا نوین تیرے ہر

قدسی لکھے ہیں دل میں تمن نور کے برن
جھلکا دکھاؤ تل میں حیرت جیقہ موج پر

تج انگ باس من منے پھل ہو کھلے سوہن
سو باس نا سمن منے نا مشک و نا عنبر

حوراں طبق سو نور کے لیایاں ہیں چاؤ سوں
۸۷۰ آرت ستارے سور چندا کرنے تج اوپر

عاشق کہتے ہیں باغ کو بہلانے جائیں دل
کیا بوجھے پھول زاغ مگر بوجھے تو بھنور

گھنگرو و گھنٹ مست جھنک سازکر چلے
سونا دُننک مست منتی جائیں ہار ڈر

ہنسن سکیاں سو گھنٹ ٹنت گر ٹرا اُٹھیاں باور گیند تنت پچھانیاں سو سر بسر
ہنسنے والی گھنٹہ ٹنکر اٹھیں اصلیت پہچانی

قطبیا تو دکھ بسار بحق علیؑ ولی
بھول جا
لے ہات کھڑگ مار کر خارجی حشر
ہاتھ میں تلوار

(۱۱۸)

تمہارے مکھ کی تجلی تھے پایا نور تمہاری چھاؤں تھے چندا ہم ہوا سنپور
چہرہ سے سے چاند پورا

تمن پرت کری پیچاں پڑے ہیں اب دل میں ملائکان مقرب سُسند بہشتی حور
تمہاری محبت

میا کی دشٹ سوں یک دن لٹک عدن میائے مرباں جلاؤ اُدھر کے زلال تھے بھرپور
محبت نظر سے ناز سے آ میں مردوں کو ہونٹ سے

نچھل جل آرسی تج مکھ میں قوت روح دسے ہمن حیات سو جاگا کیا باذن غفور
صاف پانی آئینہ تیرے نظر آئے ہماری

خدا کے پیار تھے پایا ہوں میرے من کی مراد اسد اللہ کی کھڑگ تھے ہمارے دند چور
سے دل تلوار سے دشمن

تمن خیال متے میں نہ بوجوں مُسلہ چک ۸۸۰ پڑیگی عاشقاں میں مسلہا حل کروں مشہور

تمہارے میں

بچن معانی ہیں گوہر کے دل جو اول تھے
سے
سجن نظر کی کرن تھے سدا دپے جیوں سور
کی سے چمکے مثل سورج

(۱۱۹)

ہندوئے ہند جب نہ کرے مجہ جانِ بے آرام کو — نابات مصری مصری سیں اوں اسکے جام پر

(سے)

ساقی اُبار یا جام دے ہی او مجھے آبِ حیات — پی کر او چھوٹا میں کروں نت قاصی جنت بام پر

نیناں کے پانی میں سدا مجھ دل ترا او بن کر — کوڑیاں تیلیاں سوں چرالے جائے استھہ کام پر

(وہ — وہ — آنکھوں)

میرے سرانے تجھے کہو اُن کیا سراہا جائیگا — پایا اہے او پرورش جنات کے احکام پر

(سراہنے — انکو — سراہا — سے — وہ)

قصہ ای جگ میں لیلیٰ و مجنون ہور فرہاد کا — اب عشق میرا جلوہ کرتا ہے ترے پیغام پر

(قصہ — دنیا — اور — ہے)

گالیاں ستے او ناز میں مجھ یاد کرتا کر سنیا — اب دل کروں قربان اُس دشنام کے انعام پر

(کے ساتھ — وہ — مجھے — ستا)

ہم بت پرستی چھوڑ کر زاہد نکہہ پوجو صمد — ہم کام میں تج کیا غرض رہ دھیان لا اپ کام پر

(ہم کو — نہ کہہ — ہمارے — تجھے — ان)

دنیا کا حکمت نا بوجھیں ہر گز حکیماں علم سوں — گا او ترانا عیش کا نس دن پیا کے نام پر

(نہ پہچانیں — سے — ترانہ — رات — اپنے)

شعر معانی آن بند کے موتی ہیں جگ میں حسن کے

۸۹۰

ہر دے صدف موتی جمیا اپ وار ایزد نام پر

(دل کی — نثار کر کے)

(۱۳۰)

سورنمن پیالے میں ساقی شراب پور کر — مو غم دیرسالہ کوں یک دو قدح سوں دور کر

سائیں کے مکھ گلال تھے مستی عشق اب چڑھی — دور کروں بنفشہ رنگ پیرہن آج پور کر

میرے خیال کھیل پر ہنستے ہیں عاقلاں سدا — جانو نجانو کھیل کچھ کھیل پیا کے سور کر

بادِ سحر کت کرے بیہدہ یہ دوا دوی — یک دو خبر خوشی کی لیا مو دل جاں سرور کر

میری سو آہ تھے شفق چھایا ہے رنگ شیام کا — برق نمن جھمکتا ہے شعلہ بطور نور کر

گوشہ کروں مو جیو کوں گوشہ تھے سر برون کرے — خاصہ و عام میں منجے اب تو اپس حضور کر

مستِ نگاہ ہو سدا اس بت ناز میں اپر — مو دل دردمند تھے صبر لجائے گھور کر

سر نہ بھائے دیکھنے یک تل اگر او قد دکھوں — باوں اساس دمبدم شوق سوں ہات جور کر

صبر نہیں ہے نتیجہا صبر توں نیک جھن دکھا
اب تو معانی عشق سوں درد و جہا ظہور کر

(۱۳۱)

اندھارے شہر پر خورشید تاباں ٹک منور کر ... ۹۰۰ اُبھالاں آہ کے واٹے ہیں منج سینے منے در کر

کھیا عرضہ سنو میں ناز سوں کھئی کام ہے منجکوں غروری آہ کرتے ہیں کتا اپ حسن کے زر گر

کرے ایراں زمیں پر بادشاہی تج نہیں ہے غم مدن کانٹیاں پہ سوتا ہو پیا توں دیکھ سر بر کر

سو اُس زنجیر زلفاں سوں کتاں کوں تو کریا ہے بند مسا داغِ غلامی دے منجھے مجمر میں عنبر کر

ہمارے عکس تھے روشن ہوا ہے چاند سب جگ میں وگرنہ زنگ کا ٹھکرا ہے تج بن خاک بر سر کر

غباری خط سو اُس مکھ پر عجب خط ہے جو پنچا ہے سو پڑنے اُس ورق تا یک رہی ہے بت جو ہر ہر کر

ہماری آہ کی شعلیاں تھے پایا ہے شفق لالی اُساساں دود میرے تھے اُپر چھایا ہے منظر کر

خدایا لطف کا باراں بھیج اُس شعلہ کے اوپر کہ جیوں نمرود کی آتش ہیں ابراہیم سُر در کر

رقیباں کہنیاں سُنکر ہماری ہوتے ہیں حیراں
معانیؔ آپنے دل ہیں علیؑ کا مہر مظہر کر

(۱۲۳)

ہمیں ہیں بے ہنر گر ہوے نظر یار
ہنر داراں ہیں دیسیں گے ہنر دار
نظر آئیں

طلب کرتے سو نیں ہے منج نظر ییں
نین ہوتے ہیں اُس تھے موتیاں بار
آنکھیں

۹۱۰

نہیں میری
نظر تج پر الٰہی کا ہوا ہے
تو بیٹھے ہیں شہاں سب بیجے دربار
سے

دنیا کا پیالہ اچھیا ہے خدا سوں
پنہ میں رکھ خدا یا منج اس آزار
پناہ مجھے

محبت مے دسے اس مکھ صفا ییں
کی نظر آئے اسکے چہرہ کی
ہمن پیالے ہیں مے بھر ساقی گلنار
سے ہمارے

دیا استاد منج تعلیم کچھ ہور
مجھے اور
ہمیں کچ دیکھ کر باندھی ہیں زنار
ہم کچھ

صراحی کے او پر پیالا اچھیا ہے
کہ اس چھپے بغیر چھپے ہیں بے کار

درد جانے حکیم خوب دانا
ہمارا درد کیا بوجھیں گے اغیار
پہچانیں گے

معانی پر نظر اس یار کا ہے
سدا اس نیہہ سوں ہے بیدار دیدار
کی محبت سے

(۱۲۳)

مو نظر سامنے نہیں ہے یار | نین پانی ہیں نیر تا دلدار
میری گے | آنکھ کے

پلک پر ہیں پلک جتا موندو | وون بھی نکلے بھر ابہالی مار
جتنا

قبلہ کا نیتھ نہ کوئی دکھاوے ساج | ۹۲۰ | منجکوں چوندھر نماز یک قرار
سچا راہ | چاروں طرف ایک

سامری سحر میں جتا کہ کروں | باطل السحر ہے بچن در کار
جتنا

دارو کرتے ہزار وضع طبیب | توں دکھا غمزہ ناز سوں یکبار
تو سے

غم کے خواراں میں ہن بند بھر لے | تجھ سٹنتا ہوں تا کیوں آوے بار
آنکھیں بوند | ڈالتا

عشق ناگر کیا زمیں دل کا | سٹوں انجھو کہ ہوئے شجر دہ بار
گراؤں آنسو

بار دِہ میرے جھاڑ کوں یارب | پھول و پھل ہووے تا سبھی گلزار
دے کو

ہے معانی گناہگار بندا

رکھ محبت نظر سوں تج دربار

کی سے تیرے

(۱۳۴)

سکل باغ پانی تھے ہوتا ہے پرور — ہمن شاخ بن پانی ہوتا ہے سرور

ہماری

ہندو ریت کوں چھیتے ہیں تم رو اجال — کہ بتخانہ تھنے ہے تو بی ہمن سر

مذہب کو — مانند — ہمارے سر

تری یاد کا بخشش غم سیتی کرتے — ہمن جینت ناسک دو کرتا ہے گھر

سے

ہیں اُستاد تعلیم تھے سر نہ کھینچیا — جسے کوئی کھینچے پکارے گا جیوں خر ۹۳۰

استاد — جو — مانند

ہوا ہے ہمن قصہ یک بے سیتی بند — جے کوئی بسم نا جانے ہو خر تھے کمتر

ہمارا — ب — سے — جو — نہ — سے

بلائی منج او ناز میں مست ہو کر — سدا ادرکھ یا رب وو مستی کا شکر

مجھے — وہ — رکھو — وہ

کلا قند و نابات کا کیا کروں گا — سو مکھ چھوٹی تھے باندھیا گیا قند تھر

سے

دھنا کھ تھے پیتا ہوں مے ارغوانی — تو دندیاں سوں لڑتا ہے مریخ اختر

دشمنوں سے

سے

ترے مکھ کے پانی پہ ظلمات ہے زور — نہ دستا کہاں پیوں اللہ اکبر

نظر آتا — پیوں

ترے عشق کے نیر تھے ہیں ہوں زندہ — ازل تھے ہوا ہے یہ روزی مقرر

پانی سے — سے

معانی کی ثنا خاں کوں نا بات لاگیا
وو میٹھائی رکھتے ہیں شہراں میں گھر گھر

(۱۲۵)

ہونٹاں کے چین ہیں توں چومن رکھیا ہے پرکا
چومن وو منجکوں روزی کرتوں خدائی یکبار

منج دیکھ کر یکیلا غم کا ہے کرتا فریاد
تو عشق منج کیا ہے سب خسراں میں سردار

قرآن کی ہے آیت سب سینے راجوٹ کر
اس پنتھ میں ہوں دوانا لیجا منج اسکے دربار

تج دیکھ کر بھولے ہیں سب کافر و مسلماں
نا جانوں ریت کیا ہے اس کا ہے گرم بازار

کھوٹے ہمارے پیکے بازار میں نہ چلتے
گر ہوئے نظر تمہارا ہم زر چلیگا ستمار

اپ عشق کے نگر کی کتوالی دیو منجکوں
پہنچیا ہے بیت نمنے میرے گلے وو زنار

آیا ہے وقت مہدی ہادی جگت میانے
جس کوں اچھے گنجینا اسکوں کھلیں گے اسرار

اس یاد میں ہے جے کوئی اسکوں نہیں کدھیں غم
غم توں نہ کھا معانی تج کوں خدا ہے غم خوار

(۱۳۶)

پیا مکھ تھے چوتا شرابِ منوّر — پلا ایک دو پیالے ہمن ساقی بھر بھر

اپنے رخ سے ٹپکتا — ہمارے

چکا نقل ہوٹاں کا مستی سوں منجکوں — خوشی سات غم کوں بساروں گا از سر

سے مجھے — کے ساتھ بھول جاؤں گا

شمع بے شرم نور ہیں ہے دھواں تج — تپٹ کو ردل اس سوں ہووے برابر

شمع — سے

ترے کام میں گام راکھیا ہوں میں تو — دیا عشق شاباشی کی منج کوں چادر

تیرے رکھا — مجھے

منجے آگ کوئیلیاں کی کرسے نہ تاثیر ۹۵۰ — ترے عشق کی آگ کا ہوں سمندر

کوئلے کرسکے

سنا تو نبی کا ہوسے مرے سم — گھڑیا عشق کندن سیتی منج کوں زرگر

سونا سکے مقابل — گھڑا کے سونے سے مجھے

براہیم کا قصہ بیچیا ہے جگ میں — نکو لیا و بھی کوئی کہانی آذر

پھر

عشق کے منارے اوپر جیو و دل سوں

پر روح اور دل سے

معانی کہے بانگ اللہ اکبر

ردیف ز

(۱۲۷)

سبز مکھ پر دمیا ہے سبزہ ہوا مستی خیز
آرزو مد چووے منج جیو تھے جیوں گلریز
کی شراب ٹپکا دے میرے دل میں سے مثل

دایرہ نا د حریفاں پکڑے ہیں دنبال
ہوش سوں راکھ قدم کانٹے ہیں تج پنتھ خونریز
کی طرح — سے رکھ — تیری راہ

کیوں چھپا پیویں ہمیں مے پھلاں گلزا منے
کہ صراحی کرے قلقل اُس اوپر قاضی تیز
ہم پھولاں میں

دل کباب آساں اُساساں تھے ہوا ہے میرا
لھو سیتی دھویا گیا پیرہنِ لھو آمیز
آہوں سے — لہو سے

دنیا کے پھول ہیں تو لیں باہن وفا کا نہ منگیں
کہ سبی پھول کوں چو پھر لگے ہیں کانٹے دکھ آمیز
تو مانگیں — سبھی

کہاں گنجینہ دارا و سکندر جمشید
دل پیالے ہیں بھریں ساقی شرابِ لبریز

شعر تیرا دُر و گوہر ہے معانی سب میں

۹۶۰

شعرِ حافظ رح کے سر اوپر ہے تاج پرویز
ہے

(۱۲۸)

دیکھیا ہوں سہنہ کہ میخانہ کا ہوا دربار
کروں گا شکر گزاروں گا سو دوگانہ نماز

بجاتے سو بجنتر کیا کم آوے گا ہنج کوں
ہمارا او ہے بجنتر کہ آوے خم تھے آواز

ہمیں سو عجز کریں او کرے بڑائی کی بات
سوال نا دینے سک کرتا ہوں او دریہ نیاز

مو دل کا بات کھیا نیں کدھیں کسوں ناکس
نہیں ہے کہنے کہ حاجت عیاں ہے انکوں راز

نہ لکھ سکیگا کنے شرح منج کتاباں کا
ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز

برہ کا درد کرو سنج پرت کی یاداں سوں
اے دونوں مل چلیں گے تو کریں گے ہم پرواز

بسیئے ہیں میری دونوں انکھیاں بہری کے منے
انکھیاں کھلے تو تجھے دیکھ کر ہو اشہباز

تمارے مکھ کے کعبہ کوں جن طواف کرے
نہیں ہے حاجت اسے جاونے کو تا بہ حجاز

معانی اس تمیں کیا بوجھیں اے میخواراں
تماری بزم میں کرتا ہے شمع بات مجاز

ردیف س

(۱۳۹)

تج روپ دیکھ پاتے ہیں جیت کیے نین اُمس ۹۷۰
اَستت تری کرن کرتے تل تل بچن اُمس

(تیرا، دل، آنکھیں — تعریف، کرنے کے لئے، ہر لمحہ، بات)

تج حسن کیرے دور میں رقاص ہوئے کر
کرتا ہے رقص مستی سوں پاکر گگن اُمس

(تیرے — سے، آسماں)

جس دیس تجھے تج دیکھیا اُس دن تھی بے سدھ
بھی تج سوں ملتے تابیں کرے جیوتن اُمس

(دن، سے، تجھے، دیکھا، سے بیہوش — پھر تجھ، سے، کے لئے، دل)

ہے بے بہار تن سکی توں تو ترے اُپر
آپس کے تئیں نوار لے کرتے رتن اُمس

(اے سکھی تو — اپنے تئیں، نثار کرتے)

تیرا اُمس سکی کدھیں جا سے نہ منج سینے
راکھیا ہوں دل کے طبلے میں تیرا جتن اُمس

(کبھی، جاسکے، مجھ سے — رکھا، حفاظت سے)

تج مکھ کے نیر تھے سو تری پائے کر سدا
پاتے ہیں تازہ ہوئے کہ سب پھول بن اُمس

(تیرے، عرق سے)

صدقے نبیؐ کے قطب سدا عشق باز ہے
اس کام میں منجے دیتے ہیں پنجتن اُمس

(مجھے)

(۱۳۰)

اے نار موہنی نار ہے تیرا سرس درس
عورت رسیلا درشن

جس ہین پر جو دشت کرے ہوے او پرس
حقیر نظر وہ پارس

دل لوٹنے باج تل رتی نیں شوخ سندری
بغیر نہیں

دل لوٹنے کے کام میں تجکوں بہوت ہے جس
تجھے شہرت

نا جانوں تج درس ہیں سکی کیا منترا ہے
تیری دید

لیلی تجے سو دیکھ کہ مجنوں کئے اپس
تجھے دیکھ کر اپنے کوں

شیریں ہے توں و خسرو شیریں ہے تیرا ناؤں
تو نام

فرہاد ہو کہ جیو کرے تج سیری ہوس ۹۰۰
دل تجھ سے سیر ہونے

یوسف حسن ترا ہے زلیخا ہے دل مرا

تج منج پرت کسوٹی پہ دیکھیا ہوں کس
تیرا اور میری محبت دیکھا

معشوق ہور عاشق ہمیں ہل کے دونوں ہیں
اور ہم

نا آدو تن ہمن منے تیرا ہے سنگ لبس
نہ آ رقیب ہمارے درمیان ساتھ قرب

صدقے نبی قطب کے دل میں جو عشق ہے

او عشق ہے جگت منے سینسار کا کلس
وہ دنیا میں

(۱۳۱)

تج مکھ کمل پہ پھرتا ہے بھونرا ہو کر اکاس
تیرے چہرہ کے آسماں

دیوے پہ جوں پتنگ پھرے بے خبر اکاس
چراغ پروانہ

تج عشق کے وفا میں کمر باندیا ہے کر — چند سور کا سو بابہ اہے زر کمر اکاس
تیرے باندھا — چاند سورج ڈالا ہے

بہر خدا نہ دیکھ تجھا آسماں کدیں — تج نین دولتی ہو تا زیر و زبر اکاس
تیری آنکھ دولتے؟

تو میری باس ہے سکی ہور تیری باس ہیں — پھرتا ہے ڈاواں ڈول کدھر کا کدھر اکاس

تج درس دیکھ دور تھے بے تاب ہوئے کر — سر تج چرن سوں لانے کوں آوے اُتر اکاس
اور — تیرا درشن سے — تیرے قدموں پر

چند سور کے انکھیاں سوں تج دیکھنے کے تیں — لایا ہے نور نیر نین تھے بچھڑ اکاس
چاند سورج لئے — تجھے سے پانی آنکھ سے

کرتا ہے شاہی قطب محمدؐ کے ناؤں تھے
نام سے
توں داس ہو رہیا ہی محمدؐ کے گھر اکاس ۹۹۰
تو غلام ہو رہا

(۱۳۲)

ہر بار منگتا جیو مرا تج لب سینتی اے نار بوس — ہر ٹھار دے ہر بار منج اے نار دو تن چار بوس
مانگتا دل تیرے سے عورت بوسہ — جگہ مجھے عورت

روز ازل تھے مست ہیں دو نوہمیں آنا سکے — توں مست ہی میں مست ہوں مستی سوں دے ابار بوس
نہ آسکے — تو سے

مستی میں سٹ.... کے بوسے نہیں دیتے منج — مانگیا ہوں عاجز ہوے کر تج پاس کیتے بار بوس
گرا کیوں مجھے — مانگتا کتنے بوسہ

بوسیاں کا لذت اسکی اس کج منے تو بھو ہی
اما لذت دھرتا ہے کچ تیرا سو شکر بار بوس

تج بوسے امرت کا لذت منج باج ہور کوبی جانا
ہیں جانتا ہو قدر و تل تل منجے دلدار بوس

تج بات ہور گفتار ہیں تا جانوں ہیں کیا ہے منتر
منگتا ہے تل تل کوں اے دل شکر ترا گفتار بوس

تج لب منے عیسیٰ کا دم ہور خضر کا امرت ہے
صدقے نبی کے قطب کوں دے اے سندر جو سیا بوس

(۱۳۳)

اے خیال لیجا وو تو خبر میری پیا پاس
منج تا ہیں طلب زندگی کا نیر اس الیاس

دل توں پنکھی ہو مار پنکھاں عشق کے پنتھ میں
چوندھر تھے خیال اسکا منجے پڑیا ہے اس پاس

مقصود کی باٹ آہ بہوت دور دسے منج ... ا
نا مار پلک پر پلکاں ٹھاوہ ہوں تج آس

دن رات اجالا اچھے او دن توں دعا کر
مقبول دعا تیرا ہو غم جاوے کہ سب نہاس

شکر کی صفاں کھینچ کہ غم آیا ڈرانے
کیا ڈر ہے منجے ہات میں ہے کھرگ جیوں الماس

دل آس و منے سو سر سیتی ہیں رقیباں — دو جگ میں کرین لعن اُنو پر کہ ہیں خناس

درپن ہے سکندر کا تیرے مکھ کی صفا میں — دیکھیں دیو مکھ تا کہ دسوں کا ہے قیاس

آئینہ

دکھ درد کی فریاد نہ کر صبر کر اک تل — ہے یار ترا سب میں حکیماں منے جاماس

میں

رشتہ ترا اس رشتہ سوں ہی بند معانی

اسکے سے

شادی و خوشی کر کہ اہے مشتری تجہ راس

تیرے لئے

(۱۳۴)

راز رس کا تم سیتی کہنا ہوس — تیری بات انکار کا سننا ہوس

سے رات

لے کچی کلیاں بھری باغاں منے — رس کی کلیاں باغ باغ چننا ہوس

بہت میں

بزم تیرا دستا ہے رنگین بہشت — یک دو باتاں پیالہ لیکو کہنا ہوس

نظر آتا سے

کیسے موتی ڈھال نظراں سوں ڈھلے — ۱۰۱۰ — اسکوں ہی نظراں سیتی بندنا ہوس

سے باندھنا سے

کنولی ڈالی کوں لگے پھل رنگ رنگ — اس پھلاں سیتی طرا گندنا ہوس

پھول — پھولوں سے گوندھنا

سنب بہشتی حور اس باس جیو ییں — روح کوں اس باس ہے سنگنا ہوس
سونگھنا خواہش

شاعراں پڑتے معانی شعر لیک
لیکر
شعر حضرت مدح پر پڑنا ہوس

ردیف ش

(۱۳۵)

ہوا ہے فرح بخش ہور ساقی سرکش — سمند ناز چڑ باندی ہیں کس پہ ترکش
اور — چڑھ کر
سو اس نعل کا گرد عنبر ہے جیو کا — دو خوشبوئی سنگ ہونے عطار بے غش
وہ — سونگھ
نھنی[1] کوپ ہیں کونپلی کچ کا کچ ہے — لکھیا ہات قدرت سوں صورت منقش
پستان — سے
سورج چاند کوں کیوں کروں تج برابر — ہمن نین کا نور ہے توں پری وش
تیرے — ہماری آنکھ — تو
کہکنتا[2] ہے تن پنجرے میں جیوں کبوتر — کہٹکنا ترا صبح کا ہو گا دل کش

---

[1] ن: نوی روت [2] ن: کہکنا اُسے۔

ادھر تیرے کا عکس[1] پیالے میں جھمکے | عجب ہے کہ دستا ہے پانی میں آتش
(ہونٹ) (نظر آتا)

بہت دن تھے تھا آرزو منجکوں تیوں میں | کہ پیوں سرنگ آگ کا پیالہ بے غش ۱۰۲۰
(سے) (مجھے دل) (خوشرنگ)

دلا اہل مجلس کوں ساقی سما عاں | کہ تشریف تج دیووں گا لالہ رنگ وش
(تجھے)

معانی[2] ریا ترک کر عیش سوں اچھ

کہ سنپڑیا ہے تج ات انچل مبارک وش
(رہ)
(حاصل ہوا ہے تیرے ہاتھ میں)

(۱۳۶)

منجے اس دھات سے ل کیتی او چنچل چھند بھری بے ہوش
(مجھے) (طرح) (سے) (کرتی وہ)

کسے یوں آج لگ جگ میں نہ کیتی کوئی پری بے ہوش
(تک) (دنیا) (کرتی)

جواہر نیں کہیں تج سار کا خوبی کے دکاں میں
(نہیں) (تجھ جیسا)

جو آوے مول کرنے تج تو ہووے جوہری بے ہوش
(قیمت) (تیری)

ن[1] عشق۔ ن[2] قطب شہ ریا ترک کر خوش اچھیں جم۔

عجب کچ سحر دھرتے ہیں سکی تج نین ساحر دو
کچھ کرتے تیری آنکھیں
کہ تج نیناں کے سحراں دیکھ ہوئے سامری بے ہوش
تیری آنکھوں

اگر محمود ہور فیروز بے ہوش ہوویں عجب کیا ہے
اور
ہوے تج وصف نا کر سک ظہیر ہور انوری بے ہوش
تیرا نہ کرسکنے سے اور

پون مورت اہے تیری نہ آوے چھانو جوں ہت میں
ہوا کی ہے کی طرح ہاتھ
ترے پاواں کے سبگا کی تھے ہوے دھر مری بے ہوش
سے (دھرتری۔ زمین)

نہ منج مد کی پیالی اس جنس بے ہوش کیتے ہیں
میری شراب طرح کرتے
دکھا جھلکار اپ مکھ کا کیتی وہ سندری بے ہوش
اپنے کرتی

نبی صدقے قطب کو ندیا بچن اچھی ثریا سے

فلک پر یو غزل سن سن کے ہووے مشتری بے ہوش
یہ

(۱۳۷)

نہیں تج نین پتلیاں سار او باش ۱۰۳۰ یکس تھے ایک ہی عیار او باش

تیری آنکھ کی کی طرح ... ایک

ترے دو زلف ہیں سحراں میں ماہر — ترے دو لعل ہیں خونخوار او باش

خونخوار

لکھے تج سیس ازل تھے چھند چالے — زہے تا پائے تج رفتار او باش

تیرے سر سے چالیں ... تیری

جگت میں تو بہوت او باش آما — نہیں تج سار ہی کوئی یار او باش

بہت لیکن ... تجھ جیسا

انکھیاں پتلیاں دو پلکاں ہور بھواں — اہے یک ٹھار ہیں دو چار او باش

اور ... جگہ

نبی صدقے قطب سوں راستی ہے

سے

اگرچہ ہے ادک او نار او باش

زیادہ وہ عورت

(۱۳۸)

منج تج میں جے کچ راز ہے کس سوں نکرے نار فاش

میرے تیرے درمیان جو کچھ

اے راز ایسا ہیں جو کہیں کوئی جا کرے ہر ٹھار فاش

یہ نہیں کہیں جگہ

پیرت کوں کہتی نار ہے آ ما نہ کوئی دیکھیا اوسے
اس نار کوں ہر تل گھڑی کرتا ہے تج مکھ نار فاش
لمحہ تیرا

میں راز اپنے جیو کا تل تل چھپاتا ہوں ولے
دل ہر گھڑی
آپس سینتی او راز اپے ہوتا اہے اظہار فاش
خود سے وہ ہے

از بس نزاکت میں اہیں نازک ترے دو نو ادھر
ہونٹ
ہیں
بوسیاں کی نیشانیاں کیئے او لعل شکر بار فاش
کرتا ہے

کہتی پیا تیرا ہوں میں سنبھال توں اس راز کوں
تو ۱۰۴۰
دو تن سنے گی بات اے کس دھر نکر اسرار فاش
رقیب
یہ کسی طرح نہ کر

میں فاش کیوں نا ہو سکی تج عشق تھے دو جگ منے
تیرے سے
منصور سا عاشق ہوا آکر سو تیرے دار فاش

صدقے نبیؐ کے قطب شہ منگ پنجتن سینتی مدد
در پہ
مانگ سے
تج عشق کے میدان میں چالاک ہے رہوار فاش
تیرے

(۱۳۹)

دیکھت تیری نِچھل صورت نورانی ہور شکل نقاش
دیکھ کر پاک اور
گنواں سُدبُد ہوے ہیں کم اپس میں اپ سکل نقاش
گنوا کر ہوش اپنے سب

سو دھن کا تن نِچھل جیو ہے یہی ہے منج کوں حیرانی
اچھی عورت پاک دل مجھے
کہ کیوں لکھنے سکے گا جیو کی صورت چپل نقاش
دل

نہ جانوں کس وضا سوں اس وضا کا نقش لکھیا ہے
وضع وضع لکھا
کہ ہرگز نیں لکھیا ہے یوں ابد لک بھی ازل نقاش
نہیں لکھا تک

صورت لکھنے میں جب لیکھے نمونہ زلف کا تیرا
لکھے
بھونک یو ہے بسالا کر پری جھبل جھبل اچھل نقاش

جو دھن کا روپ لیکھے تو نقاشاں نقش چُنتے ہیں
عورت بہ چہرہ لکھے
کہ دھن چھند ناز کوں کیوں لکھ سکے وہ کم عقل نقاش
عورت کے

پنچھل تج روپ لکھنے تھے قلم جیو پائے کرنا چے
پائل تیرا چہرہ سے جان

لکھے منشور نامہ تج حسن کا بے بدل نقاش
نامہ تیرے

قطب دل کے صحیفے پر اول تیرا لکھیا صورت
لکھا

کیا منج پر کرم آخر دیا سوں وو اول نقاش
مجھ مہربانی سے وہ

(۱۴۰)

منج دل منے جیو کے من تج نیہہ کیا ہر ٹھار نقش
میرے میں روح کی طرح تیری محبت جگہ

۱۰۵۰

نقاش تیرے خیال کا کیتا ہے ...... نقش
کرتا

تیرا عجب کچہ نقش ہے دستا نہیں یوں نقش کیں
نظر آتا کچھ کہیں

اول نہ آخر لیکھ سے نقاش تیرے سار نقش
لکھ سکے طرح

جس صدر کی صورت اُپر توں پگ دھرے اے موہنی
تو قدم

تو جیو پا کر پھر لکھے تج نازنیں اوتار نقش
روح تیرا

جب نار لٹکے سوں چلے یوں نقش بیٹھے بھیں اُپر
عورت ناز سے بھوئی زمین
گویا کہ پانی کے اُپر تیرا کیاں .... نقش

تج نکھ تھے نو چند نیپجے اچھے شفق رنگ تن اُپر
تیرے ناخن سے نیا چاند نکلے
جوں پھول پر ریکاں سہیں تیوں تن پہ پھاڑے نقش
جسطرح
لکیریں زیب دیتے ہیں اسطرح جسم پر جگہ جگہ

دیکھے نہیں کوئی نین تج توں سب نین تھے ہے چھپا
آنکھ تجھے تو آنکھوں سے
تیری سونیکے حسن کا دستا ہے سینسار نقش
نظر آتا ہے دنیا
اچھے

صدقے نبیؐ کے قطب شہ اپ دل کے صفحے کے اُپر
اپنے
حضرت علیؑ کے حب کا لیکھا ہی جیو کے سار نقش
لکھا روح کی طرح

(۱۸۱)

پیا سوں رات جاگی ہے سو دستی ہے سو دھن سرخوش
کے ساتھ اسلئے نظر آتی نازنیں
مدن سرخوش، سیَن سرخوش، انجن سرخوش، نین سرخوش
کام دیو بستر سرمہ آنکھ

پیاری پیار سوں پی ہے پیالا پیم کا تو ہے
سے محبت
دہن سرخوش، دسن سرخوش، رسن سرخوش، بچن سرخوش
دانت زبان گفتگو

نین متوالی ہو جھلتی، پیالی پیم پی پی کر
آنکھ محبت کی
جوبن سرخوش ہی من سرخوش، سو تن سرخوش، کرن سرخوش
دل حواس

سکی لٹ سنبلستاں تھے، بتاے باو پرمل تو
زلف سے ہوائے خوشبو ۱۰۶۰
چمن سرخوش ہی بن سرخوش، سمن سرخوش، انگن سرخوش
پھول

چڑی ہے نیہہ کی مستی سکی کوں پیو کے ینگ تھے
عشق پیارا قربت سے
چرن سرخوش، چلن سرخوش، ہلن سرخوش، ڈلن سرخوش
قدم چال ہلنا پھیرتا

مدن سو لٹ پٹائی سو عجائب کچ ہی چھب دھن کا
عورت حسن کچھ
ذقن سرخوش، چومن سرخوش، لگن سرخوش ہی من سرخوش
بوسہ محبت دل

نبی صدقے قطب بہو گن رین دن عیش کرتے تھے
بہت خوبیاں رکھنے والا دن سے
یون سرخوش، مدن سرخوش، جگن سرخوش، کمن سرخوش
جوانی کام دیو جاگنا

(۱۴۲)

نین کے سحر دستے ہیں ترے گالاں جھلک تھے خوش
آنکھ نظر آتے کی سے
سُہاتے ہیں ترے عشّاق .... لک تھے خوش
زیب دیتے

سکی چندر مکھی سوں مل تجے مد پینے کے تائیں
چاند جیسا رخ رکھنے والی سے ملکر تجھے شراب لئے
سنوارے ہیں ہزاراں مجلساں رنگیں فلک تھے خوش
سے

عجب دستا او مکھ چند سور سے اوپر تلک روشن
نظر آتا وہ چہرہ چاند سورج تک
جھلکتی ہے پشانی سندری کی اس تلک تھے خوش
پیشانی تلکے سے

او قد رفتار سُہتا ہے ہر یک یک دُکھ تھے یک بہتر
وہ زیب دیتا سے
او چند رخسار دستا ہی ..... الک تھے خوش
وہ چاند جیسا رخسار نظر آتا ہے سے

جھلک تیرے دسن الماس کی تج لب تھے ہیں رنگیں
دانت تیرے سے
ڈھلک تیرے نین مخمور کے ہیں چھند پلک تھے خوش
آنکھ ناز سے

دو تن کا ناؤں نیں منگتا ہوں لیانے کد زباں اوپر
غیر نام نہیں چاہتا ہوں لانے کبھی

کہ اس کا ناؤں سب ناواں منے دستا ہے جگ تھے خوش
نام ناموں میں نظر آتا ہے سے

نبی صدقے قطب کا دل اماماں نیہہ سوں ہے روشن
کے عشق سے

موجیو کیچن کے تیں اے بارہ ناواں ہیں مجک تھے خوش
میرا دل لئے نام سے

۱۰۷۰

(۱۴۳)

پیدا کرے دو جگ منے سنگار کی روش
میں

یک ٹھار اچھے کے دھرتی نوں ہر ٹھار کی روش
جگہ رکھتی ہے تو جگہ

وعاد اتبیارے کا توں مجے دے ہے پیم سوں
بھروسہ تو مجھے دیتی ہے محبت سے

یا رے دیکھیں سکی تری گفتار کی روش

اپروپ روپ بات کرے جگ کوں باولا

یوں دل رلجانے کوں اہے اس نار کی روش
عورت

ناکچ ہیں کوئی دیکھیا ہے ناکیک ہنس منے
میں

اس نار میں جو دستی ہے رفتار کی روش
عورت نظر آتی

لیلے ...... چل کے روش ولے

تازی روش اپس سکی چوسار کی روش
اپنی

جیواں کے مانکاں کے گلے ہار پینی ہے
دلوں موتی پہنی

کوئی آج لگ کیا نہیں یوں ہار کی روش
تک

تج سات یاری کر کے قطب شہ پچھوڑسے
تیرے ساتھ سے
یاری میں اپیچ اچھتی اہے یار کی روش
اس طرح رہتی

(۱۴۴)

چنچل چھبیلی چھند بھری رفتار پکڑی ہور روش
شوخ ناز اور طرح سے
ساری رویشاں چھوڑ کر او نار پکڑی ہور روش
وہ عورت اور

سب مذہباں کی مجلس لے باتا ہوں اس سوں بیٹنے

دل دیتی نیں ہے منج کوں دلدار پکڑی ہور روش
نہیں مجھے اور

جگ خون کر بھی خوں کرن ٹیلا پیشانی لای لال
کرنے ٹیکا پیشانی پر لگائی
۱۰۶۰
نا جانو کس عشاق تئیں اتبار پکڑی ہور روش
نہ معلوم کے لئے اور

دو زلف سیامی رنگ ہیں تج گال کیرے مال پر
سیاہ تیرے رخسار
جگ بس چڑائے تیغ دھن ہت مار پکڑی ہور روش
زہر کے لئے حسین عورت ہاتھ میں اور

دھن ہات کی لالی نہ یو مہدی کے رنگ تھے لال ہے
عورت ہاتھ یہ مہندی سے
رنگیں کئے اپ ہات او خونخوار پکڑی ہور روش
اپنے وہ خونخوار اور

سب جگ کی ناریاں کئے تیں ٹک دھرتی فتوا دیو نے
دنیا عورتیں ٹئے
کل کار پر اختیار ہور پر کار پکڑی ہور روش
اور اور

بو جھیا نجائے دِکس کوں لجھن تری سنپڑیاں ہوں میں
سمجھا نہ جائے
بولی کہ اے قطبا پتی اتبار پکڑی ہور روش

ردیف ص

(۱۴۵)

ہوئی تج نین پتلی دل میں رقاص
سدا منج نین کی منزل میں رقاص
تیری آنکھ کی میری آنکھ
تہیں منج خواب و بیداری میں دیسے
جدھر دیکھوں کھڑی تل تل میں رقاص
توہی مجھے نظر آئے
بھواں کی طاق میں سجدا کروں میں
ہوے سائیں مری محفل میں رقاص

نیں مں ...... سو ہے بھونر جوں　　انچل او جھل گھنگر پایل ہیں رقاص
جیسے طرح

قطب شہ پائیا ہے بے بہا دُر
پایا
ہوی اپ ناچ تھے کال ہیں رقاص
اپنے　　سے

(۱۴۶)

سکی کا مکھ برن جھلکے کنچن حـاص　۱۰۹۰　کرے پھل پھانک کسوت اپنے تن خاص
رنگ　　سونا
ہوا غرق عرق شرموں تھے پھل نیر　　کھولے ڈورے سکی تن یاسمن خاص
سے
وو پیاری ناری قدرت کی سنواری　　سُہاتا اُس کے تن تھے ابھرن خاص
عورت　　سے
نہ تھا کچ روپ رنگ اُس تو کرہ کوں　　چڑیا خوباں تھے رنگ اس ہور برن خاص
کچھ　　چڑھا　　سے　　اور
نین تھے سیت آ سیت نیلم و موتی　　ادھر تھے لعل رنگ مانک رتن خاص
آنکھ سے　　ہونٹ سے
ہوا خط سبز تھے رنگیں زمرد　　وجر رنگ سیت پایا تس دسن خاص
سے　　دانت
نبی صدقے ترکماں کوں میا تھے　　دیتے وکھن کی شاہی پنجتن خاص
کو

(۱۴۷)

تیری زلفاں کے فلابے میں الجھ دستا ہوں خاص — بنسی کھینچو نہ کھینچو الجھا ہوں میں تو اخلاص

پھنسا نظر آتا — تیرے

نامراداں کی مراداں کوں اگر بر لیا وے — سبھی خیراں منے او خیر اہے خاص الخاص

کو بر لاوے — میں / دہ

تری نہہ را اوتاں میں کوئی نہیں ہم ہیرے — تج کما سوں نہہ نین معن میں جوں سعد وقاص

مقابل — عشق — عشق

توں گھری گھر نکو پھر ہور نہ منگ کس کن بھیک — بھیک اس گھر کنے منگ شوق سوں تو اچہ رقاص — ۱۱۰۰

تو — نہ — اور مانگ کسی کے پاس — مانگ — تو / رہ

مشک نافاتری کھونپے تھے ہوتا ہے ظاہر — عقل نا بوج چرند کوں جھوٹے کرتے قصاص

نافہ — سے

چین و ماچین کے نقاش صورت لکھتے کتے — صورتاں کھینچے تو کیا لکھ نہ سکیں تیرا خواص

کھینچتے ہیں

تیری بیعت میں معانی کا قدم ثابت ہے

سیس اوپر ہات صندل کا دھر کر غم تھے خلاص

سر — سے

(۱۴۸)

ازل تھے ہے مجے خوباں سوں اخلاص — ابد لگ مج ہے محبوباں سوں اخلاص

سے — مجھے — سے — تک مجھے — سے

ن لے قطب شہ۔

اگر توں عاشق صادق ہے طالب | نکر توں باج مطلوباں سوں اخلاص
تو | نہ کر تو بغیر سے

سکی کا حسن کیتا جذب مولود | اُسی تے مج ہے مجذوباں سوں اخلاص
کرتا | سے مجھے سے

پیاری کے چھنداں ہیں سب کوں مرغوب | مجے لازم ہے مرغوباں سوں اخلاص
فریب | مجھے سے

جو ہے مکتوب مانند خال و خط سوں | دھروں ہیں اس تھے مکتوباں سوں اخلاص
سے | اس لئے سے

نین ناری کے قلابے ہیں مشہور | دھروں ہیں اس تھے مقلوباں سوں اخلاص
لئے سے

نبی صدقے قطب شہ کیجہت ہے
۱۱۱۰
سدا دھرتا ہے تو خوباں سوں اخلاص
سے

(۱۴۹)

ہوا ہوں ایک چیت سوں جیو سیتی یار کا مخلص | نہیں مج باج کوئی دوجا اس نار کا مخلص
ایک دل سے جان سے | میرے بغیر

حقیقت برتتا ہوں ہیں مجازی عشقبازی منج | دکھاو چکہ درس مج ہیں تمن دیدار کا مخلص
برتتا نہیں ہے مجھے | دکھاؤ ذرا دیدار مجھے تمہارا

کروں تن من تماری ورشٹ پر تھے آرتی چھن چھن | فدائی ہو ہوا دیدار کی تروار کا مخلص
تمہاری نظر سے لمحہ بہ لمحہ | تلوار

ردیف ظ

(۱۵۰)

سکی توں مہر گھڑیاں تج پر نکر غیظ
محبت پر نظر رکھ کر بسر غیظ

(تو — مجھ — نہ کر — بھول جا)

کپٹ کیناں کی پر دیا آپ تج دل
بساقی کے توں اپ دل میں نکر غیظ

(کینہ — تو — اپنے — نہ کر)

نہ دیکھیا کس پہ لب دھرتی بڑ ان میں
کہ جوں دھرتی ہے توں میر اُپر غیظ

(دیکھا — تو — مجھ پر)

اول تج نین مہرل دیکھنے تھے
سو اب منج دیکھتے میں دل میں دھر غیظ

(تیری آنکھ — سے — مجھے)

...... ہو مجے واجب نہیں یوں
ایس عاشق پہ کرنا بیشتر غیظ

(مجھے — اپنے)

وتا منج دل میں آتا ہی اُول مہر
جتا کرتی ہے توں منج سر بسر غیظ

(اتنا ہی میرے — جتنا — تو — مجھ پر)

نبی صدقے تجے سوں ہے خدا کی
قطب سوں آگلے لگ چھوڑ کر غیظ

(تجھے قسم — سے)

(۱۵۱)

تزا کنٹھ سُن کوئلاں پاین خط
گلا
تزا تنگ دہن دیکھ کلیاں پاین خط

چنچل تج نینا کی چمکار دیکھ
تیری آنکھوں شوخی
نت اسمان کیاں بجلیاں پاین خط
کی بجلیاں

ترے تن کیرے پھول کی باس لے
خوشبو
ترہ جگ کی جیو کی رکھیاں پاین خط
تینوں عالم

جے رلیاں جو کرتے ہیں توں ناز سوں
تو سے
تجے دیکھ سو ہے رلیاں پاین خط
تجھے

جو
مناسب تج انگلیاں کا دھرتے ہیں کیر
تیری
اُتم مونگ کیر یان پھلیاں پاین خط
اچھے

رین دن ترے نقش کوں دیکھ دیکھ
رات کو
چتر سال کیاں پتلیاں پاین خط
تصویر خانہ کی پتلیاں

نبیؐ صدقے تلتل ہنسی میں اُتر
ہر وقت
قطب تج کوں گد گلیاں پاین خط
تجھے

(۱۵۲)

جن پیو تھے بچھڑے ہیں اُسے سنسار میں نیں کوچ خط
جو پیا سے دنیا نہیں کچھ لطف
جس ٹھار میں وو پیو نیں اُس ٹھار میں نیں کوچ خط
جگہ وہ پیا نہیں جگہ نہیں کچھ لطف

اے چاند جانا کی توں یوں جھلکارتا ہے آج نس

رات

کیوں تو

اُس پیو بن منج کوں تری جھلکار میں نیں کوچ حظ

نہیں کچھ لطف

پیا کے بغیر مجھے

جس ٹھار جاتی ہوں بی میں کچ وقت گھٹا نیں ا

گزرتا نہیں

جگہ بھی کچھ

۱۱۳۰

انگن دیسے کونڈ بارسو ہور دار نیں نیں کوچ حظ

نظر آئے بند کرنے کی جگہ اور دروازہ نہیں کچھ لطف

ہر حال میں اس حال سوں خوشحال ہوں میں اے سکی

سے

کی یوں توں منج سنگارتی سنگار میں نیں کوچ حظ

کیوں تو مجھے سجاتی نہیں کچھ لطف

گا ہے منجے گلزار میں لے جاوتی توں کھینچکر

کیوں مجھے جاتی تو

اُس سرو بن ہرگز منجے گلزار میں نیں کوچ حظ

کے بغیر مجھے نہیں کچھ لطف

میں اپنے پیو کے پیار سوں دھرتی ہوں دو جگ میں غرض

سے

پیا

گر جگ کئے بی پیار منج، اُس پیار میں نیں کوچ حظ

اگر دنیا بھی مجھے

میں قطب عاشق ہوں کوئی پند کی نکو گفتار منج

مجھے

عاشق کوں کس کی بندگی میں ...... نہیں کوچ حظ

نہیں کچھ لطف

ردیف ع

(۱۵۳)

عشق پھولاں توں گوندے ہے مرصع
(گوندے ہے)
توں ہی پونپیاں سوں کیتے لے مرصع
(ہی — سے — کرتے بہت)

بہت پہ چھند بند سوں مجنوں رجھانے
(بہت — سے — کو مائل کرنے)
کیتی ہے آپ دو لیلےٰ مرصع
(کرتی — خود کو وہ)

سکی پینی سراسر چھند ابھرن
(پہنی — زیور)
گلے کنٹھ مال پیے در پیے مرصع
(ہار — دُر)

پرت کے نورتن کا لائے طرّا
(محبت)
سکی پیتے نقل سوں مے مرصع
(سے)

عشق پتلی کوں انہہ چھند سوں سنوارو
(کو — بہت — عشوہ — سے)
او سے کسوت پناؤ دو لے مرصع
(اُسے — پہناؤ — بہت)

لیاؤ وانہہ چاؤ سوں مجلس کے میانے ۱۱۴۰
(لاؤ — بہت — سے — میں)
طنبورا ہور کماج دونے مرصع
(اور)

نبیؐ صدقے سو تر جگ دیکھ کہتے
(ہی — تینوں عالم)
قطب شہ کا سو مجلس ہے مرصع

---

(۱۵۴)

پیشانی پر سعادت کی لکھیا کیر ازل طالع
پیشانی
رقم میرا سکل طالع کی کیتا ہے اول طالع
سب کرتا

کتنک کہتے ہیں طالع کوں ہمیں کیوں آزماں دیکھیں
کتنے ایک کو ہم آزما کر
دنیا جوں آرسی تس میں اپے دستا تجھیل طالع
مثل آئینہ ہے جس میں خود ہی نظر آتا

دنیا کوں ہیچ کر جے کوئی خدا کی باٹ پکڑے ہیں
کو سمجھ کر جو راہ
او نو فضل میں سیاربان میں ان کا ہے بدل طالع
وہ سب اُن کا

دیا کی مہر سوں دیکھیا ہوں طالع کی انچائی میں
کرم سے بلندی
سکل طالع ہیں ٹینکاں ہور سو میرا ہے جبل طالع
سب ٹیک ٹیلا اور یہ

مجے جو پیغمبر ہے سو تس طالع کی خدمت کوں
اس کے لئے
دیا کے حکم سوں خدمت کوں دیتے ہیں سکل طالع
کرم سے کو سب

نبیؐ کے ہور علیؑ گھر کا توں بندا اہے قطبا
اور تو بندہ ہے
نکو کچ فکر کی غم کر کہ تیرا ہے نول طالع
نہ کچھ نیا

(۱۵۵)

نچھا تجہ نین دیکھیا حسن تو ہوتے ہیں پلک مانع
تیری آنکھ دیکھا اے عورت
کہ جب تج گال دیکھن کے تو واں ہوا الک مانع
تیرے دیکھنے کیے وہاں زلف

سکی تج کیس نس ہور بات سارو مانگ موتیاں کی
تیرے بال رات اور
اجالا مکہ کا دیکھ آپی سو ہوتا ہی تلک مانع
آپ ہی

سو دھن کے دیکھنے مکھ کوں پھرے چند سور رین اتا ۱۱۵۰
حسین چہرہ کو چاند سورج رات
سکی نا دیکھنے چند سور مکھ ہوتا جھلک مانع
نہ دیکھ سکیں چاند سورج رخ کو

کہ جب عاشق اپے لیے داٹ کر دھن آونے لو سب کوں
سو تونوں میں پن مکھڑے کوں تس کتے نا ہیں رک مانع
پہن رکھ

گلے لگنے کوں منگتا ہوں ڈولے دھن کیا کہے گی کر
چاہتا عورت سمجھ کر
جتا دھنتا ہوا اتنے کوں الہے سو ہوتا ہے شتاک مانع
جتنا بہت

چنچل کے پگ کا عاشق ہوں منگے بھوئیں پاؤں پڑنے کو
قدم چاہے زمین پانو
سو تس کے پاؤں کے پینجن کا ہوتا ہے جھنک مانع

قطب جوبن پہ سٹنے ہات آتے ہیں او من سیتی
خواہش سے ڈالنے
سو نولے ہات کوں ہوتا ہے چنچل تج پدک مانع
بہت کو تجھے

(۱۵۶)

ازل تھے کئے مکھ دھن کوں مرصع
سے رخ عورت کو
کہے جائے تس کے بدن کوں مرصع
کہا جا سکتا ہے اس

سکی سیام کیساں ہیں پھولا دسے یوں
کے سیاہ بالوں نظر آئیں
کہ تاریاں سوں کیتے گگن کوں مرصع
جسطرح تاروں سے کرتے ہیں آسماں کو

بہوت پی سکی مد اُسی تھے ہوا ہے
نے شراب اسی لئے
سرنگ لعل کا سب نین کوں مرصع
خوشرنگ آنکھ کو

سکی دانت چھلنا لگا پان کھاوے
کندن کر کئے جوں دہن کوں مرصع
سنار کرتا جسطرح دانت

نجھل موتی ہور پاچ یاقوت لاکر | کئے دو علیفاں جوبن کوں مرصع
صاف اور

دسے یوں زر بناں نجھل دھن بدن پر | کئے پھول سوں جوں چمن کوں مرصع
نظر آئے صاف عورت ۱۱۶۰ سے جسطرح

قطب شہ نبی صدقے آپی کیا ہے
آپ ہی
نوا طرح جگ میں بچن کوں مرصع
نئی طرح سے دنیا میں شعر کو

(۱۵۷)

ترے درس کا دھن نین ہے متابع | کہ جیوں نین سوں مل انجن ہے متابع
دیدار اے عورت آنکھ جسطرح آنکھ سے مل کر سرمہ

سکی سنگ ترے مکھ کے دو زلف یوں ہے | کہ جیوں دیس سوں دو رین ہے متابع
اے سکی قریب چہرہ جسطرح دن کے ساتھ راتیں

ادھر لعل یاقوت تھے ہے نجھل تج | ترے لب کا دل تھے بین ہے متابع
ہونٹ سے زیادہ صاف ہیں تیرے سے

کہ گل لعل کے پھانک پر ریکھ جوں ہے | سو تیوں تج ادھر میں شکن ہے متابع
پنکھڑی لکیر جسطرح ہیں اسیطرح تیرے ہونٹوں

تری بات نابات سنکر دھلیا ہے | سو نابات کا نو رسن ہے متابع
زبان

مرا ہاتھ کرتا سلگ جوبناں سوں | کہ جوں جوبناں کا کسن ہے متابع
کھینچنے کی قوت

نہ جانوں کہ کیا ہے سحر تج کنے وھن
تیرے پاس اے عورت
مٹھے تج بچن کا یو من ہے متابع
تیرے شیریں یہ دل

تجے ڈر نہیں کچ سکی ہور سکیاں سوں
تجھے کچھ اور
اپے آپ تیرا سجن ہے متابع
خود ہی

سو بارہ[۱۲] اماماں مدد ہے قطب کوں
۱۱۷۰
اوسی تے یو سارا دکن ہے متابع
اسی لئے یہ

(۱۵۸)

سکی مکھ صفحے پر تیرے لکھیا راقم ملک مصرع
کے
خفی خط سوں لکھیا نازک ترے دو لب پلک مصرع
سے لکھا

قلم لیکر جلی لکھیا جو کوئی بھی نا سکیں لکھنے
لکھا
لکھیا ہے دو کدھن مکھ تیرے صفحے پر الک مصرع
لکھا زلف

براں کر خوشنویساں ملک کے کینتے ہیں سیم ہوتن
ملکر کرتے ہیں مقابل ہونے
بہت چھپ چھپ کے لکھتے ہیں نظر ٹک دیکھ کر مصرع

سو لکھ لکھ کر پریشاں ہو قلم لٹ آپ کینتی ہیں
از نفیس
مقابل اوسکے ہو نہ سکیں لکھیں کے گردو[۲] لک مصرع
ہو نہ سکے لکھیں دو لاکھ

براں کر دیکھ مکھ دھن کا دوانی ہو بہانے سوں
کئے سب خوشنویساں سٹ قلم لکھ نئیں سک مصرع
ڈال نہ لکھ سکنے کی وجہ سے

قلم کھڑے سوں نا سک لے لیکھے ہے لب کو سرخی سوں
چہرہ سے ناک سے
جو کوئی بھی دیکھ کینتے ہیں لکھیا ہے کیا خوب یک مصرع

سکی کے کچ پہ نازک خط نہ بوجھے کوئی کنے لکھیا
کس نے لکھا
پستاں
قطب کوں پوچھے تو یوں کہے لکھیا ہے میرا نک مصرع
کو کہے لکھا ہے ناخن

(۱۵۹)

لکھیا ہوں وصف مکھ تیرے کا اے دھن خوب اول مطلع
لکھا رخ عورت
ویسا مطلع بی ہوسے نا کہ او ہے بے بدل مطلع
اس طرح کا چھوڑ نہ ہو سکے وہ

جتا اپسے سنواریں گے انچل بن کچہ سُہاسے نا
جتنا اپنے سے کے بغیر زیب نہ دے
ترے سنگاریں اے دھن اول ہے سو انچل مطلع

کیتاں کوں خوبصورت ہور نیں چھندوں کی توں کامن
کتنا کہوں دوسرا نہیں
۱۱۸۰
اُتو کیا کام آویں جو اونوں کوں نیں اصل مطلع
وہ ان کے پاس نہیں ہے

جو کوئی ہے چھند بھری اے دھن سکیاں میں اُسن چنچل کینے
سُہاتا ٹک چھنداں کا ہے کگر تج کوں نخسل مطلع
زیب دیتا کگر بچھے

ترا مکھ دیکھ کر اپسے غلاماں ہیں چند رکھیا
رخ خود ہی چاند لکھا

جتے ہیں عاشقاں لکھ لے کے پڑتے ہیں مچھل مطلع
جتنے پڑھتے صاف

چنچل تج نانو کے بیتاں کوں دل میرا کیا ازبر
تیرے نام

سو تیرے ناؤں کا دل میرا پڑتا ہر محل مطلع
نام

تری چھاتی پہ دھن قطبا لکھیا ہے بھو قلم سیتے
اے عورت بھو کے سے

اوسی تھے ڈھانک رکھتے ہیں سو موتیاں کے اوجل مطلع
اسی لئے چھپا

(۱۶۰)

چنچل مکھ ترا دیکھ ڈھلتا شمع
سو عاشق ترا ہو کے ڈلتا شمع

ترے حسن کوں دیکھ شرموں سیتے
شرم سے
عشق کے بہانے تھے گلتا شمع

ترے زلف کی دکھ پریشانی کوں
دیکھ کر
پون جوں پریشاں ہو جلتا شمع
ہوا کی طرح

ترے نین کا کاجلا دیکھ دھن
آنکھ کاجل دیکھ کر اے عورت
اپے کاجلا ہونے جلتا شمع
خود کاجل بننے کے لئے

گھرے گھر دھونڈے تج چنچل رات کوں
ڈھونڈتا ہے تجھے
ترے تیں عس ہو نکلتا شمع

لگیا ہے
پکنتے جوں ہوے سورج سامنے ۱۱۹۰
تجے دیکھ دھن دوں لگیا شمع
اوے کے
تجھے کر اسطرح

قطب آئے جب صبح اپس کے مندر
سو تسلیم کرنے کوں چلیا شمع

(۱۶۱)

مُروت میٹھے زبانی ہے یار کا متاع
خوش شکل خوبصورت دیدار کا متاع

بے دل ہوکے سو دل کوں دیدار بن نہ رکھے
سکے
بھی ہونا دل کوں رکھنے دلدار کا متاع

منگتا جو کوئی سنوارے مجلس کوں شوق سیتے
چاہتا ہے
مے جام ہور سکیاں ہیں سنگار کا متاع

کو ہے اور
میرا پیار دھن لے دل میں پیار تیرا
دونوں کے دل میں ہوتا ایک سار کا متاع

ایک طرح
میرے گلے میں پھولاں کے ہار کیا کروں میں
دھن نار ہونا میرے گلہار کا متاع

پایل پہ پینجن جو گھنگرو دھن پین کر جو ٹلکے
پہن
آگن بھی خوب ہو نار فتار کا متاع
آنگن ؟

باتاں کی لے نزاکت بن شاعراں نہ بوجھیں
بہت سی — بغیر — کے دوسرے نہ پہچانیں
دیتا خدا قطب کوں گفتار کا متاع

(۱۶۲)

تیرے مکھ پر سہاتا ہے لعل انچل کا دھن برقع — کہ جو رنگ رنگ پھولاں کا لیا ہے پیرہن برقع
اے عورت

نکو منج تھی چھپا آ دھن کہاں میں پی کہاں جاگی — پچھانیا ہو جو پہنیا ہے خماری کا نین برقع ۱۲۰۰
نہ مجھ سے — عورت — پہچانا — پہنا — آنکھ

چنچل توں پہنی مکر کوں سو جانیا ہوں سبب کا ہے — سو تل تل ہاٹ مکرے پہ کرتی ہے دہن برقع
تو پہنتی — جاتا — کو — ہر لحظہ ہاتھ ڈال

توں ہیرے جیو میں دایم ہیں ترے جیو سوں یک ہوں — میلی سو جیو حاضر ہے دلے پہنے بدن برقع
تو — دل — دل سے — دل — پہنے

سکی ہونیاں کی جالی ہیں دسے کوچ تیری پیاں منجکوں — کیتیاں کے من تپانے میں کیا تیرا جوبن برقع
مجھے — نظر آئے پستاں — کتنوں — دل جلانے کیلئے

بجر کا جو انگن تیرا چھولاوے نا کیتیاں کے دل — ترے پگ کی نشانیاں کا جو پہنیا ہے اگن برقع
مٹے کتنوں — قدم — پہنا

قطب شہ تیرے انچل کا ڈو... دیکھنا زلف منگے
کہ جوں حاجی مکہ کا آکے منگتا ہے دیکھن برقع
چاہتا — دیکھنے

(۱۶۳)

دھن مکھ پہ تیری لٹ ہے نس شاب کا طلوع
(اے عورت چہرہ پر زلف رات)
نس لٹ میں مکھ دسے جو مہتاب کا طلوع
(شب زلف چہرہ نظر آئے)

مد دھن جو پی لئے ہیں پلکاں ہیں مل مل
(شراب)
جاگے چنچل نین میں ہے خواب کا طلوع

دھن مکھ نرمل ہے دن لیا ہور صبح تجہ پیشانی
(عورت کے رخ صاف اور تیری)
تس پر سو مانگ جوں ہے آفتاب کا طلوع
(اس)

عاشق شفا کے تائیں تج لب کا پانی پیوے
(لئے تیرے)
یاں تھے مگر ہے زم زم کے آب کا طلوع
(سے)

دل منگتا ہے جو دھن لب ترا چومن کا ۱۲۱۰
(چاہتا اے عورت (چومنا))
مکہ تیرا اُخم سو تس میں شراب کا طلوع

چنچل انچل جو مکہ پر کھس کر لٹیا تھے آوے
چند پر بدل کا جوں ہے حجاب کا طلوع
(چاند بادل جس طرح)

صدقے نبی قطب شہ یوں شعر بولے ہر دن
دریا کو روز جوں ہے موجاب کا طلوع

(۱۶۴)

تج کیس رین اندکار کا کرتا ہے مشک تر طمع
(تیرے بال رات اندھیر)
تج لب کے امرت نیر کا دھرتا ہی اسکندر طمع
(تیرے آبحیات)

دل کوئی وھرتے ہیں طمع اس چھند بھری کے ناز کا
تس ناز ہور گھونگٹ کے تیں وھرتا اپے چادر طمع
(اور)

جھلکار پر جھلکار کر یو مکھ دکھاتے چھند سوں
عاشق اپے ہو دیپ کر دھر کر کھڑا اچھند طمع
(سے) (خود) (چمک)

باتاں میٹھی دھن یو کرے جو کڑوے میٹھے ہوئے
باتاں کیے تس کے دھر رہے نابات ہور شکر طمع
(جو)

جب کھول مکھ باتاں کرے انبریت ہنوتا نیر جو
تس پانی کے یک بوند کا دھرتا اپے کوثر طمع
(پسینہ)

شاعر کے پگ ڈونگر پرین جوبن سوں تشبیہ دیو کر
دھن کے جوبن تائیں کھڑے دھر کر سدا ڈونگر طمع
(قدم) (پہاڑ) (کے لئے)

بندا نبی کا قطب شہ دھرتا طمع خدمت کوں یو
(کیلئے) (بندہ)
جوں کرنے خدمت شاہ کا دھرتا اتھا قنبر طمع
(جس طرح) (تھا)

ردیف غ

(۱۶۵)

دھڑی ہونٹاں کی مکھ میرے دل منے دیا ہے داغ ۱۲۲۰
خوشیاں تھی پھول کھلے ہیں میرے جیو کے چراغ
(میں) (سے) (دل)

تمھاری بندگی کا حلقہ کن میں پایا ہوں
تمھارا عشق جسے نیں ہے دیو داغ پہ داغ
(کان) (ڈالا) (جنکو) (نہیں)

تمہارا حسن سو قدرت تھے روشنی پایا — ہوراں کا حسن ترے حسن آنگے جیسے چراغ

شراب پھول کھلے تیرے باغ نو خط میں — پلا توں ساقی سرمست منجکوں یک دو اباغ

برہ کا باؤ منجے باورا کیا ہے اب — صبا کا باؤ معطر کریں توں ہیرا دماغ

تمہاری یاد تھی بھانیا ہوں مکھ اپس دل تھے — خوشیاں کا وقت ہی شادی کریں ہمیں بفراغ

ہمارے پھول کے جھاڑاں کوں پھول پھل لاگے — ثواب ہے تجھے مالی اوڑا مو جھاڑ تھی زاغ

خمار پکڑیا ہے منج نین کوں ترا سر تھے — پیالہ نا دے ہمن سیتی کرتے کیتا لاغ

معانی شکر خدا کر نہ کر توں غم ہرگز

نبی کے نانوں تھی آتا تجھے خوشی کا سراغ

(۱۶۶)

سرج چاند تج مکھ تھے پاتے فروغ — اپے دیپ جگ میں دیاتے فروغ

قطب شہ آیا۔

۱۲۳
دپن ہار جیتے ہیں اس جگ منے — نہ دپ لاج تھے سب چھپاتے فروغ
(چمکنے والے جتنے ہیں — نہیں چمکتے شرم سے روشنی)
اگر تو بنجتی نہ اس جگ منے — سورج چاند یوں کاں تھے لیاتے فروغ
(پیدا ہوتی میں — اس طرح کہاں سے لاتے)
ترے بال نمنے ترے گال پر — ابھالاں ہو کر چھند سوں چھاتے فروغ
(کی طرح — بادل سے)
جو شہ کوں بھلانے کوں جاتی ہے یوں — تو قدرت تھے تج مکھ پر آتے فروغ
(سے تیرے چہرہ)
اگر دل پکڑتا نہ تج زلف کوں — تو مکھ نیر میں اس ڈباتے فروغ
(تیری — چہرہ پانی اسکو)
نبی صدقے قطبا کوں تل تل سکی
(ہر گھڑی)
جھلک مکھ تھے تیرے بھلاتے فروغ
(سے)

(۱۲۷)
تج مکھ کوں دیکھت سورج چندر تھی ہوا فارغ — لے لب میں ترے دو لب شکر تھے ہوا فارغ
(تیرے چہرہ کو دیکھ کر چاند سے — سے)
نوں پاؤ جھونا باندے ہور پہنے رتن تن پر — تاریاں تھی ہوا یو دل امبر تھے ہوا فارغ
(تو پاؤں میں اور پہنے — آسمان سے سے)
بادل ہو تری نیہہ میں پھرتا ہوں گلتاں میں — الحمد للہ یارے میں گھر تھے ہوا فارغ
(عشق — سے)
تج خوبی سوں یک آیت سکیا تو ہوا ب مطلق — افسون سحر ٹونے منتر تھے ہوا فارغ
(تیری سیکھا — سے)

لاگیا ہے لذت جب تھی تج لب کا سکی تب تھی ۱۲۳۰ امر بیت نہیں بھاتا، کوثر تھے ہوا فارغ

لگی سے تیرے سے آبحیات سے

تج جوڑے ڈہلک نیکا دیکھ تھاٹ سکی چنچل طنبورے لبر کے سب جنتر تھے ہوا فارغ

تیری اچھی دیکھکر سے

(۱۶۸)

اے نار ہے اس جگ منے تج مکھ عجب روشن چراغ

عورت میں تیرے چہرہ کا

دیکھے نہیں اجنوں کہیں اس دھات کا نوکھن چراغ

ابتک طرح انحان

حاجت نہیں جو سور چند دن رات یوں نکلیا کریں

سورج چاند

بس ہے دپانے دو جگت تج مکھ کا درپن چراغ

چمکانے تیرے چہرہ آئینہ

مُلّا ہے خدمت گار تل، دھن مکھ کی مسجد میں

عورت کے چہرہ مسجد

پلکاں بتیاں کاجل دھواں دیتا اہے لوبن چراغ

لوبان

دھن دیکھنے کوں آئے کی یک دیس تو لنے ان سبب

کیوں دن نہیں

پھولاں کرے شعلیاں سیتے روشن ہوا گلشن چراغ

سکے رے شعلوں سے

عشاق پروانے ہو کر چوندھیر تھے پڑنا گگر
چاروں طرف سے گھیر کر
اپ تن اُپر ہر یک رتن جھمکائے ہے سو دھن چراغ
اپنے پر ہوتی حسین عورت

کیا رسم ہے تج فام میں اس عشق کے مندھیر میں
تجھے فہم نہیں مندر
جو عاشقاں ستمیں اپے آجالتے اپ من چراغ
ستم کرکے خود آکر جلاتے اپنے دل کا چراغ

صدقے نبیؐ کے جو تلک روشن ہے یو گھن تو تلک
جب تک آسمان تب تک
روشن اچھو جم قطب شہ جگ سایں کا روشن چراغ
رہے ہمیشہ دنیا کے مالک

(۱۶۹)

مدنیر تھے پھولیا ہے سکی تج نین باغ بوسے کے پھولاں پار لے آیا ہی دہن باغ
آبدار شراب سے تیری آنکھ کا

ردیف ل

(۱۷۰)

اچپل پیارے کے مندھر منگتی جو توں جانے چنچل
مکان چاہتی تو
تو یوں چھپے چوری سوں جاجی کوں جانے چنچل
اسطرح سے

۱۲۵۰

دو تیاں گمے پر چوطرف تاریاں نمن بھرہے چندا
اغیار ماننند چاند
تس پر برستا چندناسو تجکوں دکھلانے چنچل
چاندنی تجھے

توں کیس کے نس بھبیں او جھل چھپ چا چھپے دیکر نمن
بال رات
جو چھانوں تج دیکھیں گے تو منگتی ہے سنپڑانے چنچل
تجھے

بل کیک پتیا کر چھانو کوں ناوے خبر چک پا کے تو
نہ
دنبال لگ گرپانو پر آوے گی پھسلانے چنچل
پیچھے

سن سرگ بن تجھے حور اپن کھن ہن تجھے تٹ تارے نمن
جنت خود آسمان سے ٹوٹ کی طرح
سو لک فریباں کھائے کے جو آے سکلانے چنچل
سو لاکھ سکھلانے

چت کرو چت یک چت ہو چت لا چلی ہی پیو سوں
پیا سے یکدل
سو نس چکا پیو مکھ اُپر یوں نور برسانے چنچل
رات

پیو اج سورج آیا ہے دیکھ نس میں سورج دن نور لیا
رات
چندا پنم کے چھانے لے پگ دھوتے ہیں.... چنچل
چاند پونم جھانواں قدم

تس پیاری کوں گل لائیا شوقوں سوں لے بوسے دیا
گلے لگایا سے بہت

ہنس مانکوں لیانے سیج چک تو لاج لے آئے چنچل
(مانگ) لانے بستر شرم سے

حضرت نبی صدقے پیا قطبا رکھیں ہو خیال اُس

لک بھاؤ سوں سمجا تجے آتی ہے ریجھانے چنچل
لاکھ سے سمجھا کر تجھے دل لبھانے

(۱۷۱)

ترے دو نین ہیں مدمست متوال — ترے دو گال ہیں خوبی کے گلال
آنکھ شراب کے متوالے

ترے مکھ کی لٹاں نیں ہیں کہ دو ناگ — سلیماں کی انگھوٹی کے ہیں رکھوال ۱۲۶۰
چہرہ زلفیں نہیں مگر انگوٹھی

بھواں تیریاں کوں کیوں لیکھے گا نقاش — کماں دو کھینچیا ہے سخت اشکال
تیری لکھے

سکیاں کے ہات میں دیکھ پیالی مد کی — نہیں دیکھیا اگن کے تیں جو پیال
ہاتھ دیکھے شراب دیکھا آگ کو

توں موتی بے بہا ہے تج بہا نیں — جگت کا مال ہے تیرا سو پامال
تو تجھے قیمت نہیں دنیا

جہاں ہے سیمیا کا نقش اس تھے — کہے ہیں عارفاں سب اس کوں تمثال
اسی لئے

نبیؐ صدقے قطب جم عیش کر عیش

کہ تج در پر کھڑے ہیں فتح و اقبال

ردیف م

(۱۶۲)

پیو مکھ کی آرسی میں دیسیا ہے سچ آپ نام — جے کو نجھا یقین سوں دیکھے من پائے کام

متاں کوں جاے پوچھو تمیں راستی کی بات — نیں ہے غلط یہ بات انوکن ہے راست جام

او مرغ وحشی رام ہوئے آپ دانہ سوں — ہر چند بچھاویں دام نیٹر کسی کے دام

تج سیس اوپر ہے چھاؤں ہما کا ہمیں ہٹے — مرغان خوش کلام تب آویں سو تج سلام

روزی ہوا وصال تجے یک دو جام پی — ۱۲۷۰ — اس تھے بہوت طمع کرے ہے درد سر مدام

انجانی میں جوانی گیا پند نا سنیا — قران ہور حدیث سوں ترکیب کر کلام

ثابت رہے آپ کام میں دنیا کوں نیں وفا — آدم کیا ہے کوہ سراندیپ پر مقام

ن لے اچ

باندیا ہوں عشق میں کمر آساں اساس سوں　　نن پن تھے میں ہوا ہوں تجے نیہہ کا غلام

ہا　　آہ　سے　　بچپن سے　　عشق

مکھ کعبہ کوں طواف قطب[1] شہ کرے سدا

سب حاجیاں میں ہیں حجِ اکبر کیا تمام

(۱۷۳)

منجے اُس گگلے کا حمایل ہے دام　　او یک جوت جوہر سورج پایا نام

مجھے　　وہ

تو مکھ صافی میں نور کا ہے نشاں　　اوسی تھے گیا چھپ کہ جمشید جام

تیرے رخ　　اُسی　سے　کر

نین تیری کوں پاوا نپڑ کاں سکے　　قبولیا ہے تو چاکری جیوں غلام

آنکھ　پہنچ　کہاں　　تیری　مثل

سراوے کن اُس نار کی ناز کی　　کہ عاجز زباں ہور قلم ہے تمام

سراہے　کون　عورت　　اور

طلسماں تھے مشکل ہے نیہہ کا طلسم　　جے[2] راکھے قدم بوجھے افلاک کام

عشق　سے　　جو

دو تن گوندکر ڈاولی کے نکھو　۱۲۸۰　نین کس چٹک لاگے کیا جانے عام

ڈالی (؟)　　آنکھ　لگے

---

[1] معانی　[2] جکوئی بسجے بوجھے او اسمان نام ۔

معانیٔ عشق جنیتا ہوں کر نہ کہے

جنے عشق جنیتا کہے او ہے خام

(۱۷۴)

تج شہر کا سو کیا ہے پری بول منجکوں نام
احرام اس کا باندھوں گا ہور پکڑوں گا صیام

جن نام و پنتھ نا بوجھے و و گن وگیان کیا
کن نا بوجھے سو عقل انوں کا سبھی ہے خام

تج یاد تھے ہوئے ہیں سبھی طالباں کباب
ساقی پلا توں لطف سینی اب تو یک دو جام

ایسا پلا شراب کہ سب دل تھی جائے دھوے
و و نقش کار توم کریں میرے دل مدام

انگار خاک یاد کیا تج تو جیو دیا
جب تھے دیکھیا ہوں تو تھے کیا ہوں تجھے سلام

عالم منجے سکھاویں گے کیا آپنا سو علم
و و نانوں کے حرف ہمن دل میں ہیں کلام

کرتے عزوری اپنے بغل میں سو رکھ کتاب
و و نیہہ کا سو باس نکلتا ہے ہم مشام

۱؎ قطب شہ ۲؎ ودکان وگیان ۳؎ جے ۴؎ نگار ۵؎ جیو دیکھ اس پہ بھیجیا ہوں توں اپنا سلام۔

دوڑایا ہے عقل جتا اتنا دوڑیا — دوڑائے نانو بھی دیوے دشنام میرا کام
جتنا

اپے پند گو معانی کوں کیا پند کہتے ہیں — اس کام باج آپ پہ کیا ہے سبھی حرام ۱۲۹۰
یہ ہی — کے بغیر

(۱۷۵)

کرے ناز نیں ناز سوں منج کرم — عشق بات سوں مہوۓ[۲] اچپایا علم
سے مجھ پر — سے میرا

ازل کے قلم تھے پشانی لکھے — سدا اس کا ہوو رہ اچھے تج بھرم
سے — رہے تیرا

تیرے ہندسی دل پر گنت چوکوں کیوں — حسایاں ہیں آیا ہوں ہیں تج قلم
گنتی بھولوں

میٹھے لب سیتی نانوں میرا لئے — ہزاراں شکر ہے کرے منج دھرم
سے نام

ترے مکھ کا مکرا کرے لب سوں بات — وو محرم نہ کیوں آپیا در حرم
سے — وہ

انجو جو ہو دوڑیں تری بزم ہیں — توں مکھ دھوۓ تو ہو کا شرف منجکوں جم
آنسو — تو

ہمن سیتی آڑے ہوے جان بوج — سنگھاتیاں سوں پیالے پیتے دمبدم
ہم ناراض — ساتھی سے

بچھایا ہوں ہیں سفرہ امید کا — بھرو صحنکاں نعمتاں محترم

بہوت دن تھے ساقی مو ہمسایہ ہے — پیالہ نہ دیتا منجے ییک دم
میرا — ایک

ن[۱] قطب شہ ن[۲] منج۔

اچھو عیش و عشرت سدا بزم میں ۱۳۰۰ معانی گدا کوں دلا وو درم
ن قطب شہ

(۱۷۶)

ترے قد تھے سرو تازہ ہے جم | اوچایا ہے یا نو چمن میں علم
سے | اٹھایا
توں ہے چند تارے ہیں لشکر ترے | توں ہی شاہ خوباں میں تیرا حشم
تو چاند
ورق صنع پر یں لکھیا تج سا ہور | ازل کے مصور کا ہر گز قلم
نہیں تجھ اور
سکندر کوں تھی آرسی جم کوں جام | ترے ہست ہی درپن ہور جام جم
ہاتھ اور
ترے مکھ کے پھل بن کوں دیکھ لاج تھی | چھپایا ہے مکھ آپنے کوں ارم
پھول شرم سے
سدا تج اُپر دھیان تارے رکھوں | سدا تج سوں کھیلوں نویلا پرم
تیرے ساتھ نئی محبت

نبی کے میا فیض تھے قطب شہ
کی محبت کے سے
محبت کے پھلبن کا پایا ہے سم
پھول بن مقابل

(۱۷۷)

کیوں لکھے بینگی تری لٹ کا صفت سیدا قلم | ہے نوا چاند بہوت تیرے بھواں چاند تھی کم
ٹیڑھی زلف سیدھا | نیا بہت سے

ناز کی مین نہیں ہے پھول تیرے مکھ کے نمن
(چہرہ کے مانند)
چند سورج مشتری آئیں کیوں تج سیتے ہم
(تیرے ساتھ برابری)

مکھ دکھایا ہے رنگ روپ عجب لالی تھی خوب
(سے)
۱۳۱۰
قد او چایا ہے ہریا سرو تھے بھی اچھا علم
(اٹھایا ہرا سے)

کیوں نہ جیویں سد عشاق نیرا مرت نمنے
(آب حیات کے مانند)
تیرے گالاں کے سو خوی تھے چوتا ہی جیو کا نم
(پسینہ سے ٹپکتا حیات کا پانی)

غمزے تیرے جو پلک مارنے میں زخم کریں
اس کوں کر میٹھے بوسیاں کے شہد سینتے ملم
(بوسوں سے مرہم)

ایک چھن انپڑیں پیا سو نین میں رکھیں پگ
(محبت سے میری آنکھ قدم)
باند کر پلکاں کے پروے کیا ہوں تیرا حرم

نبی کے صدقے کہے قطب زماں خوباں میں
تجھا دیکھیا نہیں ہی کوئی تیرے حسن کے سم
(مقابل)

(۱۷۸)

سو دھن کے لب تھے منگیا تو بین تو پوچھی نام
(نازنیں سے)
جو کہیا نام اسے بولی نام وے دشنام

ہنسی میں سٹ کہ اپس مستی کے بہانے سوں
(ڈال کے اپنی سے)
دکھا کہ چھند چلی ہت میں لے صراحی جام
(غمزہ ہاتھ)

شراب پیکے سورج کر دکھائی اپ توں سچ
(پی کے)
اول تو نین تاریاں سوں مکھ تھا بدر تمام
(تیری آنکھ تاروں سے)

جو پھول پین کھڑی دھن سوں جو نہال کھلیا
پہن کر عورت جیسے طرح کھلا
سمن پہ وال سنبل یا دیکھا کہ تل رکھے

سرگ میں سرو نہ تج سا اے سرو گل اندام
جنت تجھ
جیواں کے پنکھی پکڑنے الک کی مکہ پر دام
دلوں کے پرند کے لئے زلف

بین پہ لبد کرا و لب خنداں ازل تھی کہے
سے
ابد لگوں منجے تج سوں ہے تج کوں مج سوں کام ۱۳۲۰
تک مجھے تیرے سے تجھے مجھ سے

نبی کے صدقے قطب شہ لگیا ہے دھن کے گلے
لگا عورت
جوں لام الیف نمن لگ رہے الف ہور لام
الف کی طرح اور

(۱۷۹)

ترے ہونٹ خرما، نین تج بدام
آنکھ تیری بادام
عجب ناو شیشے کے قلقل میں ہے

ترے تل اہیں دانے، ہور زلف دام
اور
کہ اس ناو پر رقص کرتا ہے جام

ترے لب نقل سوں ہے منج حلال
سے مجھے
نین مرگ تیرے ہیں ہور سو کے شاخ
آنکھ ہرن اور خط سرمہ
اپس زلف تاراں سکے تیں نا ہلا
اپنی

تیرے نین نرگس بناں ہے حرام
آنکھ کے بغیر
چند الکھے نرا ہے سو ہور لٹ غمام
اور زلف
ہوے ہیں جگت جیو پنکھی اس سوں رام
دنیا کے دلوں کے پرند

نوں خسرو ہے شیریں بچن ہیں ترے
سنیریاں نیں ہے فسر ہا دا ایسا کلام
(سنیا) نہیں

نبیؐ صدقے قطبا کوں جم عیش ہے
کو ہمیشہ
مدد ہیں اُسے آٹھ ہور چار امام
اور

(۱۸۰)

رین چندنی میں سائیں سوں پیو جام
رات چاندنی کے ساتھ پیو
سجن من بات لینے میں ہے آرام
کا دل ہاتھ میں

کرو روشن انداں شمع چھب کوں
کہ راکھے ہیں پیا منج بزم میں (جام) ۱۳۴۰

پیا بن کیوں گمے لیں منجکوں ساری
کے بغیر گذرے رات مجھکو
موہن مکھ تھے یہ لیوں سکھ جب وام
کے چہرہ سے

پیا گل باہنہ دے کنٹھ لار ہوں گی
کے گلے
بلا کر میں کھلا و دل نص بادام

سو اس نس نین نا کھولوں کہ ہوی صبح
رات آنکھ نہ
پیا کے ناؤں بن نا لیو کوئی نام
نام کے بغیر نہ

موہن مکھ چند ہور سکیاں ہیں تارے
کا چہرہ چاند اور
ہمن دل مرغ ہور پیو زلف اُس دام
ہمارا اور پیا کی اسکے لئے

نبی صدقے محمد قطب شہ جسم
ہمیشہ
پرم پیالے پیوے نت صبح ہور شام
محبت کے

ردیف ن

(۱۸۱)

ساقیا آ شرابِ ناب کہاں — چھند کے پیالے میں آفتاب کہاں

عاشقاں منگتے ہیں سماع کرن — چھند گانے کہاں رباب کہاں

مد کے پیالیاں کا دور پھرتا ہے — نُقُل مد کا کہاں کباب کہاں

او کنول مکھ ہیں اَنسُر ہے سپنور — اُس کے اَنگے تنک سراب کہاں

سو کہ دیکھو کہتے ہیں ساجن کوں — ولے میرے نین کوں خواب کہاں

نیند کی ہے خماری نیناں میں — او کنول مکھ دھوویں گلاب کہاں

صبح کے بن لے پھول کھلئے ہیں — شُرب کا وقت ہے شراب کہاں

پردے میں کیوں چھپے گا اوچھل کاں — سور کے نور او پر نقاب کہاں

سکی مجلس شہاں سنوارے ہیں — مجلس قطب کامیاب کہاں

(۱۸۲)

منگیا جو توبہ کے تیں صبح استخارہ کروں — ہنگام توبہ توڑن آیا کیا میں چارہ کروں
چاہا (میں) لئے — توڑنے کا

درست بات کتا ہوں نہ جاسے منجہ تے دیکھیا — شراب پیوں آ ریفاں و میں نظارہ کروں
کہتا مجھ سے نہ دیکھا جا سکے — اور

سجن کے مکھ تھے کھلے ہیں امید پھول مرے — دندے کے سر کوں پھتر پر پچھاڑ پارہ کروں
سے — دشمن

شراب خانے کا مسکیں ہوں دیکھ مستی میں — کہ لاڑ انبر پہ کروں حکم تل سوں تارہ کروں
آسمان — کے ماتحت (کو)

جو منج میں نیں اہیں پرہیزگاری کے کاماں — شراب خور کوں اہانت سوں کیوں اشارہ کروں
مجھ میں نہیں ہیں

پھولاں کے تخت پہ بیلاؤ میرے سلطاں کوں
بٹھاؤ ۱۳۵۰
سنبل سمن کوں گلے ہانس کر شنگارہ کروں
کی ہنسلی بنا کر

(۱۸۳)

پیا تج آشنا ہوں میں توں بیگانا نکر منج کوں
تیرا نہ کر مجھے

رتی تیں یک رتی تج یاد بن توں نا بسر منج کوں
رہتی نہیں گھڑی تیری کے بغیر نہ بھول مجھے
یا لمحہ

ترے پگ تل رکھی ہوں سیس ازل دن تھے ابد لگ بھی

پاؤں تلے　سر　سے　تک

عجب کیا ہے جو نت سر بھیں دھریں ساتو انبر منجکوں

زمین پر رکھیں ساتوں آسمان میرے سامنے

جہاں توں واں ہوں میں پیارے منجے کیا کام ہے کس سوں

وہاں　مجھے　کسی سے

نہ بت خانہ کا منج پروا نہ مسجد کا خبر منج کوں

مجھے

جنت ہور دوزخ ہور اعراف کچ نیں ہے مرے لیکھے

اور　اور　کچھ نہیں　قسمت میں

جدھر توں واں مرا جنت جدھر نیں واں سقر منج کوں

تو　تو نہیں　میرے لئے

جنت کوں ہور دوزخ کوں سو مسجد بت خانہ کیا

اور

کسے ناجانوں میں معلوم نیں کوئی تج بغر منج کوں

نہیں　تیرے بغیر مجھے

ترے نیہہ مد کا میں سر مست ہو متوال ہوں پیاری

شراب عشق

کہ اُس مد باج ناچڑسیں بھی ہور مد کا اثر منج کوں

شراب کے بغیر نہ چڑھ سکے پھر دوسری شراب

نبی صدقے قطب شہ کوں نہیں آدھار کا حاجت

کہ دو نو جگ منے آدھار ہے خیر البشر منج کوں

عالم میں　سہارا　مجھے

(۱۸۴)

نکی آ پھول اُچھالیں ہور سٹیں مدبھہ ساغر میں
سورج کی کھول کر کھڑکی سٹیں نو طرح امبر میں

اگر لشکر لے آوے غم جھگڑنے عاشقاں کے سَم
ہمن ہور ساقی ہو ہمدم سٹیں گے شور اِس کھر میں

سٹیں گے لال مد میانے پریت کے خوے کا گلاب
پون خوش باس ہووے تیوں سٹیں سکر کوں مجمر میں

جو ہے تج ہات میں تاتاں بجا مطرب خوشی تانا
خوشیاں سینے لویں لاگاں انند ہور عیش ہے سر میں

صبا توں باٹ دکھلا ٹک ہمارے یار کے گھر کی
کہ شاید آوے وو لالن یکایک عنبر منظر میں

کتک کرنے بڑی باتاں کتک کرتے خرافاتاں
چل آواں مداولے جاویں کیہ ہے سب جب کم داور میں

اگر جنت توں منگتا ہی تو آ مہ منخانے میں منج سوں
کہ خم نزدیک تھے میلیں اوڈیاں خوش حوض کوثر میں

رتن قطبا کے ہیں نرمول نہیں کس شہر میں مول اس
لیکر آووں جو بکھرا ہووے اُس کا شہر حیدر میں

(۱۸۵)

باغ میں آکہ بھنور پھول سوں کہیا یو بچن
ناز کم کر کے کھلے پھول بہت تیرے نمن

پھول ہنس کر کھیا سچ نار ڈھسوں ولے
عاشقاں نا کہیں معشوق کوں یوں سخت بچن

گر ہوس ہے تجھے اُس لعل پیالے تھی شراب
پلک کے انیاں سیتے بیند توں ما تیک رتن

حشر لگ باس محبت کی نہ آسے اُس کوں
جن پیشانی سیتیں جھاڑیا نہیں میخانے انگن

بہشت کے باغ میں کل باد کے ات لطف سیتے
لٹ سنبل کا سو بکھریا ہے سحر کا پون

یوں کہیا جم کے تخت کوں کہ ترا جام کہاں
جواب دینا کہ توں چپ ہو گئے لے ایسے قرن

عشق کی بات نہیں او جو زباں میں اُس کی
ساقیا آکہ پیالا دے کہ بس کر یو بین

قطب کے صبر سو انجھواں دئے دریا کوں اُبھک
کیا کروں عشق نہیں دیتا ہے یو بات چھپن

(۱۸۶)

کہاں ہے چھانو شاہی ہر یک پنکھی کرے پنکھ میں

ہما کے پر میں ہے اے مہ تبا مارے طیوراں میں

یہ

ہمن شوقاں کے آہاں کے جو تاہیں بھریا ہے دھن

عورت

نہیں کس بان میں او تازگی ہور کس طنبوراں میں

تیر وہ اور

پلک پر نیں پلک مارنے تلک سو دل چورانے ہیں

نہ چرانے

نہیں دیکھیا ہوں اے پنکی کسی نیناں کے چوراں میں

یہ آنکھوں

نبی صدقے قطب کے شعر کی بحراں میں ہے سب بازی

اگرچہ شاعراں باندے ہیں شعراں لے بحوراں میں

کئی

(۱۸۷)

سکیاں جیواں چرانے اب نوی ترزاں نپایاں ہیں

دل نئی طرز

چرا کر عاشقاں کے جیو لٹاں میں لے چھپایاں ہیں

دل زلفوں

جو کہتے آج لگ جگ میں نہیں کوئی جیو کوں دیکھے کر

تک روح

سو مج انکھیاں دیکھ ادھراں وو تھے جیو آن پایا ہیں

میری ہونٹ اُس سے

جو جگ عشاق عاشق اس لباں کے ہو دئیے جیواں

دل ۱۳۸۰

سو جانیازاں ہی عاشق کر اچھوں پیار پایا نپایا ہیں

اب تک

جو توں کھاپ نمک لب کے بدل بوسے لیں جیو عاشق

اپنے

بدل بوسے جیواں لیکر نہ دے بوسے تپایاں ہیں

دل

عجب دندے در دغاں ہو دغا دیں عشق بازاں کوں

یکس میں ٹیک لا دعوی جو پچ نس دن چپائیاں ہیں

رات

سہیلیاں پی سرنگ پیالے دھڑیاں دت جھلنے کیاں لاکر

کی دانت شراب کے

نوے چاند ا...... نس میں سو دن سوراں دیپایاں ہیں

چمکا سورج رات

نبی صدقے نوادیاں، تاریاں نوے شیویاں کے نوقصے

نئے نئے شیووں

نول قطباں سو کہنے وو نپایاں سو نپایاں ہیں

نئے سے وہ

(۱۸۸)

ترے گل گال تھے اے دھن ہوے میرے نین گلشن
سے آنکھ
عورت
سو پتلیاں بھونرے ہو پھرتیاں دکھیتا او من گلشن
وہ دل کو گم کرنیوالا

سکل گلزار کے پھولاں کوں مانند تیرے مکھ کے کر
سب
لگے مرغولتے بلبل مرے جیو کے بھرن گلشن
دل

کھیا پھل غنچہ دھن تیرا دہن ہی کر خوش ہو کیئے
سرانے تھے دہن میرا ہوا تیرا دہن گلشن
سراہنے سے

جو لے ہت آرسی پیاری دکھن تیں آپنا مکھ تو
دیکھنے کے لئے
ہوا ہے سر بسر نرمل ترے درپن کا تن گلشن

دسے یوں پاچ رنگی پاپ میں زرناں سوں تن دھن کا
نظر آئے
سمن پایا ہیں سہتا تیوں سہے دوں تن رتن گلشن
اس طرح

سُرگ بن کا نہال ہے کر کہے ناری کوں دیکھ نیناں
باغ جنت

۱۳۹۰

لٹکتی جب جو ہنس ہنس کر تو ہووے منج گھر انگن گلشن
ناز سے چلتی

میرا

نبیؐ صدقے قطب شہ آج یو بھیداں عجب دیکھیا

یہ

جو کھلیا دھن کے نیناں تھے طرف چارو گگن گلشن
چاروں

(۱۸۹)

پیارے گرچہ میں تج بن نہیں تل رہنے سکتی ہوں
تیرے بغیر　لمحہ

ولے لوگاں کے ڈر تھے بھی اپس تیں کو بندر کھتی ہوں
سے　خود کو مقید

چھپی چوری کد ہیں مد میں بیٹ پاتی ہوں کبیں تج
کبھی　اکیلا　کہیں تجھ

تو دیکھ تج مست ہو جیوں مُہرا ہیس میں اپ ٹھمکتی ہوں
دیکھ کر تجھکو　مور خود ہی آپ

لگی تھی میں انا چینتی گلے تج پھول سوں ایک دن

تیرے
سے

تدہاں تھے سر تھے پاواں لگ اجھوں خوشبو مہکتی ہوں
تب　سے　پھر سے　پاوں　تک　اب تک

مرا بس ہوئے تو الٹ پٹ ہو تج تیں جیو دیتی ہیں

تیرے ہاتھ دل

کہ فرصت نیں کروں کیا فکر اس غصہ تھے پکتی ہوں

نہیں

سے

تسوں ہیں بات کرتی تو تھی دوتن ہپٹ سوں اس تھے

تجھ سے

غیر رقیب قریب سے

نہ پتیا چھانوں کوں اپنے کھڑی جیا گا دچکیتی ہوں

بھیر وسہ کیا جائے

دوتن کے جھوٹ کوں سچ مانتا توں یوں تو واجت ہیں

رقیب

اس طرح نہیں

دو کیوں کے جھوٹ آج کوں بری جا ان ہٹکتی ہوں

وہ

کہے

تجھ

قطب شہ مست ہوں اس وقت پر تو دن بخش ہو منجکوں

نہ جانوں کیا کتی ہوں میں نہ جانوں کیا پھڑ کتی ہوں

کہتی

(۱۹۰)

کوپ سوں آئے ہیں شہ میرے انگن چندمن جھمکتا او مکھ سمن

غصہ سے چاند کی طرح

۱۴۰۰ کیا ہوا ہے سہو سائیں منج تھے کو نا ز چھند سوں کی لگی لالن بسن

مجھ سے کہو سے کیوں زبان

سب سہیلیاں میرے ستر ناٹا دیاں　　　ناہو سے منج تھے کدیں اباں پن

طعنہ　　　نہ ہوسکے نجھ سے کبھی یہ بچپن

ایک چت سوں پیو کوں لوجھی موں ہیں　　　لائی ہوں ہیو پنتھ میں تو دیوے نین

دل سے　کو　　　پیا کی راہ　چراغ

مصطفےٰ صدقے علی قطبا سنی

سے

او پری ہور اری شہ پرنور تن

وہ　اور

(۱۹۱)

پرت دعوے وتن کرتی سہیلیاں　　　ولے ہرگز نہ بوجھے عشق باتاں

محبت کے　غیر

جسے رُوں رُوں میں بھریا عشق مستی　　　تو اس کوں نیہ کی پنتھ میں سراناں

روئیں روئیں　بھری ہے (کی)　　　عشق　راہ　سراہنا

بہو چنچل چپل گن گیان گائیں　　　کہ نا پیو کے ادھر تج دیو جاماں

ہونٹ سے تجھے　جام

جوبن وے کر پیا چت سوں ملا چت　　　کہ دیوے تج سجن اپ حسن رنگاں

پیا کو دل سے دل　　　تجھے　اپنے (دکے)

نبی صدقے قطب من پھول کھلیا

(دکے) دل کا کھلا

تو چوندھر سب مہکتا جیو باساں

چاروں طرف　دل کی خوشبوئیں

(۱۹۲)

نھنا جیو باندی ہو تیرے میا سوں | کہ بیچا کیا دل مرا تج ادا سوں
چھوٹا دل باندی | بیچا (گیا)

بہوت دھات سیتی بھلائی سجن کوں ۱۴۱۰ | کہ پیوں ادھر کا پیالا صفا سوں
بہلائی | ہونٹ

سکل سُدبد کھوی ساجن پرت ہیں | او دیکھ شمع پر بھولی ہوں نت جیا سوں
سب | اُس

عشق کا بچھو ڈانکہ ماریا ہے منجکو | آتا رو اپ دھراں کے دارو میا سوں

نبی صدقے قطبا کی ہو نیہہ کی تانی

تو پائی اُن وصل نس دن عا سوں
اُنکا رات

(۱۹۳)

پیارو پیں نین ماتے اہیں | سجن کے نین ہیں بھلاتے اہیں
کے چہرہ آنکھیں متوالی

سرج نمنے جب ..... نیکلے | چندر تارے اس سوں دپاتے اہیں
سورج کی طرح | چاند سے چمکاتے

او نازوک قد سروجب ڈولتا | تو چمناں کے پھولاں سہاتے اہیں
ڈولتا | چمن زیب دیتے ہیں

اجت کے کرن سے روما لاں کچ تیں — چندر بکھ کے خوباں اُڑاتے اہیں

چاند جیسے چہرے

پرم کی رنبھا اُرسے ہنس ہنس — کلیاں نیہہ کی سب کھلاتے اہیں

محبت — عشق

پیاری سو مہتر پرم دیکھ کر — سکی من سوں اپ من ملاتے اہیں

کے دل سے اپنا دل

محبت

قطب شاہ کی سیج سنگرام پر

بستر وصل

نول مل کہ دو تن رِجھاتے اہیں ۱۴۲۰

نئی رقیب شرماتے ہیں

(۱۹۴)

یک چھن خبر کرا ے صبا مو ہند ہندستان کوں

میرے ہندوئے

اپ زلف کے جنگل منے الجھائے مج نادان کوں

اپنے میں پھانسے مجھ کو

مو درد مندِ عشق کوں ہرگز دوا کد نا کیا

مجھ کبھی

گر پوچھے مج کیا کام ہوئے تج حسن کے رجحان کوں

تج شکر ایسے بول تھے نرخِ شکر سب کم ہوا

تیرے جیسے سے

شہر بدخشاں میں نواروں لعل ادھر کے دان کوں

جب نغمہ داؤدنوں گاوے سو نبہہ کے بن منے
عشق بھی
سن کو ملاں الحان تج سجدا کریں فرمان کوں

تیرا
اغیار سیتی بولئے کیوں بات منج جیو انس کا
میرے دل کی محبت
یک تل کی صحبت میں پیا بسرے ہمن پیمان کوں

لمحہ
رنگ محبت نا دیکھیا پیہو مکھ میں تعبنا میں چھپا
دیکھیا
کیسے دعا و سحر سوں اپنا کروں حیا نان کوں
سے

شعر معانی پر سدا کرنے ہیں سنائے سب سماع
اس یاد سوں یک دو قدح ساقی پلا خاقان کوں
سے

(۱۹۵)

بھلیا بھنوادنمنے جیو مبر اشکر نشان سوں
بھولا بچہ کی طرح دل سے
کہ جیوں ہلجے مکس کے پر محبت شہد اساں سوں
جس طرح پھنسے ڈھیر سے

کتنا پر مار یا اس تے کہ مت پاووں خلاصی میں
کتنا
مگر دیوے خلاصی تجکوں اپنے نبہہ کے ہاتاں سوں
مجھے محبت ہاتھ

خیالاں کے سو پھانسیاں سوں دیکھیا ہوں دل میں نینہہ کا ۔ ۱۴۳۰ ۔ سعادت کا سو خال اُس مکھ اوپر دیپے تاواں سوں

محبت

نہیں ہے کچ اے جیو گرنا بوجھی اس کچ کوں دو جگمیں — اگر بوجھے تو پوجے ہور سوجھے علم جاناں سوں

شنگا فین کی جو میرے مو مو کوں پیوین کچ نہیں — ازل تھے خاک میری کوں گھڑے ہیں عشق فرماں سوں

سے

تو رنگ نیہہ چڑ کر آج جولاں دیو میداں میں — کہ کھیلو ڈاؤ یک تم داد سیتی اپنے منتاں سوں

لئے جب ناؤں ڈاواں کا گئے ہم بھاگ گردن تھے — کہ دل کو ہوک لگیا ہے تمارے ہات چوگاں سوں

تمہارے

بہوت دن تھے تمن سوں آرزو تھا ڈاو بولوں کر — ہوا جب دید پر مُنج دید بسریا آپا میں جاں سوں

بہت سے

مَعانی کہتے ہیں لوگاں پریشاں حال ہے تیرا

کہ لیدیا جیو میرا باز اس زلف پریشاں سوں

(۱۹۶)

کجل آنکھ کا علم پکڑیا ہے روں روں — دو روں روں کا طُرّا لایا ہے گردوں

جے کوئی یک روں طُرّا رکھے آپ سر — کہ ہووے سب شہاں میں جیوں فریدوں

جو طرہ اپنے — مثل

فلک پر کا دیا نی شعلہ جاوے | کہ اُس شعلہ کے انگے کیا ہے جیچوں
مقابل

بھٹی کی پھوکنیاں پھو کیا ہوں دل سوں ۱۴۴۰ | اُسی تے ہیں تیرے نیناں پُر افسوں
سے

منتر پیر راکھ پر چونڈ ھر سٹے ہیں | عجب ہے پیے نہ بوجے راکھ مصنموں
یہ

تمن نوراں تھے ہے یے نور حوراں | تمارے نور تھے جنت ہے موزوں
سے سے

تراوے آس کے پانی ہیں منجکوں | کہ غم دا اٹیا مگر میٹی لے میچوں
مجھے

دنیا کا باٹ منجکوں دور دستا | خوشی سوں پی تو یک دو پیالے گلگوں
نظر آتا سے

ہمارا عشق ہنستا عاشقاں پر | نہ بوجھے عشق مو لیلےٰ و مجنوں
میرا

تری سبزی تے دمنتے سبز ورقاں | گلالی رنگ مے چوتا ہے اجنوں
سے ٹپکتا اب تک

معانی کے بچن تے پیچ نایات
سے

دِسے سب شعر میں میٹھائی افزوں
نظر آئے

(۱۹۷)

وو نازک نار کی جھمکار سنتیں کرتی ہے بے دیں
وہ سے
کہ اس جوتاں کی جھلکاراں سوں باندھے دل منے آئیں
سے میں

تمن مکھ روشنی شاباں بوج چند دیتے ہیں تاواں

بچارے تارے دیسے کاں تمن نور انگے ایسا ہیں
نظر آئے کہاں آگے

ہمارا قصہ ہے شیریں کرو ہم قصہ پر تحسین

۱۴۵۰

کہ کہتے خسرو شیریں ہمن آنگے نہیں شیریں
ہمارے آگے

لکھیا تج ناؤں دل میں جب ہوا مقصود جیو کا تب
تیرا نام
ندھاں تھے شعر میرا اب ہوا ہے گوہر رنگیں
تب سے

محبت پنتھ کوں جو کر نوار یا آپ کوں تو پر
تجھ
لیجاؤ تم خضر ہو کر منجے اس کعبہ کے تائیں

نبی کی بندگی لوڑیا صفاں سب کفر کیاں توڑیا
عشق کے صدر اُپر جوڑیا تکیا بھو عزت و تمکیں
بہت

رقیباں میری باتاں کے کریں کوتوال کوں آ کہہ
کیوں
مو دل بیٹھا ہے شاہنشہ دسوں تو جوت سوں پردیں
میرا

نین اُس کے ہیں دو نرگس بھویں کانٹے اسے چوندس
دو کانٹے کا چوبے نا بس کلیاں و ستیاں ہیں جوں نسرین
وہ

معانی ہے گنہ گار رکھیں یا رب آپ آدھارا
رکھیا سر تیرے دربار آ کریں اُس کا دعا آمیں

(۱۹۸)

نین کی بنداں تجھے چوتا ہے شراب ارغواں
آنکھ آنسوؤں سے ٹپکتا
لعل تیرے کھاتے یاقوت کا پیالا پلا
سے

غم کے کپڑے پھاڑ سٹ کر ہیں ہوا سر تھے جواں
پھر سے
نقل اُدھر کا سکہ ہے منج جیو پرائے دلستاں
ہونٹ میرے دل

سام سیسر ان بھنواں کا چک اُچانے نا سکے — منج اُپر کیوں کھینچتے ہیں غصے سوں زوریں کماں
زور سے

میں نجانوں بہشت جنت میں تمھیں کس جنت کی حور — ۱۴۶۰ — کافر و مومن کریں تج دیکھ کر جیو سوں فغاں
دل سے

تیری میٹھی بات تھے پیچی شکر دو جگ منے — تو جہاں ہیں ارل جو چاو سوں بکتا ہی رواں
سے پیدا ہو ہیں

تاب دوری کا بہوت میرے اوپر کرتا ہے زور — شربت اس قند کا چکا واپ دھر تھے منج دہاں
اپنے ہونٹ سے

تیرے کہنے بن جے کوئی ہنگامہ میں کہنے پڑے — بہو عجب ہے اے کہ نیں ہوتا ہی گنگ اُس کا زباں
یہ نہیں

کرتے ہیں باتاں خیالاں سوں ہمیں تمنا سنگات — ہیں کہاں ہور تم کہاں جھوٹے کریں لوگاں گماں
ہم تمہارے — اور

اے معانی تیرے رازاں تھی ہوتے آگاہ سب
سے
تاج توں رکھ سر اوپر اِہے اماماں کا نشاں
وہ

(۱۹۹)

عشق بازاں ہیں او نین جو خمار اچھیں — ساقیا پھاڑو ورق غم کا کہ سرشار اچھیں
وہ آنکھیں ہیں — رہیں

بول آن بول کے چلتے ہیں ہمن سینی پیا — مہر ہم پر نہ کریں پیو وے ہم یار اچھیں
ہم سے

چند سورج گال او پر دیسے جھن کا چھاؤ (ں)
ابر سوں اس کوں برابر نہ کریں عار اچھیں

تمھارے نین پیالہ ہی امنے ہے نیر جیون
اس تھے اس چشمے میں الیاس و خضر یار اچھیں

جن جنم ناں بند و تبخانہ کے لوگاں منجکو
میری گردن میں کرن کے زنار اچھیں ۱۴۷۰

بر تیزاب کا تر دار بہوت تیز اہے
ڈر نہیں منجکوں سپر منے جو دو لدار اچھیں

کیوں کروں چاند سورج تار یاسوں تشبیہ تمن
دم بدم چرخ تمن حسن پہ ایثار اچھیں

میرے درداں کا دوا ہے تمہاری دشت سینتی
سو حکیم آویں تو اس کام میں بیکار اچھیں (۱۰۰)

نجانوں کس گھڑی کیتے ہیں معانی پہ نظر
اس کے دل میانے علی مہر کا گلزار اچھیں

(۲۰۰)

پیرت کے ڈاواں کھیلنے تج سوں کدیں نا ہار سوں
تن میں رکھوں کیا کام جیو جو عشق پر ناوار سوں

جوں منج بسرتے ہیں تمیں تم نا بسرتے ہیں
جس طرح مجھے بھولتے تمکو نہ بھول ہم

ہمنا تمن بن ناگیں جانا بہوت دشوار سوں
ہمکو تمہارے بغیر گذارا نہیں جانا بہت دشواری سے

جوں جیو سینے مل ہے تن ووں جیو منگے تج سوں ملن
جسطرح روح سے ملا ہوا ہے جسم اسیطرح دل چاہتا ہے تجھ سے ملنا

ڈونین پیا تج دیکھن نچھڑا نہ اپ دیدار سوں
آنکھوں کو تیری دید اپنے سے

کیوں رہ سکوں تج سوں یکٹ جانا مجے ہر تل بکٹ
تجھ سے تنہا جدا مجھے لمحہ دشوار

لائے ہیں چوڑے اجوٹ تم آپ لنے پڑار سوں
وارنے کیلیئے

داٹے نہ دن صاوے ہمنجے پانی نہ ان بھاوے منجے
مجھے کھانا مجھے

یک تل برس جاوے مجے کیا پوچھتے تکرار سوں
ایک لمحہ برس کی طرح گذرے مجھ پر پوچھتے ہو بار بار

جب تھے جگت میں آئیا جو جیو منگیا سو پائیا
سے دنیا آیا دل چاہا پایا ۱۴۸۰

ڈورا ذکر کا لائیا ہیں حیدر کرار سوں
ڈوری تسبیح لایا

جب لگ ہے تن میانے جیا تب لگ رہو تج سوں پیا
جب تک میں روح تک تیرے ساتھ

قطبا جیا دل باندیا حضرت نبی دربار سوں
جی سے باندھا

(۲۰۱)

پیا جوں جوں ملے تیوں تیوں دو تن دل داغ جالی ہیں
رقیب کے دل پر جلائی

ہمارا سر دوتی نی کے تیں کری جوں زاغ کالی ہیں
رقیب کو مثل

پیا رے آج کل آویں گے کر لے آس لارہ کر

ہر یک تل کوں قرن کر کر گسائیں باج ٹالی ہیں
لمحہ کے بغیر

جیوں ہیں جاگنے ہیں تج، سیوں سپنے منے بھی تج
یاد کروں تجھے دیکھوں خواب میں تجھے ہی

جنم تج دھیان میں گھٹیا نہیں موں تج تھے خالی ہیں
تیرے تجھ سے

تمن بن دیس منج رین ہی تمن سوں رین منج دن ہے
تمہارے بغیر دن میرے لئے رات تمہارے ساتھ رات مجھے

کھڑی اک پانو پر جوں سرو ملنے کی اوتالی ہیں
مثل

نبی صدقے قطب کن میں بچن کہہ جاتی کے منکر
کے پاس

سکیاں سب گواہی ہیں تو بات کرتی دیکھی جالی ہیں

(۲۰۲)

کسائیں پاس میرے ہے کہ دیکھی آج سپنے میں
اُٹھی جب ہڑبڑا کر میں نہ دیکھی سیج اپنے میں

پیا کی چھاتی لگ کر میں ہی تھی چھپ کے چھپاتی میں
ہماں تجھ دو تن کاڑے جو مت دیکھو تجھ چھپنے میں
جہاں سے یہ رقیب نکالی

نہ پوچھوں تج پرت پیا نے اچینت کیوں آ گے
نہ تج میں صبر تاتج مہر جاویں قرن چھپنے میں
تیری محبت میں

تماری سوں تمن کوں میں کبھی یاد آئی تھی
تمن جینے تھی بس دن میں ہم چند جوں کھپنے میں ۱۴۹۰
تمہاری قسم تم کو کبھی
تم کو یاد کرنے سے رات

نبیؐ کے صدقے رے قطبا بھریا ہے عشق کا بارا
چلے منگتا ہے سوداگر نفا کچھ نیں ہے تپنے میں
نفع کچھ نہیں ہے بھاؤ کرنے میں

(۲۰۳)

پیا تج عشق کوں دیتی ہوں سُد بُد ہور جیو دل میا
اور

تیرے
ہنوز یک ہوک نیں ملتا کسے بولوں تو مشکل میا
ایک نہیں

خوشی کے انجھواں سیتی بھرائی سمدراں سا تو
آنسوؤں سے سمندر سا توں
کہ شہ کے وصل کی دولت کرے دُر گنج حاصل میا

بھونر کالا کیا ہے بھبیس تیرے مکھ کمل کے تیں
دلے اس بھونرے تھے بیر پیتیں ہوی لہو کا مل ہیں
سے محبت

ازل تھے سائیں کا دل ہور میرا دل کئے ہیں یک
سے اور
بچھڑ کر کیوں رہوں ایسے جیون پیارے تھی یک تل میں
سے

نبی صدقے رین ساری دو تن جیوں شمع جلتی تھی
دلی رات رقیب مثل
جو تارے کے نمن رہی تھی قطب شہ چاند سوں مل میں
سے مانند رہی

(۲۰۴)

اپ نیہہ کی کسوٹی پہ شہ منج کسیا نہیں
اپنی محبت مجھے کس کر نہیں دیکھا
دل بات کھول کہہ کہہ کدھیں ٹک ہنسیا نہیں
(کی) کبھی ذرا ہنسا
منج جیو منے ازل تھے ترا نیہہ یوں بسیا
میرے دل میں سے عشق
سو دھات بھی کسی کی جیا میں بسیا نہیں
کے دل
پلکاں کے تیر مارے جہاں سائیں ناز سوں
سے
منج باج سینہ کرنے ہدف کوئی دھسیا نہیں
میرے بغیر
مکھ بازلف سنپولا کھیا گاڑرے عجب .. ۱۵
اس دھات کا سنپولا بھی کس پر ڈسیا نہیں

تاسک کے ناکسر کا سودھن بھون کا بھونک — پئے سدہو کہ ٹھار اُپر تھے کھسیا نہیں
تاک — جگہ پر سے

دو تن جدائی پاڑنے تدبیر کی ولے — سائیں ہمارا ہم تے کدھیں بھی رسیا نہیں
ڈالنے — سے — رنجیدہ ہوا

صدقے نبی کے دیپے مرا بھاگ سور تھے
چمکے — سورج سے زیادہ

پنجتن کے چرن باج قطب سر کھسیا نہیں
قدموں کے بغیر

(۲۰۵)

پیا کس سات جیو لائے کہ سمجھے کس کوں جاتا نیں
عاشق ہوئے — سمجھے — کسی — نہیں

جو آسوں پو چھنے جاوں اُساساں بات آتا نیں
آنسوں — آہ

پیا تو شرط بولے ہیں کہ میں تج سیج آوں گا
تیری (پر)

ولے منج سیج آئے باج میرا دل پتیاتا نیں
میرے (پر) بغیر — بھروسہ کرتا

گنے ہیں باغ ہیں گئے تو گنوایا جائے دکھ دل کا
کہتے

ولے مکھ باغ پیو کا دیکھے بن منج دکھ جاتا نیں
بغیر میرا

پھولاں سب باس کے بن میں کھلے ہیں من بھلانیں
دل کے بہلانے کیلئے
ولے پیو باس عرق بن باس بن ہر باس بھاتا نیں

محمدؐ ناؤں دل میں رکھ محبت سوں محمد نوں
کا نام — سے اے محمد قلی
علیؑ کے عشق بن کچ کام بھی تجکوں سہاتا نیں
کے بغیر کچھ — پھر تجھے زیب دیتا

۲۰۶

سکی نیہہ کا نین مندر کیا ہیں
کی محبت — آنکھوں کو
جیا جیو جیو کا جیو کر راکھیا ہیں
رکھا

جیسے روں روں مرا تج نام نس دن
یاد کرے روواں — تیرے لئے — رات
تجے جیتے تھے دو جگ میں جیا ہیں
تجھے یاد کرنے سے — زندہ رہا

نین پھیتے میں باندی تیری صورت
آنکھ — خوب — باندھی
تو تیرے نور اپر نیناں سیا ہیں
آنکھیں

خدا اجو راکھیا منج ہور تج کوں
رکھا مجھے اور تجھے
جدائی جانتی نیں ہوں پیا ہیں
نہیں

دیا ہوں دکھ کی باتاں دکھ کے تیں
جے کچ سک کئے بچن تھے سولیا ہیں
جو کچھ

نبیؐ صدقے فنا نا جانے قطبا
محبت میں بقا پیالا پیا ہیں
(کا)

(۲۰۷)

اُجالا جگ منے جھمکیا جو باندے بال بھولی جوں
میں باندھی
ہوا پھر رین اندھارا بندے سو کیس کھولی جوں
رات کی تاریکی باندھی ہوئے بال

لٹکتے جب چلے سو دھن سکے ہیں چال ہنس کی کاں
تازنیں سیکھے کہاں
بنے بن پھول سب بھریئے جو ہنس کر بات بولی جوں
ہر بن میں

منجے جب دیکھ کر سو دھن دسن تل لیائے لب دیسے
مجھے دانت کے نیچے نظر آئے
دسن نابات آدھر امریت کے پانی سوں گھولی جوں
دانت مصری ہونٹ آبِ حیات

کرو اب عاشقاں دل گھٹ بچن معشوق کا یک نیں
وفا کے اچھراں جو تھے سو اپنے دل تے دھولی جوں
حروف سے

محمد کا محبت آ گیا ہے ٹھار منج دل میں
جگہ ہیرے
علی گھر بھیک منگتے تھے بھری منج دل کی جھولی جوں
سے میرے

(۲۰۸)

تج بن پیارے نیند ٹک نیناں میں منج آتی نہیں
تیرے بغیر ذرا آنکھوں میری

رینی اندھاری ہے کٹھن تج بن کٹی جاتی نہیں ۱۵۲۰
رات تیرے بغیر

تیرا خبر اے موہنی منج کوں کیا ہے بے خبر
مجھے

دل تجے خبر کی یاد سوں اپنے کے جلاتی نہیں
سے کیوں

ہاوے پہ پاوے روم روم بجتے ہیں تج یاد نت
تیری

اوناد پاویاں کا منجے کے یاد دلاتی نہیں
مجھے کیوں

کیتا صبوری میں کروں جوں مین پانی تے بچھڑ
کتنا (مچھلی) سے

توں گل سناتی ہے ولے کے منج گلے لاتی نہیں
گالی کیوں مجھے

کیتا اپس کوں ناز ہور چھند میں پوانگی لے سکی
کتنا اور

آسیج پر ل بل گمیں تج بن منجے راتی نہیں
گذاریں تیرے بغیر مجھے عیش سے گذرتی

اے دھن گھونگٹ میں ناز کے کیتا چھپا کے آپ سے
عورت کتنا

کی منج نین تاریاں ہیں تج مکھ چند جھمکاتی نہیں
کیوں میری آنکھوں کے تاروں تیرے چہرے کے چاند کو

خانا نبی صدقے قطب عاشق کہاتا ہے ترا
خاندان کہلاتا

اس بن یقین پہچان توں بھی کوئی تج ساتی نہیں
کے بغیر پھر تیرا ساتھی

(۲۰۹)

او لالے عشق کے دل میں ہلاو جاں سوں کرتے ہیں
سے

نجانوں اے او لالے ہم سوں کس فرماں سوں کرتے ہیں
یہ سے سے

ہمیں بیٹھے ہیں غم کشتی منے باد موافق کاں
میں کہاں

صبا نوں باد طالب لیا کہ جنگ طوفاں سوں کرتے ہیں
سے لا تو

سکندر کا ہے درپن ہات تج سب راز دستا ہے
تیرا نظر آتا

ہمارا راز جان انجان ہو باتاں سوں کرتے ہیں

بساط دنیوی ہے بڑبڑا توں جان اے غافل

وفا اس میں نہیں گر عشق سوں کامان سعی کرتے ہیں

۱۵۳۰

پرت گلزار میں سب بلبلاں الحان سوں کہتے ہیں

ہوا خوش دیکھو باناں رات دن پھولاں سوں کرتے ہیں

مرا صاحب سلیماں تخت سیارہ حشم جگ میں

غروری اپنی شاہی کی ہمن موراں سوں کرتے ہیں

ہمارے شاہ کی شاہی عجب حکمت ہے لقماں کن

پیاتے دوستاں کوں دوستی وندیاں سوں کرتے ہیں

شراب تلخ دے ساقی کہ رنگ اس تھے شفق پاوے

او تلخی کا اثر میٹھا ہمن مستاں سوں کرتے ہیں

اس

جوانی کا عجب ہنگام ہے پھر کر نہ آوے او

کہ اس ہنگام کی خاطر بہوت درماں سوں کرتے ہیں

منجے تج عاشقاں کی بزم میں ٹھارا نہ تھا لیکن
مجھے تیرے جگہ
پرت بازی ہماری سب پرت بازاں سوں کرتے ہیں
عشق عشق

حرارت عشق کا تیرا کیا منج بے عبادت کر

جراحت پر سلا بہ نازکی مژگاں سوں کرتے ہیں
سے

نکو جانی سلیمانی ہمن مرہم پری رویاں

دوا سب عاشقاں ہیں منج اپس ہاتاں سوں کرتے ہیں
خود اپنے

معانی نا بوجے خوبی برائی پیسم دارو کی

ہزاراں شکر مودار و اپس ہاتاں سوں کرتے ہیں
میرا علاج اپنے ہاتھوں سے

(۲۱۰)

خدا کا لے ناؤں پیت پھل کھلائیں ۱۵۴۰ تو تارے اُپر تارے بھی بار لیائیں
لیکر نام محبت کے پھول پھر بھل لائیں
یک بیک بھاؤ ہور یک ریک رہت سو مکھ شہر میانے یک یک کو جلائیں
اور ایک

سو دھن آسمانی انچل اوڑی ہے
نازنیں اوڑھی
سورج چاند رخساروں ان جگمگائیں
وہاں

منجے ایک کر جانوں ناچار کر
مجھے
منجے ڈھونڈ نے جیو جوتی سو پائیں
تجھے

صراحی ہی ناسک ادھر تبخیریاں
ناک ہونٹ
نین سوگی زرنخت سوں نیہہ بھریں
آنکھ (سوکے) عشق کی شراب

دہی سنبلا جگ منور کرے
پیالے سوہت سور ہو کر دیائیں
ہاتھ میں سورج

قطب نیہہ کے دعوے کی کرتی تھی
کی محبت
نبی صدقے اسکوں انیتاں آزمائیں
اب

(۲۱۱)

پتلیاں مصلی اطاق بھوں اہن بے نیاز کوں
احرام باند کر سو کھڑیاں ہیں نماز کوں
باندھکر کھڑی

پلکاں طواف کرتے اہیں کعبے نین کوں
کعبۂ چشم کو
تا مد عا بر آوے اپیں دل کے راز کوں
اپنے کا

ہاتاں کو دیکھ بھیکتے سو جوبن کوں جیو ہے
ہاتھوں کو دیکھ کر پر دل
بھٹین نین سوں دیکھتے ہیں ہات باز کوں
سرِ پتیاں کی آنکھ سے

باندے ہی کھیچ جوڑے ہیں سیاہی ابھال دھن ۱۵۵۰
باندھے سیاہ بادل عورت
بُند خوی بر سیں سیا نت نمن سروناز کوں
بوند پسینہ کے کی طرح

کرتار ہر یکیس کوں دیا ہے ہر ئیک کام — لاگیا ہے کام عشق کا مُنج عشق باز کوں
خالق ہر ایک کو ایک — لگا

بھو منتراں سوں پالے سنپیارا سو ایک ناگ — رُوں رُوں سنپولے لبار ہے ہیں اس غمزہ باز کوں
بہت سے سنپیرا — ہر رویں ہیں مجھ

حضرت علیؑ کی لے کہ درازی اچھے تمام
(بیچے) (کی)

صدقے نبیؐ کے قطب کی عمر درازکوں

(۲۱۳)

کنگی چھوٹ ہات تھے دھن کے رہی یوں سیام بالاں میں
چھوٹ کر ہاتھ سے نازنین بطرح سیاہ بالوں

کہ جوں چند رار د کرناں سوں ال دستا اجھالاں میں
جسطرح چاند سے ملکر نظر آتا ہے بادلوں

نین تپلی سیہ جوں مشک، جو ہر جام بھیتر پا
آنکھ کی اسکے اندر

جڑے ہیں جوہری نیلم نچھل لیا موتی ڈھالاں میں
لا

کریں جوں سیر پانی میں بھونگ سیاہی اپس میں آپ

دسیں تیوں عکس بالاں کے سو درپن صاف گالاں میں
نظر آتے ہیں اسطرح بالوں آئینہ کی طرح گالوں

گلالی لال پھانکاں دو اَدھر پروال ہیں وھن کے
ہونٹ
تمن جھلکار جوں دامن چمک ہیں پھول مالاں میں

پتنگ دل عاشقاں کے جل رہے جلبل کجل ہوکر
جل بل کا جل
سو تس بھیتن نپڑ چھوکوئی جوبن نوری ہلالاں میں

پون جوں ہیچ کھا ڈھنڈلاے صبحی ات تنک پن تھے
ہوا ڈھونڈے سے
دسے نازک کمر تج ووں خماری ڈول چالاں میں
نظر آئے تیری اسطرح ڈلتی چالوں

عجب کچ کھان مخفی تھے سو پرگٹ پر قطب شہ دل
سے ظاہر
کچھ
جواہر سمنداں ابلیں ہر یک تانے خیالاں میں
کے سمندر

(۲۱۳)

تیری دوری تھے مرِ دل کوں نہیں یک دم قرار
فراق سے
مچھلی نمنے تلملاوں ہوتا جو لدمد دور توں
مچھلی کی طرح کبھی

تیری مجلس کا سو ساقی پیک پریاں مست ہوئے
تلچھٹ پیکر
ہشت جنت میں تھے کس جنت کی چنچل حور توں
سے

سنبہاریاں کیے نین تجھ پردہ تھا تجہ نین پر   تیری دِشٹی تھے اُڑیا پڑا عجب دِستور توں

آنکھ سے   میری   نظر سے

تج نین بجلیاں تھے بجلی سب سہیلیاں کی چھپی   سیچلی دِستی بٹ سُندر جیوں طور پر کا نور توں

تیری آنکھ   سے   نظر آتی   سیچی

سب فقیہاں مل الف تا پڑک کہتے ہے پڑو   میرے دل کے شہر کوں دِایم رکھے معمور توں

(ا) پڑھ کر (ب) پڑھو

پندگویاں تھے ہوا ہوں عاجز و بیہوش میں   میں سو عاشق با نوا و علم میں سنپور توں

سے   اور   کامل

کوئی بوجے رمز تجھ بن قطب کا

لب شکر ساقی پیالا بھر کہ ہے فغفور توں

کہ

(۲۱۴)

بھواں کی کوشکی جب تھے تمیں چڑاے کماں   سو ادرِ خشن ہوئے جیوں کہ رستم دستاں

سے تم چڑھائے   مثل

تماری نازکی جب اوس جیو کے باغ پڑی   چوُوے وو اوس تھے ہر دم شراب لعل رواں

تمہاری   دل   (دیں)   سے   اُس   ٹپکے

وو باس اپنی پری مل سوں چھید تا دم دم ۱۵۷۰   ہر یک پھول اپس وضع سوں دکھائے کتاں

وہ   اپنی

بڑائی کرتے ہیں سب پھول اپنی باساں کی   یکایک آئی تمن پھول باس اونوں کا میاں

خوشبو   تمہاری   ان کے درمیان

تمارے چھن کے کرشمے سوں علم سب سب عالم
بغیر سحر سوں کھینچے ہیں طالباں کوں دوال

تمارے نین کوں نرگس سوں کرتے لوک تشبیہ
کہاں تو جھیں اُنوں جھڑتا ہے اس تھی دو جہاں

نماز و روزہ سوں اچھنا کہ دل ہیں ہے میرے
دکھاتے شیوے عجائب منج اِن زماں کے بتاں

شراب صاف میں دھو کپڑے ہور غسل کیا
رقیب کے مکھ اوپر توڑتا ہوں تال تتاں

کہ سات سمند منّ سنسکرت علم بھے
تو توڑے جیر وہ کاری وکھاوے اسکے کتاں

بھولیا ہے جیو مرا اس کے تل کے خال اوپر
کہ پڑے ہیں منجے چوندھر تھے اُسکے مکھ کنے خطاں

ہزار شکر الٰہی کا کرتا ہوں ہر دم
دمامے فتح کے بجتے معانی شاہ نشاں

۲۱۵

بلبلاں کہتے ہیں باتاں خوشی تھے پھولاں سوں
منج وسے تج دسے سم نا آویں گے جاناں سوں

کر سوناں سو میں راستی کی بات لکھیا ... ۵۱
نینہ تراز و منے جو کھ کر لکھیا ہوں تمناں سوں

مے ادھر لعل تھے منگتا ہوں پینے بہو دن تھے
ہونٹ سے چاہتا بہت سے
کون اُو دن اچھیگا پیالہ پیویں ہمنا سوں
وہ ہو گا ہمارے ساتھ

تخم پیت کا ازل تھی پیبرے ہیں دل میں مرے
محبت سے بوئے
تو تمن بات کوں جاوب کروں پلکا سوں
تمہاری

عشق کے باغ میں کل یا و محبت کا ہلیا
ہوا
کروں اسپند لے ڈرتا ہوں اُس پاتا سوں

آپہی آرسی کا لاف سکندر نہ کرے
تیرے ہت آرسی دکھ گم ہوا اپ ناما سوں
ہاتھ میں دیکھ کر

عشق کا بات نہ آوے کتے ہور لکھنے میں
کہنے اور
ساقی پیالا پلا ہور رقص کرو ہمنا سوں
ہمارے ساتھ

تمارے شہر میں بیٹھے ہیں ہدف ہو کہ ہمیں
تمہارے
کی نہیں کرتے تیر اندازی اپس نیناسوں
کیوں اور اپنی آنکھوں

صبر گذر رہا ہے صبوری تھے معانی تیرا
سے
بر ہا تند ہوا لطف کرو نازا سوں
فراق سخت

۲۱۶

جدہر دیکھوں تو دسے حسن تیرا مبر ہے نین
نظر آئے تیری آنکھیں
کہ دل چمن میں تمارا ہی باس جیسے سمن
تمہارا خوشبو

پیالہ سر تھے پیو نگار قیب کے ہت تھی
پھر سے ہاتھ سے
کہ مستی سر کوں چڑھا کر پھرو انوں کے انگن
کے آن

ٹھنڈی کیے رشک تیرے تھے جھڑ ہیں باغ کیے (سیب) ۱۵۹۰ تو زیب دیکھ کے یو چھوڑیا ہے اپ وطن (یوسف)

تو نار جھاڑ تھے پھل چننے ہاتاں اپڑے (سے، نٹ) پرت میں وال ہو اقد عصا دیکے چننے رتن (سے)

خبر ہو بھاگ کا بھیجو نین کے حاجب سو (پھول، لب) تماری یاد تھے جیتا ہو سب خطا و ختن (لب)

او بت کا ناز دسے کچھ ہر یک کے نیناں تل (میری قسمت، نظر آئے، وہ) نظر ہمارا سو کچھ دیکھ کر لیا ہے چمن (سے)

کرے سوال معانی تمن تھے سال بسال

کہ سوال دیو بن تو کیا کم ہو یگا حسن ٹمن (تم سے)

۳۱۷

دیس آنند کا تو یاراں طرح عشرت کیتے ہیں (کرتے) خوش مکھاں جا کر تو تج پھل ار صحبت کیتے ہیں

گوشہ پھل جھاڑ خوب ہے اب میں حو ساران مست (دن) یک بکے پھل جھاڑ تل او چھلک خلوت کیتے ہیں

کام پڑیا اب تو عاشق کوں کہ اس جنگل و باغ (وہ) چندریاں ہر روز مجلس کوں سو نوبت کیتے ہیں

آہ ایسے منتاں کہ جو اچھے جگت آئے بھر سو ہماتے تائیں سو زنگاں سوں فرقت کیتے ہیں (لئے، کرتے)

وقت او آیا کہ اس عالم میں ہت آوے پھٹ — پی شراباں کیوں کہ کانٹے سوں امت کینتے ہیں

دوست ریا اکھو وضع مے پیناں کا کب و شمن تزیک — اس زماں میں مست اس جام محبت کینتے ہیں ۱۶۰۰

مندر با قوناں کا توں جانے نہال کل کلال — اس کے ناںیں مجلس صاحب مروت کینتے ہیں

تب کہ مست ہوا نکھ اس لطف ازل را کیا امید — واں کہ حاضر تھا ہو میں جو وقت جنت کینتے ہیں

پیالہ ڈھان کیا کر معانی تا نہ لیوی نام کو
کیمیائی آن بسو کراں سوں حیلت کینتے ہیں

(۲۱۸)

میں عاشق بیباک کھیلوں عشق بن آدھار سوں — پیرت کے لاکا پران دل جیو کنوں ناوار سوں

مستی سوں تم گالی دئے میں بھی تو کچھ کہتی و لے — یک حرف کہتی مت رسیں گر چپ ہے رونشوار سوں

آ گھر مرے میں تج لکھی مج جیو میں تج صورت بسی — لو چن میں روشن تو ں دسی پتلیاں جیو میں پیدار سوں

طعام و پانی باج میں کیوں رہ سکوں تج پیار بن — مج جیو کا آہار ہے تج یاد کی آدھار سوں

میرے دل تری

مج اس ازل نھے لکھ رہے ناد اسکیاں کیا پوچھنے
سے
میری زباں عاجز ہے تم سنگت بولنے تکرار سوں

پنکھی ہزاراں جگ منے بن جوڑتے ہیں و لے
پرند میں
توجوت مج پر چھائی تو جگنا ہوی چوسار سوں

ذرے سکل جگ بھر رہیں تج عشق کیرے گرد میں
سب دنیا میں
۱۶۱۰
تو نور تھے ذرہ معانی ظاہر ہے انوار سوں
تیرے سے

(۲۱۹)

جداں تھی عشق بن بوجھتے نداں و یکھے تج اپنے میں
سکل سُدبُد گنواں پوجے رہے تج ناوں جپنے میں
تیرا نام

(اسکے بعد دیوان میں صفحات چھوٹ گئے ہیں)

ردیف و

(۲۲۰)

پیاری کے چکر بال کوں ہیری عجائب سُبو
بنا مالی گنا پالی رہیا تیری عجائب سُبو

غباری کا خطاں ٹپریں سوچشمک سوں انکھی
قلم بال سوں ہنت صنع رقم کیری عجائب سبو

معلم سو ہرن آئے دکھا حرف نوا خط سوں
جگا جگ میں ہوا انجنث عنبر پھیری عجائب سبو

تجھ کیں اپجنے کا معما سو بوجو شیخ — کہہ کیں تجھے لکھ وضع شتر ائیری عجائب سو

سہن بال چمن پہ لٹک تیری سنبل جھلے — او تو لالاں سو کھلے پھول سرنگ تیری عجائب سو

چرہیا تیری پکار اٹھیا سو چوندھر جیو برق — یوں منتی کجل انکھ میں چمک تیری عجائب سو

سکل کیں بڑا کھوپ بندی کو پ معانی پہ
نبی کوپ ولا کوپ تیرد ری عجائب سو

(۲۲۱)

کہیا کہ بوسہ سیتی ہمن تم جواں کرو — کہے پرت کی بات تمن جیو کا جیاں کرو

کہیا کہ آفتاب کرن آئی قول کوں — ۱۶۲۰ — کہے کہ قول جوت سوں لکھ کرداں کرو

کہیا ادھر تمارے جیوں کوں جلاوتے — ہنس کر کہی یہ بات نکو تم بیاں کرو

کہیا کہ حق پرستی کرو بت پوجن سوں — کہیا کہ دونو بات میں ایک امتحاں کرو

کہیا کہ آدمی کا مروت نہیں تمن — کہے کہ بس ہے عشق تمارا نہاں کرو

کہیا کہ عاشقاں کوں کھانے کا بھید کیا
کہئے کہ عاشقی منے گونگی زباں کرو

میں

کہیا کہ درگلالی جلادیوے جیو کوں
کہئے ازل تھے مست ہوں تم ناسماں کرو

سے

کہیا کہ مرحمت کی نظرسوں نوازو مجھ
کہئے ہماری پنتھ منے جاں فشاں کرو

سے راہ میں

کہیا تماری سیو امعانی کا دولت ہے
کہئے کہ تم بھی سیوا برابر شہاں کرو

(۲۲۲)

حسن بعضے دکھو ہور حسن اے محبوب دکھو
زمین اسماں من فرق اہے خوب دکھو

اور کے مانند

سبحہ دیں دکھو ہور حسن صنم کفر دکھو
خرقہ زہد دکھو جامہ مشروب دکھو

اور

قصہ یوسف دکھو بیرحمی یاراں دکھو ۱۶۳۰
پیرہن باس دکھو دیدہ یعقوب دکھو

دوری دیکھو سو تماری وہمن صبر دکھو

تمہاری ہمارا

خندہ ناز دکھو گریہ ایوب دکھو

دردمیرا دکھو درماں سو اس کرد دکھو
اس غروری دکھو ہور منج مژہ جاروب دکھو

اسکی اور میری

آب زمزم دکھو ہور اس ٹھڈی کا نیر دکھو
صافی چشمہ دکھو نائب منسوب دکھو

سرو کا قد دکھو ہور اس لٹکن چال دکھو
عشق کا آہ دکھو منج دل مجذوب دکھو

ناز کا ناز دکھو ہور انچل اس سیں دکھو
سو کے کے بھالے دکھو سینہ مطلوب دکھو

نینہہ کا زی دکھو ہور ہو دل مجنون دکھو

کوہکن دیکھو معانی دل ملتوب دکھو

(۲۲۳)

آہوان پائے خطا کی زلف مشکیں باس بو
کچ عجب ہے راز اس کی باس بن تجھے وار دو

منج کرے مجنون و دیوانہ پیا اپ نینہہ سوں
بھی کیتے زنجیر زلفاں سینتی ولکوں بند او

دو دکے تھنواد ہیں موں بن تیلیاں چلبلیاں
تو لبد کینتی ہیں تیرے میٹھے چو میاں سینتی خو

منتی ہے تج ناوں کی میرے سوسیں اوپر سدا
تاج وافسر میں کیا اس منتی کوں کیا کینگے کو

طوف طاق کعبہ کرنے دے منجے فرصت خدا
خاک سرمہ کر دماغ اپنے کو دیوون عود بو

منج محبت اُس ترک کا میل ہے اسکا شکار — میں شکاری ہوں کھیا ابرو کماناں ناندے دو

باز جنگل باگ کا سیمرغ کوں کرتا شکار

اس کے جنگل میں معانی ہے بچارا مور و مور

(۲۲۴)

مرے مذہب کی باتاں کھولکر اب کیا پوچھینگے کو — ہمیں جانے وو مذہب آ رقیباں کیا غرض تمکو

کوئی — وہ

پھولاں کی شاخ پر بیٹھا ہے بھنور انیہہ سوں جھلتا — بھریگا شہد سوں اب تو ہمن اللہ جیو کا جو

ابر روں روں کا چھایا ہے ترے مکھ سورج اوپر — او ابراں تھے چووے مہ بنداس تھے دل کیا ہے خو

وہ سے ٹپکے مینہہ کے بوند اسلئے

کئے بنیاد مستی کا تمن دیکھ زاہد و جاہل — کروں کعبہ میں سجدہ ہر کدہر کوئی کہینگے مو

ازل تھے ہم تمن پیاری ہی اپے پیر میخانہ — عجب کیا ہے چھپا کرو یو مے منجکوں پیالی دو

سے — تم

مو میں یک بات و دل میں ات ایک میری نہیں عادت — تمیں سنگ دیکھو انگ میرا کہ پکڑیا ہے کیے مدتھے بو

عشق — سونگھ — منہ

ہمارا عشق کا مجمر سو سر تھے روشنی پایا ۱۶۵۰ اگر ہو رعود و عنبر سونگھ کر ماتماں کوں کروں خوشبو

پتھر سے — اور

کروں تعریف میں کس دھات سوں میوہاں کہ رنگا رنگ کا
یوں جوبن کچ ملکیاں کوں لگیا ہے میوہ رنگین ہو
بہشتی میوے ارزانی ہوے ہیں اب معانی کوں
رقیباں اے برائی دیکھکر جاتے ہیں جگ تھے ہو

ردیف ہ

(۲۲۵)

شبیہ بنی روں کا خوش تج مکھ پہ ہوا چردہ
باندھے ہیں خماری کا اس نین اُپر پردہ

تھا حکم سلیماں کا خاتم ستیں جن اوپر
مکھ حکم ستیں حکماں دو جگ میں سدا کردہ

نور نبوی مکھ پر تیرے سوا دیتا ہے
دانش کی نظر میں ہے اس نور تھے پروردہ

بے دانہ و پانی تھے آدم اچھے کیوں زندہ
مکھ دانہ ازل تھے سچ منج جیوں میں آوردہ

داتے او پر انچل کا دو جھل کرے ہے نہ کا
کیوں جاؤں چرا چیرنے دو دام ہے گستردہ

اس دانہ کے تیں میرا دل دانہ ہوا پُھٹنے
دے خمس وہ دانہ کا مو نیر خضر خوردہ

تج عشق کیے پنہاں میں مکیں معانی ہے
با جوت نین منج پر تادبیوں کرو برہ

(۲۲۶)

تمن روشنی بن ہمن روشنی ناہ ۔ ۱۶۶۰ تو دیدار بن سبھی دیدار ہیں کاہ

سبھی جھاڑ کوں پت جھڑی باد آیا چکر کھانس پر ہے نظر تو دسوں شاہ

تمن خیال سیتی ہمیں خیال باندھے رقیباں بوجھیں یے باٹ آہ ہے آہ

نمازاں کروں رات دن ملنے کیاں ہیں ہوا منجکوں روزی ذوالحمد للہ

اندھارے کے باد ل منجے بیڑی جو پہر خدایا تو بھیجیں ہمن باد دلخواہ

کتا صبر فریاد کر چپ نرہ توں کروں آہ آہاں توں نہیں ہوتا آگاہ

ہوا بیقرار آہ آہاں تے میں اب نظر با منج اوپر سونگا کہ جیون ماہ

کریگا اگر یاد وو منج دکھی کوں کروں یاد اگر کس کوں استغفر اللہ

معانی ہے عاجز تری خدمتاں میں
نہیں سُد بُد اسکوں تو کر سب تھے آگاہ

(۲۲۷)

نیناں کے بند میں ہلجیا ہوں کن نہیں ہی آگاہ
نا بوجھ سک کہتے منجکوں دیوانہ گمراہ

نیہہ کھرگ دھار اوپر چلنا بہوت ہے مشکل
چل نا سک اس کے اوپر کھوی ہیں سب اپنی راہ

پیارا عشق کا ہو کر نیہہ صف میں ڈرتا ہوں
ہے مدعا یہ میرا سجدا کروں وو درگاہ

کلھ پھول آسماں میں دستے ہیں تارے جوہر
اپ کام میں میں پھرتے نہیں کس تھے کوئی آگاہ

ہیں مات تیرے جسم انگے کیقباد و رستم
چیرے بندے ہیں تیرے ہمکوں لکھ اپنے دلخواہ

کن لکھ سکے حساب تیری صفت کے یا رب
منشی نہ بوجھیں انشا قلماں ہوے ہیں جیوں کاہ

کافر کہو منجے کوئی یا زاہد و مسلماں
احرام باندیا اس کا نا سوجے ہور درگاہ

تج نیہہ صور کوں جھارن کوئی جاگت میں (؟)
یک رنگ ہوے سوجھاڑے تو دیسے سب میں جیجاہ

ترکیب ہے ہماری ترکیب لے ترا کیب
بہت
ٹک نوش دارو بھیجو ترکیب ہو ویگا دشاہ

ہیں طفل ہو تمہارے مکتب تھے علم پوچھیا
سے
تو دیویں عالماں سب شاباشی منجکوں گہ گاہ

یہ سرفرازی بس ہے دو جگ منے معانی
یہ میں

منج سیس پر لکھیا ہے اسم محمد اللہ
میرے سر

(۲۲۸)

رکھے ہے منجے گوشہ میں اپنے دلخواہ ۱۶۸۰
ہزاراں شکر کرتا ہوں تا سحر گاہ

ہمن بزم میں نہیں ہے شیشہ کا حاجت
ہماری
کہ دل شیشہ کرتا ہے قلقل شہنشاہ

کیا ابتدا ظلم تم حسن کا اب
منج اس ظلم تھے اپ پناہ میں رکھا اللہ
سے اپنی پناہ

اٹھیا باد چو ندھر تھے تج عشق کا یو
سے
گئے ذرہ اوڑ میں رہیا ذرہ درگاہ

ہمن کوں ہے بتخانہ او خال ہندو
وہ
کروں سجدہ اسکوں دکھاوے منجے راہ

نھنے پن تھے رکھیا ہوں تج در پر سر
بچپن سے
کہ پایا ہوں دولت اسی تھے کمین گاہ
سے

معانی گنہگار ہے بخش یارب
بندیا دل ترے مہر سوں توں ہی آگاہ
باندھا

(۲۲۹)

عشق گھر ہیں کرے اپ آشیانہ
اپنا
سجیں تجکو سہاتا ہے اسے خانہ
سچا

ہنسی میٹھائی سیتی دل بہلائی
سے
نبو جے کن کجل انکھ رکھے دانہ

تمن باساں سینی پنکھی ہوایں
سے
نہ لے گی بوج بلبل منج فسانہ

چڑیا ہونٹاں کی مسی کا اثر منج ۱۶۹۰
چڑھا
اسے ستی ہیں ہے کس خمار خانہ
یہ نہیں

دیکھوں جب آس سوں ہوے آہ پر دہ
مجھ پر
ہوا ہوں اس تھی ہیں سر تھی دوانہ
سے پھر سے

سنا روپے کی چوری ہیں بخاؤں
سونا روپیہ
چرا تا ہوں او یا قوت خزانہ
وہ

ترنگ تج ناز رستم نا سکے چڑ
تین تیز آب سوں کرتے نشانہ

کشش بیڑی اپر کن چل سکیگا
ہزاراں لرزہ ہی اس کار خانہ

فلک قلاب سوں باندھیا ہے سٹری

معانی نو دسے شاہ یگانہ
اسی لئے نظر آئے

(۲۳۰)

میں دعایاں پڑوں کیتا نکرے منجکوں نگاہ	ٹیلا پیشانی پہ لاجاؤں گا اس کی درگاہ
مے ہے مجلس منے کن لاف صبوری مارے	اسے عاقل نہ گنوتم وو اہے سب ہیں تباہ
نور ہو قد کے بچن بولتے صحبت میں نتی	جل نکلتا ہے دھنواں تج تھے سحرگاہ پگاہ
عرضہ کرنے کوں پھولاں کن تھی صبا آوے باد	کیمیا دشٹ کرو تا دھریں سرپرسب شاہ
پگ ہیں نازک ترے ہور ناز کا رفتار اہے	سروِ یک پا پہ کھڑا ہے کہ ہمن بخشو گناہ
مستی سوں جب ..... بگڑی بھنواں اور پرکج	میں دعا کرتا ہوں یارب کہ رکھ اس اپنی پناہ

پکڑے اغیار نپٹ اب تو معانی دنبال

صبر گزریگا تو ہشیار ہیں ماریں گے آہ

ردیف ی

(۲۳۱)

سہیلی کہی یوں کہ تج نیہہ تھی بالی
تیری محبت
سو مد مست ہو ملنے کی ہوی اوتالی
ہوکر کیلئے جلد باز، مشتاق

مدن بان سانده ہے پاگ تھے چھند سوں
تیر مارے سے عشوہ سے
کہ جیوں ہرن پر سرک زلف کھالی
دلوں کے

پیا بن برہ دکھ ستاوے سدا منجھ
کے بغیر فراق ستاوے مجھکو
پیا سوں ملاوے سو دھن منج جو آلی
نازنیں مجھے

سجن کے درس تیں ہمن تیں پیا ہے
درشن کیلئے ہم
دکھا کر پیا کوں سگھڑ منج سنبھالی
دکھا مجھے

مرے دل میں نس دن تھے ہے پند بستا
رات سے
کہ شہ کے چرن تھے نہووں نرالی
قدم سے جدا

سہیلی توں خاطر پیا کا پکڑ کر
سجن کے خیالاں ہے سب لاوبالی

نبی صدقے قطبا کی پیاری ہو سر سوں
شروع سے
جو بن ناد نارنج چولی میں کھالی

(۲۳۲)

نہ بچھڑوں سائیں تھی یک تل ہیلی ۱۷۱۰ پیا کی رنگ سوں میں ہوں بکیلی
سے لمحہ سے اکیلی

سدا پیو جوت سوں مَیں جگمگاتی پیا نیہہ کی چھب سوں ہوئی ہو چھبیلی
پیا کی جھلک سے کی محبت سے

سکیاں پیاریاں میں پیو کی پیاری ہوی پیو نیہہ سوں پھل جوں نویلی
میں پیا کے عشق سے پھول

سجن قد سرو سوں منج دل ہندہانا پلیٹی رو کہ کوں جوں کونلی بیلی
کے سرو جیسے قد سے میرا درخت کو جیسے

پیا مطلق منجے دل تھے بسارے پیا ن کیوں جیووں کہہ ری سہیلی
مجھے سے بھلا دئے کے بغیر زندہ رہوں

سینے تھے منج پیاری نیں اتاری رکے رنگ رس سینتی منج نت نویلی
سینہ سے مجھ نہیں سے مجھے

نبیؐ صدقے قطب شہ ہر سینتے
سے
نچھوڑے سیج پر منج کد یکیلی
مجھے کبھی اکیلی

(۲۳۳)

پیاری سُہاتی ہے ابھرن سوں بھاری توجا گا کرے من میں چھند سوں پیاری
جگہ عشوہ سے

او چنچل کوں دیکھیا ہوں ہو گُن میں ماہر بھلائی ہے تو عاشقاں کوں او تاری
وہ دیکھا

محباں کے من لبدے ہیں تج سوں دایم گھلی اُن نین میں برہ کی خماری
دل مائل ہوئے تیری طرف آنکھوں فراق

مدن بان ساندے ہی چھنداں سوں موہن ۱۷۲۰ ہوئے عاشقاں دل کے اُس تھے شکاری
عشق کے تیر مارے عشووں سے سے

نین سوں نین لاکھ موہی ہوں پیو پر کہ تن من ایس اُس کے انگ پر تھے واری
آنکھ سے آنکھ ملاکے فریفتہ ہوئی ہوں پیا پر اپنا جسم سے

سجن کے چرن پر رکھی سیس اپنا جگت کوں پیا دھیان ہیں من بساری
قدم سر دنیا کو پیا کے خیال بھول گئی

نبیؐ صدقے قطبا پچھانیا ہے تجکوں
پہچانا تجھے
کہ سب میں ہے توں اُسکی من کی پیاری

(۲۳۴)

پیا کا عشق ہے میرا ایمان جانی بن اُس نیہہ کوں جیو کر من نجانی
بغیر اسکی محبت کے کس طرح جیوں مجھ کو معلوم نہیں

محبت ہے منج جیو چمن کا سو میرا پرت پھول رنگ رنگ کے اسکی نشانی
میرے دل میں محبت کے

ہوئے عاشقاں روپ لیلی نہ مجنوں ولے ہوئی ہمارے وقت او کہانی
وہ

عشق پنتھ میں جن نہ بے تاب ہووے اُسے عاشقاں کہیں نہیں او سیانی
کی راہ جو کہیں کہ وہ
محبت کی سلطانی ہے سب جگت میں کہ اس سم نہیں کوئی گیانی و دانی
کے مقابل دانا
سمج سے نا ہر کوئی معنے پرت کے نہیں فہم ہر کس کوں میں اپے پچانی
سمجھ سکے نہ محبت یہ پہچانی
نبیؐ صدقے قطبا کوں بن سائیں مکھ بن
بغیر چہرہ یار کے
نہیں دیستا ہور مکھ یوں نورانی ۱۷۳۰
نظر آتا اور چہرہ اسطرح

(۲۳۵)

چھبیلی ہے صورت ہمارے سجن کی کیا پوتلی اس کہوں اپ نین کی
پتلی اسکو اپنی آنکھ
نہ دیکھیا پچھل کوئی اس سار صورت سلاؤں کتنے زیبا اپنے موہن کی
صاف پاک کی طرح سراہوں کتنا ہی
چندا سا دیکھیا مکھ اس سرو قد پر تو ہوتی ہے شرمندہ پتلی گگن کی
چاند جیسا دیکھا چہرہ جیسے آسمان
ترا حسن پھل بن تھی نازک دیسے تو نہ دیسے ترے آگے چھب کوئی بن کی
پھولبن سے نظر آئے نظر آئے مقابل
نین تیرے دو پھول نرگس تھی زیبا نزاکت ہے تج مکھ میں رنگین چمن کی
آنکھ سے زیادہ تیرے چہرہ

ترے زلف پھنداں میں ول عاشقاں کے رہے ہیں سو عاشق ہو پیو کی نین کی

نبی صدقے قطبا سوں او پیو ملیا ہے

تو کیا کہہ سکوں بات اس مکھ سمن کی

(۲۳۶)

چندر کوں سائیں کے مکھ تھے سہائی بخت اس کے جن اس چند کوں منائی

او خوش تت جو چندنی کوں لاووں گلے کہ منجکوں مر روٹھے پیو سوں ملائی

انگن کلچ پر موتی چوتی بچھاووں کہ سائیں کے پھل پگ اس اوپر بنائی

چندن ہور عنبر کدم کر لگاووں کہ موہن کوں خوش باس تیں من بھائی

گلاب آپچھے انگن میں چھنکاو کے پیاری ہو مندر کوں چھندا سوں آئی

بچھاووں صدر جو ہیرے کا جوں سہے میرے لالن کوں اچھب کہ جائی

نبی صدقے قطبا پیا مکھ کنول کل

بھونر نمنے منج دلکوں تل تل ہلائی

(۲۳۷)

مرے چاند کوں چندنی کی نس سہاوے — کہ جوں نور کسوت سوں سورج پناوے
چاندنی رات زیب و تی ہے — پہناوے

موہن چھند بھرے کوں منالیا ہم گھر — کہ تا اپنے چھند بند سوں مو من رجھاوے
ہمارے — میرا دل

پیا سوں کھیلی نیہہ ات بال پن سوں — تو رنگ رنگ سوں او گڑ بھریا مج بھلاوے
کے ساتھ محبت بچپن سے — سے وہ مجھے

سجن بول تھے پھول جھڑتے ہیں جیو کے — عجب کیا جو اُس باس سوں مج بھلاوے
سے دل — سے مجھے

جکوئی اُس دو نرگس کے سرمست ہیں — ادنو کوں نین رنگ کا مد پلاوے
جو کوئی — اُن کو آنکھ کے کی شراب

توں سورج ہے چند تارے تج تھے سہاوے ۔ ۱۷۵ کہ جوں ..... اپس نور سیتی سہاوے
تو چاند تجھ سے — اپنے سے

نبیؐ صدقے قطبا کے تیں نت نویلی

انند راگ نیہہ مطرباں ہت گواوے
کے عشق کے مطربوں کے ہاتھ سے

(۲۳۸)

گوری سر پناری ہو چھند سوں اپ نواری — تو سائیں کے سو من میں ہوئی ہے وو ناری پیاری
بہت عشوہ سے خود کو — اسلئے وہ

سُہنتا ہے رنگ بر ن اُس یا نین یا بہر اُس — پھل بک ہے یا چرن اُس یا زلف یا نسکا ری
پھول جیسے قدم

یاقوت دو ادھر ہیں دو گال پھل نظر ہیں — یا نس میں جوں قمر ہیں کیوں لکھ سکے چتاری
ہونٹ پھول — رات مثل کسطرح مصور

خوباں کا من ریجھاوے پیاری کا دل بھلاوے — مد رنگ نیں پلاوے جس نا اچھے خماری
نہ سے نہ رہے

رخسار گل گلالی دو پھول سہیں ہلالی — بہو رنگ سوں بن کہ بالی مد بزم کوں سنواری
سے بہت

شیشے رکھے بھرا کر نقلاں ریچ بنا کر — نا پیوے اپ پیا کر پی مدہے مست تاری
پیا سے مست ہے

صدقے نبیؐ قطب شہ تج سوں ملی اے بالی
تجھ سے یہ

جس حسن کا ہے جگ میں چو کھنڈ شور بھاری
چاروں طرف

(۲۳۹)

ہمارا سجن خوش نظر باز ہے — تو اُس دل میں سب عشق کا راز ہے

گلے باہتہ دے کھیلے ناریاں سوں کھیل — ۱۷۶۰ — جیوں کھیلے پیوا و سرافراز ہے
میں ہاتھ ڈالکر عورتوں کیا تھ — جس کے ساتھ پیا وہ

ادھر رنگ بھرے سُہنتے ماتک نمن — کہ یاقوت رنگ اُن تھے ور ساز ہے
ہونٹ رنگین زیب دیتے موتیوں کیطرح — سے

سکیاں سائیں چھند سوں ہنوا وایس — تمن حسن کے تیں سو او ناز ہے
تمہارے

ستوارے ہیں مجلس پیاروپ سوں — مدن مطرب اس میں خوش آواز ہے
اپنے چہرہ سے — وہ

ستوانر یا ہے من موہنیا اپنے تیں — پیا کوں اینو سوں ترکتاز ہے
سنوارا اپنے لئے — ان سے

نبیؐ صدقے قطبا پہ آنند دار
عیش کا دروازہ

علیؑ کی میا تھے سدا باز ہے
محبت سے

(۲۴۰)

سجن کے نین پھانسے مستی کے ڈھالے — اس اوپر سہے نقش چھند بند چالے
پھندے — زیب دے

پیاری سوں ملنے کا پھانسا پڑیا ہے — سکیاں من کو ہیں اوسی تھی او تالے
سے — سکھیوں کے دل — اسی لئے

لٹک چال سوں جب چلے سر قد سوں — او چھب دیکھ کر سرو اپ نا سنبھالے
سے — (جیسا) لیکر — وہ — خود کو

پیرم رنگ رسیلے کوں گر سور یجھا کر — لگاووں گی چھاتی پلا وونگی پیالے
سے — محبت کے — کو

چکا وونگی اس حسن ماتی نین کوں ۱۷۰۰ — پرت بین سوں سائیں کا من بھلالے
حسن کی دیوانی آنکھ کو — سے — دل

سُہیں دوٗ ادھر نگ بھر اچھی بیو کے دیس دونو او گال جوں پھول ڈالے
زیب دیں ہونٹ نظر آتیں وہ

نبیؐ صدقے قطبا کہ اس باں سہتے
پرم مد کی مجلس میں مے دیتے پالے
محبت کی شراب کم عمر

(۲۴۱)

پیا کے نین میں بہوت چھند ہے او دوٗ زلف میں جیو کا آنند ہے
بہت عشوہ آرام

سجن یوں میٹھائی سوں بولے بچن کہ اُس خوش بچن میں لذت قند ہے
سے وہ

موہن کے او دو گال تشبیہہ میں سورج ایک دو جا سو جوں چند ہے
دوسرا چاند

نول مکھ سہے حسن کا پھول بن نین مرگ ہور زلف اُس پھند ہے
وہ آنکھ ہرن اور پھندا

او کسوت تھے جیو باس مہکے سدا تو او باس ناریاں کا دلبند ہے
اُسکی سے زندگی کی خوشبو وہ خوشبو

پیا کوں بلا لیائے ہو اپ مندر دو تن من میں اس تھے ہمن وندہے
اپنے مکان میں رقیب کے دل میں اسوجہ سے ہماری مخالفت

نبیؐ صدقے قطبا کوں اپس سیج لیدی
اپنے
تو چوندھر خوشیاں ہور آنند ہے
چاروں طرف سے اور

(۲۴۲)

میں اپ پیو سوں آج رین جاگی ساری ۱۷۸۰ پلک پر پلک شوق سینتی نہ ماری
اپنے پیا کے ساتھ رات سے

پیا بن گمے ناں منجے ایک تل خوش پیارے کوں یوں جینا سُن میری پیاری
کے بغیر گذرے نہ مجھے لمحہ یا دکرنا

او مکھ سم چندا نیں ہے جھلکار چھب میں او نیناں کے انگے چھپے رُج تاری
اُس چہرے کے مقابل چاند نہیں ہے ان آنکھوں کے مقابل

پیارے کے کنٹھ لاگ آنند سوں رہنا زمانے کے کاماں کوں نیں کچ پتیاری
گلے لگ کر عیش سے کو نہیں ہے کچھ بھروسہ

نہ رہ سک سوں یک چھن پیا تھے جدا کب کہ ہر گز کدہیں پیو تھے نیں ہوں تیاری
نہ رہ سکوں لمحہ سے کبھی پیا سے نہیں

پرت کا تیرا ہا وا جس کوں لگیا ہے جیا اُس کا تج سوں بندا یا ہی بھاری
محبت ہوا کو لگا دل تجھ سے بندھایا

نبیؐ صدقے قطبا سوں مل کر رہوں گی
کے ساتھ

او شہ کے چرن سیتے ناں ہو سوں نیاری
وہ قدم سے نہ ہو سکوں جدا

(۲۴۳)

پیاری کے نیناں ہیں جیسے کٹارے نہ سم اُس کے انگے کوئی ہیں دو دھارے
برابر آگے

انتر تج محبت کا جس کوں چڑے گا — ترے لعل بن اسکوں کوئی نا اتارے
تیری چڑھے — ہونٹ کے بغیر

دو لوچن ہیں تیرے لنگ چور راتوں — او نوسوں دلیری نکر سب ہی ہارے
ان سے — نہ کرے

سُہاتا ہے تجکوں گماں ہور غروری ۱۷۹۰ — کہ ماتے اہیں تج حسن کے پیارے
اور — تیرے

سکیاں میں ہے توں مرگ نینی چھبیلی — سجن تو نہیں ہو تج تھی کنارے
آہو چشم — تجھ سے جدا

عجب چنچلائی ہے تیری نین میں — کہ کھنجن من ایک تل کیں نٹھارے
شوخی آنکھ — کی طرح لمحہ نہ ٹھہرے

نبی صدقے قطبا سوں مد پیو جم جم
کے ساتھ

دو چند مکھ کہ جس مکھ تھی جوتی سنگارے
وہ چاند جیسے چہرہ والی کے چہرہ سے روشنی کو آرائش ہے

(۲۴۴)

نین ہیں دو پیاری کے جیسے مولے — بھنواں کی ترازو سوں بھو چھند تولے
سے بہت عشوہ

کندن کی ہے پتلی جیون کی ہے مورت — تو سہنتی ہے امرت بچن اس امولے

چمن پھول سب باس خوشبو کا پائے — سگھڑ سندری جب اپس کیس کھولے
اپنے بال

دسن جوت ہیریاں تھے آلے دیتے تب
دانتوں کی چمک سے اعلیٰ چمکے
سکی جب ادھر لال تھے موتی رولے
ہونٹ سے

نین کوں کیاں ہیں دو کھنجن پیا کے
نین کوئی کیاں چلبلاتے سپنولے

نظر جوت پایا ہے اس مکھ صفا تھے
چہرہ کی سے
کھولے دل کوں اڑان جم ہیو بات بولے
دروازے

نبیؐ صدقے قطبا کی دسٹی پرم تھے
نظر محبت سے
۱۸۰۰
سکی مکھ تھے جوتی اہیں نور سولے
سے ٹپکتی ہے

(۲۴۵)

ہمن سوں یاری یوں لائے پیارے
ہم سے اسطرح
کہ یک تل ہم سوں مل سکوں بسارے
لمحہ سے ملکر بھول گئی

پیا گل کنٹھ مالاں تھے تسو ہی
سے
کہ اپ جوتاں تھے کنٹھ مالاں سنوارے
اپنی جھلکوں سے

کوں پر مل چندن پیو رنگ مہکے
کہ اس باسوں ہوئے سرمست سارے
خوشبوؤں سے

کجل نینی تجے مستی سہاوے
تجھے
کہ تج نیناں تھے تٹتے لعل تارے
تیری آنکھوں سے ٹوٹتے

سو رنگ تنبول تج ہونٹاں بنیا تو
خوشرنگ تیرے
کہ قدرت ہت سوں پھل پھکڑی نگارے
ہاتھ سے پھول کی

ترے مکھ تھے دیپے ایسا اوجالا
چہرہ سے چمکے
اوجھلکاراں کوں دیکھ چند سور ہارے
اُن چاند سورج

نبیؐ صدقے قطب سائیں سوں ملکر
سے
کرے خوشیاں اسی تھے ٹک نہ ٹھارے
اسی وجہ سے ذرا نہ ٹھہرے

(۲۴۶)

دو تن ہمن سیتے برائی دیکھاتی
رقیب ہم سے
چکھے دھرتی اپ من میں بچھاباتی
جو کچھ اپنے دل باہر ڈالتی

پھتر ہات نا ہوسنے تا نیے کے کاماں
پتھر کے ہاتھ سے سکے
کسنڈ کوں سُنے نادکا ہے بناتی
سونے کی طرح کیوں

برے کوں نگسے سو کوئی خوب کرنے ۱۸۱۰
نہ سکے
کھتیل اپنا زرگر کوں کا ہے دکھاتی
کیوں کھتیل

دیکھانا فلک اُنکے تیں جو برے ہیں
پلک پر پلک مار لگ ہاتی ہاتی

گنوائی ہے دوتی جنم سب برائی
جو رقیب
بھری ہیں سکیاں دشمنائی سوں چھاتی
سے

جو کوئی دھیاں ہور گیان میں دل رکھے ہیں
اور ان
خدا تھے سدا انکوں خوبی سُہاتی
سے

نبیؐ صدقے قطبا کی دوتی کا مکھ ہے
رقیب
سدا نیلا پیلا کہ او ہے کُجھاتی
وہ بدذات

(۲۴۷)

مرا من کُندن ہے مُنجے کی کساتے
مجھے کیوں کستے
بنی کم سنائی ہے تِس آزماتے

محبت منے مِیں ہوں جِوں پاک سُنّا
میں سونا
کہ سنگار سکیاں کرے منج تھے سُہاتے
مجھ سے

برہ موس میں دوتی کوں باک گالو
فراق رقیب کو
کہ گن اُسکے پیو پیاری کے تیں سنتاتے
ستاتے

دو کھاں کے ہتوڑیاں سیتے خوش سنواری
سے
کہ دوتی کے چھند بند نیں پیو کوں بھاتے
نہیں

جہاں لگ ہی من موہنیاں کی سنگار
پیا مکھ کُہن جُوت تھے رنگ پاتے
سے

بُرے سُنتے کے نمنے دوتی کوں جالو ۱۰۲۰
سوتے مانند غیر کو جلاؤ
برہ آگ میں کرتی ہے اپنی بھاتے
فراق کی

نبی صدقے دوتی کے ہت سوں قطب شہ
غیر ہاتھ سے
پیاری سوں ملکر ہوے راتی ماتے
سے رات کو

(۲۴۸)

آج کل نیں تھا ازل تھے عشق کا مکتب منجے
سے نہیں بلکہ سے مجھے
تو ابد لگ یوں پھبیا ہے عشق کا مذہب منجے
تک اس طرح مجھے

عاشقی کے علم کا دیکھ عشق سب عشاق مل
معشوقی استاد کن بسلائے روز و شب منجے
کے پاس بٹھلائے　مجھے

تو ہوا عالم ہیں پھر عالم میں نینہہ سوں کر عمل
علم سارے ہیں علم ہی کر کنے جگ تب منجے
عشق سے　عالم　کہتے　مجھے

اگرچہ
پڑکیتیاں کے تحقیقی عشق یک بحث سوں
تس پہ لکھ مسئلے سکھائے چھند بند و ولب منجے
پڑھ کر کتابیں　تعشق　عشق　سے　لاکھ مسائل　وہ　مجھے

نینہہ کی نگری ہیں چڑ دل تخت جیوڑا کھیا
لامکاں ہیں کا مکاں بی آج دستا سب منجے
عشق　شہر　چڑھ کر　کے　بھی　نظر آتا ہے　مجھے

عشق بیچا پیچ لے کر مار پیچاں پیچ لاکھ
دھن سوں ملنے تیں سکھایا روز و یارب شب منجے
معشوق　سے　کے لئے　مجھے

عشق سوں بولیا غزل حضرت نبی صدقے قطب
کے متعلق بولا
صافی کے اوصاف میں کے صوفی کی مشرب منجے
(کہیے؟)

(۲۴۹)

پھلئے رین یا متارے کھن یا بھونرے مکھ لے موگری
رات کو　آسمان پر
یا نیلی تاراں سوں بھر موتی پروے سو کری
سے

سرون ہے او یا سینوتی پھل یا سینیاں جو ہر بان کے
وہ　کا پھول
بیا چند نو دکان دیکھ پائے جگ جوہری سنتو کری
چاند　نیا

۱۸۳۰

بھوّاں ہے او یا دو نوا آن یا مدّ ہے دام کے

وہ

یا چند نوی یا بھونرے پر نا سمج لئیں جگ جو کری

چاند نیا

یا مکھ ہے اُو یا چند پنم یا سور شعلہ نور پا

چہرہ وہ چاند پونم کا سورج کا

یا درپن اُو یا جام جگ یا پھل سرک کی لوگ ری

آئینہ وہ پھول

دھن کا دہن ہیریاں کا کھن لب لعل کن دن ذقن

عورت ہیروں کی کان

سُنّے سینے پر کچ رتن نیں ایسی کیں کس یو کری

سونے جیسے سفید سر پستان کے موتی نہیں کہیں

جو لے طنبورا ہات میں گانے لگے ہیلیاں سو مل

ہاتھ کے ساتھ ملکر

کنٹھ زیل اپنا تن کے جوں گھوڑاں گلے ہیں کھوکری

حضرت نبیؐ کے صدقے سن باباتاں قطب شہ مست ہو

کہیا کہ کرتا رات دِن ایسی سکی سوں بھوگری

---

(۲۵۰)

میرے صاحب نے لوڑوں تیرے ہاوے — بغیر از بھی منجے ہور کچ نہ بھاوے
چاہوں — اور کچھ

تیری دوری سوا ایسا کام کرنی — و بولاں منج تھے بولیا نجاوے
سے

منجے امید واری وصل کی ہے — جتا دوری سجن کی ہاوے لاوے
مجھے — جتنا فراق

کلی من میا باو بن نا کھیلی منج — جو بن پھول بن ساجنا کملاوے
دل کی محبت کی ہوا کے بغیر نہ کھلے میری

کدہیں بھی ہمیں اوت وکھیں ملاوا — ہمن آس پروی پیا مند آوے
کبھی — ہماری امید

اے ساتو سنا سے انداں سوں ناچیں — ہمن بزم میں آکے زہرہ سو گاوے
یہ ساتوں خوشی سے — ہماری

نبی صدقے قطبا مینگے یو خماری
یہ
کہ تن من محبت کی مدسوں کھلاوے
شراب سے

(۲۵۱)

پیا بن پچھانی کہو کن سو مانی — رکھی ہے تماری سو مکھ پرنشانی
یہ پہچانی کس سے معنی — تمہاری چہرہ

گلالی نین راتی ماتی ہیں بھاری
آنکھ
تمن مکھ تھے ہیں بھیدیس کا پچھانی
تمہارے چہرہ سے رات

لٹاں مکھ کی جوتاں اوپر توں سہاوے
زلفیں چہرہ جھلکوں پر اس طرح زیب دیں
کہ چندر پہ سنبل سہانا کہ جانی
چاند سنبلہ

پیاری کوں لیاؤ دسکیاں تم مناکر
لاؤ
کہ منج پر رین آج بھاری بہانی
مجھ رات

سجن کے بچن تھے جھڑیں موتی رنگ رنگ
سے
ولے نا بجھے اے بچن کوں ایانی
نہ بوجھے اس بات

سچی باتاں سائیں کئے ہیں ہمن سوں
ہم سے
او باتاں سوں منج کوں کئے ہیں سیانی
ان باتوں سے مجھے

نبیؐ صدقے قطبا سوں سجنی ملی ہے
کہو عاشقاں دھر اے رنگی کہانی
عاشقوں سے یہ رنگین

(۲۵۲)

جیسا دیوانہ گا ہیڈا ہے تیری کھتنیائی
گنا
عاشق جنے چاکے سو بوجے اسکی مٹھائی ۱۸۵۰
چکھے

معشوق وہی جن جو بوجھے عاشقاں کا قدر
پہچانے
عاشق بھی وہی آکے بجے بیم دِ صائی
بوجھے

عاشق کوں سدا وصل سوں اچھنا نہیں لذت
رہنا
پیرت کی مٹھائی سو دو نو میانے رٹھائی

نیں بوجتی تھی دو تنی کچ پیم کے کاماں
نہیں پہچانتی رقیب کچھ محبت
پیرم کا لذت دو تی کوں ہیں آپی چکائی
محبت رقیب خود ہی

ناجانو میرا کام پرت کا سو ہووے کیا
سائیں کوں بلانے سہیلی ہیں سو پٹھائی

اول تھے نبوجی میں پیا پھر پچتا کر
سے
میں پیو اپن ہاتاں تھے گر بوں سوں گنوائی
پیا کو اپنے سے

صدقے نبیؐ کے قطب پیاری کہے نس و
رات
پیاری بہو چھنداں سوں پیا آپ رجھائی
بہت عشوہ و ناز سے پیا کو خود

(۲۵۳)

جگ موہنی وو اُتم سوناری
وہ عورت
شہ پیم ستی جھگڑتی ہی بھاری
کی محبت سے

امرت بچنی میٹھی زباں سوں
چھند بند ابھرن سوں آپ سنواری
خود کو

وو چھند بند بھری ہی پیار رجھاتی
کی سوجتی اُس سوں توں گنواری

وہ
گر یوں کرتی ہے چھند چھالے
ہے پیم کی پنت میں وو پیاری ۱۸۶۰
عشق راہ وہ

ہے مرگ نین کبند گو نی
غزال چشم
نیناں سوں کرے کماں نداری
آنکھوں سے

دو تن توں نکھا ہوشیار بازی
رقیب
پیاری و پیا ہیں ہے سوناری
اور

صدقے نبیؐ ہے قطب کے مانی

سکیاں میں ہوں ہو شہ کی پیاری

(۲۵۴)

مری پیاری سہاتی ہے تجے اپ حسن زیبائی
زیب دیتی تجھے اپنے

بہت روپ ونت ناریاں میں دیا اللہ تج شاہی
تجھے

سرو قد ناری جب آوے لٹک مکھ نور جوتوں سوں
کی چمک سے

دیکھت سورج میں رنگوں کلی چند مکھ دکھ جہائی
چاند رخ

اپن قد سرو دکھلا کر کئے شرمندہ سرواں کوں
اپنا

توں اپنی چال دکھلا کر ہنساں کے چال بسرائی
کی بھلا دی

بہو گنونت ناریاں ہیں اہے گنونت ناری توں
بہت

پیاری ایسی بچناسوں سنوار اپ سیج میری آئی
باتوں سے خود

قطب پیارے کوں چھاتی لگیا چھپا محبت سوں
لگا
جو سارا اس کی دل کا دکھ یک تل ما نہ گنوائی
لمحہ میں

(۲۵۵)

پیاپیاں اے کہو منج دھراول تج مندر آتیاں کی
یہ مجھ پہلے چھوڑکر آتی ہیں کیوں
جو آرنجانی جا بوسیاں سوں پھر منج چوک لاتیاں کی
مجھے ذرا لاتی ہیں کیوں

اول تھے اپنے ادھراں کوں دسن سوں دستی لائے
سے ، ہونٹوں کو دانت سے
نشانیاں نیہہ کی لالی سو پاناں کی چھپاتیاں کی
عشق کیوں

نچھل تو بے بند کے موتیاں سٹ نکھاں چاند کے ہار تج
صاف عرق کے بوند ڈالکر ناخنوں (چاند جیسے) چھوڑکر
پرو کر پیو نیاں یو خوشی سوں گل میں باتیاں کی
سے گلے ڈالتی ہیں کیوں

سکیاں کی نین عیسیٰ کا اثر دھرتیاں کھیا میں تو
چشم مسیحا دھرتی ہیں کہا
پھرادے نین جیو اس کا کرشمیاں سوں چراتیاں کی
آنکھ دل کرشموں سے چراتی ہیں کیوں

عجب بے رحم معشوقاں ہے یاراں اس زمانے کے

جو عاشق کچ کہے سن کچ اپ بچن اس کی پھراتیاں کی

کچھ کہتا ہے تو خود کچھ اور بنکر بات اسکی کیوں پلٹ دیتی ہیں

جو اعراضی ہوا عاشق کہ سن یو ہمارے معشوقاں

یہ

دیئے تو اس کا وصل اُس اگر نیں تو بلاتیاں کی

نہیں

نبیؐ کے صدقے خوش قطبا سکیاں کوں عشق کی یاری

اگر ایسی نہ دیتا تو اونوں بگ پڑ مناتیاں کی

وہ تیرے پاؤں پڑ کر

(۲۵۶)

سکیاں او بھی ہوں میں سُن خوش خبر پیو مند آنے کی

پیا کے مکاں ہیں

نجانو سپنے میں مل میں گئے چالے سو جانے کی

خواب چالیں کیوں

جو دن دل میں جتا تھا منج وتا اُس رین کتی ہیں

جتنا تھا مجھے اتنا رات کرتی

مگر پیاری ٹھکانے تیں مجے آتی دورانے کی

صبا کیتا اشارت منج پیا ماتی ہو آتی کر

کرتا مجھے

پیاریاں کیا کروں اب ہیں مرے شیوے پچھانے کی

سو اپنے میں پیا مست ہو ہنستے آ گل لالا

کہے کیوں پیاری کر بوجھتی سو منج جیو کوں لجانے کی

میرے دل

کدھیں بھوں سوں نین سوں کدکدھیں لب سوں نین سوں کد

کبھی سے آنکھ سے کبھی کبھی سے آنکھ سے کبھی

۱۸۸۰

بشارت دیتی ہیں چھند بندسوں مایا من کا بانے کی

دل ڈالنے

سبج تھے جاب کچ دی نیں پیا سوں مسکتی ہو ہاں

سمجھ سے جواب کچھ نہیں

کہے انتا کی یو سبج یا پیا تم کرتے بھانے کی

اتنا یہ بہانے کیوں

نبیؐ صدقے سکی قطبا کوں ...... کنائی سوں

کیی ایسے زمانہ میں بہوت بات ہی سمانے کی

———— • ————

(۲۵۷)

نین تج کھنیر و تو منتر بھر کے سٹاتی کی
(آنکھ تیری کیوں)
وے سو کے ٹکرے بجلیاں کے ان ہت کھاباتی کی
(خط سرمہ انکے ذریعہ ڈالتی کیوں)

نکھند ڈانس گنٹھ جوڑی کوں جو کھوں یک سوزتارے توں
(رات)
خزینے جیو دلا مخزن ہئے گھر تھے چھراتی کی
(دل کے سے کیوں)

نین عشاق کھوجی ہو کہ پا کر کھوج یو کھیلیں
(آنکھیں)
جو پتلیاں نیں چراتیاں تو نین پر ماگ جاتی کی
(نہیں آنکھ کیوں)

ادک ہا کاں کھکاٹی ہور زلف سنگ لے بجاوے نل
(اور)
بجنتر پگ پینجن گھنگرو کیتاں گشتاں پھراتی کی
(قدم)

نین عشویاں کے شہراں ہیں کرشمے تیرے کنوالاں

دے بتیاں ناز کے غمزیاں کوں سو نوبت کراتی کی

بیتا دھٹیا گی کیا پیاری جو انکھ مج انکھ کھولے لک
اتنا تک
جوان بے کرنت لینے کوں نہیں تج عار آنی کی

اگر تج مد جوانی کا نہیں توں مست کیتا تو
تیری شراب کرتا
قطب شہ کوں بیاں لک لک منا کر سیج لاتی کی

(۲۵۸)

سورج مکھ پھول پر پھلیے ہیں عنبر پھول کنتل کے
۱۸۹۰
نپائے یو عجب پھولاں سو مشکیں کیس اچپل کے
بال
کھنگر والیاں چھب الکاں چھب نین پر فتنے کرتیاں لک
سو جو نکے مست ہرنیاں گل زنجیر پائے ہیں ..... کے

چکوراں ہور اوپیں ہنس سو رنگ سرخاب پھل دیکھت
اور خوشرنگ
چندر مکھ لب شکر تے سر خوبی ..... ندوانی چنچل کے
سے

جو نرمل موتیاں چولی سوں جوبن دیکھ پوچھا ہیں
پوچھتا
سو کے چھند سوں چھپا لیکر کہ آئے دن آج آنچل کے

پدک دھن پین چھند بند سوں پھرے دھن جواں ہوا حیراں
پہن
مگر لیائے پکڑ سورج کوں موتیاں ہار تج گل کے
موتیوں کے ہار تیرے گلے میں

ترے جوں بام آجل میں دسے رو ماولی یوں اس
تیرے جس طرح مچھلی پانی نظر آئے اس کی
نجانے نے رکھے لہراں سوں کندن زیر زرکل کے

چھبیلی سن غزل قطبا کی خوش ہو آپچن کن میں
کان
کہونگی ایک گر بوسے دو دے ہے اوچھل انچل کے
آڑ میں

(۲۵۹)

نچھل کندن ترے لب کا کسن سو تل کسوٹی ہے
صاف
کہ یا او اہرمن کے ہت سلیماں کی انگوٹی ہے
وہ ہاتھ میں انگوٹھی

اُتم منگ سیس مکھ میں یوں دیسے جوں شاہ پیساں کیے
نظر آئے شل
پہن تس کا سو سنبل رنگ بھوں کا رنگ چوٹی ہے

زر پینا سر تھے پگ سنیں کوں ناداں سو سنداں کر
سر سے پاؤں تک پہننے کے لئے
ملک زرگر کے ہت گھڑلنے سو نو چند کی ہتوڑی ہے
ہاتھ سے نئے چاند ہتوڑی

جے توں ہت پگ نکھاں ہندی زمرد رنگ رنگی سو
جو ہاتھ سے پاؤں کے ناخن مہندی خوش رنگی سے
ہر یک نکھ رنگ ہیریاں پر لعل رنگ بر بہوٹی ہے
ناخن

۱۹۰۰

گلالی تافتا بند ہین چولی لعل رنگ تس میں
پہن کر
جو بن بالا چھپا کے منج ہر یک ہیر کی کوٹی ہے

سن اے بالی اپن بالے کے سینے پر توں ہو بالا
اپنے
نہ سن ہیری دو تن تجھے کچھ کہ دو تن بھوت کھوٹی ہے
رقیب سے کچھ رقیب بہت

چنچل ناداں ہو دانا نہ کرنا دان کے چالے
توں سن قطبا سو ملنیں تیں پھولاں سیج تخت اوٹی ہے
ملنے کے لئے

(۲۶۰)

چھبیلی کیس کھب کھب دیکھ مرے نیناں خیالاں کے

بالوں

کہیں کجلی سنجل ہو جا کہ ہندو سیام ڈھالاں کے

کھباں سوں کج سجل ہے کر نین پیالے ہو وڑے سو

آنکھ پیالے بن کر

سو جل سم رنگ سراباں ہی جوانی دھوپ چھالاں کے

پانی کی طرح کا سراب

چھٹ آچھت سوں گھنگھرالیاں لٹاں نیناں پہ چلبلتیاں

چھوٹ کر سے گھونگر والی زلفیں آنکھوں پر چلبلاتی ہیں

سو جوں دیں نیر کوں لہراں کنور نرروپ چالاں کے

مری نیناں کی پتلیاں کے نین پتلیاں ہیں سامی سو

اہیں اوصاف جل درپن نین میں عکس خالاں کے

آئینہ چشم

جو موتی ڈھال سرون کے نچاوے پھول گالاں پر

تو زلفاں کے سو حلقیاں کوں نمو لے کر لے بالاں کے

کرن پھل چاند چو پھر تارے موتی سو سنبل تارے
کرن پھول ، کان کا زیور
جو چاند آسمانی رنگ چنریاں سو گندن برن والاں کے

اچنبا بھید دکھلائی سندر منج آج آپ کن پر
اپنے کان
۱۹۱۰
ستارے سنبلا ہور چاند او جھل اپنی بالاں کے
اور

سو نوں مکھ سو رراجے پر رو مالاں زلف مشکیں کے
اوڑتا ہو محلدار آپ دیکھ چھنداس رومالاں کے

جوبن جیسے کمل او پر بھونر بھٹیں اہیں یا دو
سر پستان
پہنے بیٹھے ہیں کنڈل کر جو دیکھیا اس مالاں کے

بھرے مے لعل پیالے لعل ہیں اب لعل سوں پیتے
اپنے ہونٹ سے
سو تس بند لعل مے تھے ہوئیں ادکھ رنگ لالے لالاں کے

اچنبے بھید تشبیہاں نویاں قطبا تھے سن کر سب
سے
لگے کرنے صفت میری چمن میں پھول ڈالاں کے

(۲۶۱)

پیاری پیاری سوں پیار کئے
سو لیاس تھے لب آپ عیار کئے
(لباں سنتھے)

نقش ادھر ڈسن سوں کر چھند وں
(ہونٹ پر دانت سے کر چھند تیاغ)
چوم چوم گال اُبر نگار کئے
(بوسہ لے کر رخسار پر نقش)

نکہ سوں تصویر کرے جوبن پر
(ناخن سے)
کنچکی پھاڑ پھاڑ تار کئے

لیکھ کچ ہات کے ارم میں لے
(لکیر)
لے کہے کچ دیکھت انار کئے

خوش ہو نو اکھ نور تناں سوں
(پہنوا کر)
سر تھے پگ لگ اُسے سنگار کئے
(سر سے پا تک)

کنٹھ مالاں پدک حمیلیاں لیا
(حمائلاں لاکر)
۱۹۲۰ کئے یو چھند سور کے تار کئے

سو نبی صدقے قطب دھن گل با
(گلے میں ڈالکر)
رات دن اُس گلے کا ہار کئے
(اسکو)

(۲۶۲)

آئی ناری سُلکھن چھند پٹانی
ہند و لے چت میں لالن کوں نگالے

بچن امرت کر نگ نینی سو و دام — پرم کے ناؤ سوں گھنگرو بجانے

سو ناری پدمنی ات چنچلی ہے — سندر مد گل سدھا کر مد جو آنے

فرشتا دیکھ مکھ سد بھول جاوے — سرگ اچھر ہوئی ہے اس دیوانے
چہرہ — جنت کی پری — اسکی

پنکھی دیکھت سو مکھ پر زا ہوے — مرگ نینی مرگ تن میں ریجھانے
پرند — غزال چشم

سکی سندر نہیں اُس سم جگت میں — چمک چمکا وے جگ من بھُلانے
اسکے مقابل — عالم کا دل

اس غزل کے بعد دیوان میں سے کئی اوراق غائب ہیں جسکی وجہ سے یہ غزل بھی نا مکمل رہگئی ہے (مرتب)

(۲۶۳)

مے پیک ہو سنگات سو نا شاد کرتا ہے — او ترک مست دیکھو کہ بیداد کرتا ہے
پیکر میرے ساتھ — وہ

رکھیا وہاں امید کہ جاتیا ہوں ازمال — لیتا ہے ہات جام مجے یاد کرتا ہے
رکھا — یے — ہات میں — مجھے

عاشق تو جیو تے پگ تل اُسکے دو او وہ — گلگشت سو بتان پریزاد کرتا ہے — ۱۹۰۳
ہیں — جی سے قدم کے نیچے

شوخی کہ سر منے ہوس ترک لے و مد — کیک کان میں نصیحت اُستا کرتا ہے
میں — اور شراب

داغی ہو جیو سوختہ کوں تازہ بھی ہوا — او بزم جگ ترانہ کا بنیاد کرتا ہے
میرے دل — پھر — وہ

آگ فراق زور کری بجلی نمن — آچھوں وو داغ کہنہ سو آباد کرتا ہے

بجلی کی طرح — اب تک

سب دھر نکہہ توں قطب عاشق ہوں میں گھر

جگہ نہ کہہ — کہکر

اے حال تیرا طور سو فریاد کرتا ہے

یہ

(۲۶۴)

کب لگ منگنا آچھے منگاؤں جو نا اچھے — لوروں نوں تو اس پاس انگاؤں جو نا اچھے

تک — نہ ہو

ہیرے ترے میا لنے بھوی کی کاغذاں دو (؟)، ہے — دل درو میرا آناب پراون جو نا اچھے

جس جا کہ چرا کر دیکھیں دل ماہ پرستاں — یکجا نہیں پاتے کہ سراون جو نا اچھے

وو ...... برہ وو دل پاکہ رکھیا آچھے تو اچھے — نرل ہو ہے وشٹ دیکھیاون جو نا اچھے

صاف بہت — نظر دکھانا — نہیں ہے

لیلیٰ مجنوں کے سو گتاباں کی کہانیاں — قصا تیرا نازک ہے سناؤں جو نا اچھے

یک جھلک جھٹک نا جو غم عشق پنپایا ۱۹۴۰ — او دل سو کیا ہے صبر سماون جو نا اچھے

دل بدنگرا و یار آدم لکہ کا قطب شہ

یاری کہ تپا دے نہ سہاون جو نا اچھے

(۲۶۵)

پھل بن رخ یار خوش ندیسے — بن مدپھلی جھاڑ خوش ندیسے
پھول کے بغیر نظر آئے
گشت چمن و ہوائے کلیاں — بن پیالہ کنار خوش ندیسے

ناچے دنا سرواب سو حالت — بن نار ہزار خوش ندیسے
بغیر معشوق کے
مو یار سکر ینب و چنپا انگ — بن چمن یار خوش ندیسے
میرا شکر لب (؟) جسم

(اسکے بعد صفحات غائب ہیں)

(۲۶۶)

دو تن کے کد پریت گے گن نہ پائی — دیوانی گاندھی میں نیں ہے مٹھائی
رقیب کبھی محبت — گنا نہیں
سکی نیہہ کے نہالاں پھل کھیلے ہیں — کہ پاس آنند کی جمناں تھے آئی
عشق پھول — خوشی
پیا مورت رکھی ہوں یوں نین میں — کہ اب تپلیاں کوں رشک نیں دکھائی
اس طرح آنکھ — کہ خود اپنی پتلیوں کو بھی رشک سے نہیں
اہو لک لعل رنگیں دو ادھر ہیں — کہ جیو کے مد کا رنگ رس ان تھے پائی
بے بہا ہونٹ — زندگی شراب سے
سجن کنٹھ لاؤ پیاری کوں میاسوں — پون نمنے تمن نیہہ پنتھ میں دھائی
گلے وہ محبت سے ۱۹۵۰ ہوا کی طرح تمہارے عشق کی راہ

پرت مجلس کے تیں ہے زیب تم تھے / تو نیناں کے دیوے تم ہنتھ لائی

محبت کی — لئے — سے — آنکھوں — چراغ — تمہاری راہ میں

نبی صدقے قطب شہ کوں چھنداں سوں

رنگیلی موہنی سُندر ریجھائی

(۲۶۷)

جلج سنگار سوں تج کوں سُہاوے / عشق شیریں سوں تیرا دل لگاوے

جو کچھ — تجھے — زیب دے

جو چولی نازکی توں چینت پہنی / عجب نیں جو لگن تج گن کوں گاوے

چست ؟ پہنی — نہیں — تیرے

چندر تج مکھ انگے کاں دسے گا / سورج بی تیری جوت انگے نہ آوے

چاند تیرے چہرے کے مقابل کہاں نظر آئیگا — بھی — روشنی کے سامنے

بجائے ہیں بہت راگاں سوں سازاں / کہ ساجن اپنی پیاریاں کو مناوے

پلاتے ہیں مدن پیالے میا سوں / سکیاں پیاری کوں تا پیو من کوں بھاوے

محبت سے — پیا کے دل کو

منتر او پر منتر کرتی ہے دو تن / سجن کے تیں اپس گن سوں ریجھاوے

اپنے

نبی صدقے قطب شہ جن مدد تھے

رقیب — جنکی — سے

جلج مانگے سو او اپس من ہیں پاوے

جو کچھ — وہ اپنے دل

(۲۶۸)

تزے درسن کی ہیں ہوں سائیں ماتی ۱۹۶۰ مجے لاوو پیا چھاتی سوں چھپاتی
دیدار دیوانی — مجھے لگاؤ

پیارے ہات دھر سنبھالو منج کوں کہ تل تل دوتی تج ماتی ڈراتی
ہات بڑھاکر — ہر لمحہ رقیب تیری دیوانی کو

پرم پیالا پلاوو منج کوں دم دم کہ توں ہے دو جگت میں منج سنگاتی
محبت کا مجھ کو — تو میرا

نہ راکھوں تج نین میں راکھوں دل میں کہ توں میرا پیارا جیو کا ساتی
رکھوں تجھکو آنکھوں میں بلکہ رکھوں — ساتھی

پیا کے دھیان میں ہیں مست ہوں مت منجے برہے کے بیناں کی سناتی
مجھے فراق کیوں

اگر یک تل پڑے انتر پیا سوں نین جل سوں سپت سمد بھراتی
آنکھ آنسوؤں سے سات سمندر

نبی صدقے کہے قطبا کی پیاری
ریجھا دم دم ادھر پیالا پلاتی
ہونٹ کا

(۲۶۹)

سکی اپ حسن کا مندر بنائی عرق اپ مکھ تھے پیالا مدپلائی
اپنے — اپنے رخ سے شراب کا

دکھائی درس اپنا چھند بند سوں | میا دھر سائیں کوں اپ سیج لائی
دیدار | محبت دکھا کر اپنے

چند رسورج دین دو گال دھن کے | کہ اس تھے پائی مجلس روشنائی
چاند کیطرح چمکیں معشوق | سے

جو نالاں مشتری پکڑے سد سات | انند سوں زہرہ پر مالاں سنائی ۱۹۷۰

پرم کی بھید بن میں کوکی کویل | سوناواں سوں پنکھیر و سب بجھائی
محبت

سبز رنگ کنچکی ناری کوں سہنتی | کچا چکوا او چکوی کوں بچائی
زیب دیتی

نبی صدقے قطب پایا او ناری
وہ عورت

کہ سب ناریاں میں او شہ من کوں بھائی
وہ کے دل کو

(۲۷۰)

موہن لال تل تل سوں نیہہ لاوے | کرے توں جلیچ او مرے من کوں بھاوے
جو کچھ وہ

کہیا اے دل سدا منج سوں پیرم کہانی | کہ تج وصل کا نیند منج نین آوے
مجھ سے محبت کی | تیرے نیند میری آنکھ میں

عشق کیا کلبا جن نہ ہوا نیہہ بن بیں | کہ منج کوں پیا باس ہور رنگ دیکھاوے
کی مچھتا؟ عشق کے | مجھ کو اور

پیا کا مورت آپ دل میں لکھیا ہوں — کہ مو من میں بن پیو ہور نا سماوے
اپنے — میرے دل — بغیر پیا کے اور کوئی نہ

بہوت چھندسوں لائوں آلن سوں اپ من — کہ او چھند بھر یا چک موسوں نیہہ لاوے
اپنے دل میں — وہ — ذرا مجھ سے محبت

موہن سات کھن کھن کرن نیہہ او کا — کہ او نیہہ تل تل انند سوں بجھاوے
اس کا عشق

نبیؐ صدقے قطبا او من موہنی کو
اس

اپس کنٹھ لا کر میا سوں مناوے
اپنے گلے لگا محبت سے

۱۹۸۰

(۲۷۱)

بالی سندر آلی اہے گلال کی ڈالی اہے — بالاں کی مہکاری سہین جس مکھ گلالی اہے
بالوں — خوشبو

ڈُلتی موں ڈالی من آلی سجن نیہہ باو تھے — او چال دیکھ ہنس مو ہیا چنچل سگھڑ بالی اہے
سے — کی طرح — وہ — فریفتہ ہوگیا

بھری صراحی عشق کی کیتے او دھر اپ نقل اس — ساجن رنگیلے نین کی رنگ رس کی متوالی اہے
ہونٹ اپنے

جگمگ ستارے سوہتے ناری کے جوبن پھل اوپر — یا عاشقاں کے پھند میں موتیاں کی رے جالی اہے
زیب دیتے — کے پھول — پھانسنے کے لئے

صدقے نبیؐ قطب زماں پیاری سوں مل عیشاں کرے
کیوں نا کرے نیہہ ملک میں تج عشق تھے والی اہے
عشق کے — تیرے — سے

(۲۷۲)

کوئلی بالی نیہہ میں او تالی کھڑی — عشق او تالی سوں پیا تیں مل بھری
عشق

ایک تل نا ٹہیرے پیاری باج کد — چت سجن کے عشق لائی شہ پری
لمحہ شہ کیسے بغیر کبھی — دل میں

پیو بن تل بیلی لاگی ناری کوں — من نٹہیرے باج اوس یک تل کھڑی
پیا کے بغیر لگی عورت — نہ ٹہیرے

ساقی سچ مانو یقیں یکچت سوں — میں ہوئی دیوانی دل تج پنتھ دھری
تیری راہ میں

صدقے حضرت مصطفےٰ کے قطب شاہ

۱۹۹۰

نیہہ میں پایا ہے تج ایسی چھند بھری
عشق تجھ جیسی

(۲۷۳)

میں اپ تن اوپر چولا نیہہ کا چڑائی — بہوت انگ انگ کستاں کوں سجائی
عشق

اپنے

بندیا ہے سجن خیال یوں میرے من میں — کہ اپ چولے میں اس خوشی تھے نیپائی
بندھا — سے اپنے

برہ کے اوبالاں تھے نیں ٹہیر من کوں — کہ میں اپ جنم سب پیا سوں گمائی
فراق سے نہیں قرار دل — اپنی زندگی کے ساتھ گذاری

پراو پیا تھے چڑت زرنگاری سبھی شہ پریاں ہیں اد ک موک پائی

نبی صدقے قطبا سوں مل اپ ادھر تھے
گلالی سو رنگ مدانند سوں پلائی

(۲۷۴)

پیاری پرم ناز سینتی سہاتی اپس حسن سوں عاشقاں دل بہلاتی
چندرناد ٹیلا پیشانی کوں لاکر سو نس کیس تھے تارے جگمگ دیاتی
گگن تارے اُس تے جو تھے جھڑ پڑینگے جو بوں لال کسوت مکلل بناتی
کدن کا طرا کان اوپر دھرے ہے کہ یا چند تو اسورج انگے دیکھاتی
ترے نین آچھے ہیں رنگ ہو مدن کا ۲۰۰۰ نجے چاک مستی ہیں ہنس کی سہاتی
مرے تن تھے سنتاپ سب دور کرتوں کہیں ہوں ترے وصل کے مدکی ماتی
نبی صدقے قطبا کوں اپنی میاسوں
دیکھا کر چھبیلے چھنداں سوں ریجھاتی

(٢٧٥)

چھوڑو بہنے قطبا تمن پر تھے واری — کرو منج میا میں ہوں چیری تمھاری
بہانے تم سے — میرے ساتھ محبت باندی تمہاری

جکچ حسن تج ہے سوکن کوں نہیں ہے — تو پیو کی نظر میں ہے توں سب تھی پیاری
جو کچھ تیرا — اسی لئے پیا سے

پیا ہور پیاریاں کی رنگ سنگ دیکھت — دو تن رشک سوں آپ سُد بُد بساری
اور — رقیب سے اپنا ہوش و حواس بھول گئی

سہیلی اشارت کرے نین چھند سوں — منجے یوں کہ سائیں کوں تل تل پچھاری
کہہ

پیاری کے طالع قوی ہیں پیرت میں — کہ ساجن اوپر آپ تن من کوں واری
محبت

نکر بہانہ پیو مد دیو اپ لعل اودھر تھے — کہ اُس مد کی منج کوں لگی ہے خُماری
بہانہ اپنے ہونٹ سے

نبیؐ صدقے قطبا توں اے رتبہ پایا
یہ
کہ تج دور میں دین کوں ہے استواری
تیرے

(٢٧٦)

پیارے ستو منج پرم کی کہانی — ٢٠١٠ — کہ میں بھید تج حسن کے سب پچھانی
میری محبت — تیرے

عشق کے بدہاوے کروں یوں سجن سوں — کہ نا بوجھے تس دوتی مورکھ ابانی
(نہ سمجھے اسکو رقیب میری)

سجن کوں یہ بچار اکھی ہیں اپنے من میں — او جیو کوں نظر نا لگے نیتوں برائی
(وہ)

کیا جب تجے پیو عشق منج من میں ٹھارا — سجن ذکر تسبیح کر اپنی مانی
(سے میرے دل قرار)

گلے میں سو ہے پیو کوں موتیاں کے ہار — سچھل ڈہال دھرتی سو اب صاف پانی

دو تن توں پرت میں الیس کی پیواتی — سکیاں چنچلیاں ہیں نہیں توں سیانی

نبی صدقے قطبا کی ماتی ہوں ہیں نت
(ہمیشہ)
نہیں میرے من میں محبت برائی

(۲۷۷)

سرو قد پتلی ہے ساریاں میں تاری — توں سب چھند بھریاں میں ہے لالن پیاری

محبت کی ڈوری سوں باندی ہے اپ دل — تو ساجن پہ رتنا کی طبقاں نواری
(اپنا)

زلف پیکھ ہیں پیو کے دل کے ہنڈولے — نین جگ امولے ہیں کھنجن تھے بھاری
(سے)



بلقیس زمانی

عشق پادشاہی سو ہے تج آج
حسن ملک میں نا سہے تج باج

تو چھنے مٹھائی شیریں کو نہ آئے
دیکھ اس مکھ تجلی سورج پکڑیا لاج

سچی اس زمانے کی بلقیس توں
انچل سیس سہاتا ہے تج جیوں تاج

تو خدمت میں حوراں کھڑیاں ہات جوڑ
اُنن قول بیڑا دے کرو تم ساج

کھنجن تیر کھنجن پہ کرتی بڑائی
تیری چوٹی گندے ہوئے مشاط آج

جوبن پیالا دے ہت میں پیالا پلا ۲۲۷۰
ادھر نقل سوں توں دے کر کال ساج

عرضداشت عاشق کوں معشوق پاس
عشق تاراں سوں تم بجاؤ و کماج

ہے سر پانوں لک توں کندلاں کی بنی
دو تن کوں توں نا دیکھ کر مکھ مانج

نبی صدقے پایا ہے جنت کی حور
محبت قطب کر خوشیاں سوں توں راج

(ح)

۲

حاتم



ناری سہے تجہ آتا لے چالا — جھلکار سہی

(زیب دے تجھے — چال)

سنپولی اُپر بھونگ سٹیا چام — چھوٹے آلکاں میں پھول مالا

(لٹوں)

رتن تھے ادک دمین ہوٹاں پر — ادھراں کے اُپر چڑے سو لالا

(سے زیادہ چمکیں — ہونٹوں — لال)

دیکھ چندنی میں چند مکھی کوں — سورج کوں پڑیا چھند سوں پیالا

(چاندنی — سے)

دن رات ہوا جو کھولے دھن کیس — نس میں جو ہنسے پڑیا اوجالا

(رات — عورت نے بال)

ناریاں میں جو ناز بھاگ آنچل — انگ سنگ سوں کرے پیا نہالا

نت ہووے علیؑ کے صدقے حاتم

قطبا کے ادھر تھے مے پیالا

(سے) ۲۲۸۰

(ج)

۳

بہمنی ہندو

اس بہمنی ہندو کا کس دھر کروں شکایت
نین لیکھے ہیں مورخ تاریخ اس حکایت

بے دام اس کا خدمت کرنا ہوا اپنے دل سوں
دیتے ہیں دام انو کوں کرتے ہیں عنایت
(نہیں — ان — اور)

آسماں اُساں تھے سب ہونٹاں سو کھے ہیں تج
نین ہے صواب پانی دیتا تمن ولایت
(امید کہ آہوں سے)

اس شہر کی سورتیاں کن نادیکھیا نہ سنتا
ناکوتوال قاضی ناکس کا ہے حمایت
(کوئی دیکھا سنا)

غمزے کے سمند میانے تیر آتر سنت ندے کر
ڈوبن ہوئے ہیں اب تو تم ٹک کرو ہدایت

آہاں اُساس دل کا راہ خیال باندھیا
اب ناز روشنی با تا منجکوں ہوئے ترایت
(ڈال تاکہ)

نوانت ہیں جیو کا دوری کدھیں انٹر نہ سکتا
نج حسن کے چھچی کا کوئی نہ بوجھی ہدایت

ن آن ۔

یک چھن اگر نہ دیکھو تج یاد کا جو شہلا — تج باج لگنا منج کوں مشکل اہے بغایت

(تیرے بغیر گذرتا مجھے)

نیناں کے لال تجھے دل پکڑیا ہے جو تن میں (سے) — سٹ چھانوں عشق کا منج توں آپنی لوایت

تم یاد مجھے ہوا ہے مو مور تمنے مو تن (تمھاری سے) — ۲۲۹۰ اب نا کریں تو ہم پر مور کریں رعایت (اور)

کوئی نا سکے معانی اپ کی پرت بیاں کر

پڑتا ہے اپنے دل میں سب دن علیؑ روایت

(ق۔ج)



۴

ہندی چھوری

رنگیلی سائیں تھے تو رنگ بھری ہے
کی وجہ سے
سگڑ سندر سہیلی گن بھری ہے

لٹکنا بجلی نمنے اُس سہاوے
کی طرح اس کو زیب دے
وہ ہندی چھوری بہو چھند شہ پری ہے
وہ لڑکی بہت

چندر مکھ موہنیاں جب ناچنیاں ہے
چاند جیسی صورت والی
وتن میں توں سورنگی جوں پری ہے
اُنھوں خوش رنگ

سبھی حوراں نہ آسیں آج تج سم
آسکیں تیرے مقابل
کہ توں بالاں میں سب عنبر بھری ہے
بالوں

اُپجتا ہے ترے مکھ تھے جے شاہی
پیدا ہوتا سے جو جوانی
او شاہی تھے سدا تج سروری ہے
اس کی وجہ سے تجھے

گگن منڈپ ستاریاں سوں سنوارے
آسماں
اوہاں گاوں سو زہرہ مشتری ہے
وہاں؟

نبی صدقے ریجھائے قطب شہ کوں
تو سکیاں میں توں جیسی شہ پری ہے
اس لیے

(ج)

۵

پدمنی

(۱)

تج ناک ہوتی مکھ اوپر دیتا ہے آب سوں

یا خضر کے چشمے منیں تر تا بڑ بڑا شتاب سوں

وہ بڑ بڑے کا عکس تیرے مکھ اوپر یوں چھائیا
اس

جیوں چاند کی جوتی منے مشکیں کلنگ ہے دب سوں
میں

تجہ نین کی راوت چڑھائی بھنوں کماناں روس کر

سب عاشقاں میں منجہ اُپر راکھے چاپ ناب سوں

جب ناک میں مکرا سہاگن پین آئی جلوہ میں

وہ قفل دے منجہ گیان پر سکہ کرے شتاب سوں

(۲۸۷)

جو دیکھی رَل میں پیو کوں سو پیو کا چت بہاری ہے
کپٹ پھل گند دے جیو کوں سو مالن دندساری ہے

چھپے چند سور اجیالا نہ چھپیئے نور پیو گالا
دو تن کے من حسد بھالا کہ شرمج سات باری ہے
میرے ساتھ

بچھڑتے لاکھ دشواری بچھڑ شہ مج مرن کاری
ولے پیو یاد کی یاری ہمن جیو تیں ادھاری ہے

دو تن لے گر ڑاتی توں تر دکھ بھوں چڑاتی توں
بہت ڈاواں میں ناٹی توں ولے یہ ڈاو کاری ہے

اماماں کی دُعا ورد ھے دُعا کا کوٹ چو گرد ھے
معانیؔ قطب تج بر دھے علیؑ کا حب حصاری ہے

ق

(۲۸۸)

گرو گھر میں گرہ کیاں کیئے او تر نے دو دو ال سوں بھرائی
چاند سورج کے پیالے آپنے گھر میں پھرائی

عشق کے سو صدر او پر لے کھڑی ہت میں پر جب
بیڑی بیڑی میں دکھاتی آب ہونٹاں کی چورائی

صدر او پر آ جھمکتی ہور ٹھمکتی ہے کھڑی ہو
نین کشیدے کے تاراں سوں مرے دل کوں پرائی

ہے نھنی سب میں ولے وستی بڑیاں میں سب بڑی او
انچل او چھل میں دکھاتی ہے پریاں کی سب بڑائی

پریاں اوڑنے کی ڈلے پرنا ہلے اوڑنے کے تائیں
دیکھ اے رشکوں پرت تاتاں ہٹوں سینتی چوائی

۲۰۹۰

سب سکیاں تاتناں جھلاں سیتی چڑھاباں ہیں دکھوتم
آب پیاراں سیتی مے بھر مجلس اپنے میں پلائی

قطب شہ سیتی جھگڑتیاں ناجھگڑسک اس سکی سوں
اس کے سیس اوپر لیکھے ہیں دن ازل تھے خوش نڑائی ق

(۲۸۹)

ین متوالا و توں متوالی کھلائی
نین پچھانسیاں سیتیں اب نین ہنڈ لا جھلائی

تری الجھن بری الجھن کہ نا کر منج سیتیں بات
ہٹوں سیتیں ہٹوں سیتیں پیالا منج پلائی

وو چندنی چند نے مکھ پر چندا کا ٹیلا لا ہے
توے غمزے نوے چھند سو میری ال رو لکھائی

لگے نا چاک تیوں راکھے ہی اپنے کان پر طرّا
سپند کے پاتراں کوں تتہ تھے سیتی بجائی

چنچل ناداں و کھاتی ہے ہر یک یک آپنے دل میں
چوہیاں چومنے کی تومیاں سیتیں منج لذت چکھائی

پیارے گال ہیں تیرے میٹھے ناباتاں تھے اکلے
کہ چھاتی سیتیں چھاتی لا اپس سوں منج ملائی

گرو گرو ہے سہیلیاں کی سو چترائی منے نس دن
میں

محمد قطب شہ کوں دے ہے اپ نیناں کی دوائی

ق

(۲۹۰)

پرت پیاری پیرت تھے ہتر سینتیں ملی ۔۔۔ ۲۱۰۰ ٹکڑے کے پھول نمنے دل باغ میں کھلی

کونلی کلی میں جھمکی جھمکار چو نپ سوں تج لال ادھر کے پھل پر بیٹھا بھنور تلی

طرا رکھے ہے سر پر سر تھے نشان کا صاحبقران سکیاں میں دستی ہے چنچلی

سے

گر جیا ملہار ہر یا جھینا اوڑی سکی اس اتانگ سوں رجوتی جھینے میں جھلملی

رکھے

ناسک کے پھل پہ پھلیڑی مہ بند جیوں ٹیلا جیوں پر پھوئی جوڑے ہے سانولی

بو سیاں لاوے سیتی جیتیا ہوں میں اسے اجھوں نہیں سمجھتی نت پن کی جاملی

جیتا

صدقے نبی تو پلی ناری سوں عشق کر

قطب زماں محمد دھن تجکوں آملی

ق

(۲۹۱)

نوی پیاری نوی نیہہ میں نوے چھند سوں پلاتی مے

جو بن چھبیاں اوپر سلیم بھنور منتی سوں راکھی ہے

کہوں اس قد کہ یا صورت کہ یا اُس چونپ میٹھائی
کی

گلالی گال تھے چوتی عرق کی بُند پے درپے

کری کسوت نوی چندنی سو ماوے اوپر چھینے کا

جے کچ منگے خدا تجکوں دیا ہے توں دعا کرلے

جھمکتا رات کوں جگنا پیاری رات دن جھمکے

۲۱۱۰

پیشانی پر رکھے جگنی کا ٹیلا کدنہ دیکھیا کے

کرے جے دامنی سوں عشق او ہے عشق بازاں میا

اگر میں باورا ہوؤں تو کیا اس ہت میں دارو ہے

کیتے ہیں شاہ کو سلطاں ولے ہے ان مدن سلطاں
کیتے وہاتاں بجاوں کد نپو چھے کن بجایا نے

جدھاں دیکھیا پیاری مکھ مصحف میں مبارک فال
تدھاں تھے قطب شہ جینیا ہے شرطاں سوں ملک رے

(۲۹۲)

مکت راگاں پیاری اب رگے رگ راگ گاتی ہے
تمہاری راگ گاتی مکھ اہاراں سوں سُہاتی ہے

صباحی راگ گا کر منج صبا کے تخت بسلاود
دھنا سریکا کہہ دھن منجکوں سو رنگ پیالا پلاتی ہے
خوشترنگ

مرے سنگ مل بجاتی سنگھ گاتی سنگھرا بھرنا
سری راگاں جو گاتی استری تو منجکوں بھاتی ہے

الاپے گرڑ اگڑ الکماں ہوں کا چڑائی ہے
عشق کی آگ میں ابرو کماں کو نشی سکاتی ہے

کہ گوری راگ جو گاوے تو گوریاں کا ملک جنیتوں
سو سار نگ نینی سب نگ میں سو رنگاں سو اُسہاتی ہے

سبھی راگاں کے گل پھل ہار ریایا ہے سو ملہارا
جو گاوے رام کیری رام کر راواں رجھاتی ہے

میٹھے راگاں محمد قطبشہ کوں جم سہاتے ہیں
نبیؐ دولت غزل میر اشکر نمنے چکھاتی ہے ۲۱۲۰

(۲۹۴)

ہمن پیاری پری صورت گری تھے — پریاں حیران اس صورت گری تھے
اپس ہاراں میں تبیاں عشق گوندے — حمایل چوسرہ جنجم گری تھے

بخت اس کے کہ پیاری سو پیوے مد　　صراحی کر بھنواں میں مدبھری تھے

ہمن ہور اس ہیں ہیں نت پن کے بھید لیا　　سہیلیاں بھید پایاں بلگری تھے

خماری باس تجھ نوتاں سے تھے ہکی　　چمک مینا منے خوش دلبری تھے

لجے مینا کی قلقل سینتی بلبل　　پریاں حوراں لجیں ہم شہ پری تھے

خدا پیاری دیا ہے قطب شہ کوں

دعا ہور بندگی ہور چاکری سے

(۲۹۴)

میری بہیری بھیریاں میانے ہے سو بہیری　　لٹکتی ہے تاج ہور گاتی ہے گوری

مستی حملے کا سو کن پکڑے عنان　　جیو جگنا جھمکتا ہے جیوں جگا جی

عشق سہنے میں ہیں دیکھیا ایک سہنا　　سا تو کہنیاں کہتے سنتا میری کہنی　　۲۱۳۰

خسرو و شیریں کا ہے سو ایک دفتر　　زلف پینگاں میں پینگا تا ہو مراجی

باس باساں سوں محبت گیسند میلی   بہار پھل نالیوے میری نئی بالی

نبی صدقے رنگ رنگاں بھر کھی رنگ
قطب شہ سوں مل رہی ہے اے نویلی

ق

(۲۹۵)

ترا حسن حساں میں بھایا دسے   مدن پیالہ رنگ انگ سہایا دسے

نظر آئے
جیو پیاری چھنداں سوں چند نا چتی   پلک تال سیتی رجھایا دسے

ہند و زلف کے میانے الجیا ہوں میں   نین پینگ میانے پنکایا دسے

عشق نیند تج نین میانے سہے   صراحی پیالہ بھرایا دسے

انند ناد کر جیا ہے تج گج سیتیں   عشق تانت کا راگ گایا دسے

عشق بیج پیریا ہوں دل باغ میں   انند پھول اس تھے کھلایا دسے

سے
نبی صدقے قطبا کے سر پر سدا   ۲۱۴۰   گگن رنگ کا چتر چھایا دسے

ق

(۲۹۶)

پیرم پیالا پیکہ نون نہ لائی ہے کو کنکھڑی
دریا عشق میں تیر کر باندھے ہی آپ گل گلسری

باندھے ہے عشق کے کوپے ان سوا ب کھنٹو میں دعوی کا نیت
پر چھم پریم چاواں ہلے سہتے سکیا نمیں مہتری

پیرم کی باتاں سب سنیا کی پھرتی ہے نین
اپنی نین اُس نیتھ لا اوڑیا عشق کا چادری

ہم تم منے یک قول تھا او قول نا بسرو تمیں
پیت برن شرطاں اہیں تج منج منے اباوری

دیوا عشق روشن ہوا تج نین کرے شتاب سوں
ساتوں سراں گا کر سکے آلاپتی آساوری

اس پیچیاں کی ناد سوں منج نیند جاوے نین تھے
کن وو عاکس سحر سوں باطل کروں اے ساحری

قطب زماں سب شاعراں کا شعر میں شاگرد ہے
صدقے نبی باندیا کمر جیوں لشکریاں میں لشکری

(۲۹۷)

توں ہے لاڈلی لاڈ سوں آتی اہے ری
عشق چونپے سوں من میں بھاتی اہے ری

عشق کی کن کی شیریں نا کر سکے کد | جوبن پیالہ سوں توں سہاتی اہے ری
کفر باغ میں پکڑیا تیری سوی کوں | ۲۱۵۰ چنچل نادیں نادگاتی اہے ری
عشق بھاو سوں تن سنگاری ہے سب توں | عشق چونپ سیتیں سُہاتی اہے ری
نہوں نہ کے تج لگ کہ پہنچے ہیں تن میں | بُجھاری جوبن سوں ہلاتی اہے ری
اپس غمزے کی چادر اوڑی پیاری | نین سیتی صاحب بلاتی اہے ری

نبیؐ صدقے تج ہے خدا ترس خانے
گلے لگ پیالے پلاتی اہے ری

(۲۹۸)

چھندان سیتیں آتی ہے بھاواں دکھاتی | نین سوں ہمن رات ساری جگاتی
عشق پیم سوں انچل اوڑ کر کھڑی ہے | اے نادان بالی ہے بھاواں سُہاتی
توں جب روٹھ کر بول انکت بولتی | کہ سور ایسے گالاں اُپر چھند بناتی

نین بھاؤ سیتیں پکھاوج بجاوے — پرم چوری پر بند بھاواں دکھاتی

نبیؐ صدقے توں ہے پرم......

قطب چھاتی لاگ نیہہ کا دان ولاتی

(۲۹۹)

توں پھر نیم کر چیر پناتی اہے ۲۱۶۰ — سو مسکاتی اور رنگ لکھاتی اہے

کر یوں تھاوے ہو پیو نینھ دیکھتے — چوری چوری سائیں نجھاتی اہے

گناں پرکھتی اور بول چو کھنتی — بھوری بہور چین جناتی اہے

کھسے کیس سو نکھتی ساجتی — نیکی کنٹھ کنٹھ مال سہاتی اہے

قطب پیاری کس تھے نہیں ڈرتی ہے

نبیؐ صدقے منج دان ولاتی اہے

(۳۰۰)

سہیلی مدن لال موجیت بھاوے — کہ تل تل دل اس چھند پر واری جاوے

کسے چت بلاوے کسی رین جگاوے کسے دل تپاوے کسی من رچھاوے

کسے نیہہ لگاوے کسے مد پلاوے کسے روپ دکھاوے کسے پیم پلاوے

کسے لب چکھاوے کسے چھپ رجھاوے کسے سیج مناوے کسے گرنگ دلاوے

کسے اب دکھاوے کسے تخت سراوے کسے پک بتاوے کسے چھپ دکھاوے

کسے پرم لگاوے کسے چت بھلاوے ۲۱۷۰ کسے بہہ دلاوے کسے پان دلاوے

نبیؐ داس کر آب کے نیں پو آوے

قطبؔ شہ سدا بیر مالاں گو اوے

(۳۰۱)

اچے کو کہ ہتا ہیں جام لی ہیے سلطانی جسم مدام کی ہیے

پانی کہ خضر حیات پایا مد گھر تھے تتنک سو جام پی ہیے

ا۔ دیوان قدیم میں یہ غزل دو جگہ لکھی ہے یعنی یہ غزل ردیف الف میں بھی ہے مگر اس میں صرف قافیہ و ردیف کا فرق ہے یعنی ردیف میں قافیہ جام مدام ہے اور یہاں لئے پیئے گئے وغیرہ اسی لئے درج کر دیگئی ورنہ اشعار وہی ہیں۔

سر دھاکہ جی مو کام راکھو | اے دھاکہ کہ اسو نظام دی یئے
بیں و مدو عاقلاں و تس پے | مو یار نین کون سوں سی یئے
باہر نوا دھر تے ساقیانا | اس دور منے کو کام جھی یئے
لو چن ترے شیوہائے مستی | او دشت چنچل تھے وام لی یئے
ذکرِ مکھ و زلف تج ہمن دل | بو حسن تھے صبح و شام جی یئے
مو سینہ داغ درد دوکھوں | تج مکھ نمکی تمام وی یئے

او چاہ تھڈی معانی کی جان
۲۱۸۰
تو حسن دو سو غلام کی سئیے

(۳۰۲)

مے پیا مو سگات سو نا شاد کرتہ ہے | وو ترک مست دیکھو کہ بیداد کرتہ ہے
راکھیا وہاں امید کہ جا نیا ہوائے زماں | لیتا ہے ہات جام مجھے یاد کرتہ ہے

عاشق تو چیونٹی پگ تِل اُس کے وو ہیں | گل گشت سو بتان پری زاد کرتا ہے
شوخی کے سر منے ہوس ترل لی وحد | کب کان میں نصیحت استاد کرتا ہے
داغ مو جیو سوختہ کوں تازہ بھی ہوا | او بزم جب ترانہ کا بنیاد کرتا ہے
آگِ فراق زور کرے بیجلی نمن | اُجھوں وو داغ کہنہ سو آباد کرتا ہے

سب دھر نکہ توں قطبِ معانی کہ عاشقوں
اے حال تیرا طور سوں فریاد کرتا ہے

۳۰۳

کب لگ منگنا آچھے منگاون جونا آچھے | لور ونوں تو اُس پاس انگاون جونا آچھے
میرے تیرے میانی بھومئی کے کاغذاں وردہے | دل درو میرا تاب پڑھاون جونا آچھے
جس جاگہ چراکر دکھیں دل ماہ پرتاں | یکجا نہیں پاتے کہ سراون جونا آچھے ۲۱۹۰
وو دیدہ و دِل پاک رکھیا آچھے تو آچھے | نرِل ہو ہے وشت دکھاون جونا آچھے

لیلے مجنوں کی سو کتاباں ہے کہانیاں　　قصا تیرا نازک ہے سناون جو ناچھے

یک جھلک جھلک نا جو غم عشق نپایا　　او دل سو کیا ہے صبر سماون جو ناچھے

دل بد نکرا و یار اُدم دکھ کا معانیٔ

یاری کہ نپاوے نہ سُہاون جو ناچھے

(۳۰۴)

پُھل بن رخ یار خوش ندیسے　　بن مد پھلی جھاڑ خوش ندیسے

گشت چمن و ہوائے کلیاں　　بن پیالہ کنار خوش ندیسے

ناچے و نا سرواب سو حالت　　بن نادہزار خوش ندیسے

مو یار شکر بنب و چنپا رنگ　　بن چُمن بیار خوش ندیسے

باغ و پھل و جل سہے توانا　　بن صحبت یار خوش ندیسے

ہر چیتر کہ جگ کی عقل بندے　　بن چیتر نگار خوش ندیسے ...۲۲۰۰

چیت نقد چکارہ ہے معانی

اس تائیں نوار خوش ندیسے

(۳۰۵)

سکی کے مکھ پانی میں چندا سورج سدا جھلتے
اڑن چکوے سو دن مل اچھ رین چولی میں تھی کھلتے

(رہکر / سے)
جوبن کھل سائیں ہت دی ہے ہلاوے عشق کے کی ہے
(کھول کر)
سجن سنگ رات جاگی ہے سو لہراں نیند لے کھلتے

مدن مکھ گال پر لاتی سو صورت یاد جو آتی
جیا کے باغ میں بھاتی پھلاں نکھ مکھ پہر کھلتے

(پھولاں)
گھلی مار و اپن جیو سک برہ صحرا میں دیوا مکھ
سو دیکھت نور جھلکا چکہ پنکھیرو مرگ سب بھلتے

معانی تج عجب کیا ہی کہ وحشی شد بھلے گا ہے
فلک سارے برس ماہے پری کے نینہہ میں ڈُلتے

(۳۰۶)

دسے جیوں ٹُر بڑے پانی نگاری خط اُپر تیرے
ارسطورا ہوا مج من دیا از بک رُخن ویرے

لٹاں کھُل مکھ اُپر کھیئے علم جھلے سو ہُن دسیئے
شرف جمشید کی جسے ہوئے اُس عاشقاں حیرے

دو رخسارے ہے خوں والے غرانے تانو اگھٹالے
ہے پلکاں تیرا بنالے سو ناندے دل اُپر میرے

دو پتلیاں راوتاں تیری بندی اپ اسپ کوں سیری
سو چوگاں کھیلتے پھیرے، ہمن دل گیند کر گھیرے

۲۲۱۰

معانی نیہہ کے گھوڑے چڑ ہتوں لے جو بنا کے گڑ
مرصع جیغہ لا کر پڑ ہکی آئی ہے تج نیڑے

(۳۰۷)

مکھ رنگ تھے موتی جو تی نگاری لگی دسے
چندنی جیون چند پو تھے سنگاری لگی دسے

لبلاٹ کے چمن میں ٹلا چند چوترا
موتیاں کے جل گون میں دو دھاری لگی دسے

سندر کے مست گال گلابی برن سہیں
یاقوت نین لال خماری لگی دسے

منج عاشقی کے نیہہ میں سو ثابت نہ پا نچل
سب عاشقاں کے دمہ میں ستاری لگی دسے

زاہد نماز کیسی کریں سو نپٹ ریا
منج یاد تیری تسبی سو ساری لگی دسے

دو تن عجب کپٹ جو منج اوپر گندی سدا
سب جگ مینے نپٹ سو گنواری لگی دسے

معشوق ہنس کہے کہ معانی کی عاشقی میں
منج جیو میں حب رہے سو پیاری لگی دسے
میرے

تو حسن قدرت سوں لکھیا نیکا دسے	جگ حسن پر تج نور جیوں نیکا دسے
مکھ نور تھے چندا سورج جھمکیں سدا (اچھا)	تج کیس بادل تھے فلک پھیکا دسے ۲۲۲۰
سب جوہراں کا کھان مکھ یک ہے عجب	پھلری کا موتی ناک پر سیکا دسے
فتنا ہے موتی ناک کا فتنہ نکر	دیکھ آرسی فتنا ترا جیکا دسے

توں ہے پری یا حور یا ہے پدمنی

قطبا معمّا یو عجب ہیکا دسے

(۳۰۹)

نہ دیکھوں پیو چھپن آدم نمن مج لاگ دوری ہے

رھیا پانسو برس آدم جدا اچرج صبوری ہے

بہت دن جب رھیا تھا سائیں کا مکھ دیکھنے یک تل

لگیا ڈھلکا دیکھیا سہنا کہ جھلکا کوہ طوری ہے

پیا سوں عرض دکھ کہنے نہیں مارگ مگر خیالوں
کہ جیوں پھل پاس ہل رکھوال ہیں مج یار دوری ہے

تمارے ڈاو کے پیچاں کوں بوجے کہ مشکل ہیں
معلم نا بوجھیں عاشق نہ سمجیں صیغہ پوری ہے

کہ جب من میں کہ جب سکھ ہیں کہ جب دکھ میں کروں یاداں
تو تب وو تن سمج جاوے عجب مکار پوری ہے

رقیباں جان توں ساجن ہمارا راز پایا ہے
پنوا وے توں کتا تج مج بہوت انتر کی دوری ہے

نبوجے تو سنے گل مکھ کتیاں کے سنگ ہو بیدیں
۲۲۳۰
معانی کہہ محمدؐ ہور علیؑ کا دین نوری ہے

(۳۱۰)

بن مست تج نین تھے پتلیاں کتا کھلاتی | اس کھیل میں بھلیا ہو بھی کیا سرا پلاتی
تجھ مدا اثر کی مستی دایم ہمن میں اچھتی | کیا گن بدل حکیماں کے ہت دوا دلاتی
جو بن کے طور اوپر مکھ نور مجھ دکھا کر | موسیٰ نمن بھلا کر عیسیٰ نمن جلاتی
کنٹھ ناگ سر بجا کر ناگاں کنتل کھلا کر | شنکر ادھر چکا کر مجھ جیو را بہاتی

کنتماں کنٹھ پا کر انچل جھمک دکھا کر
معانی کا دل بہلا کر ہت سیں ہت ملاتی

(۳۱۱)

مے لعلی تھے مکھ زردی ہمارا دور کر ساقی | مجالس زہرہ رقاصی سوں توں پرنور کر ساقی
پیا رخسار کرتا جلوہ مو شیشے خیالاں میں | رقیباں عکس کرتے ہیں توں یک چھن دور کر ساقی
لطافت پیش ہے من دن سو اس سرو سہی قد سول | پیالا آس کا میرا سو بھر سمدور کر ساقی

جکوئی ہے عشق میں ثابت سدا ہی جیونا اسکا　　　سو اس کے ناؤں سوں میخانہ سب معمور کر ساقی

بجا نوں روزِ محشر کیوں اچھیگا خاب پرسش منج　　۲۲۴۰　　کہ میخواراں منے اب تو ہمن مشہور کر ساقی

بہشتی باغ میں کھلیئے ہیں پھولاں منج مراداں کے　　　ہمن مجلس کوں مست نغمۂ طنبور کر ساقی

نظر کی مرحمت سوں دیکھ منج مسکین کوں یک پل　　　پیا کی کیمیائی دشٹ سوں فغفور کر ساقی

پیا کی سور کی کرناں وسے منج دل کوں قلا بے　　　ہوا ہے مدعا حاصل مے انگور کر ساقی

پلک کانٹے نین باندیا انجاوے خیال تیرے کن　　　رقم اس خیال ہو پیشانی کوں سیندور کر ساقی

محبت پیو کا منجکوں بڑ دریا میں کشتی ہے　　　اس اوپر عشق بازاں میں منجے دستور کر ساقی

معانی شوق کے انجھو ڈھلیں مکھ پر کہ جیوں موتی
کہ یک تل جیو منج ہنس کوں نظر منظور کر ساقی

(۳۱۲)

ترے مکھ لعل تھے رنگ گوہراں کا بھانے جائے　　　جو ہر صاف تھے ہر کس کا گناں جانے جائے

پھولاں کا باس نہ ہے پنکھی سکی گا بوجھنے بلبل او باس بوجھے گر خوشی سوں گانے جائے

تل کی آیت رکھے ہیں لکھ او پرب علم سیتیں عالماں کوں کدھیں تفسیر تو نا جانے جائے

دا کھ کے باغ میں پھولاں کھلے کر ساقی ہمن ۳۲۵۰ خوشی و خرمی سوں پیالی ہو پیلانے جائے

ملکِ دل میں و کھیا لب ہو ڈھونڈ کہ کاماں سو تمام کام اختیار گیا دل تھے توی دانے جائے

پکڑے جب گھانس ہریا ہوئے تمن ہات سیتیں قدرت اس ہات کا دکھ جیو سو قربانے جائے

نٹھ کے شہراں منے انگشت نما ہو لب سر تھے چُپ دو تن ڈر نہیں تیر انکو ترسانے جائے

منجے پیو یاد تھے آسائش و سکھ دل میں بھریا
عیش کا وقت رہے غم کا جنس رانے جائے

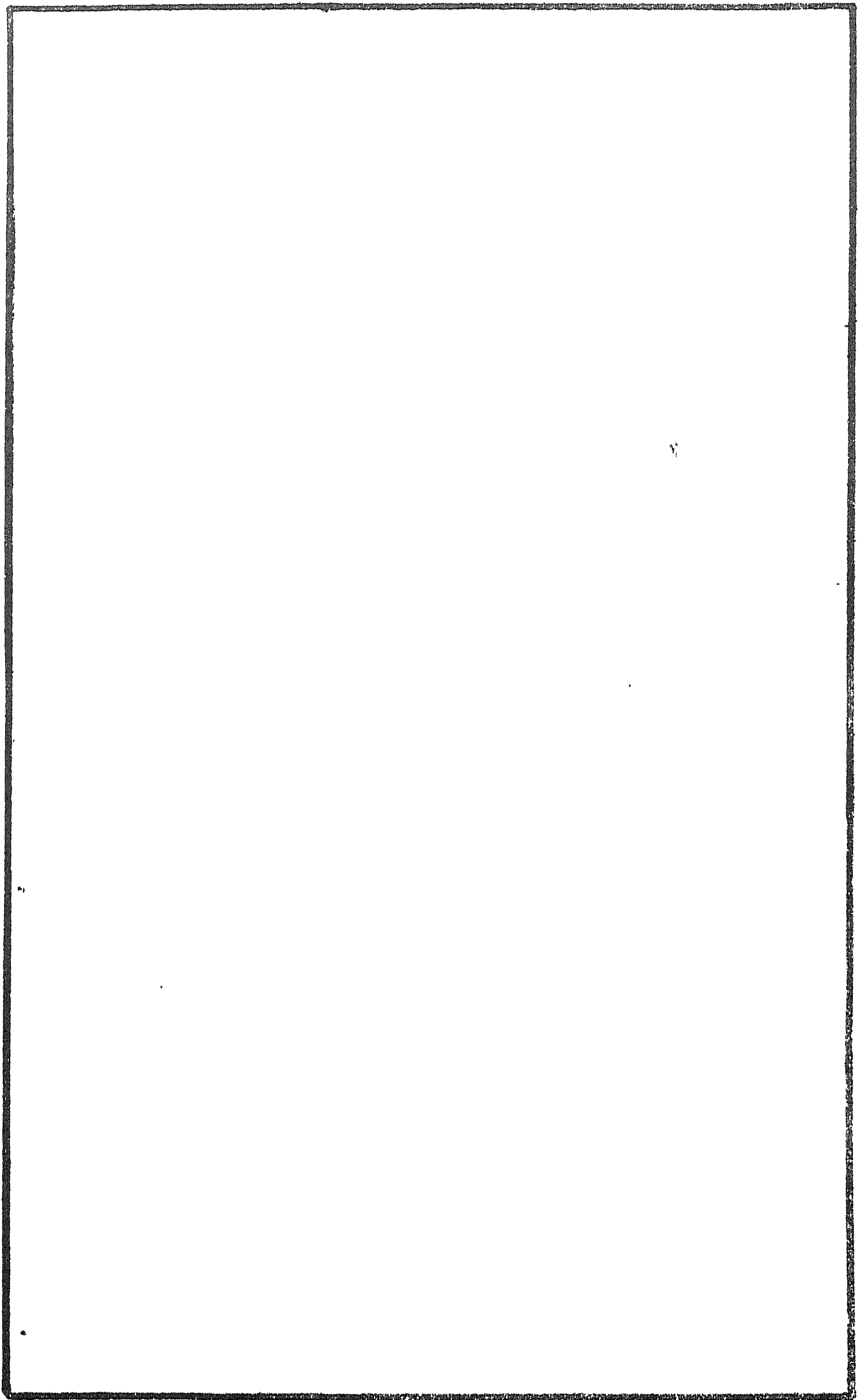


کلیّاتِ محمد قلی قطب شاہ

تیسرا حصّہ

دیگر اصنافِ سخن

قصیدہ ۔ رباعی ۔ مرثیہ ۔ ریختی ۔ مثنوی



دیگر اصناف سخن کی تفصیلی فہرست

(جملہ ۶۳ نظمیں ۳۸۹ اشعار)

۱۔ قصائد (۱۲ قصیدے۔ ۲۱۶ اشعار)

دیوان۔ تعداد اشعار۔ صفحہ

۲۔ رباعیات (۴۱ رباعیاں ۔ ۱۸۲ اشعار)

٤۔ انپڑیا ہے علی ہنت تجھے مدن جام منجھے	ج	۔	٤٣
٥۔ اپ دوست سوں ہل پینتھ کہ میں جام منگوں	،،	۔	،،
٦۔ کہتی کہ تری ہوں گی نوار اندیشہ	،،	۔	،،
٧۔ نابات او محبوب سندر کا کہے جائے۔	،،	۔	،،
٨۔ کہیا ترے لب کیا ہیں کہی آب حیات۔	،،	۔	،،
٩۔ اس لٹ کوں لٹاپٹ سوں پکڑ کیتا نیاز۔	،،	۔	٤٥
١٠۔ خوبی و بدی سب کے بوجنہار سوتوں۔	،،	۔	،،
١١۔ احمد علی کے رتبے تجھے نج ہے جو خبر۔	،،	۔	،،
١٢۔ تیرا شرف ادراک میں نیں ٹاک آیا۔	،،	۔	،،
١٣۔ جتیا توں دل وجیوں سوں قرآں دیکھے۔	،،	۔	٤٦
١٤۔ جس ٹھار مے لعل بچھرے دور پہ دور۔	،،	۔	،،
١٥۔ ہے پھول کا ہنگام مدسوں یاراں حاضر۔	،،	۔	،،
١٦۔ کہئے کہ یکٹ ہو جو اچھے گا گھر میں۔	،،	۔	،،
١٧۔ کب لگ اچھے لب پہ زہد ہور دل میں جام۔	،،	۔	٤٧
١٨۔ مستی کے ملک میں سبے جہانبانی منجے	،،	۔	،،

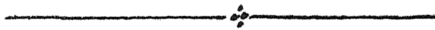
٣ مرثیہ ۔ (پانچ ۔ ٦١ اشعار)

۴ ۔ ریختی (۴ نظمیں ۲۴ اشعار)



۵ ۔ مثنوی ۔ (ایک ۔ ۶ ۔ اشعار)





قَصَائِدُ

عیدِ نوروز
و
روزِ عید

نوروز لیایا ہے خبر روزید سلطاں عید کا
سکھ کارواں بھر تھے لیکر آیا ہی ساماں عید کا

روزید کا خوش عید ہے سب عید کے روزاں منے
باندھے کمر جیوں بنشکر ہور لیاے تاواں عید کا

وہ کیا برستا نور شرعی اس ہیمنے میں جھل
خورشید ناداں چھپ گئے جب وجھکتی تاباں عید کا

اس عید اچھنے تھے سگل عیداں حجاباں میں رہن
حلقہ غلامی کان پا بکڑے ہیں گلداں عید کا

شیراں و خرمے سوں کیسے مہماں نبی کے تیں خدا
عیداں کے بھاراں میں نئے بھالا دو افشاں عید کا

روزید کے روزی پکڑتے ہیں ملک ہور آدمی
شیرہ شہد سوں سب فلک کھولے ہیں دوکاں عید کا

تج عشق کا انت کوئی نا پایا ہی دنیا دیں منے
پایا سو اُن لیکر گیا ماتاں بہ ھاتاں عید کا

روزید کے پھولاں منے نوروز کے پھولاں کھلے
پھولاں کے باساں تھے ہوا ہی جیو خواہاں عید کا

دکھ پھول کھند لے گئے انکے رہے بھاراں بھار تھے
آلاتی ہیں کوئلاں مستی سوں الحاں عید کا

روز عید میں امید کے پھولاں کھلے مانگو دعا ۱۰ سب ہی وناں میں دیتا ہے ون نمایاں عید کا

دنوں دکھائی دیتا

برسا ہو مہ آنند کا نا ہوں منج رو کھا ہرے دل کے چمن میں طرح سٹ بسلاوں ریحان عید کا

ڈال بٹھلاؤں میرے درخت مینہہ

نوروز ہور روز عید صیغہ بھائی پن کا مل کہے دونوں ہوئے ہیں ایک ہور لیائے ہیں خوشیاں عید کا

اور اور لائے

لاکھاں سلام و سجدہ ہے دایم ہمارے قبلہ کوں منج تیں دیئے امن و اماں سالاں بسالاں عید کا

لاکھوں مجھے

انعام تیرے سوں الکھائے گئے زمیں ہور آسماں انبر کیا روشن سورج چندر رہا لال عید کا

آسمان چاند

حاتم کی بخشش چھپ گیا ہے تیری بخشش کے انگے گنجاں تھرے گھر گھر دیا ہے آج دوراں عید کا

خزانے مقابل

تج حسن جنت حور تھی منشور نامہ لیا ئیا منج دور میں بھر دیو تم جوہر و مرجاں عید کا

تیرا سے دلایا میرے

بے منت انپڑیا ہے تمن نعمت پنکھی آدم کے تبش دایم اچھو اپی ٹکر منج عیداں پر عیداں عید کا

رہیے

ظاہر ہوا ہے شرع کا احکام تیرے خط منے ترکاں کا ترکی نا چلے آیا ہے ترکاں عید کا

امرت کا پانی پیو کر ہیں جیو تے جاگ جیو سب برکت نبیؐ اس نیر کوں کرتا ہوں مہماں عید کا

جیتے ہیں پانی کو

تج عدل تھی یوں لگا نپتا عالم لون تھے پات جیوں ۲۰ آنند خوشی سوں راج کر ہور جینت ڈاواں عید کا

تیرے سے ہوا سے پتہ جیسے سے

آنند کے مینہ تھی گھرے گھر موتیاں راساں بھرے
حوراں پڑیا پائے گلے میں کنٹھ مالاں عید کا

تج وشٹ کی تاثیر تھے مرد سو سر تھی جی اٹھے
کانٹے سو کلیاں پر دھر نظر تا ہوئے گلستان عید کا

نہ کا نزنگ کوئی نا سکے چڑنے کوں میر شاہ سم
پیرت کئے میداں چڑے جوبن سو ہالاں عید کا

چابک سواراں لے دکھیا ہے چابکی کس میں نہیں
کھیلے بھوت داواں الکھ سوں لیکھ چوگان عید کا

جیکو چڑے گھوڑے اوپر اُسکوں سواراں میں گنت
تل ہور میسے کی گیند کر کرنے ہیں جولاں عید کا

دیرا دئے ہیں گنج کے جھنداں سوں کوہ قاف پر
موتی کے جالے سایہ بان جوڑیا خیاباں عید کا

تج دولت و اقبال شاہاں میں نہ دیکھیا کوئی کد
انس و ملک منگنے سدا تج پاس داماں عید کا

میخانہ کوں دھو دھار کھیا چند ابراں دیکھت گلال
گلال سے گلاں سنتیں مد دیو منج داں عید کا

دھن دیکھ نا لیوں کد ھیں مے میں کلالاں پاس تھے
لو جن سو رنگ کے رنگ تھے مد دیو احساں عید کا

میخانہ میرا ہور ہے پیمانہ مستی ہور ہے　۳۰
جوبن کے مد خانیاں سیتیں باندیا ہو شرطاں عید کا

ن ۔ مستی ۔

پکڑیا گریباں شیشہ کا کتوال تھے نا ڈر کیے میں
بہو دیس کوں سنپڑیا ہی اب نا چھوڑوں داماں عید کا

پیرت منے سنپڑیا سو دھن خبر جیاں ہوئیں اس دھن
باندیا ازل کیے دیس تھے پیاسے سو پیماں عید کا

حیدر نبی کے دس بن تھے قطب شہ کر عیش نت
موتیاں کی سہریا چڑکہ کر توں وشت یواں عید کا

جیکوئی محمد دین کا دشمن ہے آیا ہجر اس
دندیاں کے دل ہور جیوں کوں لاگیا ہے حرماں عید کا

احمد تھے ہور علی صفدر کے زوراں تھے سدا
دشمن کلیجے میں کڑک سو مار گھیا واں عید کا

نوروز ہور روز عید کے خوشیاں ملے یک چاند میں
مار و رقیباں کے دلاں میں زہر پیکاں عید کا

دندیاں کا مکھ کالا کیا اسماں ہمارے دند تیں
جے پیوتا ہوں شوق تھے نت آب حیواں عید کا

(قا۔ ج)



۲

عید قرباں

نج ترنگ کے نعل تھے روشن ہوا جہاں عید کا
اس کی باساں تھے معطر ہے گلستاں عید کا

عید قرباں کوں بڑائی شاہ کی مجلس تھے ہے
تو بڑائی بول کر آیا ہے سلطاں عید کا

رت بسنت تھے پھول کھلئے ہیں سراسر نور کے　۴۰
تو کیا کسوت امولک شاہ ترکاں عید کا

دلربا مجلس دیا ہے عید قرباں کوں شرف
طفل نمنے آرزو تیرا ہے خواہاں عید کا

جلد پن تیرے ترنگ کا ہور کھرگ جھلکار نج
عشق کے میداں منے جھمکائے جولاں عید کا

کھلے مصحف میں جو دیکھوں فال تلتل صبح گاہ
ہر طرف منج نین میں دستا ہے احساں عید کا

اس زمانے میں بڑائی عید اب کیوں نا کسے
کد نہیں دیکھے ہیں جم جمشید ایسے شاں عید کا

جب مورخ نا کرے تاریخ منج مجلس کتے تابیں
قصہ خواں کیوں پڑ سکیں سو قصہ پایاں عید کا

رشک کرتے ہیں ملک ہور حور جنت بزم تھے
اب پلو تج کن پیاریں ہور منگیں پان عید کا

کر علیؑ ہور آلؑ کی برکت تھی نت شادی خوشی — تیری شادی تھی سو شادی ہے نمایاں عید کا

شادی ہور خوشیاں تجے دایم سوا ارزانی اچھو — تج بلا دور تا نئیں آپ آیا ہے قرباں عید کا

عید کا ہے ناؤں جگ میں عید تجہ مکھ تھی اہے — اس خوشی تھے گاوتے داؤد الحاں عید کا

سب خوشیاں عشرت تمن مجلس میں باندھے ہیں کمر ۵۰ — اب سلیماں کے نمن تم دیو قرباں عید کا

عید اگر عیدی کا دیوے دان سکوں کیا عجب — تیری مجلس تھی اکھایا ہے سو دکاں عید کا

تیری بخشش ہور کرم تھے عید شرمندہ ہوا — کاں دسیگا تیری ہمت آنگے ساماں عید کا

تج محمدؐ ناؤں تھی سہتا ہے تاج احمدی — وو بزرگی دیکھ پگ پڑتا ہے خاقاں عید کا

بخت و دولت تخت چوپھیر چوک جوڑے ہے سدا — اس خوشی تھے رات دن گرجے سو ایواں عید کا

روشنی پایا ہو میں یعقوب نمنے وصل تھے — تج دیا کی باس تھی بستا ہے کنعاں عید کا

اس قصیدہ پر معانی عید جم قرباں ہے

نیں کیا ہے آج لگ یوں کوئی درافشاں عید کا ق

(حواشی بین السطور: اور، سے، تمہاری، طرح، کہاں نظر آئے گا، تجھے، نہیں)

۳

عیدِ قرباں

تیرے مکھ پھولاں تھے تازہ ہے سدا بن عید کا
مکھ کی پھولی تھے پھول کھلیا او پھول آہے دھن عید کا
(سے، ہے)

قطب تارا کھینچیا آہن ربا کوں آپ دھر
سب ہی تاریاں میں او سے دستا ہے بڑپن عید کا
(سے، اپنی طرف، وہ، نظر آتا)

عید خوشیاں سیتی قرباں ہونے دہرتا ہے ہوس
او انندان ہے جگت میں شمع روشن عید کا
(سے، میں، وہ)

نین دنبالے علم جھیلے کے نمنے جھولتے
تازہ تازہ رونقاں ظاہر کیا فن عید کا　۶۰

جن دیکھے یک چھن تجے سو عید قربانی کرے
حور جنت کا ہے حیراں دیکھ جوبن عید کا

عید کی خوشیاں تھے نیں معلوم منجکوں راندن
ساقیا پیالی منے دکھلاؤ درپن عید کا
(سے نہیں، میں)

چاند سورج لاج کر یا دل منے پنہاں ہوئے
جب نین جھلکاریں دکھلائے جھمکن عید کا
(شرما کر، میں)

عید کی خوشحالی او ہے جو پڑے پگ شاہ کے
اس خوشی تھے ہے ہوس سوں سب الاپن عید کا
(وہ)

خوش گھڑی او ہے کہ رکھیں منج اوپر یک نظر
آئیا منج عیش کے ہاتاں میں دامن عید کا
(وہ، آیا میرے، ہاتھوں)

جیوں ہما نمنے رکھیں ہیں چھانوں ہما پر تمیں
اس تھے پایا ہوں بڑائی ہور نشیمن عید کا

عید کی عیدی وو لاؤ شاہ منجکوں پیار سوں
جیوں چومن طفلاں کوں دیو منجکوں چومن عید کا

عید نھن پن کا دیکھو ہور عید بڑپن کا دیکھو
ہے خوشی نت پن منے سو لک رجھاون عید کا

عید مجلس میں کریں آور رقیباں کوں سپند
او سپند جالے اوپر سہتا ہے ابرہت عید کا

وقت آیا ہے کہ غم کا جڑ او پاریں پڑ سوں
صد ہزاراں شکر پایا ہوں میں وھن عید کا ۷۰

حج اکبر دینداراں کے اوپر واجب اہی
میرا حج او ہے کہ دیکھوں تج سوں درشن عید کا

عید مجلس میں کرے جب یاد مسکیناں اوپر
کاج عشرت کا گھرے گھر ہووے گلشن عید کا

ہے محمد نانوں تھے جگ میں محمد قطب شہ
تو طبل اس دار پر گرجیں سو گرجن عید کا (ق)

۴

عیدِ میلادِ نبیؐ

نبیؐ مولود لیایا ہے خبر سر تھے خوشی کا — سدا صلوٰۃ بھیجو سب محمدؐ ہور علیؑ کا

بڑائی ہے بہوت اس دیس ہمکوں عید انمیں بیارے — سعادت میں سعادت ہے سعادت اس گھڑی کا

سو ساعت کی سعادت میں دعا منگے جو کوئی — لکھیں بخشش کا خط اس کی پیشانی پر جلی کا

سنی کافر کے بتخانے ٹوٹے ہیں اس گھڑی سب — سو معجز تھے خوارج کوں ہے ہیبت گڑبڑی کا

نبی مولود ہے دیباچہ سب مولود میانے — سو ہے نوروز عیداں میں انندیے سروری کا

ازل تھے عید کیاں خوشیاں جگت میں تھیاں ولیکن — ہمارے دور میں دایم خوشی ہے ہاشمی کا

خدا کہیا پیمبر کوں حبیب اپنا دو جگ میں — ۸۰ محبت سوں کیا داماد حیدرؑ کوں نبی کا

کیا قرآں خدا نازل محمدؐ ہور علیؑ ہیں — سدا جبریل لیاتا وحی ہور رحمت ربی کا

پیمبر ہے ہمارا سروراں میانے سو سرور — کہ صیغہ بولے ہیں جبریل سوں ملکراجی کا

اشارت کر چندا کوں پھاڑے جیوں کپڑے کیے نمنے — تو بوسا پانوں کوں دے نور پایا روشنی کا

خوشیاں کے فوج داٹے ہیں ہمن دل پر اپند سوں — کہ چھن چھن جگ ہیں معجزہ دیتا پیغمبری کا

اُنوں تھے دین قایم ہے ہزاراں شکر کر تو — کہ ہے یارا اماماں تانوں سدا اسکندری کا
اُن سے

منگے پیغمبراں اپ تئیں شفاعت نت خدا تھے — ہمارے مصطفےٰ منگتیں شفاعت امتی کا
مانگے — اپنے لئے

مسلماناں محمد مرتضیٰ پر بھیجو صلواۃ — کہ تو ہو گا تمن روزی شراب کوثری کا

دیا ہاتف ندا منج رات دن جم جم خوشیاں کر — کہ بجتا ہے دمامہ دو جہاں میں حیدری کا

نبیؐ کے نور تھے روشن ہوئے ہیں عرش و کرسی — علیؑ صدقے کئے ہیں شیعہ کسوت زرزری کا
سے

پریاں حوراں سید چندنا چتیاں ہیں عرش اوپر — ۹۰ — اکھٹے تال دھارے تال لیکر مشتری کا

بدل نمنے گرجتا ہے منڈل تلتل خوشیاں سوں — الا ہیں مشتری ہور زہرہ سُر لے پنچھی کا
بادل — اور

فلک ساتو بند ھے آئیں ستارے چاند سورج — وو آئین طرح دیکھ حیراں ہوا عقل آدمی کا
ساتوں

خوشیاں شادیاں اسی مولود تھے ہوتیاں ہیں ظاہر — زباں قاصر ہے حضرت وصف کہنے انوری کا
سے — وہ

صفت کرنے پیمبر کا منجھے اندازہ کہاں ہے
ہوا مولود وصفاں تھے ہوس منج خادمی کا

ہوا ہوں شرمسار اپنے گناہاں تھی سدا ہیں
کرو تم حاتمی نانا نانوں جاوے حاتمی کا

نبی کے صدقے بخشے گا خدا میرے گناہاں
علی کا ناناوں منج سر تاج ہے جم خسروی کا

پیمبر کی سو بخشش تھے نہیں کن ذرہ نومید
کہ منج ذرے کوں دیو وچا شنی تم لنگری کا

پیمبر نانو و منج تن پر سلح سنجو دیدام
. . . .

خوارج مصطفےٰ کے غصے تھے ڈر جیو سیتیں
. . . .

نبی کا نانوں ہے تیرا محمد قطب شہ نادر ... قطبی موسیٰ و فرعون شیعہ کن ہے رہبری کا

خدایا منج سدا شادی سوں رکھ حیدر کے صدقے
کرو غم تھے خلاصی دو دیو فرمان منج خوشی کا

۵

باغِ محمد شاہی

نام سے محمد قلی یہ

محمدؐ ناؤں تھے پیتا محمد کا اے بن سارا

سے زیب دیتا مانند

سو طوباں سوں سُہاتا ہے جنت نمنے چمن سارا

نظر آئے سے روشنی چراغ

دِسے فانوس کے درمیان تھے جوں جوت دیوے کا

سے میووں جسم

سو تیوں دستا دوالاں ہیں تھے میویاں کا برن سارا

بہے دم عیسوی دایم چمن میں گل لگانے تیں

ہرے نہالاں کے جلوے تیں مشاطا ہو پون سارا

سے دیکھ کر میرے

سڑک تھے باغ کوں دیکھت کھلے منج باغ کے غنچے

سو اُس غنچے کے باساں تھے لگیا جگ لگمگن سارا

سے لگا

چمن کے پھول کھلتے دیکھ سکیاں کا مکھ یاد آیا

سُہاتا تھا محمد پھل نمن اُن کا نَین سارا

زیب دیتا مانند آنکھ

دِسے نا یک کلی چنپا بھواں دو پات ہیں تس کے

نظر آئے ناک

بھنور تل دیکھ اُس جاگا ہوا حیران من سارا

جگہ

سو خوشے داکھ لاکھاں کے ثریا سنبلا ہے جوں

انگور سنبلہ

سُہے اُس داکھ منڈوا سو جیا انبر گہن سارا

زیب دیتا ہے آسمان

اناراں میں سُہے دانے سو جیوں یاقوت پتلیاں میں

زیب دیتے ہیں

ہر اک پھل اُس اناراں پر سُہے سکے نمن سارا

زیب دیتے ہیں مانند

کھجوراں کے دسیں جھونکے کہ جوں مرجان کے پنجے

نظر آتے ہیں گچھے

پیاریاں لعل خوشے جوں دسیں دن ہور رین سارا

نظر آئیں اور رات

دسیں ناریل کے پھل یوں زمرد ہر تباناں جوں

ہور اُس کے تاج کوں کہتا ہے پیالہ کر دکھن سارا

اور

دِسیں جامون کے پھل بن میں نیلم کے نمن سالم

مانند

نظر لاگے نہ تیوں میویاں کوں راکھیا ہی جتن سارا

لگے رکھا

صفت کرنے کوں سوسن بی کھلیا ہے دس زباں اپنی

بھی کھولا

دکھن سب سندریاں کے تیں کھلیا نرگس نمن سارا

جیسوں مانند

چمن آواز سن بلبل اپس میں آپ الاپے ہیں

اپنے

سو تس آواز سُن حوراں کریں رقصاں اپن سارا

سُنکر

دکھت رُکھ مست ہو دستک بجاویں پات ہاتاں سوں

دیکھ کر درخت ہوتا پتّے

سو ڈالیاں ڈلتے ہو متوال پی پھول ابرہن سارا

مگر شبنم کا مے ہے یا آدھر جلّاب کا پیالا

ہونٹ لعاب

یو بی خوب ہور او بی خوب تج سوں مل پون سارا

یہ بھی اور وہ بھی تجھ سے

اُمنگاں آپ اُمنگاں سوں اپس میں آپ مل ناچیں

سے

تننّا کا تنن ناچیں، ہوے تن تن تنن سارا

(ناقص الآخر)

۶

عیدِ نوروز

کہ بس دن عید ہور نوروز منج کوں نت خدا دیتا

رات اور

مرے دل مرغ کی خاطر پھولاں عشرت نوا دیتا

پھولاں کا عید ہے یک دہر خوشی نوروز کی یک دہر

انداں طرح کر ساقی طرب مو دل پیا دیتا

میرے کو

جو اپنے برج اوپر مشتری ہور زہرہ آئے کر

اور

۱۲۰

بڑائی اُن تھے پا نورِ نوروزی صفا دیتا

سے

اے دل پنکھ مار ذوقاں سوں کہ نوروزی برات آیا

براتاں بیگ غم کی پچھاڑ سٹ او سب جفا دیتا

جلد وہ

خوشی شب رات کی ہور عید رمضاں کا خوشی نِت نِت
شب برات

اے دونوں عید کیاں خوشیاں خدا تج کوں سدا دیتا
اور
تجھے

ہوئے ہیں جھاڑ سب ہرئے خوشی سب جگ منے بھرئے
یہ / کی

عجائب عید ہے شہ ہور گدا کوں کیمیا دیتا
میں / ہرے

خوشیاں سیتی غماں کوں بھا فکر خوشیاں کرو دایم
اور

اے نوروزی کے دیساں سب غماں کے تیں دوا دیتا
غم کو

دعایاں تھے کھلے ہیں سب ہی اسماناں کے دروازے
یہ / دن

کہ حاجت اب منگو یاراں کہ سب حاجت قرا دیتا
سے

نہ آوے گنج قاروں کام کچ تج حسن کا گنج ہے

خوشی سوں نو گدایاں کوں پیا بخشش نوا دیتا
نئی

تمہارے چھند بھرے چالے پورو کے جیو کی ڈوری ہیں

چالیں پرو کر

دو تن کے نین ہور دل ہیں ای یاتاں سب ربا دیتا

رقیب آنکھ اور یہ

محمد کی غلامی تھے محمد قطب شہ شاہ ہے

سے

اسی برکت تھے دایم سب خوارج کوں بلا دیتا

سے

(ق)



۷

قصیدۂ منقبت

(تشبیب کے چند شعر)

آج شبہ حبیں چلیا شرق نگر تھے شتاب
سے
ڈھال فلک کی آچا او شہِ عالی جناب

اُٹھا وہ
باند خنجر کرن کی، زریں فرنگ ہات لے
باندھکر تلوار ہات میں لیکر
صبح کے وقت آئیا پیکِ دو پیالی شراب
آیا پی کے

چڑک فلک فیلِ مست مستی سوں کھ لال کر
چڑھکر
گرم ہو چلنے لگیا دن، لے کٹک بے حساب
فوج

سو ہے غلط، یوں نہیں ہے یو قضیا توں سُن
یہ قضیّہ تو
فتح و ظفر چند کا چرخ دیا اُس جواب
چاند

۱۳۰

شاہ ختن سُن چلیا غرب نگر سے تھے لے فوج
سنکر چلا سے

تن کے تناں رین رنگ جیسے اہے مشکناب
جن جسم رات کے ہے

اتنے میں دیتا اہے صلح خدا ان منیں
ان کے آپس میں

ہے تمیں نس دن کے شہ نال لڑو تم اتنے باب
تم رات بادشاہ

ہیں کیا تم دو کو شاہ، یک سورج ہور یک ماہ
دونوں اور

دھرتی تمیں دو نوں جا دو نوں کوں سر پر ہے آب
زمیں

دن کوں سرج، نس کوں چند، تد بھی کیا ہے وہاب
سورج رات کو چاند

چاند کو کیتا مجی، سور کوں کیتا ذہاب
کرتا سورج



۸

نوروز

پیا مکھ نور تھے ہے جاوداں ہم عید و ہم نوروز
سے
سورج آوو حمل پایا نہ عیاں ہم عید و ہم نوروز

مبارک پن ترے مکھ نور سورج تھے ہوا پیدا
سے
خراجاں لیکہ آئے ہیں شہاں ہم عید و ہم نوروز
لیکر
مبارک باد دینے آئیا نوروز تج دو بار
تجھے
اَدِکھ سکھ تھے کریں تارے قِراں ہم عید و ہم نوروز
سے
شہاں آئے ہیں زینت دیکھنے تم بزم و عشرت کا
تمہاری
شہاں کا شاہ دیوے دولتاں ہم عید و ہم نوروز

۱۴۰

اتم طرحا نسوں باندے ہیں ملک آئیں سورج چند کوں

طرح سے

کرن رنگاں کے تحریر و نشاں ہم عیدو ہم نوروز

پریاں حوراں مجالس دیکھنے آیاں ہیں چھنداں سوں

دلاؤ و پان پٹیاں باندے سوال ہم عیدو ہم نوروز

فلک نوں تھے سو آئے پیشکش اقبال ہور دولت

سے اور

خوشی شادی سیتی غم بھنجیاں ہم عیدو ہم نوروز

دمے دم مشتری ہور زہرہ لیائے ہیں خبر نصرت

اور

جو نکلے داب سوں صاحبقراں ہم عیدو ہم نوروز

پرم ہوتی سمندر دل تھے ابلیں ذوق سوں بھر بھر

سے

تو آیا سجدہ کرنے آستاں ہم عیدو ہم نوروز

لجیں شب رات آتشبازی تیرے نورا وجالے تھے
شرمائے سے
اوسے تعریف کرنے کہاں زباں ہم عید وہم نوروز

تمہاری بزم عشرت تھے اکھائے ہیں خوشیاں شادیاں
سے
سکے نا کوئی کہنے او بیاں ہم عید وہم نوروز
وہ
تمن مجلس خوشیاں کے سم کروں کیوں عید کی خوشیاں
نھکت ہو کر رہے ہیں سب جہاں ہم عید وہم نوروز

خوشیاں عیداں برس کوں کرتے اپنی جو نیب کا پکڑا
دسے ہنج نت ہے سکھ پکڑا خوشیاں ہم عید وہم نوروز
نظر آئے مجھے ہمیشہ
کیا کسوت زمیں نوروز پھولاں کونپلیاں سیتی

۱۵۰

اوکسوت طرح دیکھ ہوتے لجاں ہم عید وہم نوروز
وہ شرمندہ

محمدؐ ہور علیؑ کا ہے محمد قطب شہ داسا
اور غلام

کریں سیوا اوسے چوپھیر پریاں ہم عید و ہم نوروز

سٹیا ہے حسن تیرا طرح نوروزی کا عالم ہیں

نزاکت نھے کٹلکتیاں گوریاں ہم عید و ہم نوروز

ہما کا چھاؤں نا آوے تمہاری جیغہ چھاؤں سم

سو چھاواں تل کھلیں مکھ چندنیاں ہم عید و ہم نوروز

سہیلی جیت پینے ہے سورج کی جوت کی چولی
پہنی

سُہاتا ہے ہریا اس پر چھنیاں ہم عید و ہم نوروز

کیا ہے حسن سبزہ سبز سے بن کے روکھاں کوں
درختوں

جھلاں کھاوین بہشتی بوستاں ہم عید و ہم نوروز

گُنداۓ پھول ہاراں ہیں خطائی ہور اسلیمی

اور

پھولارے سب خطا کے ہیں نہاں ہم عید و ہم نوروز

خطا دفتر او پر کھینچے الف لو چن کے کاجل تھے

سے

پری چین باۓ حلقہ آپ کان ہم عید و ہم نوروز

اپنے

نویلی دھن رنگیلی اب ہتیلی میں نگاراں کئی

نگار اس کا نگارستان جیاں ہم عید و ہم نوروز

صفت اس قد کروں یا اس جمال یا اس لٹکنی کا

پڑوں او قصہ سب جیوں قصہ خواں ہم عید و ہم نوروز

جگت کے نین پاۓ نور تیرے حسن پانی تھے

سے

اوسی تھے کھیلتے ہیں پوتلیاں ہم عید و ہم نوروز

اسی وجہ سے پتلیاں

۱۶۰

یون کا ننھے نکلتا ہے مِٹھائی جیوں رتن کاں تھے
جوانی کی کان سے سے

مِیٹھائی مصر بسری مصر باں ہم عید و ہم نوروز

نوا نوروز نو ساقی نوا عشرت نویلی سوں

نوی خبراں کوں سن آئے ہیں دواں ہم عید و ہم نوروز

اچھو ارزانی تم تے عید ہور ایہی مجلس آرائی
سے اور یہ

سپند بادو ودو تن کے کھنجناں ہم عید و ہم نوروز
ڈالو

محمدؐ کا غلامی منج خطاب سربلندی ہے
میرا

سورج کرناں سوں پانے سایہ باں ہم عید و ہم نوروز

تہجد کی نمازاں میں کرو منج تیں دعا دم دم

دعا دم کے اثر تھے ہوں رہاں ہم عید و ہم نوروز
سے

ہوا ہے سب کشف تمنا کتاباں یو جتنے حق تھے

سے

سبق لینیں کو آویں عالماں ہم عید و ہم نوروز

لینے

خوشیاں آئے محمدؐ دور تھے منج گھر انداں سوں

سے

یہوں کر شکر دایم ہیں سکھاں ہم عید و ہم نوروز

ازل کے دیس تھے آنند گھوڑے پر چڑ آئے منج

سے

خدایا او درنگ رکھ میری راں ہم عید و ہم نوروز

وہ

جشن نت نت جشن عید ہور جشن نوروز کا کاجے

اور

سو ہے ماہی مراتب پاتراں ہم عید و ہم نوروز

جشن خاطر لگر آئی ہیں زہرہ مشتری تالا

۱۷۰

بھر آویں بزم میں پیالے سکیاں ہم عید و ہم نوروز

اچھوں دن دن مبارک عید ہور نوروز منج جم جم
رہے اور
بجاؤ گاؤ سب دن گاؤ تاں ہم عید وہم نوروز
گانا
سہیلا دوستاں گاؤ کہ غم کا سب اثر بھاگیا
خبر لیایا خوشیاں کا یوز ماں ہم عید وہم نوروز
یہ
خدا منج بخت دولت کا دیا ہے سب شہاں اوپر
مجھے
تو منج دربار پر گر جیس گجاں ہم عید وہم نوروز
میرے ہاتھی
پیا تج مدح بولیا ہوں امید ہور آرزو سینتی
سے تیری اور
دیو تشریف گنج لامکاں ہم عید وہم نوروز
تمارے وصف کہنے تھے ہوا منج شعر نورانی
سے
او شعراں کوں پڑیں سب شاعراں ہم عید وہم نوروز
ان

ہوا اسر تھے غزل کہنے ہوس اس پوتلی خاطر
پھر سے
پتلی
رتن ہے شعر بوجھو جوہریاں ہم عید وہم نوروز

(غزل) کرے نوروز کسوت پر نیاں ہم عید وہم نوروز
دکھت کسوت سہیلیاں وادیاں ہم عید وہم نوروز

سنگاری یوں سکھی پیاری سکے تا اُون قلم لکھنے
سجی ہے چیر زر پھل تاریاں ہم عید وہم نوروز

پشانی چاند اوپر ٹیلا لگائی سور جوتی کا
دیوے دل بار کے تیں باد لیاں ہم عید وہم نوروز

چھبیلی سرو قدناری کوں لاگے تار پھل جوڑا
۱۸۰
سورنگ وانے اوپر بھند صن لٹاں ہم عید وہم نوروز
خوش رنگ

مسکتی، ہنستی، ہنلی سہیلی ہنس کی چال چلتی او
چمن پھل وارین اس پر مالیاں ہم عید و ہم نوروز

ترے رنگ نور تھے گوہر کے رنگ میں جوت چڑیا ہے
سے
تمن دُھپ بن پھکے میں جوہراں ہم عید و ہم نوروز
تمہاری
پھیکے
تمارا فیض بخشش کا بہوت ہے عام و خاصاں پر
ہمن بخشو عشق کے لاریاں ہم عید و ہم نوروز

خماری کے برس کا دور کر ساقی پیالیاں سوں
چڑوں گا تومدن کی سیڑیاں ہم عید و ہم نوروز
تیرے
خدایا عید ہور نوروز شادی راکھ بہو برساں
اور
کروں تا خدمتِ صاحب زماں ہم عید و ہم نوروز

قصیدہ ہور غزل لیایا تمارے پیشکش تائیں
کے لئے / اور

بھرو منج دور میانے موتیاں ہم عید وہم نوروز

دعا سوں ختم کر رنگیں غزل قطب زماں اب توں
تیرے

کریں آمیں ملک ہور قدسیاں ہم عید وہم نوروز
اور

(ق)



۹

بعثتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت نبیؐ پیغمبری حق تھے سو اِس دن پائے ہیں
سے
جبریل کھن تھے مصطفےٰ کن وحی لے کر آئے ہیں
آسمان سے کے پاس
سارے نبیاں پر سروری دیتا خدا حضرت کوں تو

قدرت تھے چتر ہوئے کر سر پر ابھالاں چھائے ہیں
سے بادل

(صفحات غائب ہیں) (ج)

۱۰

بسنت

بسنت کا پھول کھلیا ہے سو جیوں یاقوت رُمّانی
کھِلا
کرو مل کر سہیلیاں سب بسنت کے تائیں مہمانی

بسنت کا رُت نُجھایا ہے برہ اگ کوں خوشیاں سیتی
سے
نویلیاں مل کرو مجلس نویلا آج شاہانی
نئی

سکل جھاڑاں کوں لاگے ہیں جواہر کے نمن پھولاں
سب لگے مانند
سو پھولاں سوں کرے تل تل پیا پر گوہر افشانی

بسنت پھولاں کا شبنم مے سو بھر ساقی صراحی میں
جو اُس مد تھے مدن چڑکر ہمن رنگ ہوئے نورانی
سے

جو گرچے مست ہو بادل صراحی نت کرے غلغل
پیو و پیالا او غلغل نادسوں ہے میگھ نیسانی
وہ آواز کے ساتھ

پلا ساقی سرا سر مے کہ تا ہوئے کشف ہمنا کوں
ہم
کہ اس مے تھے دسیے منج کوں سدا سب راز پنہانی
ہے نظر آئے مجھے
عنبر، ہور عود و مشک و زعفراں کا روت آیا ہے
اور
اُسی تھے باس انو کا جگ میں کرتا ہے گلستانی
لئے اُن
بچھل پھُل کے عرق بہانے کلاؤ تم کدم چھند سوں
میں
ولے فتنہ عرق سب باس میں کرتا ہے سُلطانی

بندھاؤ حوض خانے چاند و سورج کے سہیلیاں مل
بھراؤ نیر امرت کا کہ کھیلیں رنگ افشانی
بسنت پھُل کا حمایل پہن کر آئی انگن میں دھن
عورت
سو پھل سنگار کے نقشاں منے حیران ہے مانی
پھولوں کے میں

بندی چینری پرت نقشے کری اس پر تمگٹ تارے

نوے قد پر سہاتا ہے پھولاں چولا عروسانی
نئے

پھولوں کا
سورج کرنا کی چرکیاں ہات میں لے چھرلے یک چت سوں

سہیلیاں سو اچھو منج کوں سدا لے کھیل ارزانی
یہ

نظر ہے مصطفےٰ ہور مرتضےٰ کا قطب شہ اوپر
اور

کہ دشمن کی پیشانی پر لکھے حرف پشیمانی

انوں کے دشمناں اوپر ازل تھے لعن واجب ہے
اُن سے

اگر ہوئے سمرقندی، بخارائی و ملتانی

نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشا ہے توں تج کوں

معانی شعر تیرا ہے کہ یا ہے شعر خاقانی

(ق)

یا علیؑ



...... [illegible] الاول ......

سب انبیا پرور تمیں ہے اولیا رہبر تمیں

حیدر تمیں صفدر تمیں امت کو اہدا یا علیؑ

دانش تمن تھے انبیا جگ پنت تمارا دھائیا

تم سے آیا

بینش تمن تھے پا پیا جگ میں سو پیدا یا علیؑ

تم سے پایا

کرتے ہیں جیواں پیار تھے تم پر تھے رضواں آرتی

سے سے نثار

زہرا سوں نیں ون وار تے چند سور تریا یا علیؑ

بندا تمارا تر کماں تج داس ہے دونوں جہاں

منگتا سدا امن و اماں تمنا تھے قطبا یا علیؑ (ج)

۱۳

ایک قصیدۂ منقبت کی تشبیب کے چند اشعار

نس کے سمند سیام میں سُنّے کی زورق ڈبیا

سونے ڈوبی

ڈُبنے میں ترے لگے بڑبڑے کے لکھ ہزار

کئی

غرب کے چہ میں پڑیا یوسف انبر کا سور

چاہ اسمان سورج

جگ سنجیں یعقوب کے نین تمن اند کار

مانند

آگ براہیم کا بجکِ ہوا پھول بن

بجھ کر

رین سو تس آگ کا ہے دھنوے کا دھند کار

دھویں

چند ہو سکندر چلیا رین کے ظلمات میں

چاند

شمع دیپک مشعلاں روشن ہوے اپار

چرخ کے خُم خانے میں سو رپیا جا نومد
آفتاب
مست ہو جا کر پڑیا غرب کے چشمے منجھار

کھن کے لگن شمع چاند تارے پتنگ کے مَنُن

اُڑتے ہیں اُس آس پاس عشق تھے بے اختیار
سے

کھن کے سو حوض خانے میں رین بھرا نیر جوں

چاند پھو یا رانمن تارے بُندال نیر سار
فوارہ بوند پانی کی طرح
کھن کے مدر سے کنے چاند مدرس کنے

بحث کرن تارے آئے طالبِ علماں کے نار

───── ❖ ─────

رباعیات

ہر وی جو پوچھے گا تو علیؑ تھے جا پوچھ
سے
اسرار چھپے سینجلی تھے جا پوچھ
سے
گر پیا سا محبت کا ہے توں قطبا
او چشمہ کوں توں علیؑ ولی تھے جا پوچھ
اُس　　سے

۲

جنت و سقر قسم کرنہار علیؑ
تقسیم کرنیوالا
مشکل کے سو گانٹھاں کو کھولنہار علیؑ
کولک کریں اے بھرٹ تمنے چوری
کب تک　　یہ　　کی طرح
بھرٹاں کے سو بھرٹیاں کوں تورنہار علیؑ
توڑنیوالا

۳

میرے سو گنہ گانٹھ کھولنہار علیؑ
کی گرہ
ہر مشکلاں میں ہے مرے آدھار علیؑ
ہر ٹھار مددگار ہوا پ پیار سیتے
جگہ　　اپنے　　سے
دیتے ہیں منجے فتح کا تروار علیؑ
مجھے

۴

انپڑیا ہے علیؑ ہت تھے مدن جام منجے
کے ہاتھ سے　　حاصل ہوا　　مجھے
متوال کہ اس تھے رکھے جگ نام منجے
متوالا کہکر　　اسی لئے
دو جگ میں نہیں کام کسی تھیاں سوں منج
مجھکو
ہے دھیان سوں حیدرؑ کے سدا کام منجے

۵

اپ دوست سوں مل پنپتہ کہ ہیں جام منگوں
اُس ہونٹ شکر ایسے تھے ہیں کام منگوں
آرام دل آرام تھے ہے دل کوں سدا
میں اپنے دل آرام تھے آرام منگوں

۶

کہتی کہ تری ہوں گی نوار اندیشہ
دل اپنا خوش کر و بسار اندیشہ
دل کوں کہاں ہی دل ہی کہاں صبر او سے
یک بند لہو ہور اس کوں ہزار اندیشہ

۷

نا بات او محبوب سندر کا کہے جائے
ناراز اپس دل کے بھتر کا کہے جائے
جے کوئی اچھے جیو کے نمنے دل کے بھتر
اس سات بچن عشق اچھر کا کہے جائے

۸

کہیا ترے لب کیا ہیں کہی آب حیات
کہیا کہ تیری لب ذا کہی حب نبات
کہیا کہ بچن تیری کہی قطب کی بات
اس میٹھی لطافت پہ سدا ہے صلوات

۹

اُس لٹ کوں لٹاپٹ سوں پکڑ کیتا نیاز		کہیا کہ مرا چارہ کریں اے ور ساز

(زلف)		(کہا)

منج کی کہ مرا ہونٹ پکڑ لٹ کوں تو چھوڑ		ہے تج کوں انند ہور سدا عمر دراز

(کہی) (زلف)		(اور)

۱۰

خوبی و بدی سب کے بوجھنہار سو توں		انصاف ہر ایکس کا دیونہار سو توں

۲۰

منج گرچہ چھوٹک نیں ہے گنہ تنتھ سبے		میں سو ہوں چھوٹنہار چھوڑنہار سو توں

(چھوٹنے والا چھوڑنے والا)

۱۱

احمدؐ علیؑ کے رتبے تھے تج ہے جو خبر		کر فہم سینتی صرف شہادت پہ نظر

(سے)		(سے)

اللہ محمدؐ علیؑ برحق اہیں		نہیں ہے اینو تینو منے چوتھے کا سنچر

(ان) (میں)

۱۲

تیرا شرف اور اک ہیں تیں ٹاک آیا		جم تیرا سبق نعبد ایاک آیا

تیرا سو نشان مصحفِ پاک آیا		لولاک لما خلقت الافلاک آیا

۱۳

جیتا توں دل و جیو سوں قرآں دیکھے
احمد کے سو حق پر توں سب احساں دیکھے

دیکھ حلقۂ خاتم النبیئین ہیں توں
دل نین سوں تا اضیع رحماں دیکھے

کی انکھ سے

۱۴

جس ٹھارے لعل پھرے دور پہ دور
اُس ٹھار مَے من کوں نبھاوے کچ اور

جگہ

جے کوئی جو مستاں ہیں مد پیالے کے
ہور طور ہیں آیا ہے دیکھت مد کا طور

جو اور

۱۵

ہے پھول کا ہنگام مد سوں یاراں حاضر
پھولاں کے نمن سارے ہیں یاراں حاضر

مانند

اِس وقت پہ کیوں توبہ کیا جائے منجے
توبہ شکناں ہور نگاراں حاضر

۳۰

اور

۱۶

کہئے کہ یکٹ ہو جو اچھے گا گھر میں
افسانہ کہن آؤں گی تب تج بر میں

رہے

گھر خلوت ہوا ہور نہیں کوئی گھر میں
او بات توں بسرے ہے یا ہے سر میں

کہنے

اور وہ

۱۷

کب لگ اچھے لب پہ مد ہور دل میں جام — اس پاپ سوں بھریا سو زہد منج کا کام

مد کے مدے لیا و جو صفا تیں میں تمام — یک پختہ برابر نہیں ہے سو لک خام

(اور)

۱۸

مستی کے ملک میں ہے جہانبانی منج — خوباں کوں دیکھن میں ہے سلطانی منج

خمار کا خمخانہ اہے ٹھانوں مرا — ہر مد کا سو بُند نگین سلیمانی منج

(جگہ) (بوند)

۱۹

منج یار کے مکھ سار نیں آتا اے پھول — کی کبرے کوں کار رنگ دیکھاتا اے پھول

جو لگ اچھے مل کانٹیاں سوں نیں فائدہ کچھ — دھن پگ تلیں آ باس توں پاتا اے پھول

(یہ) (جب رہے نہیں)

۲۰

تج مکھ انگے عاقبت افسانہ رہیا — تج نین انگے عقل سو دیوانہ رہیا

تج فتنے تھے روزگار کنج میں بیٹھا — ہور سور تیرے چھانو تھے تج خانہ رہیا

(تیرے سے) (اور سے)

۴۰

۲۱

جس یار میں ہے سب ہی منم ہور منی — اس غمزے بازی ہے سو لشکر شکنی
اور
ایسے کے خیالاں میں نہ پڑیا جاوے — اپ خیال منے آ توں اگر ہے جوگنی
اپنے میں

۲۲

کھل جائے کنچک کانٹہ جو دھن سینے اوپر — مانند سو اُس کا نہ دیسے ساج کدھر
نظر آئے
سینے میں تھے یو دستا ہے دل اُس کا — جوں موتی پچھل دستا ہے پانی بھتر
سے

۲۳

اے بار خدا اپنے درویش کوں بخش — مجکوں سو محمدؐ علیؑ کے کیش سوں بخش
دشمن کوں توں توڑ دوستاں کوں توں نواز — دشمن کو نکر رحم سبھی خویش کوں بخش

۲۴

یمن علیؑ تھے عقیق کلیاں ہوے لال — ہور رام علیؑ تھے لعل رتناں ہوے لال
اور
دشمن علیؑ کے کھرباجوں پیلے ہوے — حُبِّ علیؑ تھے مکھ محباں ہوئے لال
کی طرح سے

۲۵

اے باد مری بات اوسے چوری سوں کہہ
میری کو گپت بات توں اس چھوری سوں کہہ
پھل جائے نمن وو بات اس گوری سوں کہہ
سمجا کہہ توں نکو سرزوری سوں کہہ

۲۶

بابل کے سحر تیسری نین بیناں میں
استاد ان سحر کا تج نیناں ہیں
تیری آنکھیں
گوش پارے جو کا نامنے پینی ہے توں
کانوں میں پہنی
قطبا کی نچھل موتی رتن بیناں ہیں

۲۷

تج روپ بنا میری نظر میں سو نہ آئے
تج کوچے میں بن منج کوں گذر کرنے نہ بھائے
تیرے چہرہ بغیر
تج دور میں نیند سب کوں خوش آئے ولے
منج نین منے نیند سو یک پل نہ سمائے
میری آنکھ میں

۲۸

جے کوئی جو عقل بات منے آتے ہیں
ہور جہل کی بات میں جکوئی جاتے ہیں
اور
جھنیا جو خلاف ہے ان دونوں میں
ڈھنڈکر جو دیکھوں تو سب تجے پاتے ہیں

۲۹

شہ ہات منے جام سو جیسا ماہ دیکھو پکڑے ہیں سورج کوں بیچ ماہ دیکھو
میں سورج
مریخ اسد پنجے ہیں دیکھن منگے کوئی شہ ہات میں خنجر سو دندے کا وہ دیکھو
دیکھنا چاہے

۳۰

تج سار سو دھن دھن سو جیون بربیں اچھو منج ہونٹ میں تج ہونٹ جو دھن گھر بیں اچھو
دھن دھن سوں جو ملے توانند ہوئے انت تج عشق ہو من میں جل سکا زریں اچھو
میرے دل سکے

۳۱

تج سات وصال منج سوں دیتا ہے زر زر تمنے نہیں ہے اس جہاں میں خوشتر
تیرے کی طرح
زر دور کرے ہجر ملاوے دلبر رحمت ہے خدا کی سو سدا زر کے اوپر

۳۲

تج زلف سدا لالن کے اوپر ڈھلتی کد پھول اوپر کدھیں شکر پر ڈھلتی
منج نین کی مچھلیاں تیری مکھ جل میں تریں یک تل جو نہ دیکھن تج جو پھر پھر ڈھلتی

۳۳

تج ہونٹہ کمرا ذوق ہمیا پایا ہے — اور رمز کرا شوق پیپا پایا ہے

اُس

دل کا

تیری سو کمر میانے ہے معنی یار بیک — جو جانتا ہے سو او جیپا پایا ہے

وہ زندگی

۳۴

انند منگے تو کدھیں توں جاناں کوں نچھوڑ — پینکن منگے تو زلف کے پینکاں کوں نچھوڑ

جب عشق جو توں کرنے منگے دھن سنگات — جیوتن میں اچھے لگوں تو ن موٹاں کوں نچھوڑ

۳۵

تج زلف کا چپ مال کروں ساری رات — نیناں کی یوی لاکھ دیکھو باٹ کے دھات

یو بیاں ہو یو وکر کہہ کے یہے آس کرے ہے — لب پر رہے حوالہ توں میں جانوں وو نبات

اسکو

۳۶

اللہ کا لے ناؤں تو یکجت سوں اول — ظاہر ہوا ہے جس تھے ابد ہور ازل

اور

اس تھے سو محمدؐ علیؑ کوں ایک جان — ان دو تو کوں نیں ہے دو جہا میانے بدل

میں

۳۷

تج حسن تھے تازہ ہے سدا حسن و جمال　　تج یاد کی مستی اہے عشق کوں حال
سے
توں ایک ہے تجسا نہیں و وجا کہیں　　کیوں پاوے جگت صفحے میں کوئی تیرا مثال

۳۸

پائے ہیں لطافت ترے مکھ تھے ارواح　　جے تھے اہیں تج جیو جیون تھی اباح
سے　　جیسے
متا مست ہو کر رقص کروں پیالے نمن　　اپ لب تھے چکھا منج کوں جگ آنند کا راح
اپنے　سے

۳۹

لال ادھر لال لا آدھار کرو　　وو ادھر لا ادھر آدھار کرو

مکھ گلال ..... ادھر کمل لال کرو　　اِدھر ادھر ملا آ ہار کرو



۴۰

خدایا دے	مدد مینج جم	محمد سوں	ملا پنج تن
مدد مینج جم	دے جیو کا سنج	دو جگ میانے	کھلا گلشن
محمد سوں	دو جگ میانے	رتن تن پر	دلا ابھرن
ملا پنج تن	کھلا گلشن	دکھا ابرن	جلا ارتن

۴۱

نہیں کیں	تج ایسی	سہیلی	چھبیلی
تج ایسی	نہ اچھے سے	جگت میں	رنگیلی
سہیلی	جگت میں	نہ دیکھیا	گہیلی
چھبیلی	رنگیلی	گہیلی	نویلی

دیگر اصناف

مراثی

محرم مہینے میں آیا اماماں کا سو غم بھر کر

زمیں ہور آسماں میانے بھریا سر تھے الم بھر کر

(اور) (میں) (پھر سے)

زمیں پر کیا بلا کیا شور کیا غوغا ہوا پیدا

یتا کچ دل میں دکھ دانیتا نہ نکلے غم تھے دم بھر کر

(اتنا کچھ)

اماماں تیں سورج جلجل ہوا ہے آگ کا شعلہ

(کے لئے)

جلایا ہے اپس کوں کوئلے نمنے پنم بھر کر

(خود) (مانند)

مسلماناں ندیاں سارے بھراؤ اپنے انجھواں تھے

(آنسوں سے)

کہ آیا ہے اماماں کا بلا سر تھے ستم بھر کر

محرم کا نہ لیو وناوں کدتم اے مسلماناں

(نام) (کبھی)

قیامت ہو قیامت کا اُچایا ہے علم بھر کر

نہ تھا دکھ درد حوراں کوں کدہیں جنت منے یک تِل

(میں)

حُسیناں کے دکھوں ماتم پکڑتے ہیں جنم بھر کر

(ناقص آلاخر)

مرثیہ

(ناقص الاول)

لہو روتیں ہیں بی بی فاطمہ اپنے حسیناں تیں

کے لیے

او طو لالی کا رنگ سا تو گگن اپر ال چھایا ہے

وہ اوپر

اماماں پر ہوا سو دکھ نکو پوچھو مسلماناں

ہر یک ایمام پر یک دکھ بہت گھاتاں بسایا ہے

امام

ظلم کیسا ہوا ہے آہ دنیا میں اون اوپر

ان

یتا ظلم و بلا سب فاطمہ خاطر ملایا ہے

اتنا

اگارہ مہینے کے نمنے محرم کیوں نہیں ہے توں

مانند

سبھی مہینے میں خوشیاں کرتے توں اب دکھ بسایا ہے

کیا ہے میہمانی یوں اماماں کا محرم توں

جنگل میں کربلا کے سب بلایاں کو بلایا ہے

مسلماں کوں نہیں ہے اس برابر کوئی بلا جگ میں
کہ انجھواں کے لہو سیتیں پیالے بھر پلایا ہے
سے
اماماں تھے منگے قولاں سو شامی شومیِ کافر
سے
ہوئے بے قول تو اُن تیں خدا دوزخ بنایا ہے
کے لئے
کئے ہیں مومناں کسوت حسنؑ کے زہر تھے ہریا
سے
سو اس کے چھاؤں تھے اسمان اپنا رنگ بھرایا ہے
سے
خدایا قطب شہ کو بخش توں حرمت اماماں کی
کہ اُن کی مدح کا حلقہ مرے کن میں سُہایا ہے
کان
مدد کرنے ملک آئے قبولے نیں امام اُن کو
کہ حیدر ہات تھے جبار وندیاں سر گرایا ہے
سے دشمن
جدھر
سورج جلتا ہے سارے ماتمیاں کے آہ تھے سب دن
چندا اس شرم تھے گل کر سو اپنا سر نوایا ہے

عمر عثمان تھے دیں میں ہوا ہے سب خلل پیدا

جنکی باتاں تھے مذہب میں بڑا حیلا اٹھایا ہے

یزید و سب یزیدیاں مرگ بن ہوشیار نہ ہوسیں
سکیں
دنیا کے مال تھے اُن کا سو مکھ کہہ یہی پھرایا ہے

یزیدیاں کا سو وقت آیا کرو لعنت یزید اوپر

سور کے گوہ میں داڑی موچھیاں سر بھیں ڈبایا ہے
زمین
یزیدیاں کا سو قصہ ظلم کا کوئی نا سکے کہنے

کہ جانن پن تھے شیطاں ان کنے تعلیم پایا ہے
بچپین
یزید و شمر کے کاماں نہ کرسیں کوئی شیطاں بھی
سکے

ہزاراں لعن ہے اس پر جن ایسا پوت جایا ہے

مرثیہ

(ناقص الاول)

یتیماں آہ ہور دردا تے ہے ہور کیجا جلتا
اور اور

اوسی تھے دو جہاں تیر نیل کا کسوت پنایا ہے
سے

اماماں بارہ کوں آکر ظلم سوں دکھ دئے کافر
سے

اسی تھے فاطمہ کا مکھ لہو سیتیں دھلایا ہے
سے

یتیماں واہ پیاسے واہ پیاسے کر رویں مل کر

اسی دکھ درد تھے انجھو گلاں کا ٹسکایا ہے
سے آنسو

اے چیونا جانتوں دیوے نمن اس دکھ تھے جلتا کر
یہ

پریاں حوراں اپس انکھیاں تھے لہو انجھو چوایا ہے
ٹپکایا

اماماں کا قصہ کہنے نہیں ہے جیب کوں طاقت

شہیداں کے غماں تھے درد بادل جگ پہ چھایا ہے
سے

خدایا داد لے ہور داد لے اس ظالماں کن تھے
اور

کہ جد نہیں سو یتیماں پر جفا ہور ظلم دھایا ہے
اور

اگر دعوے دھریں ایمان کے تم سب مسلماناں

روؤ دم دم کہ دوزخ اگ تھے تمنا کو چھڑایا ہے
سے تم

اماماں کی دعا تھے قطب شہ کو دے شفا یارب
سے

شہیداں دوستی تھے سب شہاں میانے سرایا ہے
سے

مرثیہ

آؤ مل کر ماتمیاں سب اس غماں تھے طھو رودیں
سے

وا اماماں یا اماماں یاد کر کر دل کھویں !

آہ ہمارے درد تھے دریا کوں سب جوشش آوتا
سے آتا

ماتمیاں کے طھو بُنداں تھے آگ سب بج جاوتا
بوند سے

سب دُکھاں کوں انت ہے اس دکھ کے تائیں انت نہیں
حد

فاطمہ کے پوت بن اس جگ منیں نیں نور کیں
میں کہیں

فاطمہ دکھ تھے عرش کرسی تھے غم انجھو سٹے
سے

ساتوں اسماں ہور زمیں میں آگ کی بھڑکی اٹھے

مصطفٰے کے باغ کے پھولاں کوں بن پانی سکائے
سکھائے

مصطفٰے ہور مرتضٰے ہور فاطمہ کا دل دکھائے
اور اور

نیل کپڑے پہنیں ہیں پیغمبراں اس غم ستیں
سے

دشمنی پکڑے یزیداں ماں و ہور خاتم ستیں
اور سے

جیوں نبیاں میں مصطفٰی ہیں تیوں اماماں میں حسین
جس طرح

کفر کے تیں بھان کر اسلام کیتے ہیں حسین

دوستاں رو رو لہو غم تھے اسیر ہے ہم امیرؔ
اگر

باپ نیں ماں نیں حسین ہے کربلا بن میں اسیر

اپنے پوتاں کوں کہے پند بند بیو تم چپ رہو

بوند

میرے بعد از پیاس میر میرے لوگاں کوں کہو

ظلم بے حد کیتے بابا ظالماں کن داد یو

کرتے

تیغ

تم غضب کا تیغ سب یزیدیاں کے سر پر دیو دیو

دین دنیا کے شاہ رکھ قطب زماں کو اپ پناہ

ایک

اپنی

تمہیں بخشاؤ خدا کن لطف سوں میرے گناہ

کے پاس سے

مرثیہ

دو جگ اماماں دکھ تھے سب جیو کرتے زاری وائے وائے

کے   کے   سے   دل

تن روں کی لکڑیاں جالکر کرتے ہیں خواری وائے وائے

کے رویں   جلا

ساتو گگن آٹھو جنت ساتو دریا ساتو دھرت

آسمان   آٹھوں   اقلیمیں

ایکس تھے ایک آپس میں اپ دکھ کرتے کاری وائے وائے

ایک   سے

کالا کیا کسوت مکا دیکھو اماماں دوک تھے

مکہ (خانہ کعبہ)   دکھ

ظلمات بی کالا ہوا اس دکھ تھے بھاری وائے وائے

سے   بھی

لوح ہور قلم کرسی عرش قدسیاں ملک غلماں سب

اور

بجلیاں بدل اٹرادتے ہیں رات ساری وائے وائے

بادل   چلاتے ہیں

اسمان چھج جالا ہوا سورج اگن والا ہوا

چھجا   جل گیا

چندر سو جل کالا ہوا ہے دکھ اپاری وائے وائے

پنکھی سٹے ہیں سب پراں رو رو بھراے سمدراں

پرند گرادیئے سمندر

چھوٹرے ہیں سب اپنے گھراں دیکھو توزاری وائے وائے

کالے ہوے دکھ تھے منگل سر پر سٹیں ماٹی سگل

سے ڈالیں مٹی سب

تو بکٹرے اس دُکھ تھے جنگل ہے بیقراری وائے وائے

سے

پھولاں سکے سب دُکھ ستی مکھ موندے بلبل جھکھ ستی

سوکھے سے خاموش ہوگئے

کوئل جینا دکھ ستی بن بن پکاری وائے وائے

سے

دیکھو تمیں اے مانساں دانے چریں نا پنکھیاں

تم لوگو

دھرتی ہے ماتم کی دکھاں دھرتی بچاری وائے وائے

دوکاں

دو جگ تراباں ہو رہے جیواں کباباں ہو رہے

سمدر سراباں ہو رہے نا ہوے جاری وائے وائے

سمندر

دُکھ آگ سوں جگ بن جلے آکاس تا دھرتی ہلے

کی

کھن پر فرشتے کھلبلے سٹ اختیاری وائے وائے

حضرت نبیؐ کے گیسواں دو نو اماماں کے پگاں

قدم

جبرئیل جھلاوے اپ ہتاں آرات ساری وائے وائے

اپنے ہاتھ سے

حضرت علیؑ کے دو پتاں کاندھے نبیؐ کر اونٹیاں

پوت اونٹ (مونث)

تس پر چڑھے دو شہ جواں اس دھات ساری وائے وائے

شہزادے کے سب اونٹاں نمنے پکارے اس زماں

کہے مانند

عفعف نبیؐ تنکوں سناں کے دو ہی یاری وائے وائے

جبرئیل آکر کہے تسری براں جو عف کئے

تیسری بار

اس عفو تھے جگ پائے گا سب رستگاری وائے وائے

سے

دو نور دیدے بی بی کے آخر دیکھو کیوں دکھ دکھے

لہو میں لڑے پیاسے بھکے دیکھو یہ خواری وائے وائے

بھوکے

یک پوت کو دیتے زہر یک پوت پر کھینچے خنجر

کافر سکے کیسے قہر یو زخم کاری وائے وائے

یہ

دکھ بات کو تو جیب جلے لکھنے قلم پی نا چلے
کی کہوں

دل جیوں شمے جل تلملے سُد کی ہماری وا اے وا اے
شمع

قطبا کہے دل کے بچن ہر دم مدد منج پنج تن

راکھے خدا منجکو جتن دشمن کو خواری وا اے وا اے

قطبا کو ہے اللہ مدد بستا ہے اس دل میں احد

تو منج مدد حیدر ولد بیریاں کو زاری وا اے وا اے
مجھے

ریختی

سنو ایک دو بات صاحب ہماری — سہیلیاں چتر میں ہوں بندی تماری

کہو رات کن سات کینے من میں باتاں — کہ چوتا ہے تم نین تھے رنگ خماری
کس کے — ٹپکتا — سے

نَین چِت سوں دیکھی ہوں میں مُنجھ تمارا
تمن بن منجے کیوں گمے رات ساری

تمہارے بغیر مجھے گذرے

کہو صاحب آ یونوں ہے کس کی نشانی
کھنے کھن تمن پر تھے جاؤں گی واری

سے

ان سات تل مل کے منج کوں پیارے
تمن قول ہیرے کنے تھی میں پیاری

تمیں صاحب ہیں کس منا و بھلاؤ
مو اندازہ کیا تم کہوں میں بچاری

میرا

نبیؐ صدقے بیچاری کوں یوں نہ مارو
اللہ کی نظر تھے قطب کی سنواری (ق)

اللہ

(۲)

پیا میں ہوں سیوے کی بندی تماری
رکھو دشٹ منج پر کہ میں تم پہ واری

نظر

کہ میں ہوں بنی بالی تیری پرت کی
اُسی تھے لگی ہے تماری خماری

سے

میں ہیلی ہوں تج نیہہ کے بن میانے
اُسی تھے دو تن تم لگاتی ہے جھاڑی

اسی لئے / تیری محبت

عشق بھاگ کھیلتی ہیلیاں سیتیں میں
امنگ رنگ کھیلاں سوں میں کوں سنواری

سہیلیاں ہیں شرطاں سوں آگر کھڑی ہوں
منجے دیکھ کر ہنسوں میں ناگا نٹھ یاری
ڈال دے

مرے ناز نیں مہندی ہت میں نگارے
ہاتھ
سہیلیاں منے ہیں ہوں پیو کی پیاری
میں

نبی صدقے قطبا کے ڈاواں کھیلی ہوں
تمن بولتا کیا ہے میں شہ پہ واری
تم سے
(دق)

(۳)

پیارے نکر کھیچ ہوں تو پہ واری
میں
تو آسان ستیں پچھوں میں پنتھ ٹھاری
تیری امید میں

تمے پیرم کی سیج کما بھور آئی
موتم یاد کی لاگی نینیاں خماری
مجھے تمہاری

سو ڈھل پاک کھنجناں او چینی
اے چھند بند دیکھ تو پہ واری ہزاری
یہ

چوڑی جین اب ہوی ہیں تو تمے پر گرٹ
تجھ سے
تمن کوں کون روک راکھی کتواری

نبی صدقے قطبا کی پیاری ہے توں
ٹکو جی کی جین چھند بند سوں سنواری
(دق)

(۴)

ہوں تل تل تمن پر تھے واری ہے پیاری
میں
کہ تن من جوبن آپ ہوں تو پہ واری
میں

عشق بول اپ چھاتی میانے لکھائی
سے
کہ نکھ چین چُن چین باندھی ہے ساری

پرم پیار سوں آئی ہوں تو کے در پر
اپنی
کہو صاحبا کن ملے تم سوں ناری
کس طرح

موسر بھر نہ رکھ سار دوتی کا ہت
کہ چوری چوری تم سوں بولی ہے چاڑی
چغلی

پیتے بوج سوں قطب کوں پیاری میلی
(نیہی ؟)
کہ تم ہم کوں کیا بوجھتی او گنواری

(ق)

مثنوی

(نامکمل)

بسم اللہ الرحمن الرحیم — کیلی ہے سب کچھ کا جو کیتا حکیم

حمد نجات ہے کرو اُس پر تمام — نامِ خدا لے کرو ختم کلام

کیلی ہے اللہ کُلُف کُھل کی تیں — نامِ خدا فرح ہے دل کُھلیاں کی تیں
کے پھول

حکم اُسی کا ہے سبھی حکم پر — ہے الف اللہ نہ زیر و زبر

نورِ خدا کا ہے جہاں نور ہی — ایک اپے سب منیں بھرپور ہی

اونچا نیچا جب نہ تھا تب آپ تھا

ہے سو نہ اَچھسے وو اَچھیگا سدا
رہے وہ رہیگا

